شری رام کرشن
کے
اقوالِ زرّیں

تلخیصی ایڈیشن



بنگلہ زباں میں حقیقی قلم بندی
مہندر ناتھ گپتا 'ایم'

مہندر ناتھ گپتا 'ایم'

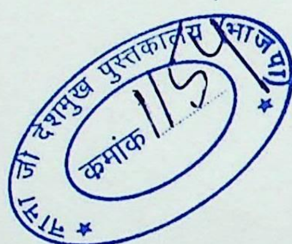
(1854-1932)

مہندر ناتھ گپتا جس کو قلمی نام 'ایم'
اور اپنے ہر دِل عزیز نام 'ماسٹر
مہاشئے' سے جانا جاتا ہے وہ بنی نوع
اِنسان کی خاطر شری رام کرشن کے
اِنکشافات کا تصنیف کار تھا۔ اُس کی
اِس تصنیف کاری کے موجب آج
شری رام کرشن جی لوگوں کے دِلوں
پر راج کرتے ہیں۔

ہمارے دور کی ممتاز کِتابوں میں
سے یقیناً یہ ایک قابل توجہ کِتاب
ہے۔ جس کا شمار ہر دور کی لاجواب
کِتابوں میں ہوگا۔

سٹارک ینگ

Rs. 10.00/-


नानाजी देशमुख पुस्तकालय भाजपा
क्रमांक 1159



شری رام کرشن
کے
اقوالِ زرّیں

تلخیصی ایڈیشن

بنگلہ زُباں میں حقیقی قلم بندی
مہندر ناتھ گپتا 'ایم'

اُردو ترجمہ
راجندر ناتھ
پُورن چندر شرما

فون: - 2642372
94694-84342 موبائل



رام کرشن مِشن
اودھووالا جموّں (جموّں و کشمیر)

Published by:
Swami Girijeshananda
Secretary
Ramakrishna Mission, Jammu
(Jammu and Kashmir), INDIA

Sri Ramakrishna ke Iqwal-e-Zarrin
March, 2011

Cover Disign :A.S. Chitrak ,New Delhi

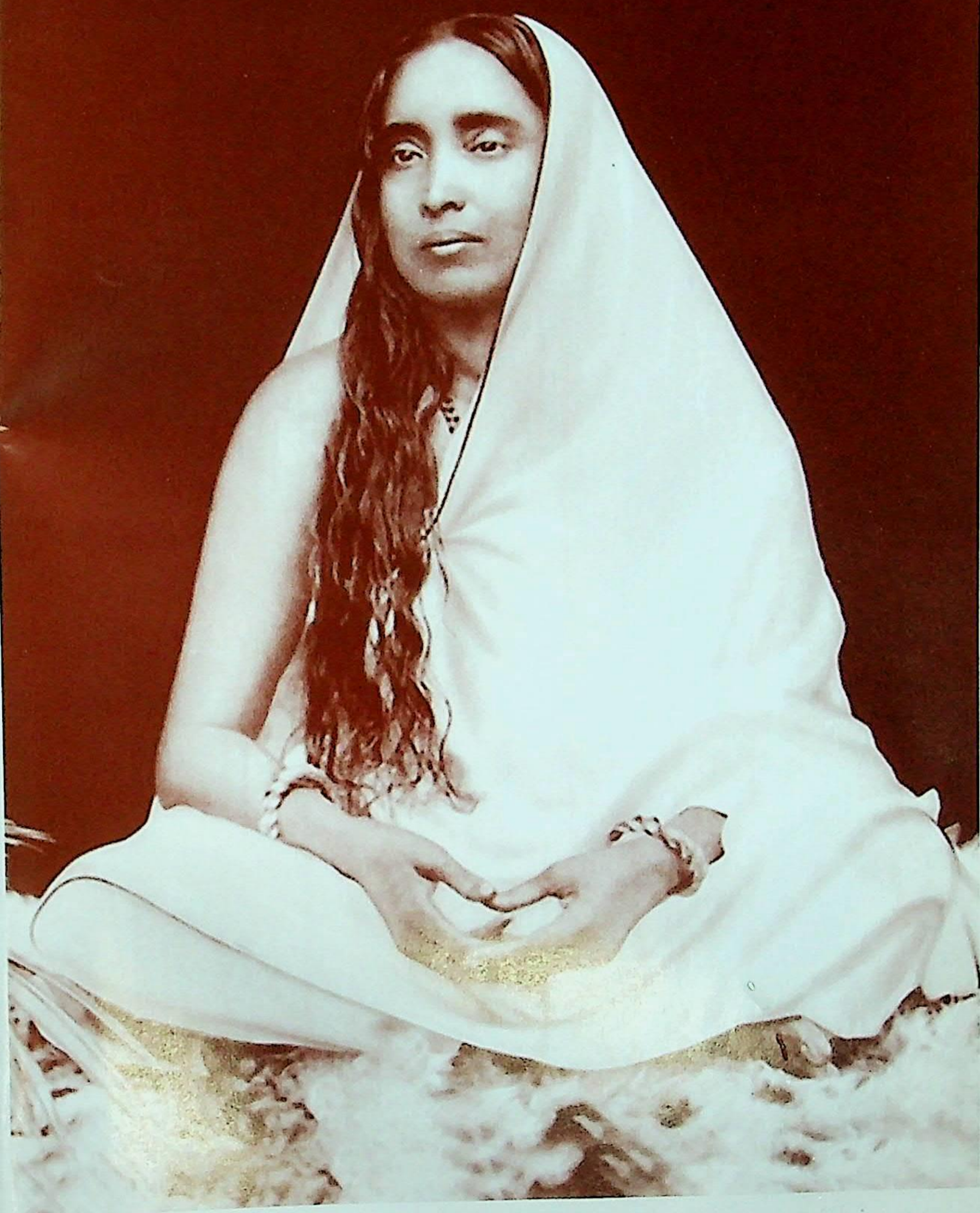
Price Rs. 200/-

This Book has been printed with the support of the Peerless General Finance and Investment Company Limited, Kolkata and other Generous Friends.

Printed at: M/s Royal Publishers and Distributors
1784, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)



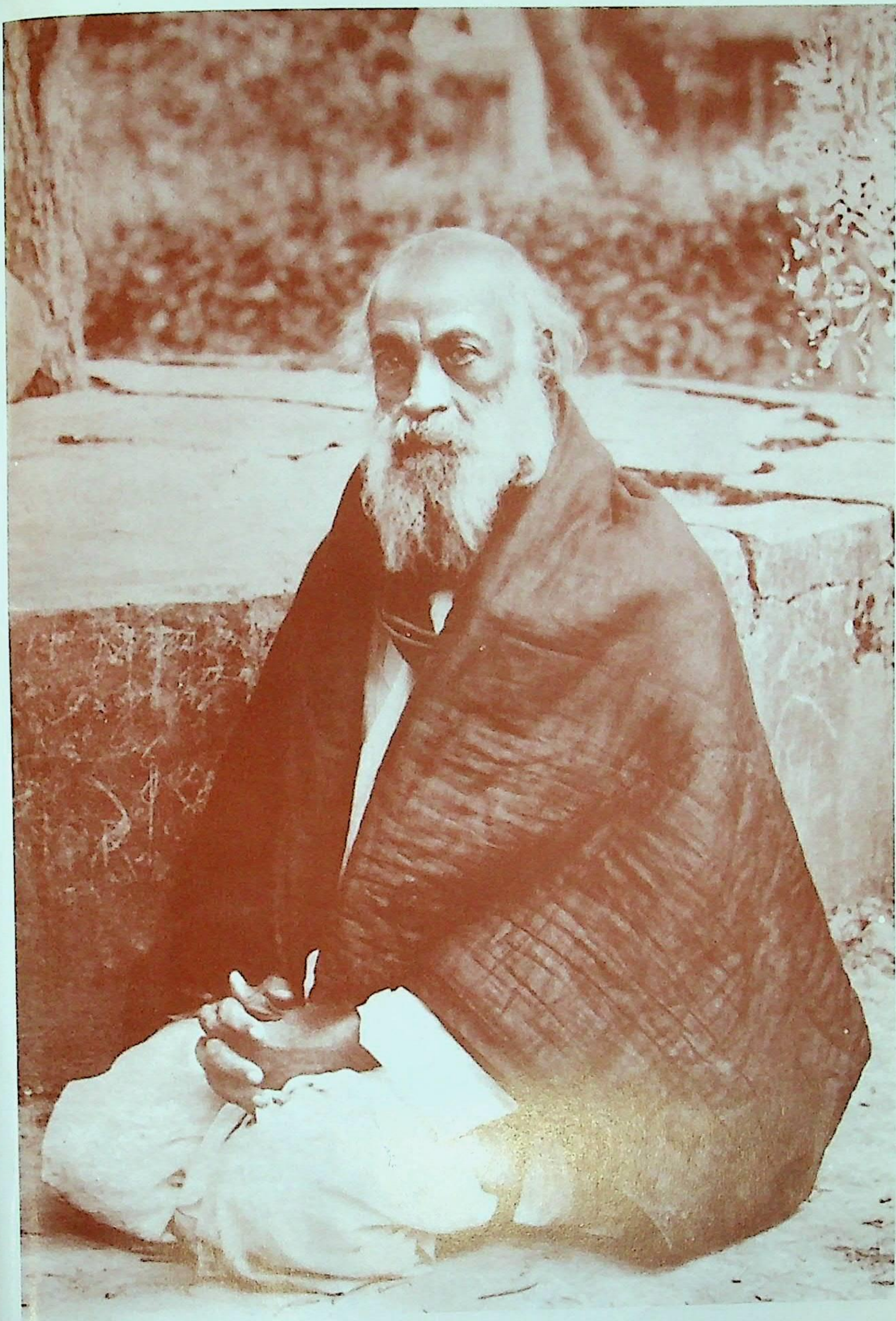
پرم ہنس شری رام کرشن



شری ماں شاردا دیوی

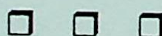


سوامی وویکانند



شری مہندر ناتھ گپتا 'ایم'

فہرست مضامین



پیش لفظ

دیباچہ کے طور پر دو خطوط پیش ہیں۔ ان میں سے پہلا خط شری شارادیوی جن کو اب ساری دُنیا میں رُوحانی ماں کے نام سے جانا جاتا ہے اور جو شری رام کرشن کی رفیق حیات اور اُن کی رُوحانی دوست ہیں نے تقریباً ساٹھ سال پہلے 'ایم' (مہندر گپتا) کو لکھا تھا۔ یہ خط تب لکھا گیا جب اُنہوں نے 'ایم' کی حقیقی تحریر بنگالی 'کتھامرت' میں درج شری رام کرشن کی اپنی عقیدت مندوں سے روزمرہ کی گُفتگو کو سنا۔

دوسرا خط سوامی وویکانند نے 'ایم' کو کتاب کا دوسرا حصّہ شائع ہونے کے بعد لکھا۔

میرے پیارے بچّے

آپ نے جو باتیں اپنے گورودیو کی زُبان سے سن رکھی ہیں وہ بالکل سچ ہیں۔ ان کو چھپوانے میں تُمہیں کسی پس وپیش کی ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے یہ باتیں امانت کے طور پر تمہاری حفاظت میں رکھی تھیں۔ وقت کی ضرورت کے مطابق اب وہ خود ہی ان کو منظرِ عام پہ لا رہے ہیں۔ تُمہیں سمجھنا چاہیے کہ جب تک یہ باتیں لوگوں تک نہیں پہنچیں گی تب تک لوگوں کا رُوحانی شعُور بیدار نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں جو تمہاری حفاظت میں ہیں سب کی سب سچّائی سے شرابور ہیں۔ جب تم نے ان کو میرے روبرو پڑھا تو میں نے محسوس کیا گویا وہ خود بول رہے ہوں۔

'ماں'

دہرہ دون 24، نومبر 1897ء

میرے پیارے 'ایم'

تمہاری کتاب کے دوسرے حصّے کو بھیجنے کا بہت شکریہ۔ حقیقتاً یہ کمال ہے۔ آپ کا ایسا کرنا بالکل واجب ہے۔ اور اس سے پہلے کسی بھی مہان آچاریہ کی زندگی یوں عوام کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ جس میں کہ مُصنف نے اپنے من سے کوئی کم وبیش نہ کی ہو۔ جیسے تم کر رہے ہو۔ زُبان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اتنی تازگی، اتنی تیکھی! مزید برآں سیدھی سادی۔ عام فہم میرے پاس تو بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں۔ میں نے پڑھ کر کتنا لطف اُٹھایا۔ میں سچّ مچ وجد سے جھوم اُٹھا۔ عجیب ہے کہ نہیں؟ ہمارا آچاریہ ہمارا سوامی کتنا اوّل افضل تھا اور 'ایم' کو بھی 'اہل' یا' کچھ' نہیں ہونا چاہئیے۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ ہم میں سے کسی نے بھی اُن کی زندگی پر پہلے لکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ کیوں کہ یہ مہان کرم آپ کے لئے ہی مخصوص تھا۔ ظاہر ہے وہ آپ کے ساتھ ہیں۔

پیار بھرا نمسکار

وویکانند

مکرر آنکہ: ہر طرف جیسے سقراط اور افلاطون کے الفاظ بکھرے پڑے ہیں۔ تم صحیح معنوں میں گپت نظر آتے ہو۔ اس کے علاوہ ڈرامائی انداز بہت خوبصورت ہے۔ جو یہاں اور مغربی دُنیا میں سبھی لوگ پسند کرتے ہیں۔

مُترجمین کی طرف سے

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں 'ایم' کی تحریر کردہ 'دی گاسپل آف شری رام کرشن' (The Gospel of Sri Ramakrishna) انگریزی کتاب کا اُردو میں ترجمہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

شری رام کرشن جی کے اپنے مُریدوں وعقیدت مندوں، جن میں سماج کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں کے ساتھ روز مرّہ کی اس گفتگو کا تصوّر کرتے ہی یکایک آنکھوں کے سامنے وہ سارا منظر اُبھر آتا ہے اور یُوں محسوس ہونے لگتا ہے گویا کہ ہم بھی اُن سب کے روبرو بیٹھے اُن کی باتوں سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ترجمہ کرتے وقت کبھی تو ہم جی بھر کر ہنس لیتے اور کبھی ہماری آنکھوں میں بے ساختہ آنسوں اُمڈ آتے۔

اِنسانی زندگی کے ہر پہلو میں پوشیدہ گہرے راز واحساسات کے متعلق شری رام کرشن جی کا اظہار و اِنکشاف، ان کی رُوحانی تعلیمات، بے لوث محبت کا جذبہ، من کو چھو لینے والے شریلے نغمے جہاں اُن کے ذاتی مشاہدات کی تصدیق کے مُظہر ہیں وہاں یہ قارئین کے دِل و دماغ پر کبھی نہ مٹنے والا گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اِن سب احساسات کا بنی نوع اِنسان کی رُوح پر اثر انداز ہونا ایک قدرتی فعل ہے۔ شری رام کرشن جی کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک اِنسان یقیناً خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اُس میں زن اور زر سے دستبرداری، گہرا خلوص و محبت اور شدّت کی بے قراری کا جذبہ ہو۔ اِنسانی زِندگی کا مقصد کیا ہے۔ رُوح اور رُوحِ برتر (خُدا) میں فرق کیا ہے غرضیکہ ہمارے اندر ہی اندر اُٹھنے والے اَن گنت ایسے سوالوں کا جواب ہمیں 'اقوالِ زرّیں' کا مُطالعہ کرنے سے مل جاتا ہے۔

رُوحانی ادب کی تاریخ میں اس سے پہلے شاید ہی اس قسم کی کوئی تصنیف منظرِ عام پر آئی ہو۔ 'ایم' نے آنکھوں دیکھے اس 'ڈیوائین پلے' (Devine Play) کو قلم بند کر کے ساری دُنیا کو بیش قیمتی تحفے سے نوازا ہے۔ اُردو زُبان سے آشنا قارئین اِسے پڑھ کر یقیناً روشن خیالی حاصل کر سکیں گے۔

مترجمین

راجندر ناتھ، پُورن چندر شرما

ناشر کی طرف سے

'شری رام کرشن کے اقوالِ زریں' مہندر ناتھ گپتا، 'ایم' کا قلم بند کیا ہوا ایک لافانی سلسلہ گفتگو ہے جو ساری دُنیا میں مشہور و معروف ہے۔ مذاہب کی تاریخ میں اقوالِ زرّیں کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

اقوالِ زرّیں کی ایک نمایاں خاصیت یہ ہے کہ اس کے چند ایک صفحات کا مطالعہ کرنے سے ہی انسان اپنی ہر مشکل و مصیبت کا حل ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اس کا تصوّر تک ہمارے بھولے بھٹکے سرکش من کو اطمینان بخشتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے روزمرّہ کے کام کاج کو شروع کرنے اور سونے سے پہلے اقوالزرّیں کے چند ایک اوراق پڑھ لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اُردو زُبان سے آشنا لوگوں کی رُوحانی ترقّی کی خاطر یہ ایڈیشن اُن کی نذر کیا جا رہا ہے تا کہ اِس کے مُشاہدے سے وہ خُود کو مُستفید کر سکیں۔

اقوالِ زرّیں کے بھاری اور بڑے ایڈیشن کے بجائے ہم اُردو زُبان میں اس کا تلخیصی ایڈیشن پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اِس پیشکش کو رُوحانیت کے طلبگار تہہ دِل سے قبول فرمائیں گے۔

ہم جناب راجندر ناتھ اور جناب پُورن چندر شرما کے مشکُور رہیں جو 'گاسپل آف شری رام کرشن' کا اُردو زُبان میں ترجمہ کر کے اِس لافانی رُوحانی پیغام کو دُور دُور تک پہنچانے میں آلہ کار بنے۔

ناشر
سوامی گرجیشا نند
سیکریٹری
رام کرشن مشن، جمّوں

27/جولائی 2010ء
جمّوں

شری رام کرشن کی مُختصر سوانحِ عمری

18 رفروری 1836ء میں ہندوستان کی سرزمین پر خدا کے ایک بشر نے جنم لیا جو آگے چل کر رام کرشن پرم ہنس کہلائے۔ ایک ایسا نام جسے لاکھوں لوگ عقیدت بھری محبت سے یاد کرتے ہیں۔ دورِ جدید کی شور وغل و بے ترتیب زندگی سے پرے اُن کی بُلند آواز ہمیں اپنے وجود کی ٹھوس حقیقت کی طرف متوجّہ ہونے کی ہدایت کر رہی ہے۔

بنگال کی ایک شاہراہ پر واقع گاؤں کمارپُکر میں ایک غریب خاندان کے ہاں اُن کا جنم ہوا۔ اُن کے والد ایک رحم دل اِنسان تھے جو ہمیشہ سچّائی کے راستے پر چلتے رہے۔ اپنے زمیندار کے حق میں جھوٹی گواہی دینے سے اِنکار کرنے پر اُنہیں اپنے موروثی مکان و جائیداد سے بے دخل کر دیا گیا۔ ایک براہمن ہونے کے ناطے اُنہوں نے اپنی زندگی میں سخت قسم کے ربط وضبط کو اپناتے ہوئے زیادہ تر وقت عبادت و دُعا اور غور وفکر میں گزارا۔ اپنی روزی روٹی اور روزمرہ زندگی کی ضروریات کے لیے خُدا پر بھروسہ کئے وہ مطمئن تھے۔ اُن کی والدہ ایک نیک عورت کی سب خوبیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے اپنے ہمسایوں سے ہمیشہ ہمدردانہ طریقے سے پیش آتیں۔ وہ خود سارا دِن بھوکے رہ کر اکثر اپنا کھانا غریبوں اور ضرورت مندوں میں بانٹ دیتیں۔ دُنیاوی فریب و دوسری خستہ خصوصیات سے بے لاگ اپنے اخلاقی خلوص کی بنا پر گاؤں کے لوگ ان کا احترام کرتے۔ سادہ سے اِس گاؤں میں آم کے پیڑوں کا ایک جھنڈ تھا جہاں وہ اپنے اِسکول کے ساتھیوں کے ساتھ رامائن اور مہابھارت کے چنیندہ واقعات کے ڈرامے کا کھیل کھیلتے۔

سات سال کی عُمر میں اُن کے والد اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اس واقعہ سے اُن کے کنبے پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور وہ پہلے سے زیادہ ہوش منداور سنجیدہ ہو گئے۔ اُنھیں اکثر آموں کے جھنڈ یا شمشان میں اکیلے چہل قدمی کرتے دیکھا جاتا۔ لڑکپن کی شوخیوں میں پوشیدہ اس کی سنجیدہ طبیعت نے جیسے اِنسانی زندگی کی ناپائداری کی جھلک دیکھ لی ہو۔ بعدازاں اپنی والدہ سے اُن کی وابستگی اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ اب گھر کے روزمرہ کے کام کاج وعبادت میں اس کی مدد کرتے۔ جتنا بن پاتا اپنی ماں کے غم کے بوجھ کو ہلکا کرنا اور اُس کی درد بھری زندگی میں خوشی اور دلجوئی لانا وہ اپنا فرض سمجھنے لگے۔ اُن کا پہلا رُوحانی وجد

اُن کی پیدائشی فنکارانہ فطرت کا نتیجہ ہے۔ آسمان میں کالے گھنگور بادلوں کے پس منظر دودھ جیسے سفید پروں سے چمکتے ہنسوں کی ٹولی کی پرواز دیکھ کر اُنھوں نے اپنا جسمانی ہوش وحواس کھو دیا۔ جس کے بارے میں اُنہوں نے بعد میں بتایا کہ ایسی حالت میں اُنھیں ایک ایسے سکون کا احساس ہوا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

شری رام کرشن کی زندگی میں اُس وقت ایک نیا موڑ آیا جب اُنہیں کائنات کی رُوحانی ماں جنہیں 'کالی' کے نام سے پُکارا جاتا ہے کے مندر دکھنیشور میں پجاری منتخب کیا گیا۔ شاندار بسالٹ (Basalt) کے مجسّمے کے سامنے بیٹھے بیٹھے وہ اکثر اپنے آپ سے سوال کیا کرتے کیا اس مجسّمے میں واقعی خُدا موجود ہے یا یہ محض ایک پتھر ہے۔ جس میں کوئی زندگی یا رُوح کا نام ونشان نہیں مگر پھر بھی بہت پرانے وقتوں سے ان گنت عابدین اس کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی کبھار اس قسم کے شکوک دبے پاؤں اُن کی رُوح میں داخل ہوتے اور اُنہیں ذہنی کوفت پہنچاتے لیکن اُن کی اندرونی بصیرت کی نظر نے اُن پہ انکشاف کیا کہ احساس کو لطف اندوز کرنے والی چیزوں کی فطرت جلد بھول جانا (مرجھا جانا) ہے مگر غیر معمولی چیزوں کے پیچھے گہری حقیقت کی موجودگی ہے۔ اُنہوں نے خُدا کو دائمی ماں تصوّر کیا جو ہمیں ہر وقت رُوحانی دانائی کا نایاب تحفہ (مُنھ مانگی مراد) دینے کو تیار ہے اگر ہم دُنیاوی چیزوں سے مُنھ موڑ لیں تو۔ کچھ دیر تک وہ خاندانی روایت سے ماں کالی کی عبادت کرتے رہے لیکن محض کٹھ پتلی کی طرح دین و مذہب پر عمل پیرا ہونے سے اُن کی رُوح کو اطمینان نہ مل سکا اُنہیں تو بس خُدا کے دیدار کی طلب تھی۔

جلد ہی اُن کی جوش وخروش کے ساتھ پہلے جیسی مذہبی رسم ورواج والی عبادت کی سب پابندیاں جیسے ہوا میں اُڑ گئیں۔ اب سے اُن کی عبادت نے جذباتی چیخ وپُکار کی شکل اختیار کرلی جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جُدائی میں درد سے کراہتے ہوئے دُعا کر رہا ہو۔ گھنٹوں تک وہ روشن ضمیر انسانوں کے لکھے خُدا کے نغمے گاتے رہتے۔ اُن کی آنکھوں سے لگاتار آنسوؤں کی برسات ہوتی رہتی اور وہ روتے روتے پُکار اُٹھتے 'ماں کہاں ہو تم؟ مجھے اپنا دیدار دو ماں، مجھ سے پہلے بہت سے عابدین تمہاری عنایت پا چکے ہیں، کیا میں ہی ایسا ایک بدبخت ہوں جس کے پاس تو نہیں آتی؟ دُنیاوی خوشیاں، مال وزر اور دوست یہ سب مجھے نہیں چاہیے۔ میں صرف تمہارا دیدار چاہتا ہوں، ماں'۔ اُن کے شب وروز اسی طرح کی درد بھری پُکار میں گزر جاتے۔ دُنیاوی باتوں سے انہیں جلن سی محسوس ہوتی۔ اکثر لوگ انہیں زمین پر پڑی ریت مٹی میں اپنا مُنھ رگڑ رگڑ کر لوٹ پوٹ ہوتے دیکھ دنگ رہ جاتے۔ وہ دردناک آہ وزاری کرتے

ہوئے پُکار اُٹھتے ۔ایک اور دن بے سود گزر گیا، آج پھر تمہارا دیدار نہ ہوا۔ ماں اس مختصر سی زندگی کا ایک اور دن گزر گیا اور میں دائمی حقیقت سے روشناس نہ ہو سکا' وہ ماں کی مورتی کے روبرو بیٹھ کر کہہ اُٹھتے، 'ماں! کیا سچ مچ تمہارا کوئی وجود ہے یا تم محض دماغ کی کوری کلپنا ہو! تم اگر سچ ہو تو پھر میں تمہیں کیوں نہیں دیکھ سکتا؟' دین کیا فریبِ نظر ہے محض ایک ہوائی قلعہ؟ بمشکل یہ الفاظ اُن کے ہونٹوں سے نکلتے کہ فوراً انہیں اُن درویشوں کی یاد آجاتی جنہوں نے حقیقتاً اسی زندگی میں خُدا کے دیدار کئے تھے۔ یہ محض اِنسانی تصوّر یا ایک احمقانہ خیال نہیں ہو سکتا۔ یہاں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خُدا کے دیدار کئے ہیں تو پھر میں کیوں نہیں کر سکتا؟ زندگی گزرتی چلی جارہی ہے ہر دن بڑی تیزی سے موت کے نزدیک آتا جارہا ہے۔ لیکن ماں کہاں ہے؟ شاستروں کا فرمان ہے کہ زندگی میں صرف ایک ہی چیز کی تلاش ہونی چاہیے اور وہ ہے خدا۔اُس کے بغیر زندگی ایک مذاق ہے۔ خُدا کے مل جانے پر زندگی کے معنی بدل جاتے ہیں، یہی ہے خوشی یہی ہے آسودگی۔ خُدا کی جستجو کی خاطر پُرخلوص عابدین دُنیا سے قطع تعلق کر کے اپنی زندگی قربان کر دیتے ہیں۔ کیا ہے مول اس زندگی کا اگر میں نے ایسے گھِسٹتے ہوئے کاٹنی ہے تو؟' اِس قسم کے خیالات خُدا کو حاصل کرنے کے لیے اُن کی طلب کو اور بھی بڑھا دیتے۔ نتیجہ یوں ہوا کہ آخر اُنہیں خُدا کے دیدار کی خوش نصیبی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں اُنہوں نے سوامی وویکانند سے یہ انکشاف کیا۔ 'دیدارِ خدا'، ہاں میرے بچّے! میں نے خُدا کو دیکھا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے میں تمہیں روبرو دیکھ رہا ہوں۔ میں نے خُدا سے باتیں کی ہیں جیسے کہ میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں' شری رام کرشن پورے وثوق سے کہا کرتے کہ اگر کوئی آرزومند خُدا سے اتنی وابستگی قائم کر لے جتنی کہ ایک کنجوس آدمی اپنے مال و زر سے، ایک فرمانبردار بیوی اپنے خاوند سے یا ایک بچّہ اپنی شفیق ماں سے قائم کر لیتا ہے تو تین دن کے اندر اندر یقیناً خُدا اپنے آپ کو اس پُرشوق رُوح پر ظاہر کر دیتا ہے۔ دورِ جدید میں اتنا بڑا اِنکشاف! ہاں اُنہوں نے خُدا کو دیکھا ہے، فالتو کائناتی ہستی نہیں، اخلاقی کردار کی شخصیت نہیں بلکہ ہماری مطلق سچائی پر مبنی، سب کے اندر رچی بسی ہستی جس میں انسانی، اخلاقی رشتے ناطے انتہا پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اُن کا خدائی تصوّر کسی دینی علم کی الگ تھلگ ہستی نہیں نہ ہی کسی شاعر کا کوئی دھندلا سا تصوّر بلکہ اُن کے اندرونی مشاہدے کا ایک یقین بخش اطمینان۔ آج جبکہ اِنسان زندگی کے اصلی مقصد سے بے خبر ہوتا چلا جارہا ہے اور ہمارا کوئی ہم عصر یہ دعویٰ کرے کہ اُس نے خُدا کو دیکھا ہے ہمیں متاثر کرنے کے لیے یہ کیا کم بات ہے؟'' گاسپل آف شری رام کرشن'' کا سرسری مطالعہ بھی کرنے والے کسی قاری کا یہ پہلا تاثر

ہوگا کہ بہر حال خُدا بادلوں کے اس پار رہنے والی کوئی چیز نہیں جسے ہم حاصل نہیں کرسکتے بلکہ وہ ہمارے بہت نزدیک اور قریب کی ایک ایسی ہستی ہے جس میں ہمارا وجود نشوونما پا رہا ہے۔ اس زندگی میں اُسے حاصل کرنا ہی واحد سچائی ہے۔

شری رام کرشن رُوحانی دائرے کے بہت بڑے سائنس دان تھے۔ وہ اپنے مذہب کے مقرر قوائد اور اخلاقی اُصولوں پر ہو بہو عمل کرتے۔ وہ ایک سچّے سائنس دان کی طرح جانتے تھے کہ کسی بھی تجربے کی کامیابی کا دارومدار اُس کی محتاط تحقیقات پر منحصر ہے۔ اُنہوں نے اس جانب بالکل بھی اپنی جان بخشی نہ کی۔ اُن کی نس نس میں پاکیزگی بھر گئی۔ سچّائی کی راہ پر چلتے وقت کوئی بھی رُکاوٹ اُنہیں روک نہ سکی۔ عاجزی کا سبق سیکھنے کے لیے وہ رات کے اندھیرے میں ایک اچھوت کے گھر چلے جاتے اور اپنے لمبے لمبے بالوں سے اُن کی گندگی صاف کرتے۔ اُنہیں معلوم تھا کہ رُوحانی زندگی میں زن اور زر دو ہی رکاوٹیں ہیں۔ وہ سب عورتوں کو کائنات کی پاکیزہ ماں (ماں کالی) کا ہی ظہور سمجھتے اور اگر وہ خواب میں بھی ایک سکّے کو چھو لیتے تو اُن کا سارا بدن درد سے سخت اذیت محسوس کرتا۔ گہری سوجھ بوجھ ہونے کے کارن اُنہیں سونے اور مٹّی میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ خُدا کو حاصل کرنے کے لیے یہ دونوں ہی بیکار چیزیں ہیں۔ پروردگا جو کہ چیونٹی کے قدموں کی بھی آہٹ سنتا ہے پر پورا بھروسہ کئے وہ کل کی فکر سے بے خبر اُسی کے سہارے لمحہ بہ لمحہ زندگی گزارتے چلے گئے۔ اُن کی زندگی ایک بلند قوت جو کہ ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتی ہے کہ زیر اطاعت اور راضی بہ رضا جینے کی ایک شاندار مثال بن گئی۔ اُن کا پورا جسمانی اور اعصابی نظام ایک بلند مرتبہ شعور کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُنہیں کسی دُنیاوی چیز کا خیال تک آنے سے سخت درد اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ خُدا کے دیدار کی خاطر روز بروز بڑھتی جارہی اُن کی بیتابی کے عالم کو زُبان سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رُوحانی قوائد پر عمل کے دوران وہ کھانے، پینے اور سونے جیسی ضروریاتِ زندگی کو مکمل طور پر چھوڑ چکے تھے۔ خُدا کو حاصل کرنے کی خاطر اُن کے اندر حد درجے کا جذبہ تھا۔ اس طرح وہ رُوحانی انکشاف کی خاطر ہندو مذہب کے مختلف رسم ورواج پر عمل پیرا ہوئے ایسا کرنے سے انہیں احساس ہوا کہ راستے چاہے الگ الگ ہوں مگر منزل وہی ایک۔ شری رام کرشن جی کے خدائی نشے کی کیفیت کو نہ سمجھتے ہوئے اُن کے ہم نواؤں اور رشتہ داروں نے سوچ لیا کہ وہ پاگل پن کے شکار ہو چکے ہیں۔ انسانی سماج میں جو آدمی اپنے ہمسایوں کی دیوانگی میں شریک نہیں ہوتا اُسے پاگل کہہ کر بدنام کردیا جاتا ہے۔ اس لئے اُنہوں نے سوچا کہ ایک موزوں لڑکی سے شادی شری

رام کرشن جی کو عام حالت میں واپس لانے کے لئے مددگار ثابت ہوگی۔ یہ جان کر اس میں بھی پروردگار کا ہی ہاتھ ہوگا شری رام کرشن نے اس تجویز کی حامی بھر دی، بعدازاں سولہ سال کی ایک پاک دوشیزہ دکھنیشور کے مندر میں اپنے خاوند (شری رام کرشن جی) کے پاس آ پہنچی جہاں وہ سخت ریاضت میں مبتلا تھے۔ اس مہاتما نے اُس کے آگے سر جُھکا کر کہا، 'ماں الٰہی نے مجھ پر واضح کیا ہے کہ ہر عورت میں میرا ہی آشکار ہے۔' میں تمہارے بارے میں بھی ایسا ہی سوچتا ہوں لیکن میں آپ کی تحویل میں ہوں۔ تم چاہو تو مجھے دُنیاوی سطح پر نیچے کی طرف گھسیٹ سکتی ہو۔ بچپن میں یہ لڑکی خدا سے دُعا کیا کرتی، 'یا خدا! میرا کردار وہ سامنے والے ٹیوبروز (Tuberose) (گلبشی نام کا ایک خوشبودار پھول) کی طرح بنا دے، چاند میں بھی داغ ہے مگر میری زندگی بے داغ بنا دے۔' وہ پل بھر میں اپنے خاوند کے من کی کیفیت کو سمجھ گئی اور اُس نے نہایت عاجزی سے کہا، 'مجھے آپ کو رُوحانی بلندیوں سے نیچے گھسیٹنے کی کوئی خواہش نہیں، میں صرف آپ کی خدمت گار اور شاگرد ہو کر آپ کے پاس رہنے کی مراعات چاہتی ہوں۔' جب اُس نے ان سے اپنے لیے کسی تعلیم و تربیت کے بارے میں پوچھا تو شری رام کرشن نے کہا: خدا سب کا محبوب ہے جیسے چاند سب بچوں کو پیارا لگتا ہے، خدا کی عبادت کرنے کا سب کو برابر کا حق ہے۔ وہ اپنے چاہنے والوں کے لئے اپنا آشکار کرتا ہے اگر تم اس سے دُعا کرو گی تو تم بھی اُسے دیکھ پاؤ گی۔ اس کے بعد دونوں روحیں باغیچہ مندر میں رُوحانی نظاروں سے لُطف اندوز اکٹھے رہنے لگیں۔ دونوں میں سے کسی نے بھی دُنیاوی رشتے کے بارے میں نہیں سوچا۔ اب جبکہ شری رام کرشن جی کے سب عقیدت منداُن کی شریک حیات کا پاکیزہ ماں (ماں کالی) کی طرح احترام کرتے تھے ایک رات اُس نے ان کے جسم پر مالش کرتے ہوئے پوچھا: 'آپ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟' شری رام کرشن جی نے بنا کسی ہچکچاہٹ کے فوراً جواب دیا: 'جس ماں کی مندر میں پرستش کی جاتی ہے اُسی ماں نے اس جسم کو جنم دیا ہے اور جو اَب باغیچہ میں رہتی ہے وہی ماں اس وقت میرے پاؤں کی مالش کر رہی ہے۔ سچ مچ میں آپ کو ہمیشہ سعادت اور برکت دینے والی ماں کے زندہ جاوید نمائندے کی شکل میں دیکھتا ہوں۔' شری رام کرشن جی نے بذاتِ خود ثابت کر کے یہ دکھا دیا کہ من کو خدا سے جوڑنے پر ہم اپنی نفسانی خواہش سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ وہی من جسے نچلی سطح پر جسمانی تعلق کا احساس ہوتا ہے بلندی کی سطح پر خدائی ظہور کا نظارہ کرتا ہے۔ نفسانی خواہش کوئی پیدائشی چیز نہیں یہ محض ایک ناپاک من کا خیال ہے۔

بعدازاں اُنہوں نے عیسائی اور اسلام مذہب کے مطابق عبادت کی راہ اختیار کی اور یہاں بھی وہ

اُسی حقیقت سے روشناس ہوئے۔ ویدوں میں رِشی منیوں نے جس صداقت کا ذکر کیا ہے۔ شری رام کرشن جی نے اپنے اندرونی مشاہدات کی بنا پر اسی صداقت کا چرچہ عام کیا ہے۔ ایک ہی سچّائی کو الگ الگ عارفین نے الگ الگ ڈھنگ سے بیان کیا ہے۔ شری رام کرشن جی کہا کرتے۔ الگ الگ رائے عامہ کا مطلب الگ الگ راستے مگر منزلِ مقصود تو وہی ایک۔ ظاہری طور پر ہر مذہب میں اپنی رسوم اور تقریبات موجود ہیں مگر رُوحانی ترقی کے لیے یہ بنیادی ضرورتیں ہیں۔

سمادھی سے لطف اندوز ہونے کی خاطر وہ کسی غار یا گوشہ تنہائی میں جا کر نہیں بیٹھے۔ انہیں محسوس ہوا کہ اپنے ساتھی انسانوں کی خاطر وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کار بن گئے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ سب لوگ اُن کے مشاہدات سے مستفید ہوں۔ اُنہوں نے ماں الٰہی سے کئی بار دُعا کی: 'ماں! مجھے خود سَر و یراگی مت بنانا۔ میں تیری اس دُنیا میں تیرے واضح آشکار کا لطف اُٹھانا چاہتا ہوں۔' ان کی کایا پلٹ کی مہک کے زیرِ اثر دور دور سے لوگوں کے جھنڈوں کے جھنڈ ان کے پاس کھِچے چلے آتے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچّے، سائنس دان اور ناستک عیسائی اور سکھ غرضیکہ ہر نسل و ذات سے تعلق رکھنے والے لوگ اُن کے دیدار سے خود کو رُوحانیت کی راہ میں فیضیاب ہوتے محسوس کرتے۔ شری رام کرشن جی کوئی معمولی قسم کے ناصح نہیں تھے، وہ دکھنیشور گاؤں سے باہر نہیں گئے۔ اپنا پیغام دینے کے لیے اُنہوں نے نہ تو کسی عوامی پلیٹ فارم سے تقریروں کا سہارا لیا اور نا ہی کبھی اخباروں کے ذریعے اپنے بارے میں چرچہ کی۔ وہ کہا کرتے، 'جب کبھی پھول کھِلتے ہیں تو اُن سے شہد حاصل کرنے کی خاطر مکھیاں خود بخود آ ٹپکتی ہیں۔'

اس درویش کے پاس جو لوگ آئے اُن میں ایک نوجوان جو آگے چل کر دُنیا میں مشہور و معروف ہوا 'وویکانند' بھی تھا۔ اس وقت وہ نریندر ناتھ کے نام سے جانا جاتا تھا جس میں موجودہ دور کی جھلک صاف طور پر دکھائی دیتی تھی۔ وہ چاہے شکّی مزاج، گہرا کھوجی اور ہر چیز کا ثبوت ڈھونڈنے والا نوجوان تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سچّائی کا بھی متلاشی تھا۔ شری رام کرشن جی زمانۂ قدیم و جدید دونوں قسم کے خیالات کی دھارا کے سنگم تھے۔ اس نوجوان کے پہلے ہی سوال کے جواب میں کہ 'کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟' شری رام کرشن جی نے پُر زور دعوے سے جواب دیا، 'ہاں! میں نے خدا کو دیکھا ہے۔' ہر بات پر نکتہ چینی کرنے والا نریندر آخر کار اُن کا مرید بن گیا۔ ایک ماں کی بے پناہ محبت اور مرشد کے لاانتہا صبر و تحمل کے ذریعے شری رام کرشن جی نے آہستہ آہستہ اُسے رُوحانی زندگی کے گہرے رازوں سے روشناس کرایا۔ اُنہوں نے نریندر کے کھوجی ذہن کو اپنی بڑھیا ذہانت سے تسلی کرائی۔ اپنے مُرشد کے زیر

ذہنی تصوّر سے پرے ہے۔ ہم اپنی ذہنی توفیق کے مطابق ہی خُدا کو کچھ حد تک جاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے کہ دُنیا کی ہر چیز، سنت مہاتماؤں کی باتیں، شاستروں کے بیان سب کے سب مُنہ سے باہر پھینکے گئے کھانے کی مانند آلودہ ہو چکے ہیں لیکن محض ایک خُدا ہی ہے جو اس آلودگی سے پاک ہے۔ جس کے بارے میں کوئی انسانی زُبان مکمل طور سے کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ اُس کی فطرت ہمارے خاموش دِل کی گہرائی میں جانی جا سکتی ہے۔ شری رام کرشن جی نے پھر بتایا کہ ایک بار نمک کی گڑیا نے سمندر کی سطح کو ماپنا چاہا لیکن جوں ہی اُس نے پانی کو چھوا، وہ سمندر میں ہی پگھل گئی۔ بچاری کیسے بتاتی سمندر کی گہرائی۔ اسی طرح جب کوئی عابد اُس ذاتِ لامحدود میں مدغم ہو جاتا ہے پھر نہ تو اُس کا من اور نہ ہی الفاظ خُدا کی حقیقی فطرت کو بیان کر سکتے ہیں۔ ویدوں کا کہنا ہے سچائی کو بیان کرنے کی فضول کوشش میں الفاظ واپس من کو لوٹ آتے ہیں۔

خُدا کا رشتہ کیا ہے اِنسان کے ساتھ؟ مذہب کا یہ سوال قابل بحث ہے۔ شری رام کرشن جی بڑے سادہ طریقے سے بتا رہے ہیں کہ جب ہم اپنے آپ کو جسم تصوّر کرتے ہیں تب خُدا ہمارا آقا اور باپ ہے اور ہم اُس کے خادم اور بچّے۔ جب ہم اپنے آپ کو مجسم رُوح سمجھتے ہیں تو خُدا کائناتی رُوح ہے اور ہم اس کا ظہور جیسے آگ اور اس کی چنگاریاں۔ خُدا اور اِنسان میں ایک جیسی خوبیاں اور اوصاف موجود ہیں۔ لیکن جب ہم اپنے آپ کو رُوح سمجھتے ہیں تو ہم ہو بہو خُدا جیسے ہیں، وہی رُوح جو نہ تو کبھی جنم لیتی ہے اور نہ ہی مرتی ہے بے سبب اور لامحدود۔ پروفیسر میکس مُلر نے لکھا ہے کہ شری رام کرشن جی کے سادہ الفاظ اور مثالیں بہت زوردار اور سیدھی نشانے پہ لگتی ہیں کیونکہ اُن کا ذہن تعلیمی تربیت سے آلودہ نہیں تھا۔ یہ سب مثالیں اُن کے براہِ راست مشاہدات کا نتیجہ ہیں۔

پوری کائنات ایک ہے۔ نام اور شکلیں ہماری جہالت کی پیدائش ہیں جو کہ علم الٰہی کے حاصل ہوتے ہی غائب ہو جاتی ہیں۔ گناہ نام کی ایسی کوئی چیز نہیں جو ہماری رُوح کے معیار کو بدل سکے۔ ایک آدمی کی بداعمالی اُس کی رُوحانی فطرت کو ڈھک سکتی ہے مگر اُس کو تہس نہس نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے جسمانی، ذہنی اور اخلاقی مشاہدات ہماری رُوح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ زیادہ سے زیادہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ اور جھوٹ کی ملاوٹ ہے۔

زمانہ قدیم کے بڑے بڑے مذاہب تین باتوں پر مشتمل تھے جیسے مذہبی رسومات، دیوی دیوتاؤں کے قصے کہانیاں اور فلسفہ۔ یہ مذہب کی باہری شکل پیش کرتی ہیں اور فلاسفی اس کی بنیاد۔ مذہبی رسومات

اور دیوی دیوتاؤں کی کہانیوں میں کبھی یکسانیت نہیں ہوسکتی۔ یہ فلاسفی کے ہی بے جوڑ خیالات ہیں جن کو معمولی ذہن کے لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ مذہبی جھگڑے تبھی شروع ہوتے ہیں جب ہم کسی مذہب کے باہری ڈھانچے کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

شری رام کرشن جیسے اعلیٰ رُتبہ کے پیغمبر مذہب کی دائمی حقیقت کو سمجھانے کے لیے بار بار پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مذہبی حقیقت کے جدید ترجمان ہیں۔ اُنیسویں صدی کی اس بلند پایہ رُوحانی شخصیت نے کسی نئے فرقے کی داغ بیل نہیں ڈالی اور نہ ہی نجات پانے کا کوئی الگ سا راستہ بتایا۔



مُرشد اور مُرید

فروری 1882ء

1882ء کے موسم بہار کا اتوار کا دِن تھا۔ چند روز پہلے شری رام کرشن جی کا جنم دِن منایا گیا تھا۔ 'ایم' پہلی بار اُن سے ملا۔ شری رام کرشن جی کالی باڑی میں رہائش پذیر تھے جہاں گنگا کے کنارے دکھنیشور میں ماں کالی کا مندر ہے۔

اتوار کا دن 'ایم' کے لئے فرصت کا دن تھا۔ اور وہ اپنے ایک دوست سدھو کے ساتھ بارانا گور کے کچھ باغیچوں میں گھومنے نکلا تھا۔ جب وہ پرسنا بینر جی کے باغ میں سیر کر رہے تھے تو سدھو نے کہا، گنگا کے کنارے ایک دلکش مقام ہے جہاں ایک پرم ہنس رہتے ہیں، کیا تم وہاں جانا چاہو گے؟ 'ایم' نے ہاں کہی اور وہ فوراً دکھنیشور کے مندر کے باغ کی طرف چل پڑے... وہ شام کے دُھند لکے میں باغ کے بڑے دروازے پہ پہنچے اور سیدھے شری رام کرشن جی کے کمرے میں چلے گئے اور وہاں لکڑی کے تخت پوش پر ان کو بیٹھے پایا۔ اُن کا چہرہ مشرق کی طرف تھا۔ اُن کے چہرے پر مُسکراہٹ تھی اور وہ پرماتما کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ سب فرش پہ بیٹھے تھے اور گہری خاموشی میں مستی میں چتِ، اُن کے الفاظ میں کھوئے ہوئے تھے۔

'ایم' وہاں وفورِ جذبات سے کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے وہ اُس جگہ پر کھڑا تھا جہاں سب تیرتھوں کا سنگم ہو اور جیسے سکھدیو خود پرماتما کے ہی اِلفاظ بول رہا ہو۔ یا جیسے چیتنیہ پوری کے مہاراج پرماتما کے گنُ گان اپنے شاگردوں کے ساتھ کر رہے ہُوں۔

شری رام کرشن جی نے فرمایا جب آپ ہری یا رام کا نام ایک بار سنو اور تُمہاری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جائے۔ آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو یہ یقین جانو کہ اب تُمہیں عبادت کی اور ضرورت نہیں ہے۔ اور تبھی تم دھارمک رسموں کا تیاگ کر سکتے ہو۔ یا یُوں کہو کہ یہ رسمیں اپنے آپ تم سے چھوٹ جائیں گی اور رام اور ہری کا نام یا صرف اوم کا جاپ آپ کے لئے کافی ہو گا۔

'ایم' نے اپنے اِرد گرد حیرت سے بھونچکا ہو کر دیکھا اور اپنے آپ سے کہا، '' کیا خوبصُورت جگہ ہے! کیا دلکش اور دلرُبا انسان ہے۔ کِتنے خوبصُورت اِن کے اِلفاظ ہیں؟ مُجھے اس جگہ سے ہٹنے کی کوئی

چاہت نہیں۔'' چند لمحوں کے بعد اُس نے سوچا، مُجھے اس جگہ کو اچھی طرح سے دیکھنا چاہیے اور پھر میں واپس آکر یہاں بیٹھوں گا۔

جیسے ہی وہ سدھو کے ساتھ کمرے سے باہر گیا تو شام کی آرتی کی مندر سے میٹھی میٹھی موسیقی کی دھنیں سنکھ، گھڑیال، ڈھول اور منجیرے سے سُنائی پڑیں۔ اس نے نہابت سے جو کہ باغیچہ کے دکن میں تھا سے بھی موسیقی سنی جو گنگا کی لہروں پر تھرکتی ہوئی کہیں دور اپنا وجود کھو رہی تھی۔ ایک بھینی سی بہار کی ہوا پھولوں کی مہک سے لدی چلی آرہی تھی۔ چاند ابھی ابھی آسمان پر دکھائی دیا۔ جیسے قُدرت اور انسان دونوں شام کی پُوجا کی تیاری میں مصروف ہوں۔ 'ایم' اور سدھو نے بارہ شِو مندروں کا، رادھا کانت مندر کا اور بھوتارنی مندر کا نظارہ کیا اور جیسے ہی 'ایم' نے مورتیوں کی آرتی کو دیکھا تو اُس کا من خوشی سے اُٹد پڑا۔

شری رام کرشن جی کے کمرے کی طرف آتے آتے دونوں دوست باتیں کرنے لگے۔ سدھو نے 'ایم' کو بتایا کہ مندر کا باغیچہ رانی راسمنی نے بنوایا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں ایشور (خُدا) کی پُوجا ماں کالی، کرشن جی اور شِو جی کی شکل میں روزانہ ہوتی ہے۔ اور یہاں بہت سے سادھو اور بھکاری لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ جب وہ دوبارہ شری رام کرشن جی کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ بند تھا۔ اور باہر خادمہ برندے کھڑی تھی۔ 'ایم' جو کہ انگریزی طور طریقوں سے تربیت یافتہ تھا بغیر دستک دیئے کسی کے کمرے میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا، نے اُس سے پُوچھا، کیا معزز بزرگ اندر ہیں؟ برندے نے جواب دیا، ''ہاں وہ اندر ہیں۔''

'ایم': ''وہ یہاں کتنے عرصے سے ہیں؟''

برندے: ''وہ بہت عرصے سے یہاں رہ رہے ہیں۔''

'ایم': ''وہ بہت کتابیں پڑھتے ہوں گے؟''

برندے: ''کتابیں! نہ صاحب بالکل نہیں۔ یہ سب ان کی زباں پر ہیں۔''

'ایم' ابھی ابھی کالج کی پڑھائی سے فارغ ہوا تھا۔ اُس کو حیرت ہوئی کہ شری رام کرشن جی کتابیں نہیں پڑھتے۔

'ایم': شاید یہ وقت اُن کی شام کی پُوجا کا ہوگا، کیا ہم اُن کے کمرے میں جاسکتے ہیں۔ آپ ان کو بتایئے گا کہ ہم ان سے ملنے کے لئے بیتاب ہیں۔''

برندے: ''بچّو! سیدھے اندر جاؤ اور بیٹھ جاؤ۔''

جب وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ اکیلے لکڑی کے تحت پوش پہ بیٹھے تھے۔ اگربتی ابھی جلائی گئی تھی اور سب دروازے بند تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی 'ایم' نے دونوں ہاتھ جوڑ کر گورو دیو کو نمسکار کیا۔ ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ اور سدھو فرش پر بیٹھ گئے۔ شری رام کرشن جی نے اُن سے پوچھا، ''آپ کہاں رہتے ہیں؟، آپ کیا کام کرتے ہیں؟ آپ بارانا گور کیوں آئے ہیں؟ 'ایم' نے اُن کے سوالوں کے جواب دیئے۔ لیکن اُس نے محسوس کیا کہ اس بیچ مہاراج بے خیالی میں کھو جاتے۔ بعد میں اُسے معلوم ہوا کہ اس حالت کو ''وجد یا کیف'' کہا جاتا ہے۔ یہ یُوں ہے جیسے ایک مچھلی کا شکاری کانٹے کی چھڑی لٹکائے ہوئے بیٹھا ہو۔ مچھلی نے چارہ نگلا۔ ناؤ (کشتی) حرکت کرنے لگتی ہے اور شکاری ہوشیار ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سے بولے گا نہیں۔ شری رام کرشن جی کے من کی حالت بھی اسی قسم کی ہی تھی۔ بعد میں 'ایم' نے سُنا اور خود بھی دیکھا کہ وہ اکثر اس حالت میں کھو جاتے ہیں۔ اور شام ہوتے ہوتے بعض اوقات تو باہری دُنیا سے پورے طور پر بے خبر ہو جاتے ہیں۔

'ایم': ''شاید آپ کو شام کی عبادت کرنی ہوگی تو کیا ہمیں جانے کی اجازت ہے؟''

شری رام کرشن جی: (اب بھی مستی کے عالم میں) ''نہیں شام کی عبادت نہیں۔ یہ وہ بات نہیں۔''

تھوڑی بات چیت کے بعد 'ایم' نے سوامی جی کو پرنام کیا اور رخصت ہونے لگا تو شری رام کرشن جی نے کہا۔ ''دوبارہ آئیے گا۔''

گھر کی طرف لوٹتے وقت 'ایم' حیرت زدہ تھا۔ یہ کون پُرسکون انسان ہے جو اپنی طرف مُجھے کھینچتا چلا جارہا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر عالم فاضل ہوئے آدمی اتنا بڑا قد آور ہو جائے؟ یہ سب حیرت انگیز ہے۔ میں دوبارہ اُن سے ملوں گا۔ اُنہوں نے مجھے خود کہا ہے دوبارہ آنا۔ میں کل یا پرسوں پھر جاؤں گا۔

'ایم' دوبارہ شری رام کرشن جی کو ملا۔ صُبح کے آٹھ بجے تھے وہ جنوب مغرب کے برآمدے میں حجامت بنوانے والے تھے۔ ابھی حجام وہاں آیا ہی تھا۔ سردی کا موسم ابھی چل ہی رہا تھا۔ وہ لال رنگ کے حاشیہ والی شال اوڑھے ہوئے تھے۔ 'ایم' کو دیکھ کر شری رام کرشن جی نے کہا، تو تم آ گئے ہو۔ اچھا کیا۔ یہیں بیٹھ جاؤ۔ وہ مُسکرا رہے تھے۔ بولتے ہوئے تھوڑا ہکلا رہے تھے۔

شری رام کرشن 'ایم' سے: ''تمہاری رہائش کہاں ہے؟''

'ایم': ''جناب کلکتہ میں۔''

شری رام کرشن: ''یہاں کس کے پاس رہتے ہو؟''

'ایم': ''میں یہاں بارانگور میں اپنی بڑی بہن کے ہاں اِشان کویراج کے گھر میں!''

شری رام کرشن: ''اوہ اِشان کے یہاں؟ اب کیشب کی طبیعت کیسی ہے؟ وہ سخت بیمار تھا۔''

'ایم': ''واقعی میں نے بھی یوں ہی سُنا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اب اُس کی حالت اچھی ہے۔''

شری رام کرشن: ''میں نے کالی ماں سے منّت مانگ رکھی ہے کہ کیشب کی صحت یابی کے بعد کالی ماں کو ہرا ناریل اور شکر چڑھاؤں گا۔ کبھی کبھی صُبح سویرے میں جاگ پڑتا اور ماں سے دُعا کرتا۔ ماں کیشب کو پھر دوبارہ صحت لوٹا دے۔ اگر کیشب زندہ نہ رہا تو میں کلکتہ میں کس سے بات کر پاؤں گا؟ اور اس لئے میں نے ماں کو ہرا ناریل اور شکر چڑھانے کا پکّا ارادہ کیا تھا۔''

مجھے بتاؤ گے کیا؟ کہ کوئی مسٹر کُک نام کا آدمی کلکتہ میں آیا ہوا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ وہ لیکچر دے رہا ہے۔ ایک بار کیشب مجھے اسٹیمر کشتی میں لے گیا اور یہ مسٹر کُک بھی اُس سفر کی ٹولی میں تھا۔

'ایم': ''ہاں جناب میں نے بھی ایسا سُنا ہے۔ لیکن میں اس کی کوئی تقریر سُننے نہیں گیا۔ مُجھے اُس کے بارے میں زیادہ علم نہیں۔''

شری رام کرشن: ''پرتاپ کا بھائی یہاں آیا تھا۔ چند دن یہاں رہا، اُس کا کوئی کام دھندا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ وہ یہاں رہنا چاہتا ہے۔ میں نے سُنا کہ وہ اپنے بیوی بچّوں کو سسرال چھوڑ آیا تھا۔ ننھے منّے کئی ہیں۔ میں نے اُس کو جھاڑ لگائی، ذرا خیال کرو اتنے زیادہ بچّوں کا وہ باپ ہے۔ کیا پڑوس والے اُن کو کھانا کھلائیں گے اور اُن کی پرورش کریں گے؟ اُس کو مُطلق شرم نہیں کہ اُس کی بیوی اور بچّوں کو کوئی اور کھانا کھلا رہا ہے۔ اُن کو اپنے سسرال چھوڑ رکھا ہے۔ میں نے اُس کو خوب جھاڑ جھپاڑ کی اور اُسے کہا کہ وہ نوکری تلاش کرے تب وہ واپس جانے کو راضی ہوا۔''

''کیا تم شادی شُدہ ہو؟''

'ایم': ''ہاں جناب۔''

شری رام کرشن (کپکپاتے ہوئے) ''سنو رام لعل (شری رام کرشن جی کا بھتیجا اور مندر کا پُجاری) حیف! یہ شادی شُدہ بھی ہے۔''

بالکل ایک مجرم کی طرح جس نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہو۔'ایم' بنا ہلے جُلے بیٹھا رہا۔ آنکھیں نیچے زمین پہ گاڑے ہوئے اپنے آپ کو کوستا رہا۔ شادی کرنا کیا اتنی بڑی گستاخی ہے؟

شری رام کرشن جی نے بولنا جاری رکھا۔ ''کیا کوئی بچہ بھی ہے۔''

اس وقت 'ایم' کو اپنے دِل کی دھڑکنیں صاف سُنائی دے رہی تھیں۔ اُس نے کانپتی ہوئی ہلکی آواز میں کہا، ''ہاں جناب! میرے بچّے بھی ہیں۔''

غمگین ہو کر شری رام کرشن نے کہا، ''اُف! اس کے تو کئی بچّے بھی ہیں۔''

یُوں ڈانٹ ڈپٹ سنتے 'ایم' خاموش بیٹھا رہا۔ اُس کی خودداری کو چوٹ پہنچی تھی۔ چند منٹوں بعد شری رام کرشن نے اُس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھا اور کہا، ''دیکھو! تم میں کچھ اچھی علامتیں نظر آ رہی ہیں۔ آدمی کی پیشانی دیکھ کر، اُس کی آنکھ دیکھ کر اور کچھ ایسے ہی مُجھے دکھائی دینے لگ پڑتا ہے۔ اچھا اب مُجھے یہ بتاؤ تمہاری بیوی کی کِس قسم کی شخصیت ہے۔ کیا وہ رُوحانی علم والی دانا عورت ہے یا ناسمجھ؟''

'ایم': ''وہ ٹھیک ہے لیکن کہوں گا کہ وہ ناسمجھ ہے۔''

شری رام کرشن: (ظاہراً خوش ہو کر) ''اور تم عالم ہو۔''

'ایم' کو ابھی علم الٰہی اور علم غیر الٰہی (گیان اور اَگیان) کے بھید کو سمجھنا تھا۔ اُس وقت تک اُس کا خیال تھا کہ علم کتابوں اور درسگاہوں میں پایا جاتا ہے۔ بعد میں اُس نے یہ جھوٹا خیال دِل سے نکال دیا۔ اس کو سکھایا گیا کہ خدا کو جاننا علم الٰہی، علم معرفت (گیان) ہے اور اس سے انجان علم غیر الٰہی۔ علم غیر معرفت (اگیان) ہے۔ جب شری رام کرشن نے اُونچی آواز میں پُوچھا ''اور تم گیانی ہو''۔ 'ایم' کی خودداری کو گہرا صدمہ پہنچا۔

شری رام کرشن: ''کیا تم خدا کو شکل وصورت والا مانتے ہو یا غیر شکل صورت والا؟''

'ایم' کو تھوڑی حیرانگی ہوئی اور اُس نے اپنے آپ سے کہا، 'جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا شکل و صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ وہ بھلا یہ بات کیسے مانے گا کہ خدا غیر شکل وصورت والا ہے؟ اور اگر کوئی بغیر شکل کے خدا کو مانتا ہے تو وہ کیسے یقین کرے گا کہ خدا کی شکل وصورت ہے۔ کیا یہ دو مُتضاد باتیں (خیال) ایک ہی وقت میں سچ ہو سکتی ہیں؟ کیا بہنے والی دودھ کی طرح کوئی سفید چیز کالی بھی ہو سکتی ہے؟

'ایم': ''جناب! میں خدا کو بغیر شکل وصورت والا سوچنا پسند کرتا ہُوں۔''

شری رام کرشن: ''بہت اچھا! کسی بھی پہلو سے یقین کر لینا کافی ہے۔ تم بغیر شکل وصورت کے خدا

کو پسند کرتے ہو۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن کبھی بھی ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہ سوچنا کہ صرف یہی ایک سچ ہے اور باقی سب جھُوٹ۔ یہ بات یاد رکھنا کہ خُدا شکل وصورت والا بھی اتنا ہی سچ ہے جتنا بغیر شکل و صورت والا۔ لیکن اپنے یقین پر پوری طرح سے ڈٹے رہو۔"

اس دعویٰ نے کہ یہ دونوں باتیں سچ ہیں، 'ایم' کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کِسی بھی کتاب میں ایسا کبھی نہیں پڑھا تھا۔ اِس طرح اُس کی خودداری کو یہ تیسری چوٹ تھی۔ لیکن ابھی تک اس کا غرُور چکنا چوُر نہ ہوا تھا۔ وہ مہاراج جی کے ساتھ اور تھوڑی بحث بڑھانے لگا۔

'ایم': جناب! فرض کیجئے کہ کوئی شکل وصورت والے خُدا میں یقین رکھتا ہو تو یقیناً وہ مٹّی کا مُجسمّہ تو نہیں ہے۔"

شری رام کرشن: (اُس کی بات کاٹتے ہوئے) "لیکن مٹّی کیوں، یہ رُوح کا مجسمّہ ہے۔"

'ایم': "رُوح کے مجسّمے والی بات کو کچھ سمجھ نہیں پایا۔ لیکن جناب اُس نے مہاراج جی سے کہا کہ جو لوگ مٹّی کے بُت کی پرستش کرتے ہیں۔ کوئی اُن کو سمجھائے کہ یہ خُدا نہیں ہے۔ اور پُوجا (بندگی) کرتے وقت اُن کا مرکز خُدا ہونا چاہیے۔ نہ کہ مٹّی کا بُت۔ اُسے مٹّی کی بندگی کی ضرورت نہیں۔"

شری رام کرشن جی (تیکھے پن سے) "یہ تم کلکتہ والوں کا ایک شُغل ہے کہ لوگوں کو اپنے زاویۂ نِگاہ سے مشورہ دو، کوئی بھی پہلے اپنے آپ کو روشن خیالی کی طرف مائل ہونے کی بات نہیں سوچتا۔ تُم دوسروں کو سبق دینے والے کون ہو؟ وہ جو سب کا خُدا (مالک) ہے ہر ایک کو خود سکھائے گا۔ صرف وہی ایک ہے جس نے اِس دُنیا کو بنایا ہے۔ جس نے یہ سورج، چاند، اِنسان، جانور اور سب جاندار بنائے۔ اور جس نے سب کی نشو ونُما کا ذریعہ مُہیا کیا ہے۔ جس نے بچّوں کی پرورش کے لئے اُن کے ماں باپ پیدا کئے اور سب کو محبت کا سلیقہ عطا کیا تا کہ پرورش ٹھیک طرح سے ہو پائے۔ خُدا نے اِتنا کچھ کیا ہے، کیا وہ لوگوں کو اپنی پرستش کا ڈھنگ نہ بتا پائے گا؟ اگر اُن کو علم کی ضرورت ہو گی تو وہی اُن کا مُرشد ہوگا۔ وہی تُمہارا اندرونی رہبر ہے۔"

"فرض کرو کہ ہماری مٹّی کے بُت کی پرستش میں کوئی غلطی ہے۔ کیا خدا جانتا نہیں کہ صرف وہی ہماری عبادت کا مرکز ہے۔ وہ اُسی طریقے کی عبادت سے راضی ہوگا۔ تُم ناحق سر درد کیوں لیتے ہو۔ بہتر ہوگا کہ تم علم الٰہی اور عبادت کی معلومات حاصل کرو۔"

یہاں 'ایم' کو محسوس ہوا کہ اُس کے غرُور کو مکمل طور پر کچل دیا گیا ہے۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا،

''ہاں اُنہوں نے سچ ہی تو کہا ہے۔ مُجھے دوسروں کو سکھلانے کی کیا پڑی ہے؟ کیا میں خُدا کو جانتا ہُوں؟ کیا میں حقیقت میں اُس سے پیار کرتا ہوں؟ کہاوت کتنی سچ ہے میرے بِستر میں میرے سونے کے لئے جگہ نہیں، پھر بھی میں اپنے دوست کو اپنے ساتھ شریک کر رہا ہُوں۔ میں خُدا کے بارے میں خود تو کچھ جانتا نہیں مگر چلا ہُوں دوسروں کو سمجھانے۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ کتنا بے وقوف ہُوں میں؟ یہ علم ریاضی یا تواریخ یا ادبیت نہیں جو دوسروں کو سکھایا جاسکتا ہے؟ نہیں یہ تو خُدا کے بارے میں گہرے پوشیدہ راز ہیں۔ وہ جو کہہ رہے ہیں مُجھے پسند ہے۔''

'ایم' کی شری رام کرشن جی کے ساتھ یہ پہلی اور خوش قسمتی سے آخری دلیل بازی تھی۔

شری رام کرشن جی: ''تم مٹّی کے مجسّمے کی پرستش کی بات کر رہے تھے نا؟ بیشک مٹّی کا ہی بُت کیوں نہ بنا ہو، اُس کی عبادت کی اُسی قسم کی ضرورت ہے۔ خُدا نے کئی طرح کی عبادت کے طریقے خود ہی مہیا کئے ہیں۔ وہ جو اِس ساری دُنیا کا واحد خالق ہے۔ اس نے الگ الگ اِنسانوں کے الگ الگ نظریوں کے مطابق اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ ماں اپنے مختلف بچّوں کے لئے مختلف قسم کے پکوان اُن کے معدے کے مطابق بناتی ہے۔ فرض کرو اُس کے پانچ بچّے ہیں، اُس نے ایک مچھلی کو پکانا ہے تو وہ مچھلی کے کئی قسم کے پکوان بنائے گی۔ پلاؤ، کراری مچھلی، تلی ہوئی مچھلی وغیرہ جو اُن کے ذائقہ اور ہاضمے کے لئے درست ہُوں۔''

''میری بات سمجھ میں آئی کیا؟''

'ایم': (بڑی عاجزی سے) ''جی جناب! میں کیسے اپنے من کو خُدا کی طرف لگاؤں؟''

شری رام کرشن جی: 'خُدا کا نام دہراؤ اور اُس کا گُن گان کرو اور کبھی کبھی خُدا کے عابدوں (بھگتوں) اور پاک آدمیوں کو ملتے رہو۔ یہ من خُدا پہ ٹک نہیں پائے گا اگر دِن رات دُنیاداری کے چکرّ میں، سنساری فرض اور ذمہ داریوں میں پھنسے رہے تو۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ تنہائی میں جایا جائے اور خُدا کو یاد رکھا جائے۔ شروع شروع میں خُدا میں دِل کو لگانا کافی مُشکل ہے، جب تک آدمی تنہائی میں ریاضت نہ کر پائے۔ جب درخت چھوٹا ہوتا ہے اُس کے گرد باڑ لگانی چاہیے نہیں تو جانور اُسے برباد کر دیتے ہیں۔

ریاضت کے تین طریقے ہیں۔ اپنے فرض ادا کرنا۔ خُدا کو دھیان میں رکھنا یا اپنے گھر کے کسی خاموش کونے میں ریاضت کرنا یا جنگل میں جا کر اس کے خیالوں میں گم ہو جانا اور تمہیں سچ اور جھوٹ

میں امتیاز کرنا ہوگا۔ صرف خدا ہی سچ ہے۔ وہی دائمی اصل چیز ہے۔ باقی سب جھوٹ یا یُوں کہہ لو کہ یہ غیر مُستقل ہے اور تم کو مُستقل اور غیر مُستقل کے امتیاز کو دھیان میں رکھتے ہوئے تمام غیر مُستقل چیزوں کو خیر باد کہنا ہوگا۔

'ایم': (عاجزی سے) ''ہم دُنیا میں کیسے رہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''اپنے فرض ادا کرو، لیکن من کو خدا میں جوڑے رکھو، سب کے ساتھ رہو، بیوی بچّوں کے ساتھ۔ والدین کے ساتھ۔ اُن کی خدمت کرو۔ اُن سب سے پیار بھرا سلوک کرو۔ لیکن اپنے دِل ہی دِل میں جان لو کہ وہ تمہارے کُچھ بھی نہیں۔''

''ایک امیر کے گھر کی آیا (نوکرانی) اس کے گھر کے سارے کام نپٹاتی ہے لیکن اُس کا دِل اپنے ہی گاؤں کے گھر کی طرف لگا رہتا ہے۔ وہ اپنے مالک کے بچّوں کی پرورش اِس ڈھنگ سے کرتی ہے جیسے وہ اِس کے اپنے ہی ہیں، یہاں تک کہ وہ اُن کو اپنا رام، اپنا ہری کہہ کر بُلاتی ہے۔ لیکن دِل ہی دِل میں جانتی ہے کہ یہ سب اُس کے بالکل اپنے نہیں۔''

''کچھوا پانی میں اِدھر اُدھر گھوم رہا ہے لیکن کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُس کا من کہاں ہے، اُس کا من تو کنارے پر دیئے ہوئے اپنے انڈوں کی طرف ہے۔ بیشک دُنیا کے کام دھندوں میں مصروف رہو مگر من کو خدا میں ٹکائے رکھو۔''

''اگر آپ خدا سے محبت کے بغیر دُنیا میں داخل ہُوں گے تو آپ زیادہ سے زیادہ اُس میں اُلجھتے چلے جائیں گے۔ اُس کے خطروں میں، اُس کے دکھوں میں، اُس کے غموں میں حد سے زیادہ گھر جاؤ گے۔ جتنا دُنیاوی چیزوں میں کھوتے جاؤ گے اُتنا ہی اُن کی طرف مائل ہوتے جاؤ گے۔''

''پہلے اپنے ہاتھوں کو تیل لگاؤ اور پھر جیک پھل کو کاٹو نہیں تو تمہارے ہاتھوں کو اُس کا دُودھ چپک جائیگا۔ پہلے خدا کی محبت کے تیل میں اپنے ہاتھوں کو ڈبو لو پھر دُنیا کے کام سرانجام دیتے رہو۔''

''لیکن خدا کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے تنہائی میں جانا ضروری ہے۔ دُودھ میں سے مکھن حاصل کرنا ہو تو پہلے اُس کا دہی جمانے کیلئے اُسے ایک برتن میں رکھنا ہوگا۔ اگر اُس کو ہلاتے جُلاتے رہوگے تو دُودھ جمے گا نہیں۔ دہی بنے گا نہیں۔ اپنے سب کام دھندے چھوڑ خاموش جگہ پر بیٹھ جاؤ اور دہی کو مزے سے بلوتے جاؤ۔ تب اور صرف تب تم مکھن حاصل کر پاؤ گے۔''

''اور بعد ازاں تنہائی میں خدا کی ریاضت کرنے سے علم معرفت حاصل ہوگا تو کنارہ کشی اور

عبادت کا جذبہ پیدا ہوگا، لیکن یہی من اگر دُنیا کی طرف لگا رہے تو یقیناً اس کا حشر زوال ہی ہوگا۔ دُنیا میں ہر کوئی زن ☆ اور زر ☆ کے خیال میں محو ہے۔"

"یہ دُنیا پانی کی مانند اور تمہارا من دُودھ کی طرح ہے! اگر ہم پانی میں دُودھ ملائیں تو دونوں ایک ہو جائیں گے۔ پھر اس میں سے خالص دُودھ حاصل کرنا ناممکن ہوگا، لیکن اگر دُودھ کا دہی بنا کر۔ اسے بلو کر مکھن نکالا جائے اور پھر اس مکھن کو پانی میں ڈالا جائے تو مکھن تیرنے لگے گا۔ ایسے ہی کہیں تنہائی میں روحانیت کی مشق کرتے کرتے علم الٰہی (گیان) اور عبادت (بھگتی) نما مکھن کو نکالا جا سکتا ہے۔ پھر حاصل کیا ہوا یہ رُوحانی مکھن چاہے سنسار نما پانی میں کیوں نا پھینکا جائے یہ اپنی پہچان نہیں کھو سکتا اور نا ہی پھر کبھی پانی کے ساتھ گھل مل سکتا ہے۔

علاوہ اس کے تمہارے لئے بھلے برے کی پہچان ہونا لازمی ہے۔ حرص اور نفس دونوں ہی ناپائیدار چیزیں ہیں۔ خُدا ہی صرف ایک ٹھوس اور دائمی حقیقت ہے۔ دھن دولت سے کیا حاصل؟ روٹی، کپڑا اور مکان بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے خُدا کا دیدار نہ ہو پائے گا۔ پیسہ ہی تو زندگی کا اصلی مقصد

☆ شری رام کرشن جی کی تعلیم میں زن اور زر الفاظ کا بار بار ذکر ہوا ہے۔ یہ دونوں راہِ روحانیت میں رُکاوٹ کا موجب ہیں۔ "کامنی" اور "کنچن"۔ شری رام کرشن جی کی اس من پسند کہاوت کے معنوں کو اکثر لوگ غلط ڈھنگ سے لے لیتے ہیں۔ دراصل اُن کا مُدعا آدمی کی حرص اور نفس کی طرف اِشارہ ہے۔ اس کے غلط معنی طالب کی ترقی روحانیت کو زد پہنچاتے ہیں۔ کامنی یا عورت الفاظ موٹے طور پر مردوں کی نفسانی فطرت کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسری طرف عورتوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ مردوں کی صحبت سے پرہیز کریں۔ کنچن یا سونا (دھن دولت) انسانی لالچ کی علامتیں ہیں۔ جو کہ اس کے رُوحانیت کے سفر میں رُکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے کسی بھی شاگرد کو عورت ذات سے نفرت کرنے کو مُطلق نہیں کہا۔ شری رام کرشن جی کی اس موضوع پر ساری تعلیمات کا مجموعی طور پر مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات صاف طور پر کہی جا سکتی ہے، بلکہ وہ بذاتِ خود دُنیا بھر کی تمام عورتوں کو رُوحانی دیوی کی الگ الگ صورتوں میں دیکھا کرتے۔ جب وہ رُوحانی تانترک ریاضت (سادھنا) میں مصروف تھے تو انہوں نے ایک درویش عورت کو اپنا رہبر بنا کر عورت ذات کو بلند درجہ عطا فرمایا۔ اُن کی شریک حیات جن کو مُتبرک دیوی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کی مُستقل دوست اور اُن کی پہلی مُرید بنیں۔ اپنی رُوحانی ریاضت کے آخری دور میں حقیقی طور پر اُنہوں نے ماں سارداکی 'کالی دیوی' کے طور پر پرستش کی (کالی دیوی جگت ماتا کے طور پر مانی جاتی ہیں) شری رام کرشن جی کی اس جہانِ فانی سے رُخصت کے بعد ماں شاردا نہ صرف گرہست لوگوں کی بلکہ شری رام کرشن سنگ کے بہت سے یوگی درویشوں کی رُوحانی رہبر بنیں۔

نہیں۔ اصل میں یہی تو سُوجھ بُوجھ ہے۔ سمُجھے آپ؟''

'ایم': ''جی جناب۔''

شری رام کرشن جی: ''سوچو تو دھن دولت اور ایک خُوبصورت جسم میں رکھا کیا ہے؟ ہوش سنبھلے تو پتہ چلے کہ ایک حسین عورت کا جسم ماسوائے ہڈیوں، گوشت، چربی اور دیگر چند ایک ناگوار چیزوں کے علاوہ ہے ہی کیا؟ کیا پڑی ہے خُدا کو چھوڑ کر اس طرف رجوع کرنے کی۔ ان کی خاطر خُدا کو کیوں بھولیں۔''

'ایم': ''کیا خُدا کا دیدار ممکن ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ہاں یقیناً! کبھی کبھار تنہائی میں رہنا۔ خُدا کا جاپ کرنا (تسبیح پڑھنا) اُس کے اوصاف کا ذکر کرنا اور اصلی نقلی کی پہچان کرنا۔ مالک کو جاننے کے یہی ذریعے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''خُدا کی تمنا کرتے ہوئے دِل کی گہرائیوں سے اُسے پُکارو، تم اُسے بلا شک دیکھ پاؤ گے۔ لوگ اپنی بیوی بچّوں کی خاطر بے بہا آنسو بہاتے ہیں۔ حُصولِ دولت کیلئے بھی آنسوؤں کے سیلاب میں تیرتے ہیں۔ مگر کون ہے جو مالک کیلئے روئے؟ پکارو اُسے تو سچّے من سے۔''

''سچی چاہت کی پُکار صُبح کی لالی کی مانند ہے۔ پو پھٹنے کے بعد نکلتا ہے سُورج۔ سچّی چاہت سے ٹھیک اسی طرح خُدا کا دیدار ہوتا ہے۔''

''خود خُدا اُسی عابد کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا جو ان تین قسم کی کشش کی طاقتوں سے اپنے آپ کھنچا چلا جاتا ہے۔ جیسے دُنیاوی شخص کو دُنیاوی چیزوں کی کشش۔ بچّے کو اپنی ماں کی کشش اور ایک خاوند کو اپنی پاک دامن بیوی کی کشش۔ اسی طرح انسان میں یہ تینوں قسم کی کشش کی طاقت یکجا ہو جائے تو تب انسان اس کی ہستی کو پا سکتا ہے۔''

''مدعا یہ ہے کہ خُدا کو اس حد تک چاہنا جیسے ایک ماں اپنے بچّے کو چاہتی ہے۔ جیسے ایک پاک دامن عورت اپنے خاوند کو چاہتی ہے اور جیسے ایک دُنیاوی انسان اپنے دھن دولت کو چاہتا ہے۔ کشش اور چاہت کی یہ تینوں طاقتیں اگر آپس میں مل جائیں اور ان تینوں طاقتوں کا رُخ مالک کی طرف موڑا جائے تب ہر حالت میں اُس کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔''

''ضروری ہے بس دل کی گہرائیوں سے اس کی پکار۔ بلّی کا بچّہ جانتا ہے کہ ماں بلّی کو کیسے پکارا جائے۔ میاؤں میاؤں! ماں بلّی جہاں بھی اُسے رکھتی ہے۔ اُسی میں وہ راضی ہے۔ بعض اوقات رسوئی میں، کبھی فرش پر اور کبھی اسے بستر میں رکھتی ہے۔ مُصیبت پڑنے پر وہ صرف میاؤں میاؤں ہی پُکارتا ہے۔ بس وہ

اتنا ہی جانتا ہے، لیکن جُوں ہی اُس کی ماں اس کی چیخ و پکار سُنتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہو اپنے بچّے کے پاس پہنچ جاتی ہے۔''

''اتوار کی ایک دوپہر تھی، جب 'ایم' تیسری بار مہاراج (شری رام کرشن جی) سے ملنے آیا، اس کمال کے اِنسان سے پہلی دو ملاقاتوں سے ہی وہ بڑا متاثر ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنے اس مُرشد اور ان کی رُوحانی زندگی کی اصل حقیقت کو اتنی سادگی سے ظاہر کر لینے کے طریقے کے بارے میں لگاتار سوچتا رہتا، آج سے پہلے وہ کبھی بھی اِس قسم کے اِنسان سے نہیں مِلا تھا۔

شری رام کرشن جی لکڑی کے تخت پوش پر بیٹھے تھے۔ کمرہ ایسے عابدین سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا جو چھٹی کا فائدہ اُٹھا کر مہاراج کے دیدار کو چلے آئے تھے۔ 'ایم' جو کہ ابھی تک اُن میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا تھا، ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ مہاراج عابدین کے ساتھ بات چیت کرتے مُسکرا اُٹھے۔

وہ اُنیس سال کے ایک نوجوان سے جس کا نام نریندر ناتھ [1] تھا، خاص طور سے مخاطب تھے۔ نریندر ناتھ جو کالج کا طالب علم تھا اور اکثر برہمو سماج میں جایا کرتا تھا۔ اُس کی چمکتی ہوئی آنکھیں، جوش سے بھرے اِلفاظ یُوں جیسے خدا کا کوئی دلبر، محبت میں ڈوبی صورت لئے بیٹھا ہو۔ 'ایم' نے اندازہ لگایا کہ یہ گُفتگو اُن دنیاوی لوگوں کے لئے تھی جو کہ رُوحانیت کے دِلداروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مہاراج اُس قسم کے بے شمار لوگوں کے بارے میں بتا رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا رہے تھے کہ اُن سے کیسا سلوک کیا جائے۔

شری رام کرشن جی: (نریندر سے مخاطب ہو کر) ''رُوحانی رُجحان رکھنے والوں کے بارے میں دُنیاوی لوگ جو اناپ شناپ کہتے رہتے ہیں۔ اُن کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے نریندر؟ لیکن دیکھو تو جب ایک ہاتھی اپنی راہ چل رہا ہوتا ہے۔ چاہے کِتنے بھی آوارہ کُتّے اور دوسرے جانور اُس پر کیوں نہ بھونکیں اور کتنا بھی شور کیوں نہ مچائیں۔ ہاتھی اُن کی طرف مُڑ کر بھی نہیں دیکھتا۔ اگر لوگ تمہیں بُرا بھلا کہیں تو آپ اُن کے بارے میں کیا سوچیں گے؟''

نریندر: ''میں یہی سوچوں گا کہ کُتّے مُجھ پر بھونک رہے ہیں۔''

شری رام کرشن: (مسکراتے ہوئے) ''اوہ! نہیں اِس حد تک نہیں میرے بچّے (سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے) خدا تو سب میں موجود ہے لیکن تمہیں صرف بھلے لوگوں سے ہی واسطہ رکھنا چاہیے اور بدکار

---

1 نریندر ناتھ کو آگے چل کر ساری دُنیا میں سوامی وویکانند کے نام سے جانا جانے لگا۔

لوگوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ خُدا تو شیر میں بھی ہے۔ مگر آپ اُس کو اِس بنا پر گلے نہیں لگا سکتے اگر یہ سوچو کہ جس شیر میں خُدا موجود ہے میں بھلا اُس سے کیوں بھاگوں؟ تو سنو! جو لوگ تمہیں شیر سے بچ کر بھاگنے کو کہتے ہیں، اُن میں بھی تو خُدا موجود ہے، پھر تم کیوں نہ اُن کی سنو؟

تو سنو کہانی سُناؤں۔ کسی جنگل میں ایک فقیر اپنے بہت سے شاگردوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اُس نے ایک دن اُن کو سمجھایا کہ خُدا ساری مخلوق میں موجود ہے، اس لئے اُن سب کی عزت کرو، ایک شاگِرد دُھونی کی آگ جلانے کے لئے سوکھی لکڑی کی تلاش میں جنگل کی طرف گیا۔ اچانک اُسے کچھ شور سُنائی دیا۔ بچو، بچو! ایک پاگل ہاتھی آرہا ہے۔ فقیر کے اس شاگرد کے سوائے باقی سب لوگ بھاگ نِکلے۔ اس نے سوچا ہاتھی میں بھی خُدا ہی تو ہے۔ پھر میں اس سے کیوں بھاگوں؟ وہ چُپ چاپ وہیں کھڑا رہا اور ہاتھی کو سلام کرتے ہوئے اُس کی تعریف کرنے لگا۔ مہاوت چلاّ اُٹھا، بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ۔ مگر یہ مہاشے وہیں کھڑے رہے، ہاتھی نے اُسے اُٹھا کر ایک پٹخنی دی اور چلتا بنا۔ زخموں اور خراشوں سے لہولہان یہ صاحب زمین پر بے ہوش گر پڑے۔ یہ خبر سُنتے ہی اُس کے گورودیو (مُرشد) اور شاگِرد بھائی موقعہِ واردات پر پہنچے اور اُسے اُٹھا کر آشرم میں لے گئے۔ کچھ علاج کے بعد اُسے ہوش آیا تو کسی نے پُوچھا، کیوں بھائی! تم نے دیکھا کہ ہاتھی تمہاری طرف آرہا ہے تو تم بھاگ کیوں نہیں گئے؟ جواب میں وہ بول اُٹھا، ''ہمارے مرشد نے ہی تو ہمیں بتایا ہے کہ ساری مخلوق میں ایک ہی خُدا موجود ہے۔ سوچا کہ یہ ہاتھی بھی تو خُدا ہی ہے۔ میں نہیں بھاگا۔'' یہ سُن کر مُرشد صاحب بولے، ''ہاں برخوردار! یہ سچ ہے کہ ہاتھی میں خُدا ہی آرہا تھا، مگر مہاوت خُدا نے بھی تو آپ کو بھاگ جانے کو کہا تھا۔ پھر اگر خُدا ہی سب میں ہے تو تم نے اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟ مہاوت خُدا کی بھی تو سُنتے!'' (ایک بار پھر زوردار قہقہہ)

ہندو شاستروں میں پانی کو بھی خُدا موافق کہا گیا ہے، لیکن کچھ پانی پُوجا میں، کچھ پانی ہاتھ مُنہ دھونے کے لئے اور کچھ صرف گندے برتن اور کپڑے دھونے میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ تیسرے درجے والا پانی پُوجا اور پینے کے قابل نہیں ہوتا۔ ٹھیک ایسے ہی خُدا بلاِشبہ سب کے دلوں میں موجود ہے۔ چاہے کوئی پاک دامن ہو یا داغدار، سچّا ہو یا جھوٹا مگر ہمیں ناپاک، شیطان اور غلیظ قسم کے لوگوں سے ہرگز واسطہ نہیں رکھنا چاہیے۔ ہمیں اُن سے کیا لینا دینا، ان میں سے کچھ ایک کے ساتھ صرف تھوڑی سی بول چال رکھیں، مگر باقی ماندہ سے گُفتگو تک نہیں۔ ایسے لوگوں کو دور سے سلام۔

ایک عابد: ''مہاراج! اگر ایک شیطان قسم کا آدمی ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے یا پہنچا دیتا ہے تو کیا

ہم خاموش دیکھتے رہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''سماج میں رہتے ہوئے بدکار لوگوں سے بچنے کے لئے ہمیں تھوڑا غصّہ تو دکھانا ہوگا، ہونے والے ہر نقصان کا صرف اندازہ لگا کر ہی ہم اُسے زد کیوں پہنچائیں؟''

''ایک اور کہانی سُنو، کِسی ایک چراگاہ میں چرواہے گائیں چراتے تھے۔ وہاں ایک خطرناک زہریلا سانپ رہتا تھا۔ ہر آدمی اُس سے بچ کر نکِلتا۔ ایک دن اُسی چراگاہ سے ہوتے ہوئے ایک برہمچاری گزر رہا تھا۔ لڑکے دوڑتے ہوئے اُس کے پاس آئے اور کہا محترم! برائے مہربانی اِس راستے سے مت جاؤ۔ ایک زہریلا سانپ یہاں رہتا ہے۔'' ''ارے بچّو! میں سانپ سے نہیں ڈرتا، میں اُس کا منتر جانتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ چراگاہ کی طرف چلتا رہا۔ چرواہوں نے مارے ڈر کے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اِس بیچ اپنے پھن پھیلائے چُپکے سے وہ سانپ رینگتا ہوا آ پہنچا۔ جیسے ہی سانپ برہمچاری کے نزدیک پہنچا، اُس نے منتر بولنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سانپ ایک کینچوئے کی طرح اُس کے قدموں میں آ گرا۔ دیکھو تم ناحق لوگوں کو نقصان کیوں پہنچاتے ہو؟ آؤ میں تمہیں ایک منتر دوں جسے دوہرانے سے تم خُدا سے محبت کرنے لگ جاؤ گے۔ اِس طرح تشدد کا راستہ چھوڑ کر تم خدا کو پا سکتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے برہمچاری نے سانپ کو ایک منتر کے ذریعے رُوحانیت سے روشناس کرایا۔ سانپ نے ادب سے اُس کے آگے سر جُھکا دیا اور بولا، ''مہاراج! میں اس رُوحانی بندھن کو کیسے نبھاؤں گا؟''

''اس منتر کو جپتے رہنا اور کسی کو بھی زد نہ پہنچانا، بس!'' جُونہی سانپ اُس سے جُدا ہونے لگا۔ برہمچاری مہاراج بولے، ''اچھا تو پھر ملیں گے۔''

کچھ دِن گزرے تو چرواہوں نے دیکھا کہ سانپ تو کسی کو کاٹتا ہی نہیں۔ اُنہوں نے اس کو پتھر مارنے شروع کر دئے، تب بھی اُس نے کسی قسم کا غُصّہ نہیں دکھایا۔ وہ محض ایک کینچوئے کی طرح برتاؤ کرتا رہا۔ ایک دِن ایک چرواہا اُس کے پاس آیا۔ اُس نے سانپ کو دُم سے پکڑ کر گول گول گھمایا، زمین پر بار بار پٹخا اور پھر دور پھینک دیا۔ سانپ نے مُنہ سے خون اُگلا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ حیرانگی کی بات، وہ حرکت نہ کر سکا۔ اُس کو مردہ جان کر چرواہے اپنی راہ چلتے بنے۔

دیر رات گئے سانپ کو ہوش آیا، وہ بڑی مُشکل سے آہستہ آہستہ اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا اپنے بل میں چلا گیا۔ اُس کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ وہ چلنے کے قابل نہ رہا۔ بہت دن گزر گئے۔ سانپ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا، جِس پر محض چمڑی رہ گئی تھی۔ وہ رات کے وقت کبھی کبھار اپنی خوراک کی تلاش میں

باہر نکل آتا۔ دِن کو چرواہوں کے ڈر کے مارے وہ اپنا بل نہ چھوڑتا۔ جب سے اُس نے اپنے مُرشد سے گورو منتر لیا تھا اُس نے ڈنک مارنا چھوڑ دیا تھا۔ اب اُس کا گزُر بسر مٹّی، پتّے یا درختوں سے گِرے ہوئے پھل پر منحصُر تھا۔

سال بھر بیت جانے کے بعد برہمچاری گھومتا پھرتا اُسی راستے سے گزُرا اور سانپ کے بارے میں معلوم کیا۔ چرواہوں نے اُسے بتایا کہ وہ مر چُکا ہے، لیکن اُس کو یقین نہ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک اُسے منتر دِکشا (مُرید کو دینی ہدایت کرنا) کا صِلہ حاصل نہ ہو تا وہ مر نہیں سکتا تھا۔ برہمچاری گھومتا پھرتا اُسی جگہ پر آنکلا اور اُس نے تلاش کرتے ہوئے اپنے دیئے ہوئے نام سے اُس سانپ کو پُکارا۔ اپنے مُرشد کی آواز سُن کر سانپ اپنے بل سے باہر آ گیا۔ اور اُس نے بڑے ادب سے اپنے مُرشد کے قدموں میں اپنا سر جُھکا دیا۔

''کیسے ہو تم؟'' برہمچاری نے پُوچھا۔

''مہاراج! میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہُوں۔'' سانپ نے کہا۔

''تم اتنے دُبلے پتلے کیوں ہو گئے ہو؟'' برہمچاری نے پُوچھا۔

''مہاراج! آپ نے ہی تو فرمایا تھا کہ میں کِسی کو زد نہ پہنچاؤں۔ اسی لئے تو میں صرف پتّے اور پھل کھا کر گزُارہ کر رہا تھا۔ میرے کمزور ہونے کا شاید یہی سبب ہے۔'' سانپ نے جواب دیا۔

سانپ اب پاک دامن ہو چُکا تھا۔ اُس کو اب کِسی پر غُصّہ نہ آتا۔ چرواہوں نے اُسے قریب قریب مار ہی ڈالا تھا۔ سانپ یہ بات بھول چُکا تھا۔

برہمچاری نے کہا، ''تمہارا کمزور ہونا محض خوراک کی کمی تو نہیں لگتی۔ کچھ اور ہی وجہ دکھائی پڑتی ہے۔ ذرا سوچو تو۔'' تب سانپ کو یاد آیا کہ چرواہوں نے مُجھے بڑی بے رحمی سے زمین پر دے مارا تھا۔ آخر کار انجان ہی تو تھے وہ۔ اُنہیں کیا معلوم کہ میرے من میں اتنی تبدیلی آ چکی ہے۔ وہ کیسے جانتے کہ نہ میں اب کسی کو کاٹتا ہُوں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچاتا ہُوں۔

برہمچاری نے غُصّے سے جھنجھلا کر کہا، ''کیسی شرم کی بات ہے، تم اتنے بے وقوف ہو کہ اپنی حفاظت بھی نہیں چاہتے کیا؟ میں نے تمہیں کاٹنے کو منع کیا تھا، نہ کہ پُھنکارنے کو، تم نے اپنی پُھنکار سے اُنہیں ڈرایا کیوں نہیں؟''

''دیکھو۔ شیطانوں کو اپنی پُھنکار سے تو ڈراؤ، تا کہ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ پائیں، لیکن اُن میں اپنا زہر

مت اُگلو۔ ہمیں کسی کو بھی چوٹ نہیں پہنچانی چاہیے۔"

"خُدا کی اس مخلوق میں الگ الگ قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، جیسے کہ اِنسان، جانور، درخت، پودے وغیرہ۔ جانوروں میں کوئی بھلے ہیں اور کوئی بُرے ہیں۔ جانوروں میں شیر کی مانند خونخوار جانور بھی ہیں، کئی درخت شہد جیسے میٹھے پھل دیتے ہیں اور کئی ایسے بھی ہیں جن کے پھل زہر سے بھی کڑوے۔ ٹھیک اِسی طرح اِنسانوں میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ پاک دامن بھی ہیں اور گُناہگار بھی۔ کچھ تو خدا کے بھگت (عابد) ہیں، کچھ دُنیاداری میں جکڑے ہوئے ہیں۔"

"اِنسان چار جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں، دُنیاوی زنجیروں میں جکڑے ہوئے، نجات کے مُتلاشی، نجات حاصل کئے ہوئے، اور کچھ مُکمل طور پر آزاد۔"

"بالکل آزاد لوگوں میں نارد کے جیسے مہاتما (ولی، نیک آدمی) ہیں۔ وہ دُنیا میں صرف دوسروں کی بھلائی کے لئے اور اُنہیں رُوحانیت کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لئے زندہ رہتے ہیں۔"

"زنجیروں میں جکڑے ہوئے دُنیاداری کے دھندوں میں ڈوبے ہوئے اور جو خدا کو بھول چُکے ہیں۔ وہ کبھی غلطی سے بھی خدا کو یاد نہیں کرتے۔"

"نجات کے تلاش کرنے والے دُنیا کے جھنجھٹوں سے فارغ ہونا چاہتے ہیں، کچھ تو اس راہ پر چلتے ہوئے کامیاب ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں بھی۔"

"نجات پانے والے سادھو اور مہاتما (درویش اور نیک آدمی) دُنیاداری میں نہیں پھنستے اور نہ ہی اُن کو زن اور زر کی ہوس رہتی ہے۔ ان کے من دُنیاداری سے آزاد ہیں اور علاوہ ازیں وہ خدا کے مُقدّس قدموں میں ہمیشہ توجّہ دیتے ہیں۔ فرض کرو کہ مچھلی پکڑنے کے لئے جھیل میں ایک جال پھینکا گیا ہو۔ کچھ مچھلیاں اتنی چالاک ہوتی ہیں کہ جال میں پھنستی ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ آزاد لوگوں کی مانند ہیں۔ مگر زیادہ تر مچھلیاں تو جال میں پھنس ہی جاتی ہیں۔ اُن میں سے چند ایک اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی طرح ہیں جو کہ نجات کی تلاش میں گامزن ہیں۔ لیکن جدوجہد کرنے والی سبھی مچھلیاں کامیاب نہیں ہو پاتیں۔ بہت کم مچھلیاں چھپ چھپ کرتی چھینٹے اُڑاتی جال سے باہر پھلانگتی ہیں۔ مچھوارا چلّا اُٹھتا ہے، دیکھو، دیکھو بڑی والی تو بھاگ نکلی! لیکن زیادہ تر مچھلیاں جو جال میں پھنس جاتی ہیں، بچ نہیں پاتی۔ نہ وہ اُس عذاب سے نِکلنا چاہتی ہیں، برعکس اس کے وہ جال کے ساتھ کیچڑ کے کھڈوں میں پھنس کر چُپ چاپ پڑی رہتی ہیں۔ سوچتی رہتی ہیں کہ ہم یہاں محفوظ ہیں ڈر کا ہے

کا! لیکن بچاری نہیں جانتیں کہ مچھوارا جال سمیت اُنہیں باہر کھینچ لے جائے گا۔ ہُو بہُو یہی کہانی دُنیاداری میں پھنسے لوگوں کی ہے۔''

''بے بس رُوحیں ہوس اور حرص کی زنجیروں میں پھنسی، سنسار سے بندھی پڑی ہیں، وہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اُن کے خیال میں زن و زر ہی اُن کی خوشی اور اطمینان کا ذریعہ ہے۔ بچاری نہیں جانتیں کہ یہی اُن کو بربادی کی طرف لے جائیں گے، سنسار میں بندھا ہوا ایسا ہی ایک اِنسان جب مر رہا ہوتا ہے، تو اس کی شریک حیات سوال کرتی ہے کہ تم تو چل پڑے۔ مگر میرا کیا ہوگا؟ سنساری چیزوں میں پھنسے اِنسان کی نظر دیئے کی تیز روشنی کی طرف پڑتی ہے۔ وہ کہہ اُٹھتا ہے، ارے! کم کرو، روشنی اتنا تیل جل رہا ہے دیکھتے دیکھتے زندگی کا چراغ بُجھ کر خاموش ہو جاتا ہے۔''

''بندھی رُوحیں خُدا کے بارے میں نہیں سوچتیں۔ فرصت میں وہ بیکار کی گپ شپ اور بے ہودہ باتوں میں یا فضول کے کاموں میں موج مستی کرتی پھرتی ہیں۔ وجہ پُوچھنے پر اُن میں سے کوئی بول اُٹھے گی۔ میں خاموش نہیں رہ سکتی۔ بس یہی اُس کی گھیرا بندی ہے۔ لعنت ملامت ہونے پر وہ تاش کھیلنے بیٹھ جاتی ہیں۔''

کمرے میں سُناٹا چھا گیا۔

ایک عابد: ''مہاراج! ایسے آدمی کی عافیت کے لئے کوئی حل ہے کیا؟''

شری رام کرشن جی: ''یقیناً ہے، وقتاً فوقتاً درویشوں اور پاک دامن لوگوں کے ساتھ مل بیٹھنا چاہیے۔ خُدا کی طرف توجہ کیلئے کسی تنہا مُقام پر جانا چاہیے۔ ساتھ ہی اسے برے بھلے کی تمیز ہونی چاہیے، اور اسے خُدا پر بھروسہ کر کے اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے سے اسے ہر چیز میسر ہو جائے گی۔ بھروسے سے بڑھ کر دُنیا میں کچھ نہیں۔''

(کیدار سے مخاطب ہو کر) ''بھروسے سے بڑھ کر دُنیا میں دوسری کوئی طاقت نہیں، پرانوں میں (ہندوؤں کی مذہبی کتابیں) کہا گیا ہے، رامُ خود بھگوان (خُدا) تھے۔ وہ پُورن برہم (پُورے طور پر خالقِ کائنات، خُدا تعالیٰ) کا جیتا جاگتا مجسمّہ تھے۔ سمندر کو پار کرنے کے لئے اُنھیں لنکا پار جانے کو پُل بنانا تھا۔ لیکن اُن کا بھگت (مُرید) ہنومان جِسے رام نام پر پُورا بھروسہ تھا۔ ایک ہی چھلانگ میں سمندر پار کر کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ اُسے پُل بنانے کی ضرورت کہاں تھی۔ سارے کِھلکھلا کر ہنس پڑے۔''

''ایک بار کسی آدمی کو سمندر پار جانا تھا۔ بھبھیشن نے ایک پتّے پر رام نام لکھ کر اُس کے دامن میں

باندھ دیا اور کہا، ڈرنا ہرگز نہیں۔ یقین رکھتے ہوئے پانی پر چلتے جاؤ۔ مگر یاد رہے جوں ہی تمہارا یقین ٹُوٹے گا، تم پانی میں ڈوب جاؤ گے۔ وہ آدمی آسانی سے پانی کے اوپر چلتا رہا۔ اچانک اُسے یہ جاننے کی زبردست خواہش ہوئی کہ آخر کار کپڑے میں بندھا کیا ہے؟ اُس نے گانٹھ کھولی اور دیکھا کہ اُس میں ایک پتہ ہے۔ جس پر صرف رام نام لکھا ہوا تھا۔ یہ کیا؟ اُس نے خود سے پُوچھا، صرف رام کا نام بس! جیسے ہی اس کے من میں شک پیدا ہوا، وہ پانی میں ڈوب گیا۔"

"اگر آدمی کو خدا پر بھروسہ ہے تو وہ بھلے ہی ایک گائے، براہمن یا ایک عورت کے قتل جیسا بڑا گُناہ بھی کیوں نہ کر دے، وہ بھروسے کے صدقے بخشا جائے گا۔ اُسے صرف خدا سے دُعا کرنی ہوگی۔ میرے مالک! میں ایسا گُناہ پھر دوبارہ کبھی نہیں کروُں گا۔ بس پھر کسی بھی بات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔"

جیسے ہی مہاراج نے یہ بات کہی۔ اُنہوں نے بھجن (حمد وثنا) گانا شروع کر دیا

جب پران تن سے نکلیں
دُرگا کا نام ہو زُباں پر
تم مُجھ کو پروردگارِ عالم
رکھو گے محروم کیسے بھلا نجات سے
بے شک ہُوں کتنا بدنصیب میں
ممکن ہے پی ہو شراب چوری کی
یا کر دیا ہو کوئی اسقاطِ حمل[1]
خون کر ڈالا ہو کسی عورت کا یا گائے کا
یا میں موجب ہُوں بنا براہمن کی موت کا
سچ ہو سکتا ہے سب
میرے اندر نہ ہو گا ڈر رتی بھر
تیرے شیریں نام کی رحمت کی طاقت سے
میری بد بخت رُوح کو حوصلہ ہو گا
کہ پائے گی وہ تیرے برہم لوک[2] میں مُقام

1. اسقاطِ حمل۔ گربھ پات۔ 2. برہم لوک۔ خدا تعالیٰ کا گھر

نریندر کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے مہاراج نے کہا، ''دیکھو تو اس لڑکے کی طرف یہ ایسی ہی فطرت کا ہے، لیکن جب یہ چاندنی میں کھیلتا ہے تو اس کا دوسرا رُوپ بھی سامنے آتا ہے۔ ایک لڑکا اپنے والد کے ہمراہ بھلا چنگا دکھائی دیتا ہے۔ نریندر اور نریندر کی قِسم کے لوگ ہمیشہ نجات حاصل کی ہوئی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ دُنیاداری میں کبھی نہیں پھنستے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ان کا اندرُونی شعُور بیدار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا رُخ خُدا کی طرف ہو جاتا ہے۔ وہ دُنیا میں صرف دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے آتے ہیں۔ اُن کو دُنیا کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی، وہ زن اور زر کی طرف کبھی مائل نہیں ہوتے۔''

''ویدوں میں ہُما نام کے پرندے کا ذِکر بھی درج ہے۔ یہ آسمان کی بُلندیوں پہ رہتا ہے۔ وہیں اپنے انڈے دیتا ہے۔ انڈہ پیٹ سے باہر نکلتے ہی نیچے گرنے لگتا ہے۔ لیکن دور بُلندیوں کے سبب اُسے نیچے گرتے گرتے کئی دن لگ جاتے ہیں۔ زمین کی طرف آتے آتے بچّہ انڈے سے باہر نکل آتا ہے۔ آنکھ کھلتے ہی اس کے پنکھ نکل آتے ہیں۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ زمین کو چھُوتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ایسا خیال آتے ہی وہ آسمان کی بُلندیوں میں ماں پرندے کی طرف گولی کی رفتار سے اُڑتا ہوا پہنچ جاتا ہے۔'' یہ سنتے ہی نریندر کمرے سے باہر چلا گیا۔ کیدار، پران، کشن، 'ایم' اور دوسرے بہت سے لوگ وہیں پر بیٹھے رہتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''تم دیکھو گے کہ نریندر گانا گانے میں ساز بجانے میں، پڑھائی میں غرضیکہ ہر چیز میں کامل ہے۔ تھوڑے دن پہلے کیدار کے ساتھ بحث مباحثہ میں نریندر نے کیدار کی دلیلوں کی دھجیاں اُڑا دیں۔'' (سب کا قہقہہ)

('ایم' کو مخاطب ہوتے ہوئے) ''کیا انگریزی میں دلائل کے لئے کوئی کتاب ہے؟''

'ایم': ''جی جناب۔ اس کو لاجک (Logic) کہتے ہیں۔''

شری رام کرشن: ''بتاؤ تو اس میں کیا لکھا ہے۔''

'ایم' تھوڑا شرمندگی کی حالت میں بولا۔ ''کتاب کا ایک حصّہ اُن نتیجوں کے بارے میں ہے جو کہ عام سے خاص ایک اِنسانوں کے متعلق ہے۔ مثال کے طور پر سب کے سب لوگ فانی ہیں، عالم فاضل اِنسان ہیں، وہ عالم فاضل بھی فانی ہیں۔ اِسی کتاب کا دوسرا حصّہ خاص سے عام کے لئے دلائل کے طریقہ کار کے بارے میں ہے۔ مثال کے طور پر یہ گائے کالی ہے، وہ گائے کالی ہے، جہاں بھی دیکھتے ہیں سب جگہ کالی گائیں ہیں، اسی لئے ساری گائیں کالی ہیں۔ پر اس قسم کا نتیجہ اخذ کرنے میں مغالطہ ہو

سکتا ہے۔ کیونکہ تحقیق کرنے پر ہمیں کسی ایک ملک میں سفید گائے مل جائے۔ ایک اور مثال ہمارے سامنے ہے۔ اگر بارش ہے تو بادل ہے یا بادل تھا۔ کیونکہ بن بادل برسات کیسے؟ اس کے علاوہ ایک اور مثال: اس آدمی کے بتیس دانت ہیں، اُس آدمی کے بتیس دانت ہیں۔ اس لئے سب لوگوں کے بتیس دانت ہیں انگریزی ترک شاستر (منطق) اسی طرح کی کم وبیش دلائل کا مجموعہ ہے۔

شری رام کرشن جی نے اِن باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی تو یہ بات آگے نہ بڑھ پائی۔ مجلس ختم ہوتے ہی سب عابدین مندر کے باغیچے میں چہل قدمی کرنے لگے۔ 'ایم' پنچ وٹی کی طرف چل دیا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مہاراج کے کمرے میں لوٹ آیا۔ اُسی جگہ شمال کی جانب چھوٹے برامدے میں اس نے ایک عجیب وغریب نظارہ دیکھا۔

شری رام کرشن جی چند عابدین کے درمیان گھرے ہوئے بے حس کھڑے تھے۔ نریندر گیت گائے جارہا تھا۔ 'ایم' نے اس سے پہلے ماسوائے مہاراج جی کے کسی کو بھی اتنا سریلا گاتے نہیں سُنا تھا۔ مہاراج کو دیکھتے ہی وہ ہکا بکا رہ گیا۔ کیونکہ مہاراج بغیر ہلے جُلے آنکھیں بند کیے اپنے اندر کی دُنیا میں کھوئے ہوئے کھڑے تھے۔ یُوں لگتا تھا جیسے وہ سانس بھی نہ لے رہے ہُوں۔ 'ایم' کو ایک عابد نے بتایا کہ مہاراج اس وقت سمادھی[1] میں ہیں۔ 'ایم' نے اس سے پہلے نہ کچھ ایسا دیکھا تھا، نہ سُنا تھا۔

'ایم' بُت سا بنا حیرانگی سے سوچنے لگا۔ ایسا ممکن ہے کیا کوئی آدمی باہری دُنیا سے بے خبر ہو کر خدا کی یاد میں اس قدر کھو جائے؟ اس حد تک پہنچنے کے لئے اس کے پختہ یقین اور ریاضت میں کس قدر گہرائی ہوگی؟ نریندر گائے جارہا تھا:

اُس مالک کی یاد میں کھو جا من میرے
ہے جو بے لاگ، پاک، مقدّس رُوح
جس کا چمکے نور لاثانی
کتنی دِلکش ہے صوُرت اس کی
کرتی ہے جو رُوح پہ جادو
پیارا وہ اپنے بھگتوں کا
مُسکان لئے کھلتے پھولوں سی

---

1 سمادھی لگانا: باہر کی دُنیا سے بے بہرہ ہو کر اپنے اندر کی دُنیا میں مُدغم ہو جانا۔ مراقبے میں جانا۔

تازہ تازہ شفقت بھرا نُورانی چہرہ
دیکھ کے ایک جھلک جلوے کی
کیوں نہ ہو جائیں شرمندہ
آسمان پر لاکھوں چندا
شادمانی میں کھڑے رونگٹے
دیکھ کے اس کی صُورت پیاری

نریندر کے گیت کی آخری لائن سُن کر مہاراج کو کپکپی سی ہوئی۔ اُن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں سے خوشی اور آنند کے آنسو اُن کے گالوں پر سے بہنے لگے۔ بار بار اُن کے ہونٹ مسکُراہٹ سے کِھل اُٹھتے۔ کیا وہ خدا کی بے نظیر خوبصورتی کا نظارہ کر رہے تھے؟ وہ خوبصورتی جس سے لاکھوں کروڑوں چاند بھی شرما جائیں، کیا یہ خدا کی ایک جھلک تھی جس کو رُوح کا رُوپ کہا جاتا ہے۔ ایسی جھلک کا نظارہ کرنے کے لئے کِتنا ضبط، بھروسہ اور کِتنی ریاضت کرنی لازمی ہے۔

گیت جاری رہا۔

اپنے دِل کے کمل میں تو
پُوجا کر اُس کے قدموں کی
خاموش ہو کر اے من میرے
پروردِگار کی لگن میں مگن
پاک نورانی آنکھوں میں بسا لے
اس بے نظیر نظارے کو

پھر وہی جادو بھری مسکراہٹ مہاراج کے چہرے پر، پہلے ہی کی طرح پھر بے حس و حرکت جسم، ادھ کھلی آنکھیں جیسے اپنے اندر کوئی خدا کی شاندار جھلک کا نظارہ کر رہا ہو۔ گیت ختم ہونے کو ہے نریندر آخری سطریں گا رہا ہے:

خدا کی محبت کی مستی میں مگن
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈوب جا رے من
اُسی میں، ہے جو حقیقی علم الٰہی

کبھی ختم نہ ہونے والا آنند ہے مستی ہے وہ

ڈوب جا رے من! ڈوب جا!

سمادھی کے نظارے، رُوحانی مستی کے نظارے جو 'ایم' نے کئے۔ اس کے من میں کبھی نہ مٹنے والا اثر چھوڑ گئے۔ ایسے ہی جذبات کی رو میں بہتا ہوا وہ گھر لوٹ آیا۔ وہ بار بار اپنے اندر رُوح کو شاداب کرنے والے اِلفاظ کی گونج سُن رہا تھا:

ہمیشہ کے لئے ڈُوب جا رے من

'اُسی میں' ہے جو حقیقی علم الٰہی

کبھی ختم نہ ہونے والا آنند ہے مستی ہے وہ

دوسرے دِن بھی 'ایم' کی چھُٹی تھی۔ وہ بعد دوپہر تین بجے دکھنیشور پہُنچا۔ شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نریندر، بھاؤناتھ اور چند دوسرے عابدین فرش کے اُوپر بچھی چٹائی پر بیٹھے تھے۔ یہ سارے کے سارے اُنیس بیس سال کے نوجوان تھے۔ چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے شری رام کرشن جی سب سے مُسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

جُونہی 'ایم' کمرے میں داخل ہوا تو ماسٹر (شری رام کرشن جی) زور زور سے ہنسنے لگے اور اُنہوں نے لڑکوں سے کہا، ''دیکھو وہ دوبارہ آ گیا ہے۔'' سب زور زور سے ہنسنے لگے۔ 'ایم' مہاراج کے آگے تھوڑا جُھکا اور پھر نیچے بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے اُس نے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان کی طرح دونوں ہاتھ جوڑ کر مہاراج کو نمسکار کیا تھا۔ لیکن اُس دن ہندوؤں کی پرانی روایت کے مطابق اُس نے اُن کے قدموں پر سر جُھکانا سیکھا۔

اب کی بار مہاراج نے اپنے عابدین کو ہنسنے کی وجہ بتائی۔ اُنہوں نے کہا، ''ایک بار ایک آدمی نے چار بجے دوپہر ایک مور کو افیم کی گولی کھلا دی۔ دوسرے دِن ٹھیک اُسی وقت مور پھر آ پہنچا۔ اُس کو افیم کے نشے کا احساس ہوا اور وہ ٹھیک وقت پر دوسری خوراک لینے لوٹ آیا۔'' سب ہنستے ہیں۔

'ایم' کو یہ مثال اپنے پر درست محسوس ہوئی۔ گھر میں ہوتے ہوئے بھی 'ایم' شری رام کرشن جی کی یاد پل بھر کے لئے بھی نہیں بُھلا سکا۔ اُس کی توجہ لگاتار دکھنیشور کی طرف تھی اور وہاں دوبارہ جانے کے لئے وہ پل پل گِن رہا تھا۔

اس بیچ مہاراج لڑکوں سے قریبی دوستوں کی طرح اُن کے ساتھ ہنسی مذاق سے لطف اندوز ہو

رہے تھے۔ اُونچے قہقہوں کی لوٹ پوٹ کر دینے والی گرج سے سارا کمرہ بھر گیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ آنند کا ہی مرکز ہو۔ 'ایم' کے لئے یہ سب کا سب ایک نیا اِنکشاف تھا۔ اُس نے سوچا کہ کیا میں نے کل اِسی آدمی کو خدا کی مستی میں مست دیکھا تھا؟ کیا یہی آدمی رُوحانی عشق کے سمندر میں نہیں تیر رہا تھا؟ ایسا نظارہ جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور آج وہی شخص ایک عام سا آدمی لگ رہا ہے۔ کیا یہ وہ نہیں ہے جس نے مُجھے پہلے دِن یہاں آنے پر ڈانٹ لگائی تھی؟ کیا اِسی نے مُجھے طنزیہ لہجے میں نہیں کہا تھا ''کیا تم گیانی (عارف، خدا شناس) ہو؟' کیا یہ وہ نہیں ہے جس نے مُجھ سے کہا تھا کہ خُدا صورت اختیار کئے ہوئے ہے اور وہ بن صورت بھی ہے۔ خدا کے یہ دونوں پہلو سچ ہیں؟ کیا اُس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ واحد خدا ہی ایک سچّائی ہے اور سب جھوٹ ہے۔ فریب ہے۔ کیا یہ وہ نہیں ہے جس نے مجھے ایک امیر آدمی کے گھر کام کرنے والی ایک آیا کی طرح دُنیا میں بے لاگ رہنے کی نصیحت دی تھی؟

شری رام کرشن نوجوان عابدین کے ساتھ بیٹھے مزے لوٹ رہے تھے۔ بار بار وہ 'ایم' کی طرف کنکھیوں سے دیکھ لیتے۔ اُنہوں نے 'ایم' کو خاموش بیٹھے دیکھا۔ انہوں نے رام لعل سے کہا، ''دیکھو! یہ عُمر میں تھوڑا بڑا ہے اسی لئے کچھ سنجیدہ ہے، یہ چُپ چاپ بیٹھا ہے، جبکہ بچّہ لوگ ہنسی خوشی میں مشغول ہیں۔'' 'ایم' اُس وقت اٹھائیس سال کا تھا۔ مہاراج نے نریندر اور 'ایم' سے کہا، ''میں دونوں کو انگریزی زبان میں بات چیت کرتے دیکھنا چاہتا ہُوں۔'' اس بات سے وہ دونوں ہنس پڑے لیکن اُنہوں نے مادری زبان میں باتیں کرنا جاری رکھا۔ مہاراج کے سامنے 'ایم' کے لئے اور زیادہ دلیل بازی کرنا ناممکن تھا۔ شری رام کرشن جی کے زوردار طریقے سے کہنے پر بھی اُنہوں نے انگریزی زبان میں بات چیت نہیں کی۔ بعد دوپہر پانچ بجے نریندر اور 'ایم' کے سوا باقی سب عابد وہاں سے رخصت ہو گئے۔ 'ایم' جب مندر کے باغیچے میں چہل قدمی کر رہا تھا، اس کی نظر اچانک مہاراج اور نریندر جو ایک بطخوں کے تالاب کے کنارے باتیں کر رہے تھے پر پڑی۔ شری رام کرشن جی نے نریندر سے کہا کہ بیچ بیچ میں یہاں آیا کرو۔ تم نئے نئے جو ہو۔ پہلی ہی ملاقات ہونے پر لوگ ایک دوسرے کے یہاں اکثر آنے جانے لگتے ہیں۔ جیسے کہ ایک محبوب اور اُس کی محبوبہ (نریندر اور 'ایم' مُسکرا دیئے) ''آتے رہنا۔ آؤ گے نا؟''

نریندر برہمو سماج کا ایک رُکن ہے۔ اپنے وعدے کا پکّا ہے، اس نے مسکراتے ہوئے کہا، ''کوشش کروں گا۔''

جب وہ واپس مہاراج کے کمرے میں لوٹ رہے تھے تو شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے کہا، ''جب

کِسان لوگ بیلوں کی خریداری کے لئے منڈی میں جاتے ہیں تو وہ بیلوں کی دُم کو چھوکر ہی اچھی بُری نسل کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ اُن کو ہاتھ لگانے ہی سے ڈھیلی مزاج کے بیل زمین پر لیٹ جاتے ہیں۔ کِسان فوراً پہچان جاتے ہیں کہ ان میں دَم نہیں اور اُنہیں ردّ کر دیتے ہیں۔ کِسان صرف انہیں بیلوں کو چنتے ہیں جو دُم پر ہاتھ لگانے سے خوب جوش اور چلبلا پن دکھاتے ہیں۔ نریندر اس قسم کے بیل جیسا ہے۔ وہ اندرُونی جوش سے لبالب بھرا پڑا ہے۔''

مہاراج نے بات جاری رکھتے ہوئے مُسکراتے ہوئے کہا، ''کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن میں رتّی بھر دم نہیں ہوتا۔ وہ کوٹے ہوئے چاولوں کی طرح ہوتے ہیں، جو دودھ میں بھگونے کے بعد نرم اور ملائم گودے کی طرح بن جاتے ہیں۔'' وہ اندرُونی طاقت سے محروم ہیں۔''

شام ہو چلی تھی مہاراج خدا کے دھیان میں مگن تھے۔ اُنہوں نے 'ایم' سے کہا، ''جاؤ اور نریندر سے باتیں کرو۔ پھر لوٹ کر بتاؤ کہ تم اُس کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟''

مندر میں شام کی پُوجا (پرستش) ختم ہو چکی تھی، 'ایم' نریندر کو گنگا کے کنارے ملا وہ دونوں بات چیت کرنے لگے۔ نریندر نے اپنی کالج کی پڑھائی کے بارے میں برہموسماج کے رُکن ہونے اور کچھ اس قسم کی بات چیت کی۔

شام ڈھل چکی تھی۔ 'ایم' کے واپس جانے کا وقت ہو چلا تھا۔ مگر وہ جانے کو ہچکچا رہا تھا۔ بجائے واپس جانے کے وہ شری رام کرشن جی کی تلاش کرنے لگا۔ مہاراج کے گیتوں نے اُس پر جادُو کر دیا تھا۔ اور وہ زیادہ گیت سُننے کا خواہش مند تھا۔ آخر کار اس نے مہاراج کو کالی مندر کے سامنے نٹ مندر میں چہل قدمی کرتے کھوج لیا۔ مندر میں جگت جننی (ماں کی شکل میں رب العالمین) ماں کی مورتی کے دونوں طرف دیئے جل رہے تھے۔ نٹ مندر کے کھلے آنگن میں ایک دیئے کی جھٹپٹاتی روشنی میں مہاراج کی دھندلی سی صورت دکھائی دے رہی تھی۔

مہاراج کے سریلے سنگیت نے 'ایم' پر جادو کا اثر کر دیا تھا۔ تھوڑا ہچکچاتے ہوئے اس نے مہاراج سے پُوچھا کہ کیا اُس شام کو اور بھی بھجن کیرتن، گیت سنگیت ہوگا؟ کچھ دیر سوچنے کے بعد اُنہوں نے کہا، ''نہیں آج رات نہیں۔'' پھر یاد کرتے ہوئے بولے، ''کلکتہ میں بلرام کے گھر کچھ دنوں بعد جا رہا ہُوں۔ وہاں آ کر میرے بھجن (خدا کی حمد وثنا) سن لینا۔'' 'ایم' نے جانا قبول کیا۔

مہاراج: ''کیا تم بلرام بوس کو جانتے ہو؟''

'ایم': ''نہیں مہاراج! میں اُنہیں نہیں جانتا۔''

مہاراج: ''اس کی رہائش بوس پارہ میں ہے۔''

'ایم': ''ٹھیک ہے جناب میں اُن کو تلاش کرلوں گا۔''

شری رام کرشن جی جیسے 'ایم' کے ساتھ ہال میں نیچے اُوپر ٹہل رہے تھے، اُنہوں نے 'ایم' سے کہا، ''میں نے تم سے ایک بات پُوچھنی ہے، میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

'ایم' خاموش رہا۔ دوبارہ شری رام کرشن جی نے پُوچھا ''میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ خدا کے بارے میں کِتنے فیصدی جانکاری رکھتا ہُوں؟''

'ایم': ''میں نہیں جانتا کِتنے فیصدی آپ کو خدا کے بارے میں جانکاری ہے، لیکن ایک بات میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہُوں کہ آج سے پہلے میں نے کہیں بھی اس قسم کا علم الٰہی (گیان) محبت بھری مستی، خدا پر بھروسہ اس قدر لاتعلقی اور اس جیسی آزادی نہیں دیکھی۔''

شری رام کرشن جی ہنس دیئے۔

'ایم' نے جُھک کر اُن کو سلام کیا اور چل دیا۔ وہ ابھی مندر کے باغیچے کے بڑے دروازے کی دوری تک ہی گیا تھا کہ اُس کو اچانک کچھ یاد آیا۔ وہ واپس شری رام کرشن جی کے پاس آیا جو ابھی تک مندر میں ہی تھے۔ مدھم روشنی میں شری رام کرشن جی اپنی موج میں مست ہال میں ایسے چہل قدمی کررہے تھے جیسے کِسی جنگل میں ایک ببر شیر اکیلا رہتے گھومتا ہے۔

خاموش اور تعجب بھرے عالم میں 'ایم' اس عظیم شخصیت کو بغور دیکھتا رہا۔

مہاراج: ''('ایم' سے مُخاطب ہو کر) ''تم واپس کیوں لوٹ آئے؟''

'ایم': ''جس گھر میں آپ نے جانے کیلئے مُجھے بتایا ہے۔ وہ شاید کِسی امیر آدمی کا گھر ہے، ہوسکتا ہے وہ مُجھے اندر نہ آنے دیں۔ میں نے سوچا کہ میرا وہاں نہ جانا ہی بہتر ہوگا۔ میں آپ سے یہیں مُلاقات کرلوں گا۔''

مہاراج: ''اوہ! نہیں نہیں، تم ایسا کیوں سوچتے ہو؟ میرا نام لینا، کہنا کہ میں نے شری رام کرشن جی سے ملنا ہے۔ تب کوئی آدمی تُمہیں میرے پاس لے آئے گا۔''

'ایم' نے حامی بھرتے ہوئے سر ہلایا اور مہاراج کو آداب کہتے ہوئے چل دیا۔



وِدیا ساگر کے گھر پر

سنیچروار۔ 5/اگست 1882ء

پنڈت ایشور چندر وِدیا ساگر کا جنم ''بیر سنگھ'' گاؤں میں جو کہ شری رام کرشن جی کے آبائی گاؤں 'کمار پکر' کے پاس ہے۔ ہوا تھا۔ وہ ایک عالم، معلم، ادیب اور غریب نواز اِنسان تھا۔ اس کا جدید بنگالی کے تخلیق کاروں میں شمار تھا۔ وہ سنسکرت گرائمر اور شعر وشاعری میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے اپنے ہم وطنوں کے ہر گھر میں اس کے چرچے تھے۔ اس کی آمدنی کا زیادہ حصّہ، بیوہ عورتوں، تییموں، محتاج طالب علموں اور دوسرے ضرورت مندوں کو خیرات میں چلا جاتا۔ اس کی رحم دلی صرف اِنسانوں تک ہی محدود نہیں تھی۔ اس نے کئی سالوں تک دُودھ نہ پیا تھا۔ تا کہ بچھڑے دُودھ کے حق سے محروم نہ ہوں۔ وہ گھوڑا گاڑی میں سوار نہیں ہوتا تھا، وہ اس لئے تا کہ گھوڑوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ وہ مصمم ارادے والا زندہ دِل اِنسان تھا جس کا ثبوت اس نے تب دیا جب انتظامیہ سے اختلاف ہونے پر اس نے سنسکرت کالج کے پرنسپل کی اچھی تنخواہ والے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اپنی ماں کے لئے اُس کے دِل میں خاص طور پر گہرائی سے محبت تھی۔ ایک دِن جب کوئی کشتی نہ ملی تو وہ ماں کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے کہ وہ اپنے بھائی کی شادی میں ضرور پہنچے۔ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالتے ہوئے وہ طغیانی بھرے دریا کو پار کر گیا۔ اس کی ساری زندگی سادگی کا بے مثال نمونہ تھی۔ اپنے وسیع علم وفضل کی شناخت کی وجہ سے وِدیا ساگر کو اِس لقب سے جس کے معنی گیان کا ساگر ہے نوازا گیا تھا۔

شری رام کرشن جی ایشور چند وِدیا ساگر کے پاس بہت پہلے جانا چاہتے تھے۔ یہ جاننے کے بعد کہ 'ایم' خود وِدیا ساگر کے اسکول میں اُستاد ہے۔ مہاراج نے کہا، ''کیا تم مُجھے وِدیا ساگر کے پاس لے جا سکتے ہو؟ میں اس کو ملنے کا بہت خواہشمند ہُوں۔'' 'ایم' نے جب ایشور چند وِدیا ساگر سے شری رام کرشن جی کے ملنے کی چاہت کا اظہار کیا تو پنڈت خوشی خوشی راضی ہو گیا۔ اس نے 'ایم' کو کسی سنیچروار بعد دوپہر 4 بجے اُن کو لانے کے لئے کہا۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ شری رام کرشن جی کس قسم کے پرم ہنس ہیں۔ ''کیا وہ گیروے (کیسری رنگ) کپڑے پہنتے ہیں؟'' 'ایم' نے جواب دیا، ''نہیں جناب۔'' وہ غیر معمُولی قسم کے اِنسان ہیں۔ وہ لال کناری والا کپڑا اور پالش کئے ہوئے سلیپر پہنتے ہیں۔ رانی راسمنی

کے مندر والے باغیچے میں رہتے ہیں۔اُن کے کمرے میں دری کے بچھونے والا تخت پوش اور ایک مچھر دانی ہے۔ وہ سوائے خدا کے کچھ نہیں جانتے۔ وہ دِن رات اُسی کے خیالوں میں کھوئے رہتے ہیں۔

بھاوناتھ، 'ایم' اور ہاذرا کے ساتھ 5 راگست بعد دوپہر مہاراج دکھشنیشور سے گھوڑا گاڑی سے روانہ ہوئے۔ وِدیا ساگر سینٹرل کلکتہ میں بادر باغان جو دکھشنیشور سے قریب چھ میل کی دوری پر ہے، رہتا تھا۔ سارے راستے شری رام کرشن جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ جونہی گاڑی وِدیا ساگر کے گھر کے قریب پہنچی، اچانک اُن کے مزاج کی کیفیت بدل گئی۔ وہ رُوحانی مستی سے شرابور ہو گئے۔ اُن کی اس حالت کو نہ بھانپتے ہوئے 'ایم' نے راجہ رام موہن رائے کے اُس گارڈن ہاؤس کی طرف اِشارہ کیا جہاں وہ رہتے تھے۔ مہاراج اس بات سے ناراض ہوئے اور اُنہوں نے کہا، ''اب مجھے اِن سب چیزوں کی پرواہ نہیں۔'' وہ سمادھی کی حالت میں تھے۔

گاڑی وِدیا ساگر کے گھر کے سامنے کھڑی ہوئی۔ مہاراج 'ایم' کا سہارا لئے نیچے اُترے اور آگے آگے چل دیئے۔ آنگن میں بہت سے پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔ جونہی مہاراج گھر کے اندر داخل ہوئے اُنہوں نے اپنی قمیض کے بٹنوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے 'ایم' سے بچّوں کی طرح کہا ''میری قمیض میں تو بٹن ہی نہیں۔ وِدیا ساگر کو کیا یہ ناگوار تو نہیں گزرے گی۔'' ''نہیں نہیں، آپ اس بارے میں مت سوچیں۔'' 'ایم' نے کہا۔ ''آپ کے بارے میں کچھ بھی ناگوار نہیں ہوگا۔ قمیض کو بٹن لگانے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں۔'' ایک بچّے کی طرح 'ایم' کی یقین دہانی کو سادگی سے مہاراج نے مان لیا۔

وِدیا ساگر قریب قریب باسٹھ سال کے تھے۔ وہ مہاراج سے سولہ یا سترہ سال عمر میں بڑے تھے۔ وہ انگریزی طرز کے بنے ہوئے دو منزلہ مکان میں رہتے تھے۔ جس کے چاروں طرف باغیچہ تھا۔ باغیچے کے اِرد گِرد اونچی دیوار تھی، سیڑھیوں سے دوسری منزل تک چڑھتے ہوئے شری رام کرشن جی اور اُن کے عابدین ایک کمرے میں پہنچے جس کے دور کے ایک کونے میں وِدیا ساگر اُن کی طرف مُنہ کیے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے ایک میز پڑی تھی۔ میز کے داہنی طرف ایک بنچ پڑا تھا۔ کچھ دوست دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

وِدیا ساگر مہاراج کے سواگت کو اُٹھے۔ شری رام کرشن اپنا ایک ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے بینچ کے سامنے کھڑے ہو گئے، اُنہوں نے وِدیا ساگر کی طرف نگاہ ڈالی جیسے کہ وہ پہلے سے ہی ایک دوسرے کو

جانتے ہیں اور مستی کے عالم میں مُسکرا دیئے۔ اسی کیفیت میں وہ چند منٹوں تک کھڑے رہے۔ اپنے ہوش وحواس کو معمول پر لانے کے لئے اُنہوں نے پانی مانگا۔

اِس دوران گھر کے پریوار کے لوگ چند دوست اور وِدیا ساگر کے رشتہ دار وہاں اکٹھے ہو گئے۔ شری رام کرشن جی جو کہ اب بھی سمادھی کی حالت میں تھے، بینچ پر بیٹھ گئے۔ سترہ یا اٹھارہ سال کا ایک نوجوان جو کہ وِدیا ساگر سے اپنی تعلیم کے لئے مالی امداد مانگنے آیا تھا، وہاں بیٹھا تھا۔ لڑکے سے تھوڑی دوری پر بیٹھے مہاراج نے بے خبری میں ہی ماں جگدمبا (کالی ماں) کو کہا، ''ماں یہ لڑکا بہت حد تک دُنیاداری میں جکڑا ہوا ہے، یہ آپ کی مایا (پُر فریب قدرت) کے سنسار سے وابستہ ہے۔''

وِدیا ساگر نے کِسی کو پانی لانے کے لئے کہا اور 'ایم' سے پُوچھا، کہ کیا مہاراج میٹھا کھانا پسند کریں گے۔ جب 'ایم' نے اس بات پر کوئی اعتراض نہ کیا تو وِدیا ساگر نے خود اندر والے کمرے میں جا کر شوق سے مہاراج کے آگے مٹھائی لا کر رکھ دی۔ بھاوناتھ اور ہاذرا نے اپنا حصّہ لے لیا۔ جب 'ایم' کو مٹھائی پیش کی گئی تو وِدیا ساگر بول اُٹھے، ''یہ تو ہمارے پریوار میں سے ایک ہیں، ان کے بارے میں چِنتا کی ضرورت نہیں۔'' ایک نوجوان عابد کا ذِکر کرتے ہوئے مہاراج نے وِدیا ساگر سے کہا، ''یہ ایک اچھا دانشمند اور حد درجہ وفادار نوجوان ہے۔ یہ فالگو دریا کی مانند ہے جس کی اُوپری سطح ریت سے ڈھکی ہے۔ تھوڑا کھودنے سے ہی اس کے نیچے بہتا ہوا پانی ملے گا۔''

تھوری مٹھائی کھا لینے کے بعد مہاراج مُسکرا کر وِدیا ساگر سے بات کرنے لگے۔ دیکھتے دیکھتے کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ کچھ کھڑے تھے، کچھ نیچے بیٹھے تھے۔

''آہا! آخر کار آج میں سمندر تک آ ہی گیا۔ اب تک تو میں نے صرف نہریں، دلدل اور زیادہ سے زیادہ دریا ہی دیکھے تھے، لیکن آج میں ساگر کے روبرو کھڑا ہوں۔'' (قہقہوں کی گونج)

وِدیا ساگر مُسکراتے ہوئے، ''تب گھر کو لوٹتے ہوئے آپ تھوڑا نمکین پانی لیتے جایئے۔'' (زوردار قہقہہ)

مہاراج: ''نہیں بھئی، نمکین پانی کیوں؟ تم وِدیا کے ساگر ہو، جہالت کے نہیں، تم تو گاڑھے دُودھ کے سمندر ہو۔'' (سب ہنس پڑے)

وِدیا ساگر: ''آپ کچھ بھی کہیں۔''

پنڈت خاموش ہو گیا۔ مہاراج نے کہا۔ ''آپ کی سرگرمیاں ستوگُن کے زیر اثر ہیں، بیشک وہ

رجوگُن دکھائی پڑتی ہیں لیکن وہ ستوگُن سے متاثر ہیں۔ ستوگُن سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں کی بھلائی کے کام رجوگُن کے تحت ہی کیوں نہ آتے ہوں۔ پھر بھی اُن کی بنیاد ستوگُن ہی ہے۔ اور یہ نقصان دہ نہیں۔ سکھدیو اور دوسرے فقیروں، عارفوں نے ہمدردی کی وقعت کو سمجھتے ہوئے لوگوں کو، خُدا کو جاننے کے لئے مذہبی ہدایتیں دیں۔ تم لوگوں میں تعلیم اور خوراک بانٹ رہے ہو یہ ایک اچھی بات ہے۔ اگر یہ سرگرمیاں بے غرض ارادے سے سرانجام دی جائیں تو یہ تمہیں خُدا تک پہنچا دیں گی۔ مگر زیادہ لوگ عزت اور شہرت پانے کے لئے بھی ایسے کام کرتے ہیں۔ ان کی سرگرمیاں بے غرض نہیں ہوتیں۔"

"نام نہاد پنڈت کسی مرض میں مُبتلا ایسے پھل جو کہ سخت اور سکڑے ہوئے ہونے کے کارن کبھی پک نہیں پاتے، کی طرح ہوتے ہیں، اس قسم کے پھل نہ تو ہرے، تازہ ہوتے ہیں اور نہ ہی پکے پھلوں کی طرح اُن میں کوئی خُوشبو ہوتی ہے۔ گدھ[1] آسمان میں بہت اُونچے اُڑتے ہیں، مگر اُن کی آنکھیں ہمیشہ زمین پر مرے، سڑے گلے مردار پہ مرکوز رہتی ہیں۔ کتابی علم رکھنے والے لوگ دانشمند سُمجھے جاتے ہیں، لیکن وہ زن اور زر سے وابستہ ہیں۔ گِدھوں کی طرح وہ بھی مُردار کی کھوج میں رہتے ہیں۔ ہمدردی، خُدا سے محبت اور کنارہ کشی علم الٰہی کی شان ہیں۔"

وِدیا ساگر نے خاموشی سے اِن الفاظ کو سُنا۔ دوسرے لوگ بھی مہاراج کو آنکھیں گاڑے ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہے۔ اور مہاراج کے ہر لفظ کو بڑے دھیان سے سُنتے رہے۔

وِدیا ساگر جو کہ فلسفہ کا طالب علم تھا۔ وہ رُوحانی ہدایتیں دینے میں خاموشی اختیار کئے رکھتا۔ ایک بار جب 'ایم' نے وِدیا ساگر سے اس بارے میں اُس کی رائے پُوچھی تو وِدیا ساگر نے کہا، "میرے خیال میں فلاسفر لوگ اپنے من کی بات کا اظہار کرنے میں قاصر تھے، لیکن اپنی روزمرّہ کی زندگی میں وہ ہندو دھرم کے رسم و رواج کے مطابق چلتا اور اُس نے ایک برہمن کی طرح جنیئو[2] پہن رکھا تھا۔ خُدا کے بارے میں اُس نے ایک بار کہا تھا، "بِلاشک خُدا کو جاننا ناممکن ہے تب ہمارا کیا فرض ہونا چاہیے؟ مُجھے لگتا ہے کہ اگر ہم ایسے طریقے سے رہیں کہ لوگ ہمارے نقشِ قدم پر چلیں تو پھر یہ زمین جنّت بن جائے۔ ہر اِنسان کو دُنیا کی بہتری کیلئے کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

اب شری رام کرشن نے اپنی بات کا رُخ برہم گیان (خالقِ کائنات کے علم الٰہی) کی طرف موڑا۔

---

1. گِدھ۔ چیل کی طرح مُردار خور ایک پرندہ۔
2. جنیئو۔ بٹا ہوا دھاگہ جِسے ہندو براہمن لوگ اپنے گلے میں ڈالے رہتے ہیں۔

مہاراج: ''برہم (رُوح) علم اور جہالت، دونوں سے پرے ہے۔ یہ دوہرے پن کے وہم و فریب سے بہت پرے ہے۔''

''یہ دُنیا علم و جہالت کے دوہرے پن کے وہم وفریب کا میل جول ہے۔ اس میں علم اور عبادت، زن اور زر کی ہوس، سچ اور جھوٹ برائی اور بھلائی پائی جاتی ہے لیکن رُوح ان سب سے لاتعلق ہے۔ اچھائی اور برائی کا تعلق صرف جیو سے ہے جو اپنے آپ میں واحد ایک رُوح ہے۔ ایسے ہی سچ اور جھوٹ اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ لیکن برہم کو ان کسی سے بھی کوئی واسطہ نہیں۔''

دیئے کی روشنی میں چاہے کوئی بھگوت گیتا (ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب جس میں معرفتِ الٰہی کا ذکر ہے) پڑھے یا جعل سازی کرے۔ لیکن دیئے پر ان دونوں کا کوئی اثر نہیں، سورج کی روشنی شیطان اور پاک دامن دونوں کے لئے ایک جیسی ہے۔ تب تم پوچھو گے کہ بدبختی، گناہ اور دُکھ کی وضاحت کوئی کیسے کرے؟ جس کا جواب یوں ہے کہ یہ سب چیزیں صرف 'جیو' سے ہی وابستہ ہیں۔ برہم (خالق کائنات) پر ان کا کوئی اثر نہیں۔ سانپ میں زہر ہوتا ہے، اس کے کاٹنے سے دوسرے لوگ تو مر جائیں گے مگر سانپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔''

'''برہم' کیا ہے؟ بیان کرنا مشکل ہے۔ دُنیا میں سب چیزیں جیسے وید، پران، تنتر اور فلسفہ کے ساتھ چھ قواعدُ کی پاکیزگی ختم ہو چکی ہے۔ جیسے کھانا جو زبان نے چکھا ہے، ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اِن سب کو زبان سے پڑھا اور سُنا گیا ہے۔ صرف 'برہم' ہی ایسا ہے جس کی پاکیزگی کو اس طریقے سے کوئی بھی زک نہیں پہنچی۔''

وِدیاساکر (اپنے دوستوں سے): ''اوہ! کتنا لاجواب بیان ہے، آج مجھے کچھ نیا سیکھنے کو ملا۔''

مہاراج: ''ایک آدمی کے دو بیٹے تھے، اس نے اُن کو برہم گیان (خالقِ کائنات کا علم الٰہی) حاصل کرنے کے لئے اپنے مُرشد کے پاس بھیجا۔ چند سالوں بعد وہ گورُکل[1] سے واپس لوٹے اور اُنہوں نے اپنے والد کو سلام کیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ اُنہوں نے کتنا برہم گیان سیکھا ہے۔ والد نے بڑے لڑکے سے پُوچھا، 'میرے بچّے! تم نے سارے شاستروں (ہندوؤں کی مذہبی کتابیں) کا مطالعہ کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو برہم کی کیفیت کیا ہے؟ لڑکا ویدوں میں سے کئی قسم کے حوالے دے کر برہم کی تشریح کرنے لگا۔ والد صاحب کچھ نہیں بولے۔ پھر اُنہوں نے یہی سوال اپنے چھوٹے بیٹے سے کیا۔ لڑکا نیچے

1. گروکل۔ زمانۂ قدیم میں ہندو لڑکے تعلیم حاصل کرنے کیلئے اپنے اُستادوں کے گھروں میں رہا کرتے تھے۔

آنکھیں جھکائے کھڑا رہا۔ اس کے ہونٹوں سے ایک لفظ بھی نہ نِکلا۔ اِس پر والد نے خوش ہو کر اُس سے کہا۔ ’میرے بچّے! تم برہم کے بارے میں تھوڑا بہت سمجھتے ہو۔‘‘ ’برہم‘ کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، لوگ اکثر سوچا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ’برہم‘ کے بارے میں اچھی طرح جان لیا ہے۔ ایک دفعہ ایک چیونٹی شکر کے پہاڑ پر گئی۔ شکر کے ایک ہی دانے سے اس کا پیٹ بھر گیا۔ دوسرے دانے کو مُنھ میں رکھ کر وہ گھر کی طرف چل پڑی۔ راستے میں سوچتی رہی، اگلی بار شکر کا سارا پہاڑ اُٹھا کر گھر لے آؤں گی۔ کم ظرف لوگ ایسا ہی سوچتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ’برہم‘ اُن کے اِلفاظ اور خیالوں سے پرے کی بات ہے۔ آدمی کِتنا بھی عالم فاضل کیوں نہ بن جائے، وہ ’برہم‘ کے بارے میں کِتنا جان سکتا ہے؟ سُکھ دیو اور اُس جیسے دوسرے عارف درویش بڑی چیونٹیوں جیسے ہیں۔ لیکن وُہ بھی زیادہ سے زیادہ شکر کے آٹھ، دس دانے ہی لے جا سکتے ہیں۔‘‘

’’ویدوں اور پرانوں میں بھی جو کہا گیا ہے کیا تُمہیں معلوم ہے وہ کیا ہے؟ بالفرض کِسی آدمی نے سمندر کو دیکھا ہے۔ اور اُس سے کوئی پُوچھے کہ سمندر کس طرح کا ہوتا ہے؟ وہ آدمی پورا مُنھ کھولے کہے گا، کیا نظارہ ہے، کِتنی زوردار لہریں، کِتنی گونج! مُتبرک کتابوں میں بھی ’برہم‘ کے بارے میں کچُھ اِسی طرح کہا گیا ہے۔ ویدوں میں کہا گیا ہے کہ ’برہم‘ کی فِطرت اصلی آنند جیسی ہے، اس کو سچد انند کہتے ہیں۔‘‘

’’سکھد یو اور دوسرے درویش، مہاتما برہم رُوپی سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔ اُنہوں نے پانی کو چھوا، ایک نظریے کے مطابق اُنہوں نے سمندر میں کبھی بھی چھلانگ نہیں لگائی۔ اور جنہوں نے چھلانگ لگا دی وہ پھر کبھی دُنیا میں واپس نہیں لوٹے۔‘‘

’’سمادھی[1] میں ہم ’برہم گیان‘ حاصل کر سکتے ہیں۔ ’برہم‘ کو جان سکتے ہیں۔ اس حالت میں قریب قریب سب دلائل ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔ ’برہم‘ کی فِطرت کا اِظہار کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔‘‘

’’ایک بار نمک کی ایک گُڑیا سمندر کی گہرائی ماپنے گئی (سب ہنس پڑے) یہ باقی والوں کو بتانا چاہتی تھی کہ پانی کتنا گہرہ ہے۔ مگر یہ بتا نہیں سکی کیونکہ جیسے ہی یہ پانی میں اُتری اُسی وقت پگھل گئی۔ اب کون تھا وہاں جو سمندر کی گہرائی بتاتا؟‘‘

ایک عابد: ’’فرض کرو کہ کِسی کو سمادھی میں ’برہم‘ گیان حاصل ہو گیا، کیا وہ پھر بول نہ پائے گا؟‘‘

---

1. سمادھی۔ باہری حواس سے لاتعلق ہو کر حِسّ باطنی کی طرف محو ہونا۔ (ب) مراقبہ

مہاراج: ''شنکرآچاریہ (ہندوستان کے مشہور و معروف فلاسفروں میں سے ایک فلسفی) نے دوسروں کو تعلیم دینے کیلیئے اپنے علمی تکبّر کو قائم رکھا۔ 'برہم' کا مشاہدہ کر لینے کے بعد آدمی خاموش ہو جاتا ہے۔ جب اس نے 'برہم' کو جانا نہیں ہوتا، تب تک وہ دلیل بازی کرتا ہے۔ اگر آپ مکھن کو کڑاھی میں ڈال کر چولہے پر رکھیں۔ جب تک اُس کا پانی خُشک نہیں ہو جاتا، وہ سوں سوں کی آواز کرتا رہے گا، اور جب اُس میں پانی کا ایک قطرہ تک باقی نہیں رہتا تو خالص مکھن سے آواز آنا بند ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اس میں گیلے آٹے کی ٹکیہ ڈالیں تو پھر دوبارہ سوں سوں کی آواز آئے گی۔ جب یہ ٹکیہ تل کر تیار ہو جائے، ساری آواز بند ہو جائے گی۔ ٹھیک اسی طرح لوگوں کو سکھانے کے لئے سمادھی میں محو کوئی آدمی جب دوبارہ باہری ہوش وحواس میں لوٹتا ہے تو تب وہ خدا کے بارے میں بتا سکتا ہے۔''

''شہد کی مکھی اُس وقت تک بھنبھناتی ہے جب تک وہ کسی پھول پر بیٹھ نہیں جاتی۔ جوں ہی وہ اس کا شہد چوسنا شروع کرتی ہے، تو خاموش ہو جاتی ہے، لیکن بعض اوقات شہد کی مستی میں چوُر وہ دوبارہ بھنبھنانے لگتی ہے۔''

''خالی گھڑا پانی میں ڈبونے پر گڑگڑ کی آواز کرتا ہے۔ جب یہ بھر جاتا ہے تو آواز بند ہو جاتی ہے۔ (سب ہنستے ہیں) اگر پانی بھرے ہوئے گھڑے سے دوسرے خالی گھڑے میں ڈالا جائے تو یہ آواز دوبارہ سُنائی دینے لگتی ہے۔''

''پرانے وقتوں میں رِشیوں (درویشوں) نے 'برہم گیان' کو حاصل کیا۔ جب تک کوئی آدمی تھوڑا سا بھی دُنیاداری میں پھنسا رہتا ہے۔ وہ یہ گیان حاصل نہیں کر سکتا۔ رِشیوں نے کتنی سخت محنت کی تھی، صُبح سویرے وہ آشرم سے باہر نکل جاتے اور سارا دن تنہائی میں رہ کر خُدا کے تصوّر میں محو رہتے، رات کو واپس آشرم میں لوٹتے۔ تھوڑا سا پھل یا پودوں کی جڑیں کھا لیتے، وہ اپنے من کو دیکھنے، سُننے، چھُونے اور دوسری دُنیاوی فِطرت والی اشیا سے الگ تھلگ رکھتے۔ تب کہیں جا کر اُنہوں نے 'برہم' کو جانا کہ یہ تو اُن کی اپنی ہی اندرُونی شعُور کی قوت ہے۔''

''لیکن کلجُگ کا انسان جینے کے لئے خوراک پر منحصر ہے۔ اس وجہ سے پورے طور پر جسم ہونے کے فہم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ من کی ایسی حالت میں رہ کر اس کے لئے یہ کہنا واجب نہیں کہ میں وہ ('برہم') ہُوں۔ جب ایک آدمی دُنیاداری کے کام سرانجام دے رہا ہے تو اُسے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں 'برہم' ہُوں۔ جو لوگ دُنیاوی چیزوں سے تعلق نہیں توڑ سکتے، اور جو 'میں' ہونے کے احساس کو چھوڑ نہیں پاتے، ان کو دِل

میں یہ خیال بنائے رکھنا چاہیے کہ میں خُدا کا خادم ہُوں، میں اُس کا عابد ہُوں، عبادت کے راستے پر چلتے ہوئے بھی ہم خُدا کو پا سکتے ہیں۔''

''گیانی (عارف، خُدا شناس) اپنی سُوجھ بُوجھ کی بِنا پر یہ جان کر کہ وہ یہ بھی نہیں، وہ یہ بھی نہیں (نیتی - نیتی) دُنیاوی چیزوں سے رِشتہ توڑے صرف تب ہی اسے 'برہم' کی پہچان ہو سکتی ہے۔ جیسے کوئی زینے کی ایک ایک سیڑھی پار کر کے چھت پر پہنچ سکتا ہے، مگر وِگیانی جس نے خاص طور سے خُدا کے ساتھ ملاقات کی ہوئی ہے، وہ کچھ اور بھی بھانپ لیتا ہے۔ کچھ اور بھی جان لیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جن چیزوں سے چھت بنی ہے۔ اُنہی اینٹوں، چونے، سُرخی سے زینہ بھی بنا ہے (نیتی - نیتی) وہ یہ بھی نہیں، وہ یہ بھی نہیں کر کے جس 'برہم' کا اُسے تصوّر ہوتا ہے وہ جیو اور جگتی (رُوح اور یہ ساری کائنات) ہوتی ہے۔ وگیانی[1] دیکھتا ہے کہ جو خالق کائنات بغیر مخصوص صلاحیت کے نِرگُن[2] کہلاتا ہے حقیقت میں وہی خالقِ کائنات مخصوص صلاحیت سے نسبت رکھنے کی بنا پر ساگُن[3] کہلاتا ہے۔''

''کوئی بھی زیادہ دیر تک چھت پر نہیں رہ سکتا۔ اُسے دوبارہ نیچے آنا پڑتا ہے جو مراقبہ (سمادھی) میں خُدا کا دیدار کر لیتے ہیں اُن کو بھی نیچے آنا پڑتا ہے۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ خالق کائنات نے ہی ساری کائنات اور سب جیووں (جانداروں) کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ سا۔ رے۔ گا۔ ما۔ پا۔ دھا۔ اور نی وغیرہ سارے ہی سنگیت کے سُر ہیں۔ لیکن کوئی بھی آدمی زیادہ دیر تک اپنی آواز کو نی۔ سُر پر نہیں ٹکا سکتا۔ اَنا بالکل ختم نہیں ہوتی مراقبہ میں سے واپس لوٹنے کے بعد اِنسان کو دکھائی پڑتا ہے کہ اَنا، کائنات اور سب جیو خالقِ کائنات ہی ہیں۔ اسی کو ہم وِگیان کہتے ہیں۔''

''وِگیانی دیکھتا ہے کہ 'برہم' سمیرو پہاڑ کی طرح بے حس و حرکت خاموش کھڑا ہے۔ یہ کائنات ستوگُن، رجوگُن اور تموگُن اُن تین گنُوں سے بنی ہے۔ یہ تینوں گُن 'برہم' میں موجود ہیں لیکن 'برہم' اِن سے بے لوث ہے۔''

''وگیانی یہ بھی دیکھتا ہے کہ برہم ہی خُدا ہے۔ اس کا ذاتی خُدا۔ وہ جو اِن تین گنُوں سے پرے

---

1. وِگیانی: خُدا تعالیٰ سے شناسائی جس کی بنا پر کوئی آدمی ساری کائنات کو اُسی کا انکشاف سمجھے۔ یہ کائنات خُدا تعالیٰ کے ہونے کا اعلان ہے۔
2. نِرگُن: صفاتِ انسانی سے مبرّا۔
3. ساگُن: صفاتِ انسانی سے نسبت رکھنے والا۔

ہے۔ خدا ہے۔ اپنی چھ چمتکاری طاقتوں کے ساتھ جو تینوں گنُوں سے پرے ہے خدا ہے۔ جیو جنتو، کائنات، من، عقل، محبت، کنارہ کشی، گیان یہ سب اس کی طاقت کا انکشاف کرتے ہیں۔ (ہنستے ہوئے) اگر ایک رئیس آدمی کے پاس نہ گھر ہو نہ کوئی جائیداد یا اس کو یہ سب بیچنے کے لئے مجبور کیا جائے تب اس کو کوئی رئیس نہیں کہے گا۔ (سب ہنستے ہیں) خدا چھ بڑی طاقتوں کا مالک ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کو کون مانتا؟'' (دوبارہ سب ہنستے ہیں)

''دیکھو تو یہ کائنات، کِتنا دلکش نظارہ ہے۔ اِس میں کِتنا کچھ سمایا ہوا ہے۔ یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے اور بے شمار قسم کے جیو جنتو! چھوٹے اور بڑے۔ بھلے اور بُرے۔ طاقتور اور کمزور، کوئی زیادہ طاقتور کوئی زیادہ کمزور۔''

وِدیا ساگر: 'کیا خدا نے کچھ لوگوں کو زیادہ طاقتور بنایا ہے اور کچھ کو کم؟''

مہاراج: ''رُوح کی بنا پر ہر جگہ موجود ہونے کے سبب ہر چیز میں خدا کا ظہور ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیونٹی میں بھی۔ لیکن الگ الگ چیزوں میں اس کی طاقت کا الگ الگ قسم کا اِنکشاف ہے۔ ورنہ ایک آدمی کیسے دس آدمیوں کو بھگا دیتا ہے، جبکہ دوسرا ایک کو بھی نہیں بھگا سکتا؟ اور یہ بتاؤ یہ سب لوگ تمُہاری عزت کیوں کرتے ہیں؟ کیا تمہارے سر پر سینگ اُگے ہیں؟ (زوردار قہقہہ) تم زیادہ رحمدِل اور تعلیم یافتہ ہو، اسی لئے لوگ تمہاری عزت کرتے ہیں۔ کیا آپ اس بات پر مُجھ سے متفق ہیں؟''

وِدیا ساگر مُسکرا دیتا ہے۔

مہاراج بات جاری رکھتے ہوئے، ''محض عالم فاضل ہونا ہی کافی نہیں۔ تعلیم کا بنُیادی مقصد خدا کو جان لینے اور حاصل کر لینے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ ایک مہاتما نے ایک کتاب کو بڑا سنبھال کر رکھا تھا۔ جب پُوچھا گیا کہ اس میں کیا ہے؟ اس نے کتاب کھول کر دکھائی جس کے ہر صفحے پر 'اوم، رام' کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔''

''گیتا کی کیا اہمیت ہے؟ دس بار گیتا۔ گیتا کہنے سے اُلٹ آواز تاگی۔ تاگی سُنائی دے گی۔ جس کا مطلب تیاگی ہے۔ اور تیاگی اُس آدمی کو کہا جاتا ہے جس نے خدا کی خاطر ہر چیز سے کنارہ کشی کر لی ہو۔ گیتا یہ سکھاتی ہے، او اِنسان! تو سب کچھ چھوڑ کر صرف خدا کی کھوج کر۔ چاہے کوئی درویش ہو یا گرہستی۔ اُسے اپنے من سے سب چیزوں کے لگاؤ کو خیر باد کہنا ہوگا۔''

''چیتنیہ دیو تیر تھ (مقدّس مقام، زیارت) یاترا کے لئے جنوبی بھارت کی طرف نکلے۔ ایک دِن

اُنہوں نے ایک آدمی کو گیتا پڑھتے دیکھا۔ تھوڑی دوری پر بیٹھا دوسرا آدمی گیتا سُنتے سُنتے روتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ چیتنیہ دیو نے اُس سے پُوچھا، کیا تمہیں اِس کی سمجھ آرہی ہے؟ اُس آدمی نے جواب دیا، نہیں جناب، میں گیتا کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھا۔ تو پھر رونے والی کون سی بات ہے؟ چیتنیہ دیو نے پُوچھا۔ عابد نے کہا، ''جیسے ہی میں نے کتاب پڑھتے سُنا، میں نے اپنے سامنے ارجن کا رَتھ دیکھا، میں نے دیکھا کہ بھگوان کرشن اور اَرجن اس میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں رو پڑا۔''

ایک وِگیانی خدا کی جانب شفقت کا رُجحان کیوں رکھتا ہے؟ کیونکہ اس کے اندر 'میں پن' کا احساس مُستقل طور پر بنا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سمادھی کی حالت میں یہ غائب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ دوبارہ واپس لوٹ آتا ہے۔ عام اِنسانوں کے اندر سے 'میں' کا احساس کبھی نہیں جاتا۔ پیپل کے پیڑ کو کاٹ کر چاہے نیچے کیوں نہ گرا دیا جائے، مگر دوسرے ہی دِن اس کی نئی کونپلیں نِکل آتی ہیں۔'' (سب ہنس پڑتے ہیں)

''وِگیان ہونے کے باوجود بھی 'میں پن' (کرتا) کا احساس نا معلوم کہاں سے آجاتا تھا؟ تم خواب میں ایک شیر دیکھتے ہو اور پھر جاگ پڑتے ہو۔ مگر تمہارے دِل کی دھڑکن تیز بنی رہتی ہے۔ تمہارا 'میں پن' ہی تمہارے سب دُکھوں کا سبب ہے۔''

''ایک بار شری رام جی نے ہنُومان سے پُوچھا، ''تم مجھے کس نظر سے دیکھتے ہو؟'' ہنُومان نے جواب دیا، ''مہاراج رام! جب تک میرے من میں 'میں پن' کا احساس بنا رہتا ہے، میں دیکھتا ہُوں کہ آپ مکمل ہیں، اور میں آپ کا حصہ ہُوں۔ آپ میرے مالک ہیں اور میں آپ کا نوکر ہُوں۔ لیکن مُجھے سچے گیان کا احساس ہونے پر میں دیکھتا ہُوں کہ آپ مُجھ میں ہیں اور میں آپ میں ہُوں۔''

''مالک اور نوکر کا رِشتہ بھی صحیح ہے۔ جب تک 'میں پن' کا احساس قائم ہے، اس 'میں' نام کے شیطان کو خدا کا نوکر رہنے دو۔''

''میں اور میرا' یہی جہالت کا سبب ہے۔ میرا گھر، میری دولت، میری تعلیم، میری جائیداد، ایسا رویّہ جو اِس قسم کی سوچ کو بڑھاوا دیتا ہے، جہالت کی نِشانی ہے۔ اس کے برعکس وہ رویّہ جو گیان سے پیدا ہوتا ہے، اُس نظریہ کے تحت اِنسان کہہ اُٹھتا ہے، اے خدا آپ مالک ہیں، سب کچھ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔ یہ گھر، یہ پریوار، یہ بچّے۔ یہ نوکر، چاکر یہ دوست یار۔ یہ سب آپ کا ہی ہے۔''

''ہمیں ہمیشہ موت کو یاد رکھنا چاہیے۔ موت سے کوئی بھی بچ نہیں پائے گا، جیسے دیہات سے کام کاج کی خاطر لوگ کلکتہ شہر میں چلے آتے ہیں۔ ایسے ہی ہم کچھ فرائض ادا کرنے کی خاطر اس دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی امیر آدمی کے باغ کو کوئی دیکھنے جاتا ہے تو وہاں کا نگران اس کو کہتا ہے، یہ ہمارا باغیچہ ہے۔ یہ ہماری جھیل ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اُسے اگر کسی لاپرواہی کی وجہ سے نوکری سے نِکال دیا جاتا ہے تو وہ سب کے سامنے نکاری آم کی لکڑی سے بنے ہوئے ایک صندوق کو بھی نہیں لے جاسکتا۔ وہ اسے چوری چھپے دربان کے ہاتھ بھیج دیتا ہے۔'' (سب ہنستے ہیں)

''کیا کوئی آدمی صرف دلائل کے سہارے خُدا کو جان سکتا ہے؟ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دو اور پھر اُس سے دُعا کرو۔''

(وِدیا ساگر سے مُسکراتے ہوئے) ''اس بارے میں تُمہارا کیا خیال ہے؟''

وِدیا ساگر (مُسکرا کر) ''کسی روز میں آپ کو چپکے سے بتا دُوں گا۔''

مہاراج (ہنستے ہوئے) ''خُدا کو صرف علم و فضل کی دلائل سے نہیں جانا جا سکتا۔ خُدا کی محبت کے نشے میں سرشار مہاراج گانے لگے۔

''کیا کوئی واقعی سمجھ سکا ہے ماں کالی کو؟
اس کی عظمت کا جو کریں خُلاصہ
ہے توفیق کہاں چھ درشنوں[1] میں؟
شاستر یوُں کہتے ہیں سارے
انتر آتما[2] ہے یوگی کی —— وہ!
دھارن کرتی روپ جواُس کا
جس کو کہتے سب مہا کالی
اپنے اندر ہی سب یوگی
پاتے ہیں آنند ہمیشہ

1. چھ درشن: ہندو فلسفے کے چھ شاستر۔ کپل مُنی کا سانکھیہ شاستر، پاتنجلی کا یوگ شاستر، کنڑ کا ویشیشک شاستر، گوتم مُنی کا نیائے شاستر، جیمنی کا میماسہ شاستر، ویاس دیو کا، ویدانت شاستر۔

2. انتر آتما۔ اپنے اندر، اپنی رُوح۔

ہر اک میں ہے عکس اُسی کا
وہ ہی تو ہے رہتی سب میں.....''

بات جاری رکھتے ہوئے مہاراج نے کہا: ''کیا اس فقرے کی طرف آپ نے توجہ دی، چھ شاستروں میں بھی اتنا دم نہیں جو ماں کے کھیل کو بیان کر سکیں۔ صرف علم و فضل کے ذریعہ ہم اُس کو نہیں جان سکتے۔ اُس کو جاننے کے لئے خود اعتمادی اور محبت کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اگر ہمیں خدا پر بھروسہ ہے، اگر ہمارا یقین محکم ہے تو ہمیں ہرگز ڈرنے کی ضرورت نہیں، چاہے ہم نے بڑے سے بڑا گُناہ بھی کیوں نہ کیا ہو۔''

''خوُد اعتمادی، عقیدت اور پیار بھری مستی کے ذریعے خدا کو آسانی سے جانا جا سکتا ہے۔'' یوُں کہتے ہوئے شری رام کرشن جی نے پھر ایک بھجن چھیڑا۔

''بے معنی کیوں کرے تو کوشش
او من میرے
کیسے جانے کھیل تو اس کا؟
جیسے پگلا کوئی ٹٹولے
بن بھگتی کے مستی!
جان سکے گا نہ تو اُس کو
وید منتر، تنتر اور چھ شاستروں سے
یہ تو ہوگا محض — او من میرے
پیار محبت اور شفقت سے
وہ تو رہتا ہے تیرے اندر
کی گہرائیوں میں
جو ہے سچّی مستی ہمیشہ
جس کو پانے خاطر یوگی
یگوں یگوں سے یوگ کماتے
پیار میں اُس کے گہرے ڈوبے

تیرا فرض ہے پیار جگانا
مقناطیس سا کھنچتا آئے دلبر تیرا
رام پرشاد کہے یہ سب سے
میرا دِلبر، ماں کالی ہے
کہہ ڈالی ہیں راز کی باتیں
آخر میں نے او من میرے
بُوجھ پہیلی
کیسے کون ہے، دلبر تیرا؟
او من میرے۔ او من میرے!"

گاتے گاتے شری رام کرشن جی سمادھی میں کھو گئے، مغرب کی طرف مُنھ کیۓ بینچ پر بیٹھے اُن کے دونوں ہاتھوں کی مُٹھّیاں بند ہو گئیں۔ اُن کا تنا ہوا جسم بے حِس و حرکت ہو گیا۔ ہر کوئی بڑی آرزو مندی سے اُن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وِدیا ساگر وفورِ جذبات سے چُپ کا چُپ رہ گیا اور شری رام کرشن جی کو بغیر پلک جھپکے دیکھتا رہا۔

تھوڑے عرصے بعد شری رام کرشن جی اپنے ہوش و حواس میں آگئے۔ اُنہوں نے گہری سانس بھری اور مُسکراتے ہوئے کہا، "خُدا کو جاننے کا ذریعہ پیار اور عبادت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی کو بے بہا محبت ہونی چاہیے۔ وہ جو خالقِ کائنات ہے اُسی کو ماں کہا جاتا ہے۔"

"رام پرشاد کہے یہ سب سے
میرا دِلبر ماں کالی ہے۔ ماں کالی ہے
کہہ ڈالی ہیں راز کی باتیں آخر مین نے
او من میرے، بُوجھ پہیلی
کیسا کون ہے دِلبر تیرا؟
او من میرے، او من میرے....."

یہاں رام پرشاد یہ جاننے کے لئے کہ کیا وہ خُدا کی ہستی کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ اپنے من سے سوال پُوچھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ من اچھی طرح یہ جان لے کہ ویدوں میں جس کو خالِق کائنات کہا گیا ہے،

اُسی کو وہ ماں کالی کہہ کر پُکارتا ہے۔ وہ جو صفاتِ انسانی سے مبرّا ہے، وہی صفاتِ انسانی سے نسبت رکھے ہوئے ہے۔ جو خالقِ کائنات ہے وہ قوتِ تخلیق بھی ہے، بے عملی کی صُورت میں اُسے خالقِ کائنات سے منسُوب کیا جاتا ہے اور تخلیق کار، پروردگار اور فنا کار کی حیثیت سے اس توانائی اوّلین کو ماں کالی سے نوازا جاتا ہے۔

خالق کائنات اور توانائی اوّلین ایک ہی سکّے کے دو پہلو ہیں، جیسے کہ آگ اور آگ کے جلانے کی قوُت، جب ہم آگ کا ذِکر کرتے ہیں تو اُس کا مطلب خود آگ کے جلانے کی قُوت سے ہے۔ دوبارہ یُوں کہہ لیجئے کہ آگ کے جلانے کی قوّت بذاتِ خود آگ ہی ہے۔ اگر ہم ایک صُورت کو تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں دوسری صُورت کو بھی تسلیم کرنا ہوگا۔

واحد خالقِ کائنات کو ہی ماں کا خطاب دیا گیا ہے، ایسا اِس لئے ہے کہ ماں بے پناہ محبت کی زندہ مِثال ہے۔ محض محبت کی معرفت ہی ہم خدا تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ احساسِ وجد، پُر جوش محبت اور اعتماد ہی اس کو حاصل کرنے کے ذریعے ہیں۔ ایک گیت سُنو۔

ہوگا جتنا مراقبہ جِن کا۔ اتنا گہرا اُس کا پیار بھی ہوگا
جتنا گہرا ہوگا پیار، اُتنا اُس کو نفع بھی ہوگا
اعتماد ہی بنیاد ہے سب کی
ماں کالی کے قدموں میں جو، جھیل ہے آبِ حیات کی اُس میں
من میرا ہے ڈوبا رہتا
پرستش۔ نذر و تحفے اور قربانی رکھتے ہیں تھوڑی سی اہمیت

ضرورت ہے بس حد درجہ محبت سے خدا میں کھو جانے کی۔ آبِ حیات کی جھیل لافانیت کی جھیل ہے۔ اس میں ڈوب جانے کے بعد آدمی مرتا نہیں بلکہ ہستیِ لافانی بن جاتا ہے۔

وِدیا ساگر سے: ''تمہاری سرگرمیاں جس میں تم مصروف ہو، اچھی ہیں، اگر تم ان کو بے لاگ نظریہ، اَنا کو چھوڑ کر، اِس خیال کو چھوڑ کر کہ میں ان کو انجام دینے والا ہوں، یہ سب بُھول کر کرو تو اور بھی بہتر ہوگا۔ ان کے عمل سے تم خدا کی عبادت اور محبت کو بیدار کر سکتے ہو اور آخر کار تم اُس تک پہنچ جاؤ گے۔''

''جیسے جیسے خدا کی جانب آپ کی محبت بڑھتی جائے گی، مذہبی رسومات میں آپ کی دلچسپی کم ہوتی جائے گی۔ جب ایک بہو حاملہ ہوتی ہے، اُس کی ساس اس کا کام کاج کم کر دیتی ہے، جیسے جیسے وقت

گزرتا جاتا ہے، بہو کے کام کو اور گھٹا دیا جاتا ہے۔ اور جب بچّے کا جنم ہونے والا ہوتا ہے، اُس کو بالکل کام نہیں کرنے دیا جاتا۔ تاکہ اُس کا کوئی بُرا اثر بچّے پر نہ پڑے یا پیدائش کے وقت کوئی پریشانی نہ ہو۔ ان سماجی خدِمات کی سرگرمیوں کے ذریعے تم سچ مچ ہی اپنا بھلا کر رہے ہو۔ اگر ان خدِمات کو تم قطع تعلقی کے نظریے سے سرانجام دو گے تو تم پاک ہو جاؤ گے۔ اور خدا میں تمہارا پیار گہرا ہوتا جائے گا۔ جب ایسا ہوگا تو تم خدا کو جان لو گے۔''

''دراصل آدمی اِس دُنیا کی مدد کر ہی نہیں سکتا۔ یہ کام صرف خدا کا ہی ہے جس نے یہ سُورج اور چاند بنائے، جس نے ماں باپ کے دِلوں میں بچّوں کی محبت پیدا کی، جس نے پاک رُوحوں میں رحم کی شمع جلائی۔ اور عابدین کو رُوحانیت کا پیار (عشقِ حقیقی) بخشا۔ جو اِنسان بے لاگ نظریے سے دوسروں کی بھلائی کرتا ہے۔ سچّے معنوں میں وہ اپنا ہی بھلا کر رہا ہے۔''

''تمہارے اندر قیمتی خزانہ دفن ہے۔ لیکن تم اس سے بے خبر ہو، اس پر دُھول کی پرت جمی پڑی ہے۔ ایک بار تمہیں اگر اس بات کا احساس ہو جائے تو پھر تمہاری ساری سرگرمیاں کم ہو جائیں گی۔ بچّے کا جنم ہو جانے پر پریوار کی بہو صرف بچّے کے کام کاج میں مصروف رہتی ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتی ہے، اِسی کے لئے کرتی ہے، اس کی ساس گھر کے باقی کاموں سے اُسے فارغ کر دیتی ہے۔''

''خود غرضی کو ترک کرنے سے خدا کی محبت من میں اُمڑتی ہے، تب اُس کی رحمت سے، وقت گزرنے پر اِنسان اُسے پالیتا ہے۔ خدا کو پایا جا سکتا ہے۔ جیسے میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں ایسے ہی اُس سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

خاموشی کے عالم میں، تعجب میں ڈوبے سب لوگ مہاراج کی باتیں سُننے کو بیٹھے ہیں، اُنہیں ایسا دکھائی دے رہا ہے جیسے کہ شری رام کرشن جی کی زبان پر بیٹھی خود عقل کی دیوی سرسوتی نہ صرف وِدیا ساگر سے بلکہ دُنیا بھر کے اِنسانوں سے اُن کی بھلائی کے لئے باتیں کر رہی ہے۔

شام کے قریب نو بجے ہیں۔ شری رام کرشن جی جانے کی تیاری میں ہیں۔

شری رام کرشن جی (وِدیا ساگر سے مسکراتے ہوئے): ''میں تمہیں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کہہ گیا ہوں، تم یہ سب جانتے ہو مگر اس وقت تم بے خبر ہو۔ 'وَرُن' کے خزانے میں بے شمار موتی ہیں، لیکن وہ خود ان سے بے خبر ہے۔''

وِدیا ساگر (مسکراتے ہوئے): ''آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔''

شری رام کرشن (مسکُراتے ہوئے): ''ہاں بھئی ٹھیک تو ہے، بہت سے ایسے بھی امیر آدمی ہیں جنھیں اپنے سب خدمت گاروں کے نام تک یاد نہیں اور یہاں تک کہ وہ گھر میں پڑے ہوئے قیمتی سامان سے بھی بے خبر ہیں۔'' (سب ہنسنے لگتے ہیں)

شری رام کرشن جی کی بات چیت سے سب لوگ بہت خوش ہیں۔ اُنہوں نے مسکُراتے ہوئے دوبارہ وِدیا ساگر سے مخاطب ہو کر کہا، ''آپ کسی روز مندر والے باغیچے میں تشریف لانا میرا مطلب رانی راسمنی کے باغیچے سے ہے۔ بڑی دلکش جگہ ہے۔''

وِدیا ساگر: ''ہاں میں ضرور حاضر ہوں گا۔ آپ نے یہاں تشریف لا کر جو اتنا بڑا اکرم کیا ہے تو کیا میرا آپ کے وہاں آنا فرض نہیں بنتا؟''

شری رام کرشن جی: ''میرے ہاں آنے کے لئے، نہیں نہیں ایسا مت کہیے۔''

وِدیا ساگر: ''کیوں مہاراج! آپ نے ایسا کیوں کہا، کیا مُجھے پوچھنے کا حق ہے؟''

شری رام کرشن (مسکُراتے ہوئے): ''دیکھو ہم مچھلیاں پکڑنے والی چھوٹی کشتیوں کے موافق ہیں۔ (سب مسکُراتے ہیں) ہم چھوٹی نہروں، کم گہرے پانی اور بڑے دریاؤں میں بھی چل سکتے ہیں، لیکن تم تو ایک سالم جہاز ہو، تم راستے میں پھنس کر رہ جاؤ گے۔'' (سب ہنس دیئے)

وِدیا ساگر خاموش رہا۔ شری رام کرشن جی نے مسکرا کر کہا ''لیکن آج کل کے موسم میں تو سالم جہاز بھی چل سکتا ہے۔''

وِدیا ساگر (ہنستے ہوئے): ''کیوں نہیں یہ مون سون کا موسم ہے۔'' (سب ہنس دیئے)

'ایم' (اپنے آپ سے مخاطب ہو کر) ''سچ میں یہ نئے نئے اُمڑتے ہوئے پیار کا موسم ہے، ایسے وقت میں کِسی جھوٹی شان اور تکلف کی ضرورت نہیں۔''

شری رام کرشن جی نے وِدیا ساگر سے رُخصت لی۔ وِدیا ساگر ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتّی لئے اپنے دوستوں کے ساتھ گھر کے بڑے دروازے تک مہاراج کو الوداع کہنے آیا۔ گھر سے روانہ ہونے سے پہلے شری رام کرشن جی نے مدہوشی کی حالت میں پریوار کی خیر و عافیت کے لئے دُعا کی۔

جونہی شری رام کرشن جی اور عابدین دروازے پر پہنچے۔ اُنہوں نے اچانک ایک غیر متوقع نظارہ دیکھا اور سب چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے ایک چھتیس سالہ گورے رنگ کا داڑھی والا نوجوان بنگالی طرز کے کپڑے پہنے، جس نے سکھوں کی طرح اپنے سر پر سفید رنگ کی پگڑی پہن رکھی

تھی، سامنے آ کھڑا ہوا۔ جیسے ہی اُس نے شری رام کرشن جی کو دیکھا وہ اُن کے قدموں سے لپٹ گیا۔

جب وہ کھڑا ہوا تو اُنہوں نے پُوچھا، ''تُم کون ہو؟ بلرام.............؟ تم رات کو اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟''

بلرام: ''مہاراج میں بہت دیر سے انتظار کر رہا تھا۔''

شری رام کرشن جی: ''تُم اندر کیوں نہیں آ گئے؟''

بلرام: ''سب لوگ آپ کو غور سے سُن رہے تھے۔ میں نے خلل ڈالنا ٹھیک نہیں سمجھا۔''

شری رام کرشن جی اپنے ہمنواؤں کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئے۔

وِدیاساگر ('ایم' سے آہستہ سے) ''کیا میں گاڑی کا کرایہ دوں؟''

'ایم': ''اوہ! برائے مہربانی فکر نہ کریں، کرایہ دے دیا گیا ہے۔''

وِدیاساگر اور اُس کے دوستوں نے شری رام کرشن جی کو جھک کر آداب کیا اور گاڑی دکھنیشور کے لئے چل دی لیکن یہ چھوٹی سی ٹولی محترم وِدیاساگر کے ساتھ ہاتھ میں موم بتّی پکڑے تب تک کھڑی رہی جب تک شری رام کرشن جی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔



دُنیاداروں کونصیحت

وِیروار 24-8-1982

شری رام کرشن جی اپنے کمرے کے شمال مشرق کی جانب لمبے برآمدے میں بیٹھے ہاذرا سے باتیں کررہے تھے۔ جب 'ایم' وہاں پہنچا، اس نے مہاراج کو بڑے احترام سے آداب کیا۔

شری رام کرشن جی: ''مجھے ایشور چندر وِدیا ساگر کے پاس کئی مرتبہ جانا ہوگا، چتر کار پہلے پہل لکیروں کا ایک خاکہ بناتا ہے، بعد ازاں تفصیلات دے کر اُس میں اطمینان کے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق رنگ بھرتا ہے۔ بُت تراش پہلے مٹّی کی مورتی بناتا ہے، اس پر پلستر چڑھاتا ہے، پھر اُس پر سفیدی کی پرت چڑھاتا ہے۔ یہ سب کام یکے بعد دیگرے سرانجام دینے ہوں گے۔ وِدیا ساگر مکمل طور سے تیار ہے لیکن اُس کے من پر پتلی سی دُھول کی پرت جمی ہوئی ہے وہ اِس وقت نیکی بہتری کے کام سرانجام دے رہا ہے، مگر وہ نہیں جانتا کہ اُس کے اندر کیا ہے؟ خدا اُس کے اندر چھپا بیٹھا ہے۔ خُدا ہم سب کے اندر موجود ہے، اگر ہم اس بارے میں جان جائیں تو ہم باقی سب کام چھوڑ کر دل میں تڑپ لئے خُدا کی بندگی میں جٹ جائیں۔''

شری رام کرشن جی اب 'ایم' کے ساتھ کبھی کھڑے ہوکر، کبھی لمبے برآمدے میں چہل قدمی کرتے باتیں کرتے رہے۔

شری رام کرشن جی: ''یہ جاننے کے لئے کہ ہمارے اندر کیا چھپا ہوا ہے، تھوڑا سا رُوحانی ضبط چاہیے۔''

'ایم': ''کیا زندگی بھر رُوحانی ضبط کی مشق ضروری ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''شروع سے ہی ضبط کی مشق ضروری ہے، اس کے بعد ہمیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ جب کبھی کشتی طوفانوں سے، اونچی لہروں سے، زور کی آندھیوں یا بل کھاتے دریاؤں سے گزرتی ہے تب ملاح کھڑے ہوکر پتوار کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے۔ یہ رُکاوٹیں دور ہوتے ہی وہ سُکھ کی سانس لیتا ہے۔ جُونہی کشتی دریا کے موڑوں کو پار کرلیتی ہے اور ملاح محسوس کرتا ہے کہ ہوا اَب اُس کے حق میں ہے وہ پتوار تھامے آرام سے بیٹھا رہتا ہے۔ تب وہ بادبان کی رسّیاں کھول دیتا ہے اور تمبا کو پینے کی تیاری کرتا ہے۔ ایسے ہی خُدا کا ایک آرزومند زن اور زر کی لہروں اور طوفان کے گزر جانے کے

بعد امن چین کا مزہ لیتا ہے۔''

''کچھ لوگ فقیر کے اوصاف لے کر جنم لیتے ہیں، لیکن ان کو بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔صرف زن اور زر (حرص اور نفس پرستی) ہی ایسی رُکاوٹیں ہیں جو انسان کی ریاضت کا رُخ موڑ دیتی ہیں، اور اُن کو دُنیاداری میں دھکیل دیتی ہیں۔شاید اُن میں ابھی ہوس پرستی کی خواہش رہی ہوگی۔ یہ خواہش پوری ہونے کے بعد وہ پھر دوبارہ اپنے من کو خدا کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ ریاضت کے لئے پہلی سی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں۔ جب تک من ٹک نہیں جاتا، ریاضت نہیں ہوسکتی۔ دُنیاداری کے طور طریقے ہی ایسے ہیں جو کہ من میں خلل پیدا کرتے ہیں، جس کو جلتی ہوئی موم بتّی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اگر لو جھلملائے نہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ ریاضت کی سمت صحیح طور پر گامزن ہے۔''

''کنارہ کشی کی مشق کرتے وقت کئی بار میں راجسک طبیعت اختیار کر لیا کرتا۔ ایک بار مُجھے زری دار لباس پہننے اور اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی پہننے کی خواہش ہوئی اور یہ کہ لمبی نلی والا حقہ پیوں۔ ماتھر بابو نے میرے لئے یہ سب چیزیں منگوا دیں۔ میں نے زری دار کپڑے پہنے اور کچھ دیر بعد میں نے اپنے من سے کہا، 'یہی ہے جسے زری دار لباس کہتے ہیں۔' میں نے یہ کپڑے اُتارے اور پھینک دیئے۔ اس پوشاک کو میں نے پھر کبھی نہیں پہنا۔ میں نے دوبارہ اپنے آپ سے کہا، من! یہ شال ہے اور یہ ہے انگوٹھی اور یہ لمبی نلی والا حقہ۔ میں نے سب کی سب چیزیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیں۔ پھر کبھی میرے من میں اُن کا لطف اُٹھانے کے لئے خواہش پیدا نہیں ہوئی۔''

شام ہونے والی تھی۔ مہاراج اور 'ایم' جنوب مشرقی دروازے کے پاس برآمدے میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): ''فقیر کا من ہمیشہ خدا سے جڑا رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی باطنی دُنیا میں محو رہتا ہے۔ صرف ایک جھلک سے ہی ایسے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، اُس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوتے ہوئے بھی کچھ دیکھ نہیں پا رہی ہوتیں۔ جیسے ایک ماں پرندہ اپنے انڈے سیتے وقت (انڈوں سے بچّے نکالتے وقت) اِدھر اُدھر کچھ نہ دیکھتے ہوئے اپنی پوری توجہ انڈوں پر ہی مرکوز کئے رہتی ہے۔ کیا تم مُجھ کو کوئی ایسی تصویر دکھا سکتے ہو۔''

'ایم': ''مہاراج! میں ایسی تصویر لانے کی کوشش کروں گا۔''

شام ہوتے ہی مندر روشنی سے جگمگا اُٹھے۔ شری رام کرشن چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے ماں کالی کے

خیالوں میں محو تھے۔ اُنہوں نے خدا کو الگ الگ ناموں سے یاد کیا۔ کمرے میں جہاں تیل کا دِیا جل رہا تھا۔ دھوپ اگربتی جلائی گئی۔ جونہی کالی مندر میں پُوجا شروع ہوئی، شنکھ اور گھڑیالوں کی آواز ہواؤں میں گونج اُٹھی۔ چاند کی چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ مہاراج نے 'ایم' سے دوبارہ کہا۔

مہاراج: ''اپنے فرائض بے لوث جذبے سے سرانجام دو، جس کام میں وِدیاساگر مصروف ہے، اچھا ہے۔ اپنے سارے کام وغیرہ کسی صلے کی خواہش کے بغیر سرانجام دینے کی کوشش کرو۔''

'ایم': ''جی مہاراج! لیکن کیا میں جان سکتا ہوں کہ کیا آدمی اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے خدا کا دیدار کرسکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''کام تو سب کرتے ہیں۔ خدا کو یاد کرنا بھی کام ہے، جیسے کہ توحیدی[1]، انا الحق[2] پر ریاضت کرتا ہے۔ سانس لینا بھی ایک کام ہے۔ کیا مجال ہے کوئی کام چھوڑ دے۔ اسی لئے کام تو کرو لیکن اس کا انجام خدا پر چھوڑ دو۔''

'ایم': ''کیا میں اور زیادہ پیسے کمانے کی کوشش کروں؟''

شری رام کرشن جی: ''نیک کنبے کی خاطر زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانا جائز ہے۔ اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش ضرور کرو مگر ایماندار رہ کر۔ زندگی کا مقصد پیسہ کمانا نہیں بلکہ خدا کی خدمت کرنا ہے۔ پیسہ کمانا ہرگز نقصان دہ نہیں، بشرطیکہ یہ پیسہ خدا کی خدمت میں لگایا جائے۔''

'ایم': ''ہمیں کب تک اپنے بیوی بچّوں کے لئے ذمہ داری نبھانی چاہیے؟''

شری رام کرشن جی: ''جب تک وہ روٹی کپڑا کمانے کے قابل نہیں ہوجاتے۔ لیکن جب بیٹا خود کفیل ہوجائے تو اس کی ذمہ داری لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چڑیوں کے بچّے جب خود چُگنے لگتے ہیں تب ماں کے پاس کھانے کے لئے آئیں تو ماں اُنہیں چونچ مارتی ہے۔''

'ایم': ''ہمیں کب تک اپنے فرض نبھانے چاہئے؟''

مہاراج: ''پھل آنے پر پھول جھڑ جاتے ہیں، خدا کو حاصل کر لینے کے بعد کام نہیں کرنا پڑتا۔ من بھی نہیں لگتا۔''

''زیادہ شراب پی لینے سے شرابی اپنے ہوش و حواس قائم نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ صرف دو یا تین گلاس پیتا ہے تو وہ اپنا کام کاج کرسکتا ہے۔ ڈرو مت۔ جیسے جیسے تم خدا کے قریب آتے جاؤ گے وہ تمہاری

---

1. توحیدی: خدا کے ایک ہونے پر یقین کرنے والا۔ 2. 'انا الحق': میں ہی خدا ہوں۔

سرگرمیاں کم کردیں گے۔''

''چند ایک کام جو تمہارے ہاتھ میں ہیں، اُنہیں ختم کردو۔ اس کے بعد تمہیں چین مل جائے گا۔ گھر کی مالکن جب کھانا پکانے اور دوسرے کام ختم کرکے نہانے جاتی ہے تو پھر چاہے اُسے جتنا بھی کیوں نہ پکارو، وہ واپس نہیں لوٹتی۔''

'ایم': ''جناب! خدا کو جان لینے کا مطلب کیا ہے، اُس کے دیدار سے کیا مُراد ہے، اسے کوئی کیسے حاصل کرسکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ویشنویوں[1] کا کہنا ہے کہ عابدین اور طالبین کا مختلف جماعتوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اوّل اوّل، جو خدا کے دیدار کے لئے جدوجہد کررہے ہیں، وہ جو کامل ہیں، اور وہ جو خدا رسیدہ ہیں، جس نے اس جانب نیا نیا قدم رکھا ہے، اس کو ہم اوّل اوّل کہتے ہیں۔ جو کچھ عرصہ سے رُوحانی ربط وضبط کی مشق میں مصروف ہے، جیسے عبادت، تسبیح پڑھنا، دھیان لگانا، خدا کو یاد کرنا اور اس کی مدح سرائی کرنا، اس کو ہم جدوجہد کرتی رُوح سے خطاب کرتے ہیں۔ اور جس نے اپنے اندرونی مشاہدے کی بنا پر خدا کی ہستی کا احساس کرلیا ہے، اُسے رُوحِ کامل کہتے ہیں۔ اس کی تشریح کے لئے ویدانت میں ایک مثال دی گئی ہے۔ گھر کا مالک ایک اندھیرے کمرے میں سویا پڑا ہے۔ کوئی ٹٹول کر انہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ چارپائی پر ہاتھ جاتا ہے تو وہ کہہ اُٹھتا ہے۔ 'نہیں وہ یہ نہیں ہے۔'' کھڑکی کو چھولیتا ہے تو کہتا ہے، ''یہ نہیں ہے۔'' دروازے کو ہاتھ لگاتا ہے تو یہ بھی نہیں ہے۔ اس عمل کو ویدانت میں نیتی۔ نیتی کہا گیا ہے۔ یہ نہیں، یہ نہیں۔ آخر کار اُس کا ہاتھ گھر کے مالک کو چھولیتا ہے اور وہ خوشی سے چلا اُٹھتا ہے، یہ رہا 'وہ' دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں، اسے گھر کے مالک کی موجودگی کا علم ہوگیا ہے، اُس نے گھر کے مالک کو ڈھونڈ تو لیا ہے مگر ابھی خُوب اچھی طرح جان پہچان نہیں ہو پائی۔''

''ایک اور درجے کے لوگ ہیں جو کہ خدا رسیدہ یا کاملوں کے کامل کہلاتے ہیں۔ جب کوئی مالک سے نزدیک ہوکر بات کرتا ہے۔ تو یہ الگ سی حالت ہے اور جب کوئی شفقت اور عبادت کے ذریعے خدا کو جان لیتا ہے تو یہ ایک دوسری حالت ہے۔''

'ایم': ''کیا خُدا کا دیدار اِنہیں آنکھوں سے کیا جاسکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ان جسمانی آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھا جاسکتا۔ رُوحانی ضبط کے دوران

---

1. ویشنو: بھگوان وشنو کے بھگت

جسم پیار کا ہو جاتا ہے۔ آنکھیں پیار کی، کان پیار کے، انہیں آنکھوں سے وہ دکھائی پڑتے ہیں۔ اُنہیں کانوں سے ان کی آواز سُنائی پڑتی ہے۔''

''لیکن خوب پیار کیئے بنا خُدا کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ خوب پیار کرنے سے چاروں طرف خُدا ہی خُدا دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی یرقان والے کو ہر جگہ پیلا ہی پیلا دکھائی دیتا ہے۔ تب میں وہ ہی ہوں یہ احساس بھی ہو جاتا ہے۔''

''جو کوئی رات دن خُدا کے بارے میں سوچتا رہتا ہے، اس کو ہر جگہ وہ ہی دکھائی پڑتا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کچھ دیر کے لئے ایک شعلے پر اپنی نظر جمائے رکھے تو اس کے بعد اس کو ہر طرف شعلے ہی شعلے دکھائی دیتے ہیں۔''

''لیکن وہ حقیقی شعلہ تو نہیں ہے۔'' 'ایم' کے دل میں سوال اُبھرا۔

شری رام کرشن جی جو کہ انسان کے اندر چھپے خیالات کو پڑھ لیتے ہیں نے کہا، ''رُوحِ عظیم یا مکمل شعُور کے بارے میں سوچتے ہوئے کوئی اپنا شعُور کیسے کھو سکتا ہے۔ شِو ناتھ نے ایک بار کہا تھا کہ خُدا کے بارے میں بار بار سوچنے پر دماغ پاگل ہو جاتا ہے، اس پر میں نے اُس سے کہا، کوئی بھلا باشعُور کا خیال کرنے سے بے شعُور کیسے ہو جائے گا؟''

'ایم': ''جی جناب! میں سمجھ گیا ہُوں، یہ سوچنا ایسا نہیں ہے جیسا کہ غیر حقیقی چیز کے بارے میں سوچنا، کوئی آدمی کیسے اپنی سُوجھ بُوجھ کھو دے گا۔ اگر وہ اپنے من کو اس پر لگائے رکھے جو کہ ہمیشہ ہی عقل کا سرچشمہ ہے؟''

شری رام کرشن جی (خوش ہو کر): ''خُدا کے فضل سے آپ کو سب سمجھ آ گیا، من کے شکوک اُس کی رحمت کے بغیر کبھی دور نہیں ہوتے۔ شکوک رُوح کی ہستی کو جانے بغیر دور نہیں ہوتے۔''

''لیکن خُدا کی رحمت حاصل کر لینے کے بعد ہمیں کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اگر ایک بچہ اپنے والد کا ہاتھ تھامے چلتا ہے، تو وہ گر بھی سکتا ہے۔ مگر والد اپنے بچے کا ہاتھ پکڑ کر چلے تو گرنے کا کوئی ڈر نہیں رہتا۔ اگر خُدا اپنی رحمت سے کسی کے شک و شکوک دور کرتے ہیں اور اُس کے سامنے جلوہ نما ہوتے ہیں تو پھر اُسے کسی دُکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن یہ رحمت اُس پر تبھی برسے گی جب وہ تڑپتے ہوئے دِل سے اُسے یاد کرے گا اور رُوحانی ضبط کی مشق کرے گا۔ بیٹے کو دوڑتے ہانپتے دیکھ کر ماں کا دِل رحم سے بھر جاتا ہے، وہ ماں جو چھپی ہوئی تھی سامنے آ جاتی ہے۔''

'ایم' سوچ رہا تھا کہ خدا ہمیں دوڑ دھوپ کیوں کرواتے ہیں؟

شری رام کرشن جی فوراً بول پڑے، ''یہ اُس کی رضا ہے کہ ہم تھوڑا اِدھر اُدھر دوڑیں، یہی تو مزہ ہے یہ دُنیا خدا کا کھیل ہے۔ اسی کو مہامایا کہتے ہیں۔ جو محض ایک دھوکہ ہے، وہم ہے، اسی لئے ہمیں ماں کالی جو کہ خود ساری کائنات کی قوت ہے کے قدموں تلے پناہ لینی ہوگی۔ یہ وہی ماں ہے جس نے ہمیں مایا کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ خدا کا دیدار تبھی ممکن ہے جب ہم ان زنجیروں کو کاٹ پھینکیں گے۔''

16/اکتوبر 1882

سوموار کا دن تھا۔ دُرگا پُوجا سے چند دن پہلے ماں کالی کی پُوجا کا دن تھا۔ شری رام کرشن جی نریندر کے اپنے ساتھ ہونے سے بہت خوش تھے۔ نریندر اپنے برہمو سماج کے دو تین نوجوان ساتھیوں کو اپنے ہمراہ مندر کے باغیچے میں لایا تھا۔ ان کے ساتھ راکھل، رام لعل، ہاذرا اور 'ایم' بھی مہاراج کے ساتھ تھے۔

نریندر نے دوپہر کا کھانا شری رام کرشن جی کے ساتھ کھایا۔ اس کے بعد مہاراج کے کمرے کے فرش پر ایک عارضی بستر لگا دیا گیا تا کہ شاگرد لوگ کچھ دیر کے لیے آرام کرلیں۔ چٹائی بچھا کر اس پر سفید غلاف چڑھی رضائی رکھ دی گئی، چند ایک تکیوں اور گدوں سے بستر سجایا گیا۔ مہاراج ایک بچّے کی طرح نریندر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے خوش مزاجی سے عابدین کے ساتھ باتیں کیں، چمکتا ہوا مسکراتا چہرہ لئے نریندر پر اپنی آنکھیں گاڑے اپنی زندگی سے جڑے کئی واقعات کا حوالہ دے کہ شری رام کرشن انہیں رُوحانی تعلیمات دے رہے تھے۔

شری رام کرشن جی: ''سمادھی کا مشاہدہ[1] کر لینے کے بعد میرا من صرف خدا کی مدح سرائی کرنا چاہتا ہے۔ مجھے ہمیشہ اُن جگہوں کی تلاش رہتی ہے جہاں شاستروں کی تعلیم دی جا رہی ہوتی ہے میں اَدھیاتم رامائن[2] کے لئے کرشن کشور کے پاس جایا کرتا۔''

کرشن کشور کو خدا پر کتنا پکا بھروسہ تھا۔ ایک بار جب وہ برندابن میں تھا۔ اُسے زور کی پیاس لگی اور وہ ایک کنوئیں پر گیا۔ اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے پاس ایک آدمی کھڑا ہے، اپنے لئے اس نے جب پانی نکالنے کے لئے اُس سے کہا تو وہ آدمی بول اُٹھا۔ جناب! میں نچلی ذات سے تعلق رکھتا ہوں اور تم ایک براہمن ہو، میں تمہارے لئے پانی کیسے نکال سکتا ہوں؟ کرشن کشور نے کہا، تم شو شو کہو، اس کے پاک نام

---

1. سمادھی کا مشاہدہ: صوفیوں کی اِصطلاح میں نورِ الٰہی کا نظارہ۔
2. ادھیاتم رامائن: ہندوؤں کی مذہبی کتاب۔

کو دہرانے سے تم بھی پاک ہو جاؤ گے۔ اُس نچلی ذات والے آدمی نے ایسا ہی کیا اور کرشن کشور جو کہ پرانے فرسودہ خیالات کا براہمن تھا نے پانی پی لیا، کِتنا پکّا بھروسہ۔

''ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک پاکیزہ آدمی گنگا کے کنارے آریادھ پر بنے اشنان گھاٹ (نہانے کی جگہ) کے پاس آکر رہنے لگا۔ یہ گھاٹ دکھنیشور سے زیادہ دور نہیں۔ ہم نے اُسے ملنے کی بات سوچی۔ میں نے ہلدھاری سے کہا، ''کرشن کشور اور میں اُس پاک دامن آدمی سے ملنے جا رہے ہیں، کیا تم ہمارے ساتھ جانا پسند کرو گے؟'' ہلدھاری نے کہا، ''محض ایک اِنسانی جِسم جو کہ مٹّی کے پنجرے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اُس کو ملنے سے کیا حاصل؟'' ہلدھاری گیتا اور فلسفے کے طرزِ خیال کا مفکّر تھا۔ اس لئے اُس نے پاک دامن آدمی کو محض مٹّی کے پنجرے سے تشبیہ دے دی۔ میں نے یہ بات کرشن کشور سے کہہ ڈالی تو وہ غصّے سے لال پیلا ہو کر بول اُٹھا ''ایسی بات کہہ کر ہلدھاری نے تو گُستاخی کی حد ہی کر دی ہے۔ ایک آدمی جو لگا تار خُدا کے بارے میں سوچتا رہتا ہو، جو رام پر تصوّر جمائے رہتا ہو۔ جس نے اُس پروردگار کی خاطر سب کچھ چھوڑ رکھا ہو اُس کو مٹّی کا پنجرہ کہہ دیا؟ کیا ہلدھاری نہیں جانتا کہ ایسا آدمی تو روحِ پاک کا ایک مجسّمہ ہے؟ ہلدھاری کی اس رائے زنی سے کرشن چندر بیحد ناراض ہو گیا۔ جب کبھی وہ مندر کے باغیچہ میں ہلدھاری کو دیکھتا تو اس سے مُنھ پھیر لیتا۔ اس نے ہلدھاری سے بولنا بند کر دیا۔''

ایک دن کرشن کشور نے مجھ سے پوچھا، ''آپ نے جنیؤ[1] اُتار کر کیوں پھینک دیا؟'' خُدا کی جھلک دیکھنے والے اُن دنوں مُجھے لگتا تھا کہ میں ایک بھاری خوفناک طوفان سے گزر رہا ہوں۔ ہر چیز مُجھ سے اُڑ کر دور چلی جاتی۔ میرے پرانے وجود کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ میں دُنیا کے بارے میں سب کچھ بھول چکا تھا۔ جنیؤ کی تو بات ہی نہیں میں بامشکل اپنے جسم پر کوئی کپڑا رکھ پاتا۔ میں نے کرشن کشور سے کہا، ''تمہیں بھی اگر میری طرح خُدا کی مستی کا نشہ کبھی چڑھ جائے تو تم کو یہ بات سمجھ میں آجائے۔''

اور سچ مُچ ایسا ہی واقعہ ہوا، خُدا کی مستی کے نشے میں چُور جیسی کیفیت سے وہ بھی گزرا۔ تب وہ صرف اوم اوم کہا کرتا اور کوٹھری میں چُپ چاپ بیٹھا رہتا۔ اُس کے رِشتہ داروں نے یہ سوچ کر کہ یہ صحیح معنوں میں پاگل ہو گیا ہے ایک ڈاکٹر بلا لیا۔ اُس نے ڈاکٹر سے کہا، ''میرے مرض کا تو علاج ہر حالت میں کرو مگر میرے اوم کا نہیں۔'' (سب ہنس دیئے)

''ایک دِن میں اُسے ملنے گیا، میں نے دیکھا وہ بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟

---

1. جنیؤ: وہ بٹا ہوا دھاگہ جو ہندو براہمن گلے میں لٹکائے رکھتے ہیں۔

وہ بولا، 'ٹیکس کلکٹر یہاں آیا تھا اُس نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ٹیکس جمع نہ کرایا تو وہ میرے پیتل کے برتن اور پیالے وغیرہ نیلام کروا دے گا۔ اسی لئے سوچ میں پڑا ہُوں۔' میں نے کہا، 'تو سوچ کر کیا ہوگا؟ اگر سب اُٹھا کر لے جائیں تو لے جانے دو۔ اگر باندھ کر بھی لے جائیں تو تمہیں تھوڑے ہی لے جاسکیں گے، تم تو ('کھا') آسمان ہو۔'' (نریندر اور دوسرے سبھی ہنس دیئے)

''کرشن کشور مُجھ سے کہا کرتا تھا کہ میں 'کھا' آسمان کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر رُوح کی طرح موجود ہُوں۔ اُس نے یہ نظریہ ادھیاتم رامائن سے اپنایا تھا۔ میں اُسے 'کھا' کہہ کر کبھی کبھار چڑایا کرتا۔ اسی لئے اُس دن میں نے ہنستے ہوئے کہا، ''تم 'کھا' ہو، ٹیکس تو تُمہیں کھینچ کر نہیں لے جاسکے گا۔''

''خدا کی مستی کے نشے میں چُور میں سب کو سچ سچ باتیں، صاف صاف باتیں کہہ دیتا تھا۔ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ معزز لوگوں کے ساتھ بھی میں سچائی کہنے سے نہیں ڈرتا تھا۔''

''ایک دِن رُوحانی نشے میں سرشار میں بارانگور میں گنگا کے اشنان گھاٹ (نہانے کی جگہ) پر گیا، وہاں میں نے جے مکرجی کو خدا کا نام پُکارتے ہوئے دیکھا، لیکن اُس کا من کہیں اور تھا۔ میں کھڑا ہو گیا اور دو تھپڑ اُس کے گالوں پر رسید کر دیئے۔''

''ایک دِن رانی راسمنی مندر والے باغیچہ میں رہائش پذیر تھی۔ وہ کالی ماں کے مندر میں آئی۔ جیسا کہ وہ اکثر کالی ماں کی میری پُوجا کے دوران آیا کرتی تھی۔ اُس نے مُجھ سے بھجن[1] گانے کو کہا۔ جب میں گا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اُس کا من کہیں اور بھٹک رہا ہے۔ میں نے فوراً اُس کے گالوں پر تھپڑ جما دیئے تب وہ ہوش سنبھال کر ہاتھ باندھے بیٹھی رہی۔''

''من کی اس حالت سے میں خوفزدہ ہو گیا، میں نے رِشتے میں اپنے بھائی ہلدھاری سے کہا، 'دیکھو تو میری کیا حالت ہوگئی ہے میں اِس سے کیسے چھٹکارا پاؤں؟' کچھ دیر تک ماں کالی سے التجا کرنے پر اس عادت سے چھوٹ پایا۔''

''جب کوئی من کی ایسی کیفیت میں مُبتلا ہوتا ہے تو اُسے سوائے خدا کی بات چیت کے اور کُچھ نہیں بھاتا۔ جب میں لوگوں کو دُنیاداری کی باتیں کرتے سُنتا تو میں رو اُٹھتا۔ جب میں ماتھر بابو کے ساتھ 'تیرتھ یاترا' (زیارت) کر رہا تھا تو ہم چند دِن بنارس میں راج بابو کے گھر ٹھہرے۔ ایک دن میں، ماتھر بابو، راج بابو اور کچھ دوسرے لوگ اُن کے دیوان خانے میں بیٹھے تھے۔ اُن کو دُنیاوی دھندوں جیسے

---

1. بھجن: وہ گیت جس میں خدا کی حمد ہو۔

کاروبار میں پڑے گھاٹے وغیرہ پر باتیں کرتے میں نے سُنا تو میں رو پڑا۔ اور میں نے ماں کالی کو پکارا، ''ماں تو مجھے یہاں کہاں لے آئی، میں دکھشنیشور مندر میں بھلا چنگا تھا، یہاں مجھے زن اور زر کے بارے میں سننا ہوگا لیکن دکھنیشور میں رہ کر میں ان باتوں سے کنارہ کشی کر سکتا تھا۔''

شری رام کرشن جی نے عابدین سے، خاص کر نریندر سے تھوڑا آرام کرنے کے لئے کہا، وہ خود چھوٹے تخت پوش پر لیٹ گئے۔

بعد دوپہر نریندر نے گیت گایا۔ راکھل، لاٹو، ہاذرا اور پریئہ جو کہ نریندر کا برہمو سماج سے تعلق رکھنے والا دوست تھا، وہاں حاضر تھے۔ گیت ڈھولک کی تھاپ پر گایا گیا:

''مسرت بھرا شاداب چہرہ لئے
رے من تو پکار اپنے محبوب خدا کو
جب تک کہ طوفان کوئی
منتھن نہ کرے آبِ حیات سمندر کا
تو پئے جا آبِ حیات مسلسل
خود پی، اوروں کو پلا
سُوکھ بھی جائے کبھی جو من تیرا
دُہرائے جا نامِ خدا، نامِ خدا
دُنیا کے ویران خانے میں
ہو جائے گا اُچاٹ یہ من
عشق خدا بہا دے گا دوبارہ اس کو
ہوشیار، بھولے سے مت بھولنا
پُکارنا تم نامِ خدا پُکارنا
خطرہ جو منڈلائے چہرے پر تیرے
رحمت کے پتا سے دُعا کرنا
مستی بھری اُونچی سی پکار
کاٹ ڈالے گی بندھن گناہوں کے

یاخدا، یاخدا پکارو کہہ کر
آؤ مل کر سب ہو جائیں دیوانے
اُسی کی مست مستی میں
پوری ہو گی ہر تمنا دِل کی
اور بجھ جائے گی پیاس ہماری
پیار کے یوگ ملن سے۔"

جب سنگیت ختم ہوا تو شری رام کرشن جی نے لمبے عرصے تک نریندر کو اپنی بانہوں میں جکڑے رکھا۔ اور کہا تم نے ہمیں بہت خوش کر دیا ہے۔ اس رات شری رام کرشن جی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا رہا۔ جیسے ان کے مسرت بھرے دِل کے دروازے مکمل طور پر کھل گئے ہوں۔ شام کے آٹھ بج چکے تھے۔ عشقِ خدا کی مستی میں چور وہ اپنے کمرے کے شمال میں لمبے برآمدے میں چہل قدمی کرتے رہے۔ کبھی کبھی وہ ماں کالی سے باتیں کرتے سُنائی دیتے۔

نریندر، 'ایم' اور پریہ آج مندر میں رات گزارنے والے تھے۔ اس بات سے شری رام کرشن جی بہت خوش تھے چونکہ آج نریندر اُن کے قریب ہوگا۔ ماں شاردا دیوی[1] نے جو نہابت میں رہ رہی تھیں کھانا تیار کیا۔ شری رام کرشن جی کے اخراجات کا زیادہ تر حصہ سریندر[2] برداشت کرتا تھا شری رام کرشن جی کے جنوب مشرقی برآمدے میں کھانا لگا دیا گیا۔

جب عابدین کھانا کھا رہے تھے تو شری رام کرشن جی پاس کھڑے اُنہیں دیکھ کر بیحد خوش تھے۔ اُس رات مہاراج خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد عابدین مہاراج کے کمرے میں بچھائی گئی چٹائی پر بیٹھے آرام کرنے لگے۔ مہاراج سے بات چیت کا دور شروع ہوا۔ درحقیقت یہ آنند (موج مستی) کا جشن تھا۔ شری رام کرشن جی نریندر سے کہہ رہے تھے 'عقل کے فلک پر پیار کا جو چودویں کا چاند طلوع ہو رہا ہے، ذرا اُس گانے کو تو گا۔"

نریندر نے گانا شروع کیا اور دوسرے عابدین ڈھولک اور مجیرے بجانے لگے:

---

1. ماں شاردا دیوی: شری رام کرشن جی کی شریک حیات پوتر (پاک) ماں کے نام سے پُکاری جاتی تھیں۔
2. سریندر: اس نام سے شری رام کرشن جی اپنے ایک گرہستی شاگرد 'سریش مترا' کو پکارا کرتے تھے۔

فلکِ دانائی پہ ہو رہا ہے طلوُع محبت کا چاند
سیلابِ عشق میں اُمڈتی بہہ رہی ہیں لہریں ہرسُو
بھرپور شادمانی میں یا خُدا تم ہو۔
جے ہو تمہاری، جے ہو تمہاری

ہیں نمایاں چار سو عابدین سارے
جیسے چمکتے ہوُں چاند کے گِرد ستارے
کھیلتا ہے ساتھ ساتھ مستی میں
محبوبِ شفیق اُن کا
دیکھو تو کھل گئے ہیں آج کواڑ جنت کے
تر و تازہ بہار کی بادِ نسیم
کر رہی ہے نچھاور سرور اس نئے دن پر
کھینچ لائی ہے چپکے سے زمین پر
عِشق خُدا کی مہک
جب تلک پگلا نہ جائیں یوگی مستی میں ڈوب
نوروز کے کھِلتے ہیں کمل
اس دُنیا فانی کے سمندر میں
وہاں شان سے ہے بیٹھی پیاری سی وہ ماں
دیکھو تو یہ مدہوش دیوانے بھنورے
منڈلاتے ہیں پی کے امرت سا رس وہ
دیکھو تو چمکتا ہوا ماں کے چہرے کا یہ نوُر
دیوانہ جو بنائے ہے دِل کو اور
کرے زیر یہ کائنات ساری
پاک قدموں کے گِرد مدہوش کوئی جیسے
تھرکتے ہیں کئی ٹولے پاکدامن پاک بازوں کے

واہ! کتنا حسین و دلکش بے نظیر یہ چہرہ
ہوتا ہے سکوُن بیحد میتسر، دیکھ کے چہرہ
آؤ مل کے گائیں سب گیت ماں کی عظمت کے
ہر دل میں ہے بسیرا جس کا
آؤ مل کے گائیں سب گیت اُسی کے
کہتا ہے یہ پریم داس ہو کر عاجز سب کو

شری رام کرشن جی گائے ناچے اور اُن کے گرد عابدین بھی ناچ اُٹھے۔

آدھی رات سے تھوڑا پہلے نریندر اور عابدین مہاراج کے کمرے کے فرش پر بستر بچھا کر سو گئے۔

صُبح تڑکے ہی کچھ عابدین جاگ اُٹھے۔ اُنہوں نے مہاراج کو دیکھا جو ایک معصوم بچّے کی طرح ننگ دھڑنگ کمرے کے اوُپر نیچے آتے جاتے بہت سے دیوی دیوتاؤں کے نام پکارُ رہے تھے۔ اُن کی آواز شہد کی سی میٹھی تھی۔ کبھی وہ گنگا کی طرف دیکھتے، کبھی وہ دیواروں پر لٹکی تصویرُوں کو جھُک کر سلام کرتے اور اپنی سُریلی آواز میں خدا کا نام پکاُرتے۔ وہ بار بار پکاُر اُٹھتے: ''او ماں! تم ہی برہم ہو، اور تم ہی شکتی۔ تم ہی قدرت ہو اور تم ہی خُدا۔ تم قطعی حقیقت ہو، اب کی بار اس روپ میں رُونما ہو کر آئی ہو، تم کائنات کے پُوشیدہ چوبیس قوائد (تتو) ہو۔''

اِسی دوران کالی اور رادھا کانت مندروں میں صُبح کی پُوجا شروع ہوئی۔ شنکھ اور مجیروں کی آوازیں ہوا میں گوُنج اُٹھیں۔ عابدین کمرے سے باہر آئے تو دیکھا کہ پجاری اور خدِمتگار مندروں میں پُوجا آرتی کے لئے باغیچے سے پھول اکٹھے کر رہے تھے۔ نہابت سے صُبح کے ماحول کے عین موافق سنگیت کے سازوں سے دل کو چھوتی ہوئی موسیقی کی دھنوں کا ترنم ہوا میں تیر رہا تھا۔

نریندر اور دوسرے عابدین صُبح کے فرائض سے فارغ ہو کر مہاراج کے پاس آئے۔ ہونٹوں پر میٹھی سی مسکرُاہٹ لئے سری رام کرشن اپنے کمرے کے پاس شمال مشرقی برآمدے میں کھڑے تھے۔

نریندر: ''ہم نے نانک پنتھ کے کئی سنیاسی پنچ وٹی میں دیکھے ہیں۔''

شری رام کرشن: ''ہاں وہ کل آئے تھے۔'' (نریندر سے مخاطب ہو کر) ''میں تم سُب کو اکٹھا چٹائی پر بیٹھے دیکھنا چاہتا ہوُں۔''

جیسے ہی وہ وہاں پر بیٹھے مہاراج نے ظاہراً انہیں خُوشی خُوشی دیکھا۔ پھر وہ اُن سے باتیں کرنے

لگے۔ نریندر نے اُن سے رُوحانی قوائد کے بارے میں پُوچھا۔

شری رام کرشن جی: ’’بھگتی (عبادت) خُدا سے عشق، سارے رُوحانی ربط وضبط کا سرچشمہ ہے۔ عشق کے ذریعے ہی قدرتی طور پر دست کشی اور سُوجھ بوجھ حاصل کی جاسکتی ہے۔‘‘

نانک پنتھی کمرے میں داخل ہوئے اُنہوں نے مہاراج کو نمونارائن [1] کہہ کر پرنام کیا۔ شری رام کرشن جی نے اُنہیں بیٹھنے کو کہا۔

شری رام کرشن جی: ’’خُدا کے لئے کُچھ بھی ناممکن نہیں۔ اس کی فِطرت کے اوصاف کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے سب ممکن ہے۔ ایک جگہ دو یوگی رُوحانی مشق کر رہے تھے۔ سنت ناردمنی کا وہاں سے گُزرنا ہوا۔ اس کا تعارف پالینے کے بعد اُن میں سے ایک یوگی نے کہا، ’’آپ ابھی ابھی خُدا کو مل کر آرہے ہیں، وہ اس وقت کیا کررہے ہیں، کیوں؟‘‘ ’’میں نے خُدا کو اونٹ اور ہاتھیوں کو سوئی کی نوک میں گُھساتے اور نکالتے دیکھا ہے۔‘‘ یہ سُن کر یوگی بول اُٹھا ’’اس میں حیرانگی کی کون سی بات ہے۔ خُدا کے لئے سب ممکن ہے۔‘‘ مگر دوسرے یوگی نے کہا، ’’اونٹ اور ہاتھیوں کو سوئی کی نوک میں گُھساتے اور نکالتے دیکھا ہے۔ کیا کبھی ایسا ہوسکتا ہے؟ تم تو خُدا کی رہائش گاہ پر کبھی گئے ہی نہیں۔‘‘

جب نریندر اور اُس کے ہم نواؤں نے گنگا میں غسل کر لیا تو شری رام کرشن جی نے سنجیدگی سے کہا، ’’پنچ وٹی میں پیپل کے پیڑ کے نیچے جا کر ریاضت کرو، کیا بیٹھنے کے لئے میں تمہیں کوئی آسن (مسند) دے دوں؟‘‘

تقریباً ساڑھے دس بجے نریندر اور اُس کے برہمو دوست پنچوٹی میں ریاضت کرتے رہے اور پھر شری رام کرشن جی بھی وہاں پر آپہنچے۔ ’ایم‘ بھی وہاں موجود تھا۔

شری رام کرشن جی نے برہمو عابدین کو کہا، ’’ہمیں عبادت کے وقت خُدا میں محو ہو جانا چاہیے، سمندر میں صرف اُوپر کی سطح پر تیرتے رہنے سے کیا فائدہ۔ کیا ایسے میں نِچلی سطح پر پڑے ہوئے ہیرے جواہرات حاصل کیئے جاسکتے ہیں؟‘‘

مہاراج نے پھر گیت گایا:

’’نام کالی کا لئے زبان پر ڈُبکی لگا اے من میرے
رُوح کے گہرے سمندر میں

---

1. نمونارائن: سادھو ایک دوسرے کا سواگت نمونارائن کہہ کر کرتے ہیں۔

کبھی کرنا نہ یقیں کہ ہے خالی موتیوں سے سمندر
ناکام رہو اگر پہلی چند ڈبکیوں میں
مصمّم ارادہ اور کر ضبط اپنے پر
غوطہ لگا گہرا ماں کالی کے دیدار کی خاطر
پڑے ہوئے ہیں سکُون کے درخشاں موتی
بسا لو تم اگر من میں پیار اور چلو شاستروں کے فرمانوں پر
بن سکتے ہو تُم مالک اُن کے
مگر سمندر کی خاموش گہرائیوں میں
چھپے تاک میں بیٹھے ہیں چھ مگر مچھ[1]
خواہش نفسانی، غصّہ اور باقی سب
تلاش ہے ان کو اپنے شِکار کی
لگا لے جسم پر اپنے تو لیپ دانائی کا
سمندر کی تہہ میں بکھرے پڑے ہیں اَن گنت موتی
لگا دے چھلانگ رام پرشاد اور بھر لے مٹھیاں اپنی

نریندر اور اُس کے دوست پنچوٹی میں بنے سیمنٹ کے پلیٹ فارم سے نیچے اُترے اور مہاراج کے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ وہ اُن کے ساتھ اپنے کمرے میں لوٹ آئے۔ مہاراج نے بات جاری رکھی۔ ''جب تم سمندر کے پانی میں چھلانگ لگاؤ تو مگر مچھ آپ پر حملہ کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کے جسم پر ہلدی کا لیپ لگا ہوا ہے تو وہ آپ کو چھوئیں گے نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ چھ مگر مچھ۔ خواہش نفسانی، غصّہ، لالچ وغیرہ یہ سب تمہاری رُوح کی گہرائی میں رہتے ہیں۔ لیکن آپ اپنا بچاؤ دانائی اور دست کشی کی ہلدی مل کر کر سکتے ہیں اور پھر یہ سب مگر مچھ آپ کو چھوئیں گے نہیں۔''

''تم کو کیا حاصل ہوگا صرف علم و فضل اور بیان تقریری سے؟ اگر تم میں دانائی اور دست کشی نہیں۔ ایک خدا ہی سچ ہے باقی سب جھُوٹ۔ خدا ہی ٹھوس حقیقت ہے باقی سب نابود۔ یہی سُوجھ بُوجھ ہے۔''

''سب سے پہلے خدا کو اپنے من مندر میں بٹھاؤ اور بعد میں چاہے جتنی مرضی بیان تقریری کرو۔

1. چھ مگر مچھ: نفسانی خواہش، غصّہ، لالچ، غرُور، حسد، فریب۔

صرف برہم برہم دہرانے سے کیا فائدہ، اگر آپ میں دست کشی اور نفس کشی نہیں تو یہ سب شنکھ کی کھوکھلی آواز کی مانند ہوگا۔''

''ایک گاؤں میں ایک نوجوان پدم لوچن رہتا تھا۔ لوگ اُسے مختصر نام پوُدو کے نام سے پکُارتے تھے۔ اُس گاؤں میں ایک خستہ حال مندر تھا جس میں کوئی بھی مورتی نہیں تھی۔ اُس کے تباہ حال کھنڈروں پر اسوا تھا اور دوسری قسم کے پیڑ اُگ رہے تھے۔ اندر چمگادڑوں کی رہائش تھی، فرش دُھول مٹّی اور چمگادڑوں کی بیٹ سے بھرا پڑا تھا۔ لوگوں نے مندر میں آنا جانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دِن شام کے دھندلکے میں گاؤں والوں نے مندر کی طرف سے آتی ہوئی شنکھ کی آواز سنی۔ اُنہوں نے سوچا شاید کسی نے مندر میں کوئی مورتی رکھ دی ہے اور شام کی عبادت کر رہا ہے۔ اُن میں سے ایک نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور دیکھا کہ پدم لوچن ایک کونے میں کھڑا شنکھ بجا رہا ہے۔ وہاں پر کوئی مورتی نہیں رکھی گئی تھی۔ مندر میں صفائی وغیرہ بھی نہیں کی گئی تھی۔ ہر طرف کوڑا کرکٹ بکھرا پڑا تھا۔ اس نے پوُدو کو چلاتے ہوئے کہا:

''تم نے یہاں مورتی نہیں رکھی اس مندر میں اُومورکھ
بجا کر شنکھ کو تم نے کیا گنُاہ بھاری ہے
رات دن گیارہ چمگادڑ یہاں چیخ وپکُار کرتے ہیں۔''

اگر آپ اپنے دِل میں پروردِگار کی مورتی کو بٹھانا چاہتے ہیں اور اگر آپ اس کو پانا چاہتے ہیں تو محض شور وغُل مچانے سے کام نہیں چلے گا۔ سب سے پہلے اپنا دل صاف کرو۔ صاف ستھرے دل میں خدا بسیرا کرتے ہیں۔ کوئی بھی صاف ستھرُی مورتی کو مندر میں نہیں لا سکتا اگر وہاں چاروں طرف چمگادڑوں کی بیٹ پھیلی پڑی ہو تو۔ گیارہ چمگادڑ، گیارہ اِندریاں ہیں۔ پانچ گیان اِندریاں[1]، پانچ کرم[2] اِندریاں اور ایک من۔''

''سب سے پہلے خدا سے پرارتھنا کرو اور پھر جتنا دل چاہیے تقریر کرو۔ پہلے نیچے تہہ تک غوطہ لگاؤ۔ اور موتی اکٹھے کرلو۔ بعد میں دوسرے کام کرو۔ لیکن چھلانگ لگانا کوئی نہیں چاہتا۔ لوگ رُوحانی ربط و ضبط، عبادات، دست کشی اور نفس کشی سے بے بہرہ ہیں۔ لوگ صرف چند الفاظ سیکھنے کے بعد تقریریں شروع کر دیتے ہیں۔ دوسروں کو تعلیم دینا مُشکل کام ہے، خدا سے حکم نامہ ملنے کے بعد اور اس کے دیدار

1. گیان اِندریاں: قوتِ حواس، 2: کرم اِندریاں: قوتِ اعمال۔ 3: اندریاں: انگ، عضوُ

کر لینے کے بعد ہی وہ تعلیم دینے کا حقدار ہے۔''

باتیں کرتے کرتے مہاراج کمرے کے آخری مغربی حصّے تک آ پہنچے۔'ایم' اُن کے پاس کھڑا تھا۔ شری رام کرشن جی نے بار بار دہرایا کہ خُدا کا دیدار بغیر دانائی اور دست کشی کے نہیں ہوسکتا۔ اس بات سے 'ایم' بہت فکر مند ہو گیا۔ تب وہ اٹھائیس سال کا نوجوان تھا۔ کالج میں پڑھا لکھا مغربی طرز کا اور شادی شُدہ تھا۔ اپنے فرض کا احساس ہونے سے اُس نے اپنے آپ سے سوال کیا، ''کیا سُوجھ بُوجھ اور ٹھنڈے دِل والا ہونے کا مطلب زن اور زر سے دست برداری تو نہیں؟'' وہ واقعی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کروں؟

'ایم' (مہاراج سے مخاطب ہو کر) ''جس آدمی کی بیوی اُس سے یہ کہے کہ تم مُجھے نظر انداز کر رہے ہو، میں خُودکشی کر لوں گی۔ اُس کو کیا کرنا چاہیے؟''

مہاراج (سنجیدگی سے): ''اگر وہ تمہاری رُوحانی زندگی میں رُکاوٹ کا موجب بنتی ہے تو ایسی بیوی کو طلاق دے دو۔ ایسی بیوی جو اپنے خاوند کی رُوحانی زندگی میں روڑے اٹکائے ناپاک عورت ہے۔''

گہری سوچ میں ڈُوبا 'ایم' دیوار کے سہارے کھڑا رہا۔ نریندر اور دوسرے عابدین چند منٹوں کے لئے خاموش ہو گئے۔ مہاراج اُن سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر اچانک 'ایم' کی طرف جا کر اُس کے کان میں دھیمے سے اُنہوں نے کہا، ''اگر آدمی کو خُدا سے سچا عِشق ہے تو پھر چاہے بادشاہ ہو، کوئی سلطان ہو، یا اس کی بیوی سب کے سب اس کی مٹھی میں ہوں گے۔ خاوند کا خُدا سے سچا عشق اُس کی بیوی کو رُوحانی راہ پر چلنے میں مدد دے گا۔ اگر خاوند اچھا ہے تو اُس کی بیوی خُدا کی رحمت سے اس کے نقشِ قدم پر چلے گی۔''

'ایم' کے فکر مند دِل پر ان اِلفاظ نے ڈھارس بندھائی۔ اس دوران وہ سوچنے لگا، ''کرتی ہے تو اُس کو کرنے دو خودکشی۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟''

''ایم': (مہاراج سے): ''یہ دُنیا حقیقت میں بڑی خطرناک ہے۔''

مہاراج (عابدوں سے): ''یہی وجہ تھی کہ چیتنیہ جی نے اپنے ہمنوا 'نیتہ نند' سے کہا، 'سنو بھائی! دُنیاوی من والے شخص کے لئے نجات کی کوئی گنجائش نہیں۔''

ایک اور موقع پر شری رام کرشن جی نے ذاتی طور پر 'ایم' کو کہا، ''ہاں جب تک کوئی سنساری آدمی

ایمانداری سے خدا کی عبادت نہیں کرتا وہ خدا کو نہیں پا سکتا۔ لیکن خدا کو پالینے کے بعد اگر وہ دُنیا میں بنا رہتا ہے تو پھر اسے کوئی ڈر نہیں۔ اور نا ہی کبھی اُس آدمی کو ڈرنے کی ضرورت ہے۔ جس نے کبھی کبھار گوشۂ تنہائی میں جا کر رُوحانی ربط وضبط کے ذریعے ایمانداری سے عبادت کی ہوگی۔ چیتنیہ کے عابدین میں کئی گرہستی بھی تھے، مگر وہ صرف نام کے ہی گرہستی تھے کیونکہ دُنیا سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تھا۔"

دوپہر کا وقت تھا، پُوجا ختم ہو چکی تھی۔ مندر میں پرشاد[1] کا بھوگ لگ چکا تھا۔ مندر کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ شری رام کرشن جی کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ نریندر اور دوسرے عابدین نے مندر سے آئے ہوئے پرشاد کو لینے میں شرکت کی۔

اتوار 22/ اکتوبر 1882ء

آج دُرگا پُوجا کے جشن کا آخری دِن تھا۔ اس دن مٹّی کی مورتی کو کسی جھیل یا دریا کے پانی میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

تقریباً صُبح کے نو بجے 'ایم' دکھنیشور میں مہاراج کے کمرے کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ پاس ہی شری رام کرشن جی چھوٹے پلنگ پر آرام فرما رہے تھا۔ تب راکھل اُن کے پاس ٹھہرا ہوا تھا، اور نریندر اور بھاوَناتھ اکثر اُن کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ بابُورام صرف ایک یا دو بار اُن کو ملنے آیا تھا۔

مہاراج ('ایم' سے): "آجکل تمہاری پرستش کیسے چل رہی ہے۔ تمہارے من کو خدا کا کون سا روپ اچھا لگتا ہے۔ شکل وصورت والا یا بغیر شکل وصورت والا؟"

'ایم': "مہاراج! آج کل میں اپنا من شکل وصورت والے خدا پر ٹکا نہیں پا رہا ہُوں۔ دوسری طرف بغیر شکل وصورت والے خدا پر بھی میں توجّہ نہیں کر پا رہا ہوں۔"

شری رام کرشن جی: "اب تمہیں سمجھ میں آیا کہ یہ من اچانک بغیر شکل وصورت والے خدا پر مرکوز نہیں کیا جا سکتا۔ عقلمندی اسی میں ہے کہ شروع شروع میں خدا کے شکل وصورت والے روپ پر توجّہ دی جائے۔"

'ایم': "کیا آپ کے سمجھانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ مٹّی کے بتوں کی پرستش کی جائے۔"

شری رام کرشن جی: "مٹّی ہی کیوں؟ یہ مُورتیاں شعوُر کا مجسّمہ ہیں۔"

---

1. پرشاد کا بھوگ۔ پکے ہوئے اناج، پھل، مٹھا کا چڑھاوا جو مندر میں مورتیوں کو چڑھایا جاتا ہے۔

'ایم': ''تب بھی آدمی ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے اجزا کے بارے میں سوچے گا۔ مگر یہ بھی سوچتا ہوں کہ شروع شروع میں خدا کے کسی روپ پر دھیان کیے بنا من ٹک نہیں پائے گا۔ اچھا، خدا تو کئی رُوپ اختیار کر سکتا ہے، تو کیا کوئی اپنی ماں کی شکل وصورت پر دھیان لگا سکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! ماں کی پرستش کرنی چاہیے وہ حقیقت میں خدا کا ہی مجسّمہ ہے۔''

'ایم' چپ چاپ بیٹھا رہا۔ چند منٹوں بعد اُس نے مہاراج سے کہا۔ ''آدمی جب بغیر شکل وصورت والے خدا کا سوچ وچار کرتا ہے تو وہ کیسا محسوس کرتا ہے؟ کیا یہ بتانا ممکن ہے؟'' تھوڑی غور وفکر کے بعد مہاراج نے کہا، ''کیا تم نہیں جانتے ہو یہ کس طرح کا ہوتا ہے؟'' وہ کچھ دیر چپ رہے پھر اُنہوں نے بغیر شکل وصورت اور شکل وصورت والے خدا کو جان لینے کے بہ نسبت مشاہدوں کے متعلق 'ایم' کو تھوڑی سی بات بتائی۔

شری رام کرشن جی: ''دیکھو! اس بات کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں رُوحانی ربط وضبط کی مشق کرنی ہوگا۔ فرض کرو ایک کمرے میں خزانہ پڑا ہے، اگر اُسے دیکھنا چاہو اور اُسے حاصل کرنا چاہو تو تمہیں چابی لانے کی زحمت اُٹھاتے ہوئے کمرے کا تالہ کھولنا ہوگا۔ تب تم خزانے کو باہر لے جا سکتے ہو۔ لیکن فرض کرو کمرے کو تالا لگا ہے اور کمرے کے باہر کھڑے تم اپنے آپ سے صرف یہ کہتے رہو۔ لو میں نے دروازہ کھول دیا ہے، اب میں نے پیٹی کا تالہ توڑ دیا ہے۔ اب میں نے خزانہ نکال لیا ہے۔ دروازے کے نزدیک ایسی جھک مارنے سے تمیں ملنے والا کچھ نہیں۔ تمہیں ربط وضبط کی مشق کرنی ہوگی۔''

''عارف بغیر شکل وصورت والے خدا کی توجہ کرتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے کہ خدا اوتار[1] لیتا ہے۔ کرشن جی کی تعریف کرتے ہوئے ارجن نے کہا، آپ مکمل خالق کائنات ہیں۔ شری کرشن جی نے جواب دیا، میرے پیچھے چلو اور تم جان جاؤ گے کہ میں مکمل خالق کائنات ہوں یا نہیں۔' ایسا کہتے ہوئے شری کرشن جی ارجن کو ایک جگہ لے گئے اور اُنہوں نے ارجن سے پُوچھا، 'وہاں تم نے کیا دیکھا؟' ارجن نے کہا، 'میں نے بہت بڑا ایک پیڑ دیکھا اور اس پر میں نے بلیک بیری پھل کے لٹکتے گچھے دیکھے۔' شری کرشن جی نے فرمایا، 'اس کے نزدیک جاؤ اور تم دیکھو گے کہ یہ بلیک بیری کے گچھے نہیں بلکہ میرے جیسے کروڑوں کرشن کے گچھے اس پیڑ پر لٹکے ہوں گے۔ دوسرے معنوں میں اس مکمل خالق کائناتی پیڑ سے

1. اوتار: ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق خدا کا انسان کی شکل میں مخلوق کی اصلاح کے لئے دُنیا میں جنم لے کر آنا۔

کروڑوں اوتار آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

"میں شکل وصورت والے خدا کو مانتا ہوں۔ جبکہ میں اسی رُجحان والے لوگوں کی صحبت میں ہوتا ہوں، اور ساتھ ہی میں ان لوگوں سے مُتفق ہُوں جو خدا کو بنا صورت والا مانتے ہیں۔"

'ایم' (مُسکراتے ہوئے): "آپ اتنے ہی لامحدود ہیں جتنا کہ وہ خالق کائنات، جس کے بارے میں ہم باتیں کر رہے ہیں۔ صحیح معنوں میں کوئی بھی آپ کی گہرائی کی تہہ تک نہیں پُہنچ سکتا۔"

مہاراج (مُسکراتے ہوئے): "میں نے دیکھا کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو۔ تو میں تُمھیں کچھ اور بتا دوں۔ آدمی کو مختلف راہوں سے ہو کر گزُرنا چاہیے۔ کچھ دیر کے لئے اُسے دوسرے کئی عقیدوں کی مشق کرنی چاہیے۔"

"فقیر' دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ وہ جو تیرتھ استھانوں (زیارت گاہوں) پر گھومتے پھرتے ہیں، اور جنہیں ابھی من کا چین نہیں مل سکا۔ مگر کچھ فقیر ایسے ہیں جنہیں مختلف زیارت گاہوں سے گھومتے ہوئے من کو سکوُن حاصل ہو چکاُ ہے اور اب وہ کسی پُر امن جگہ پر آباد ہو جاتے ہیں۔ انہیں اب اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اُسی ایک مقام پر خوش ہیں۔ انہیں زیارت گاہوں پر جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اگر اُن میں سے کبھی کبھار کوئی اُن جگہوں پر جاتا بھی ہے تو محض اس لئے کہ اُس کے نظریہ فکر کو نئی تقویت ملے گی۔"

"بیشک مُتبرک جگہ سے ہمیں فیض ملتا ہے۔ میں ماتھر بابُو[1] کے ہمراہ برندابن گیا۔ 'ہردے' اور ماتھر کے کنُبہ کی عورتیں ہماری ٹولی میں شامل تھیں۔ جیسے ہی میں نے کالیا دمن گھاٹ دیکھا میرے اندر ایک رُوحانی جذبہ اُمڈ پڑا، اور وہ جذبہ مکمّل طور سے میرے اُوپر حاوی ہو گیا۔ ہردے وہاں مُجھے ننھے بچّوں کی طرح نہلایا کرتا۔"

سوُرج ڈھلتے ہی گائیں دُھول مٹّی اُڑاتی واپس لوٹتی ہیں۔ اُس وقت میں جمنا کنارے گھوما کرتا، جب مویشی جمنا کے رتیلے کنارے پر سے چراگاہوں سے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔ اُن گائیوں کو محض دیکھنے ہی سے میرے من میں کرشن جی کے خیال اُمڈ پڑتے۔ میں کسی پاگل کی طرح دوڑتے ہوئے چلاّ اُٹھتا۔ "کہاں ہیں کرشن، میرے کرشن کہاں ہیں؟"

1. ماتھر بابو: رانی راسمنی کا داماد۔ شری رام کرشن جی کا شاگرد۔
2. رادھا کنڈ: رادھا کرشن کی زندگی سے جڑے واقعات والے متھرا کے قریب مقامات۔

''میں پالکی میں بیٹھ کر شیام کُنڈ اور رادھا کُنڈ [2] گیا اور پھر نیچے اُتر کر میں نے متبرک گوور دھن پہاڑ کے دیدار کئے۔ پہاڑ کا نظارہ کرتے ہی میں قدرتی جذبے کی زد میں آ گیا۔ اور دوڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا۔ مجھے اپنے اردگرد کی دُنیا کی کوئی خبر نہ رہی۔ وہاں پر رہنے والوں نے نیچے اُترنے میں میری مدد کی۔ راستے میں شیام کُنڈ اور رادھا کُنڈ کو جاتے ہوئے جب میں نے چراگاہوں، پیڑوں، جھاڑیوں، پرندوں اور ہرنوں کو دیکھا تو میں مستی میں ڈوب گیا۔ میرے کپڑے آنسوؤں سے تربتر ہو گئے۔ میں نے کہا، ''او کرشنا! میں نے جو کچھ پرانے زمانے میں یہاں دیکھا تھا، سب ویسے کا ویسا ہی ہے۔ صرف تم نہیں ہو۔'' پالکی میں بیٹھے بیٹھے میں بولنے کی قوّت کھو بیٹھا۔ ہردے پالکی کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اُس نے کہاروں کو میرے بارے میں ہوشیار رہنے کو کہا۔ میں برندابن میں گنگا مائی کا چہیتا بن گیا، وہ ایک بوڑھی عورت تھی جو مدھوبن کے نزدیک ایک کُٹیا میں اکیلی رہتی تھی۔ میری رُوحانی حالت اور مستی کو دیکھتے ہوئے اُس نے کہا کہ یہ رادھا کا ہی مجسّمہ ہے۔ وہ مجھے دلالی اور پیاری کہہ کر پکارتی۔ اُس کے پاس رہتے ہوئے مجھے کھانا، پینا، نہانا اور گھر لوٹنا بالکل بھول گیا۔ کسی کسی دن ہردے گھر سے کھانا لا کر مجھے کھلا دیتا۔ گنگا مائی اپنے ہاتھوں سے پکایا ہوا کھانا مجھے کھلاتی۔

گنگا مائی سمادھی (اپنی اندرونی دُنیا میں کھو جانا) میں کھو جاتی۔ ایسے موقعوں پر اس کے دیکھنے کے لئے لوگوں کی بھیڑ اُمڈ پڑتی۔ ایک دن مستی کے عالم میں وہ ہردے کے کندھوں پر چڑھ گئی۔

میں اُسے چھوڑ کر کلکتہ واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کے پاس ٹھہرنے کے لئے میرا پورا بندوبست کر دیا گیا۔ مجھے دوبارا اُبلے ہوئے چاول کھانے تھے اور ہمارے بستر کُٹیا کی الگ الگ جانب بچھائے جاتے تھے۔ سارے انتظامات ہو چکے تھے۔ ہردے نے کہا، ''آپ کا معدہ بہت کمزور ہے۔ یہاں آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ گنگا مائی نے کہا، ''کیوں؟ میں ہوں نا دیکھ بھال کرنے کو۔ میں ان کی تیمارداری کروں گی۔'' ایک ہاتھ سے گنگا مائی اور دوسرے سے ہردے مجھے اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ تب مجھے اپنی ماں کی یاد آئی، جو اُن دنوں اکیلی مندر کے باغیچے کی نہابت میں رہ رہی تھیں۔ میں نے اپنی ماں سے دور رہنا ناممکن پایا اور گنگا مائی سے کہا، ''مجھے ہر حالت میں جانا ہوگا، مجھے برندابن کا ماحول بہت پیارا لگا۔''

دوپہر کے قریب گیارہ بجے شری رام کرشن جی نے کالی مندر کا پرشاد کھایا۔ دوپہر کو آرام کرنے کے بعد وہ عابدین سے بات چیت کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ متبرک 'اوم' اور دیوی دیوتاؤں کے

نام کو دُہراتے۔

سورج غروب ہونے کے بعد مندروں میں شام کی پُوجا (پرستش) کی رسم ادا کی گئی۔ چونکہ آج وِجے (درگاپُوجا کا آخری دِن) کا دِن تھا۔ ماں کالی کو عابدین نے بڑی عقیدت سے نمسکار کیا اور شری رام کرشن جی کے قدموں کی دُھول[1] لی۔



1. قدموں کی دُھول لینا: احترام بھرا نمسکار کا طریقہ جس میں بزرگوں کے پاؤں کو ہم اپنے ماتھے سے چھوتے ہیں۔

شری رام کرشن جی اور کیشب چندر سین

27راکتوبر1882

آج شکر وار ہے لکشمی پوجا کا دِن۔ کیشب چندر سین نے شری رام کرشن جی کے لئے گنگا میں کشتی پر سیر کرنے کا انتظام کر رکھا ہے۔

بعد دوپہر قریباً چار بجے بھاپ سے چلنے والی کشتی نے کیشب اور اُس کے برہموسماج کے مُریدوں کو لئے گنگا کے کنارے دکھنیشور میں کالی مندر کے پاس آکر لنگر ڈال دیا۔ مُسافروں نے اپنے سامنے اِشنان گھاٹ اور چاندنی کو دیکھا۔ اُن کے بائیں مندر کے احاطے میں چھ شِو مندر اور ان کے دائیں چھ اور شِو مندروں کا جھُنڈ تھا۔ کالی مندر کا سفید منارہ، پنچوٹی کے اونچے پیڑ اور دیودار کے سیاہ خاکے خزاں کے موسم میں نیلے آسمان کی بلندیاں چھُو رہے تھے۔ دو نہا بتوں کے درمیان باغیچوں میں مہکتے پھُول کھِل رہے تھے۔ گنگا کے کنارے پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ پاک گنگا جو زمانہ قدیم سے ہند آریہ تہذیب و تمدن سے وابستہ ہے کہ بھورے بادامی پانی میں نیلے آسمان کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ باہر کی دُنیا نرم گداز اور پُرسکون دکھائی دے رہی تھی اور برہموسماج کے عابدین کے دِل اطمینان سے بھرے تھے۔

شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں وِجے اور ہر لعل سے بات چیت کر رہے تھے۔ کیشب کے کئی شاگرد اندر داخل ہوئے۔ مہاراج کو نمسکار کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا، ''جہاز پہنچ چکا ہے۔ کیشب بابو نے آپ کو وہاں لانے کے لئے ہمیں بھیجا ہے۔'' ایک چھوٹی کشتی مہاراج کو جہاز تک لے جانے والی تھی۔ جیسے ہی وہ کشتی پر سوار ہوئے، وہ سمادھی میں محو ہو کر باہری ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ وِجے اُن کے ساتھ تھا۔

'ایم' مُسافروں کے ہمراہ تھے۔ جونہی چھوٹی کشتی جہاز سے آلگی۔ سب لوگ شری رام کرشن جی کی ایک جھلک پانے کے لئے جنگلے کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ کیشب فکر مند تھا کہ مہاراج خیریت سے جہاز تک پہنچ جائیں۔ بڑی مُشکل سے اُن کو ہوش و حواس میں لایا گیا۔ اور جہاز کے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ وہ اب بھی اپنے میں مستغرق ایک عابد پر جھک کر سہارا لیتے ہوئے چل رہے تھے۔ کیشب اور دوسرے لوگوں نے اُنہیں جھک کر آداب کیا لیکن وہ بے خبر تھے۔ جہاز کے کمرے میں چند ایک کرسیاں

اور ایک میز پڑی ہوئی تھی۔ مہاراج کو ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ کیشب اور وِجے پاس والی دو کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ عابدین فرش پر بیٹھے اور بہت سے لوگوں کو باہر ہی کھڑے ہونا پڑا۔ وہ سب بڑے اشتیاق سے دروازوں اور کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ شری رام کرشن جی دوبارہ سمادھی میں ڈوب گئے اور اُن کو باہری دُنیا کا مطلق ہوش وحواس نہ رہا۔

کمرے میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے دم گھُٹنے لگا۔ کیشب نے کھڑکیوں کے دروازے کھول دیے۔ کیشب وِجے سے مل کر تھوڑی مُشکل میں پڑ گیا۔ کیونکہ وِجے نے برہموسماج کے کچھ اُصولوں سے اتفاق نہ رکھتے ہوئے برہموسماج سے الگ ہو کر کوئی دوسری سوسائٹی سے تعلق جوڑ لیا تھا۔

برہموسماج کے عابدین شری رام کرشن جی کو پُر اشتیاق نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ رفتہ رفتہ پہلے جیسی عام حالت میں واپس لوٹنے لگے تھے۔ لیکن رُوحانی نشہ اب بھی اُن پر طاری تھا۔ اُنہوں نے آہستہ سے اپنے آپ سے کہا، ''ماں! مُجھے یہاں کیوں لائی ہو؟ ان لوگوں کے اِردگرد باڑ لگی ہوئی ہے۔ یہ آزاد نہیں ہیں۔ کیا میں اِنہیں آزاد کر سکتا ہوں؟'' کیا شری رام کرشن جی کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ یہاں جمع سب لوگ دُنیاوی قید خانے میں بند پڑے ہیں؟ کیا اِن لوگوں کی بے بسی کو دیکھ کر ہی اُنہوں نے ماں سے ایسا کہا تھا؟

شری رام کرشن جی بیرونی دُنیا کے ہوش وحواس میں لوٹ آئے۔ غازی پور کے نیل مادھو اور ایک برہمو عابد پوہاری بابا کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ کسی دوسرے برہمو عابد نے مہاراج سے کہا، ''یہ بھلے آدمی پوہاری بابا سے مل کر آئے ہیں۔ پوہاری بابا غازی پور میں رہتے ہیں اور وہ آپ کی طرح ہی مقدّس انسان ہیں۔'' شری رام کرشن جی کو بولنے میں مُشکل ہو رہی تھی، وہ صرف مُسکرا دیئے۔ برہمو عابد نے بات جاری رکھی، ''مہاراج! پوہاری بابا نے آپ کی تصویر اپنے کمرے میں لگا رکھی ہے۔''

اپنے جسم کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے مُسکرا کر مہاراج نے کہا، ''یہ تو صرف ایک تکیئے کا غلاف ہے۔''

شری رام کرشن جی نے بات جاری رکھی۔ ''لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بھگت کا دِل خُدا کا گھر ہوتا ہے۔ بیشک خُدا اپنی ساری مخلُوقات میں ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔ لیکن اپنے عابدین کے دِلوں میں وہ نمایاں طور سے آشکار ہوتا ہے۔ ایک زمیندار چاہے اپنی جاگیر کے الگ الگ حِصّوں میں گھُومتا پھرتا ہو لیکن لوگ یہی کہتے ہیں کہ وہ عام طور پر ایک مخصوص دیوان خانہ میں مل سکتا ہے۔ عابد کا دِل خُدا کا دیوان خانہ ہے۔''

''عارف جسے خالق کائنات کہتے ہیں۔ فقیر اُسے آتما (رُوح) سے منسوب کرتے ہیں۔ اور عابد اُسے خدا کہتے ہیں۔ ایک ہی براہمن جب مندر میں پُوجا کرتا ہے تو پُجاری کہلاتا ہے، رسوئی گھر میں جب کھانا پکاتا ہے تو اُسے باورچی کہا جاتا ہے۔ عارف جو علم الٰہی کا راستہ اختیار کرلیتا ہے وہ ہمیشہ حقیقت کی وجہ معلوم کرنے کے درپے رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے 'یہ نہیں، یہ نہیں'۔ نہ یہ خالقِ کائنات ہے، نہ وہ خالقِ کائنات۔ اِس طرح وجہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے من یکساں ہو جاتا ہے۔ آخر کار من غائب ہو جاتا ہے اور عارف سمادھی میں محو ہو جاتا ہے۔ یہ خالِق کائنات کا علم ہے۔ عارف کو یقین محکم ہے کہ واحد خالقِ کائنات ہی ایک حقیقت ہے۔ باقی سب دُنیا محض دھوکہ وفریب ہے۔ یہ نام، شکل وصورتیں سب ایک خواب کی مانند غیر حقیقی ہیں۔ خالقِ کائنات ہے کیا؟ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ خالقِ کائنات کوئی شخص ہے۔ ویدانت فلسفہ کے پیروکار عارفین کی یہی تجویز ہے۔

''مگر عابدین شعور کی سب کیفیتوں کو مانتے ہیں۔ وہ ہوش وحواس کی کیفیت کو بھی حقیقت مانتے ہیں۔ اِن کے نزدیک یہ دُنیا خواب کی طرح غیر حقیقی نہیں ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ یہ کائنات خدا کی طاقت اور شان وشوکت کا اِظہار ہے۔ خدا نے خود ہی یہ آسمان، ستارے، چاند، سورج، یہ پہاڑ، سمندر، آدمی اور جانور پیدا کئے ہیں۔ یہ سب اُس کی شان وشوکت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اندر ہی ہے۔ ہمارے دِلوں میں رہتا ہے۔ اور پھر وہ باہر بھی ہے۔ اُونچے درجے اور اعلیٰ قسم کے عابد کہا کرتے ہیں کہ خدا خود ہی یہ ساری صورتیں اختیار کئے ہوئے ہے، جیسے کہ چوبیس آفاقی اُصول، کائنات اور ساری مخلُوق۔ خدا کا عابد گڑ بننا نہیں گڑ کھانا چاہتا ہے۔'' (سب ہنستے ہیں)

''کیا تم جاننا چاہتے ہو کہ خدا کا عاشق کیا محسوس کرتا ہے؟ اس کا نظریہ ہے، یا خدا تم میرے مالک ہو اور میں تمہارا نوکر۔ تم ماں ہو اور میں تمہارا بچّہ اور پھر تم میرے ماتا پِتا ہو۔ تم مکمل ہو اور میں تمہارا ایک جز۔ وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ میں خالقِ کائنات ہوں۔''

''یوگی خدا کی، روحِ برتر کی تلاش میں ہے۔ اس کا مقصد جسمانی رُوح اور رُوحِ برتر کا ملن ہے۔ وہ من کو دُنیاوی اشیاء سے ہٹا کر پوری توجّہ سے خدا کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی لئے رُوحانی ربط وضبط کے دوران وہ کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر پوری توجّہ سے عبادت کی مشق کرتا ہے۔''

''مگر بات تو ایک ہی ہے، صرف نام میں فرق ہے۔ وہ جو خالقِ کائنات ہے حقیقت میں وہ ہی آتما ہے۔ اور پھر وہی خدا ہے۔ وہ فقیروں اور خدا کے عاشقوں کے لئے خدا ہے اور علم الٰہی کے دلدادہ لوگوں

کے لئے خالقِ کائنات ہے۔''

جہاز کلکتہ کی طرف روانہ تھا۔ اُس میں بیٹھے سب مسافر شری رام کرشن جی کی طرف ٹکٹکی باندھے اُن کی میٹھی باتیں سنتے جا رہے تھے۔ وہ جہاز کی ہلچل سے بالکل بے خبر تھے۔ مندروں اور باغیچوں والا دکھنیشور پیچھے رہ گیا تھا۔ کشتی کے چلتے چپوؤں کی، گنگا کے پانی کو چیرتی ہوئی سرسراہٹ کی آواز آ رہی تھی۔ لیکن عابدین ان سب سے بے بہرہ تھے۔ وہ تو بلند پایہ کے اس فقیر کو دیکھے جا رہے تھے۔ وہ فقیر جس کا رُوحانی خوشی سے تمتماتا چہرہ، بے پناہ چھلکتا پیار، خُوشی سے چمکتی آنکھیں، وہ آدمی جس نے خدائے پاک کی خاطر ہر چیز سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ جو ماسوائے خُدا کچھ جانتا ہی نہیں تھا، جس کی باتوں سے دانائی کے پھوارے چھوٹ رہے تھے۔''

شری رام کرشن جی: ''عارف جو توحید ویدانت سے وابستہ ہیں کا کہنا ہے کہ تخلیق، ارتقا اور فنا کا فعل بلکہ خود یہ کائنات اور اس کی مخلُوق، یہ سب خالقِ کائنات کی (شکتی) قوّت[1]، مایا کا ہی مظاہرہ ہے۔ اگر دلیل سے اس کا نتیجہ اخذ کیا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ یہ سب محض خواب کی طرح ایک وہم ہے۔ صرف خالقِ کائنات ہی ایک حقیقت ہے۔ باقی سب غیر حقیقی۔ یہاں تک کہ قوّت کا بھی خواب کی طرح کوئی وجود نہیں۔''

''مگر جب تک آپ سمادھی میں محو نہیں ہو جاتے، تو چاہے کتنا بھی اِستدلال کیوں نہ کریں، آپ شکتی کے دائرے سے باہر نہیں نکل پائیں گے۔ اگر آپ یُوں کہیں کہ میں دھیان میں محو ہُوں، یا میں استغراق میں ہوں۔ تب بھی آپ شکتی کی گرفت میں ہیں۔''

''اوّلین قوّت ہمیشہ سے سرِ عمل ہے۔ وہ کھیل کھیل میں ہی تخلیق کرتی ہے۔ پرورش کرتی ہے، اور فنا کرتی رہتی ہے۔ اس قوت، اس شکتی کو کالی کہتے ہیں۔ کالی ہی حقیقت میں خالقِ کائنات (برہم) ہے۔ اور خالقِ کائنات ہی حقیقت میں کالی ہے۔ اصل میں یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ جب ہمیں یہ بے حرکت دکھائی دیتی ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ تخلیق، پرورش اور فنا کاری کے عمل میں مصرُوف نہیں ہے تو اس حالت میں ہم اسے خالقِ کائنات (برہم) کہتے ہیں۔ لیکن جب یہ ان سرگرمیوں میں مصرُوف ہوتی ہے تو ہم اسے کالی یا شکتی کہتے ہیں۔ حقیقت صرف ایک ہی ہے۔ نام اور صورتیں الگ الگ ہیں۔''

''کائنات کی فنا کاری کے بعد، سِلسلۂ تخلیق کے ایک عظیم چکّر کے خاتمہ پر ماں اپنی اگلی تخلیق کے

1. (شکتی) قوّت، مایا: ویدانت فلسفہ میں خالقِ کائنات کی قوّت کو مایا کہا گیا ہے۔

لئے بیج اکٹھا کرتی ہے۔ وہ گھر کی اس مالکن کی طرح ہے جس کے پاس ایک متفرق ساماں رکھنے والا برتن موجود رہتا ہے۔ جس میں وہ استعمال ہونے والی قسم قسم کی گھریلو اشیاء رکھتی ہے۔'' (سب ہنستے ہیں)

''ہاں یہ سچ ہے گھر والیوں کے پاس ایسے ہی برتن ہوتے ہیں جن میں سمندر جھاگ[1]، نیلی گولیاں، کھیرے پیٹھے اور کدّو کے بیج کی چھوٹی چھوٹی پُڑیاں اور دوسری چیزیں ڈالے رکھتی ہیں۔ اور ضرورت کے وقت وہ انہیں نکال لیتی ہیں۔ اسی طرح کائنات کے خاتمے کے بعد ماں الٰہی جو خالقِ کائنات (برہم) کا مجسمہ ہے۔ اگلی تخلیق کے لئے بیج اکٹھے کرتی ہے۔ تخلیق کے بعد اوّلین شکتی کائنات میں ہی رہتی ہے۔ وہ اس غیر معمولی دُنیا کو ظہور میں لاتی ہے اور اس میں رچ بس جاتی ہے۔ ویدوں میں تخلیق کاری کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مکڑی خود اپنے اندر سے جالا نکالتی ہے اور پھر اسی جالے میں بنی رہتی ہے۔ یہ کائنات اور اُس میں موجود ہر چیز خدا کا ہی وجود ہے۔''

''کیا کالی، میری ماں الٰہی واقعی ہی کالے رنگ کی ہے۔ دور سے دیکھنے میں اُس کا رنگ کالا دکھائی دیتا ہے۔ اسے اچھی طرح جان لینے سے وہ ایسی نہیں ہے۔ آسمان دور سے دیکھنے پر نیلے رنگ کا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اسے نزدیک سے دیکھو تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا تو کوئی بھی رنگ نہیں۔ سمندر کا پانی بھی دور سے نیلا نظر آتا ہے۔ نزدیک جانے پر اُسے ہاتھوں میں لے کر دیکھیں تو معلوم پڑتا ہے کہ اس کا کوئی رنگ نہیں۔''

''بندھن اور نجات دونوں اسی ماں کے بنائے ہوئے ہیں۔ دُنیاوی لوگ اُسی کی مایا سے زن اور زر میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور پھر اُسی کی رحمت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ اُس کو نجات دلانے والی اور دنیاوی بندھنوں کو ہٹانے والی کہا جاتا ہے۔

''ماں الٰہی ہمیشہ زندہ دِل اور خوش طبع ہے۔ یہ کائنات اس کا کھیل ہے۔ وہ اپنی مرضی کی آپ ہی مالک ہے اور اُس کے نرالے ہی انداز ہیں۔ وہ سعادت سے بھرپور ہے، وہ لاکھوں میں سے کسی ایک کو نجات بخشتی ہے۔''

ایک برہمو عابد: ''مہاراج! اگر وہ چاہے تو سب کو نجات عطا کر سکتی ہے۔ تو کیوں اُس نے ہمیں دُنیا میں جکڑ رکھا ہے؟''

---

1. سمندری جھاگ: مہاراج نے شاید اس کو دوشاخہ مچھلی کی ہڈی جو سمندر کے کنارے پائی جاتی ہے کے متعلق کہا ہے۔ عام فہم کہاوت میں اس کو پُختہ سمندری جھاگ کہا جاتا ہے۔

مہاراج: ''وہ اُس کی رضا ہے، وہ اپنی مخلوق سے اپنا کھیل جاری رکھنا چاہتی ہے۔ آنکھ مچولی کے کھیل میں جب سب کھلاڑی دادی کو چھُو لیتے ہیں تو دوڑ دھوپ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر سب اُسے چھُو لیں تو کھیل کیسے چلے گا؟ وہ ناخوش ہو گی۔ اُس کی خُوشی تو کھیل کے کھیلتے رہنے ہی میں ہے۔''

برہمو عابد: ''مہاراج! کیا مکمل دست برداری کے بغیر ہم خدا کا دیدار نہیں کر سکتے؟''

شری رام کرشن جی (مُسکراتے ہوئے): ''بیشک تم اس کے دیدار کر سکتے ہو، تُم سب کچھ کیوں چھوڑ دو گے؟ تُم جیسے ہو ٹھیک ہو۔ بیچ والا راستہ اختیار کئے رکھو۔ آؤ میں تُمھیں اصلیت بتاؤں۔ تُمھارے دُنیا میں بنے رہنے سے کوئی خرابی نہیں، لیکن اپنے من کا رُجحان خدا کی طرف کرو ورنہ تُمھیں کامیابی نہیں ملے گی۔ ایک ہاتھ سے اپنا کام کرتے جاؤ اور دوسرے ہاتھ سے خدا کو تھامے رکھو۔ اپنا کام ختم کر لینے کے بعد دونوں ہاتھوں سے خدا کو تھام لو۔''

''سب کچھ من پر ہی منحصر ہے۔ من ہی سے بندھن ہے۔ اور من ہی سے نجات۔ من پر جو رنگ چڑھاؤ گے وہ اُسی رنگ میں رنگ جائے گا۔ جیسے ابھی ابھی دھوبی سے سفید کپڑے دھل کر آئے ہیں۔ اگر آپ انہیں لال رنگ میں ڈالیں تو یہ لال ہو جائیں گے۔ اگر ان کو نیلے یا ہرے رنگ میں ڈبو دیں گے تو یہ نیلے۔ ہرے ہو جائیں گے۔ رنگ چاہے کوئی بھی ہو جس رنگ میں انہیں رنگو گے وہی رنگ چڑھ جائے گا۔''

''تم نے کبھی دھیان نہیں دیا کہ تم جب تھوڑی انگریزی پڑھ لو تو فوراً انگریزی کے اِلفاظ بولنا شروع کر دیتے ہو؟ تم پھر بوٹ پہن کر سیٹی کی دُھن بجاتے ہو۔ یہ سب ایسے ہی چلتا ہے۔ ایک عالم فاضل اگر سنسکرت پڑھ لے تو وہ فوراً سنسکرت کے مصرعے بولنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر کبھی بری صحبت میں پھنس جاؤ تو تمُھاری بات چیت اور سوچ تمُھارے ساتھیوں سی ہی ہو گی۔ اس کے برعکس اگر تم بھگتوں کے ساتھ رہو، تو تمُھاری بات چیت اور تمُھاری سوچ صرف خدا کے متعلق ہی ہو گی۔''

''من ہی سب کچھ ہے۔ ایک طرف تمُھاری بیوی ہے اور دوسری طرف تمُھاری بیٹی تم دونوں کو الگ الگ طریقے سے پیار کرتے ہو۔ لیکن تمُھارا من تو ایک ہی ہے۔''

''بندھن تو من کا ہے، اور نجات بھی من کی۔ آدمی تو آزاد ہے بشرطیکہ وہ سوچے کہ میں آزاد رُوح ہُوں، میں چاہے دُنیا میں رہُوں، یا جنگل میں۔ میں بندھن میں کیسے بندھ سکتا ہوں؟ میں شہنشاہوں کے شہنشاہ خدا کا بیٹا ہُوں۔ مُجھے بندھن میں کون باندھ سکتا ہے؟ سانپ کے کاٹنے پر اس کے زہر سے چھُٹکارا پانے کی خاطر اگر کوئی مصمّم ارادے سے کہتا ہے کہ مُجھے تو سانپ کا زہر چڑھا ہی نہیں۔ تو وہ زہر

سے چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے۔ اگر کوئی پکّے ارادے سے کمر باندھ کر کہے کہ میں بندھا ہوا نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں تو سچ میں ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ یقیناً آزاد ہو جاتا ہے۔"

"ایک دفعہ کسی نے مُجھے عیسائیوں کی ایک کتاب دی۔ میں نے اُس سے کہا، یہ کتاب مُجھے پڑھ کر سُناؤ۔ اُس میں سوائے گُناہ اور کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔" (کیشب سے مخاطب ہوکر) "تمہارے برہمو سماج میں بھی گُناہ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں عام طور پر سُنا جاتا ہے۔ کمبخت جو لگاتار یہ کہتا رہتا ہے میں جکڑا ہوا ہوں۔ میں جکڑا ہوا ہوں۔ آخر کار وہ جکڑا ہی جاتا ہے۔ جو دن رات یہی رٹ لگائے رکھتا ہے۔ میں گُنہگار ہوں، میں گُنہگار ہوں حقیقتاً گُناہگار ہی بن جاتا ہے۔"

"ہمیں خدا پر اس قدر بھروسہ ہونا چاہیے کہ ہم کہتے رہیں۔ میں نے اس کا نام پکُارا ہے، کیا اب بھی گُناہ میرے ساتھ چمٹے رہیں گے؟ میں کیونکر گُنہگار ہو سکتا ہوں؟ اس کے بعد بھی میں بندھن میں کیسے جکڑا رہ سکتا ہوں۔"

"اگر کوئی آدمی خدا کا نام پکارتا ہے۔ تو اُس کا جسم، من اور ہر چیز پاک ہو جاتی ہے۔ کوئی کیوں صرف گناہ۔ جہنم اور اس قسم کی باتیں کرے؟ صرف ایک بار کہو۔ اے مالک! بیشک میں نے بداعمالی کے کام کئے ہیں مگر اب میں انہیں دوبارہ کبھی نہیں کروں گا اور پھر خدا کے نام کا بھروسہ کرو۔"

"میں نے اپنی ماں الٰہی سے صرف پاک محبت کے لئے دُعا کی ہے۔ میں نے اُس کے کمل جیسے قدموں میں پھول چڑھائے اور التجا کی۔ ماں یہ رہی تمہاری پارسائی یہ رہے، تمہارے گُناہ سنبھالو۔ اِن دونوں کو اور مُجھے عطا فرماؤ، اپنی پاک محبت، یہ رہا تمہارا علم اور یہ رہی تمہاری جہالت۔ اِن دونوں کو لے لو اور مُجھے صرف اپنی پاک محبت دے دو۔ یہ رہی تمہاری پاکیزگی اور یہ رہی ناپاکیزگی۔ ماں، یہ دونوں لے لو اور مُجھے اپنی سچّی محبت بخشو۔ یہ رہی تمہاری نیکی اور یہ رہی تمہاری بدی۔ ماں یہ سب مُجھ سے لے لو اور مُجھے عنایت کرو اپنی پاک محبت۔"

"اس دُنیا میں رہتے ہوئے ہم خدا کو کیوں حاصل نہیں کرسکتے؟ ہاں دُنیا میں رہتے ہوئے ہمیں کبھی کبھار گوشۂ تنہائی میں جانا چاہیے۔ اگر کوئی آدمی اپنے پریوار سے دور جا کر تنہائی میں رہے اور خدا کے لئے تین دن تک روتا رہے تو ایسا کرنا اُس کے لئے مفید ہوگا۔ اگر کوئی صرف ایک دِن کے لئے بھی تنہائی میں رہ کر خدا کے لئے فکر مند ہو جائے۔ اور اگر وہ فرصت کے دوران بھی اِسے یاد کرے تو اِس سے بھی اُس کا بھلا ہوگا۔"

''دُنیاداری کی بیماری بھی معیادی بخار کی طرح ہے۔ اُس میعادی بخار والے آدمی کے کمرے میں پانی کا ایک بڑا سا جگ اور اچار کا ایک مرتبان پڑا ہوا ہے، اگر آپ اُسے بیماری سے چھُٹکارا دلانا چاہتے ہیں تو اُسے کمرے سے باہر لے جانا ہوگا۔ ایک دُنیادار بھی معیادی بخار کے مریض کی مانند ہے۔ لطف اُٹھانے کی بہت سی چیزیں بھی پانی کا بھرا ہوا بڑا سا جگ ہے اور اُن کی لطف اندوزی کی خواہش ہی اس کی پیاس ہے۔ اچار کا خیال آتے ہی مُنہ میں پانی بھر آتا ہے۔ تُمہیں اِن چیزوں کو پاس لانے کی ضرورت نہیں۔ وہ پہلے ہی ان میں گھرا ہوا ہے۔ ایک عورت کی رفاقت بھی اچار جیسی ہے۔ اس کے علاج کے لئے گوشۂ تنہائی اشد ضروری ہے۔''

سمندری لہروں کا بہاؤ آہستہ آہستہ تیز ہونے لگا۔ جہاز تیز رفتار سے کلکتہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ ہاوڑہ پُل کے نیچے سے گزرتا ہوا بوٹانیکل گارڈن کے نزدیک پہنچ گیا۔ کپتان کو دریا کی نِچلی سطح پر تھوڑا اور آگے بڑھنے کو کہا گیا۔ شری رام کرشن جی کی جادو بھری بات چیت سے متاثر زیادہ تر مُسافروں کو نہ تو وقت کا اندازہ رہا اور نہ ہی اس بات کی خبر کہ وہ کہاں آ پہنچے ہیں۔

کیشب نے پھولے ہوئے چاول اور کدوکش ناریل بانٹنے شروع کئے۔ مہمان انہیں کپڑوں کی سلوٹوں میں رکھ کر کھانے لگے۔ ہر کوئی خُوش نظر آ رہا تھا۔ مہاراج نے دیکھا کہ کیشب اور وِجے کسی وجہ سے آپس میں سکڑُے بیٹھے تھے۔ وہ اُن میں صُلح صفائی کرانے کے آرزومند تھے۔

شری رام کرشن جی (کیشب سے مُخاطب ہوکر): ''ذرا دیکھو تو، تمہارا جھگڑا رام اور شو کی لڑائی جیسا ہے۔ شو رام جی کے مُرشد تھے۔ چاہے ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا لیکن جلد ہی ان میں صُلح صفائی ہوگئی۔ مگر شو بھگتوں کی بھوتوں جیسی اینٹھن اور رام بھگتوں کی بیہودہ باتوں کا کبھی خاتمہ نہ ہوا۔'' (سب ہنس پڑے) ''ایسے چھوٹے چھوٹے جھگڑے اپنے رشتے ناطے والوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ رامانُج اپنی ادویت کے مشرُوط عقیدوں پر قائم رہے۔ جبکہ اُس کے مُرشد خاص سادہ ادویت کے پیروکار تھے۔ اُن کی ایک دوسرے سے اختلاف رائے تھی اور وہ بحث میں ایک دوسرے کو غلط ثابت کیا کرتے۔ ایسا ہمیشہ ہوتا ہے۔ اُستاد کے لئے شاگرد تو اپنا ہی ہے۔''

مہاراج کی رفاقت اور اُن کی باتوں سے سب خُوش تھے۔

شری رام کرشن جی (کیشب سے): ''تم لوگوں کو اپنا شاگرد بنانے سے پہلے اُن کی فِطرت کو بھلی بھانتی نہیں جانتے، اِسی لئے وہ تُم سے ناطہ توڑ لیتے ہیں۔''

''یقیناً سب کی شکلیں ایک سی دکھائی پڑتی ہیں۔ لیکن اُن کی فِطرت الگ الگ ہے۔ کچُھ لوگوں میں زیادہ ستّو ہے۔ دوسروں میں زیادہ رجّو اور باقی لوگوں میں زیادہ تر تامس ہے۔ تم نے 'پلی' نام کی پیسٹری دیکھی ہوگی، سب ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں لیکن اُن کے اندر الگ الگ قسم کے مواد پائے جاتے ہیں۔ کچُھ ایک کے اندر گاڑھا دُودھ، کسی میں ناریل کی گری اور باقی والوں میں صرف اُبلے ہوئے مسُور کی چٹنی ہوتی ہے۔'' (سب ہنس پڑے)

''کیا تم میرے بارے میں میرا رویہ جانتے ہو؟ میں کھاتا ہوُں پیتا ہوُں، اور خُوش رہتا ہوُں۔ باقی سب حال ماں الٰہی جانتی ہے۔ تین الفاظ مُرشد، مالک اور والد سچ میں مجُھے بہت چبھن دیتے ہیں۔''

''مُرشد صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے سچدّ انند [1]۔ وہ اکیلا ہی اُستاد ہے۔ میرا خُدا کی طرف رویہ جیسے ایک بچّے کا اپنی ماں کی طرف ہے۔ ایسا ہی ہے۔ انسانی جاموں میں لاکھوں مُرشد مل سکتے ہیں۔ سب اُستاد بننا چاہتے ہیں۔ لیکن شاگِرد کون بنے گا؟''

''دوسروں کو تعلیم دُینا بہت مُشکل ہے۔ اگر خُدا اپنے آپ کو کسی کے سامنے آشکار کرے اور اسے مستُحق بنائے صرف تب ہی وہ تعلیم دے سکتا ہے۔ اگر تُمہیں خُدا سے حکم نہیں ملا ہو تو تمُہاری سُنے گا کون؟''

''کیا تم جانتے ہو کتنی آسانی سے کلکتہ کے لوگ جوش میں آجاتے ہیں؟ جب تک چولہا نیچے جلتا رہتا ہے، دودھ کی بھاپ نکلتی رہتی ہے اور وہ اُبلتا رہتا ہے۔ آگ کو ہٹاؤ، سب کچھ خاموش ہو جاتا ہے۔ کلکتہ کے لوگ سنسنی پھیلانا خوب پسند کرتے ہیں۔ تم انہیں کسی جگہ کنواں کھودتے دیکھو۔ وہ کہیں گے ہمیں پانی درکار ہے۔ اگر کنوئاں کھودتے ہوئے نیچے پتھر آجائے تو وہ اُس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کھدائی شرُوع کر دیں گے۔ اتفاق سے وہاں ریت آجاتی ہے، وہ اُس جگہ کو بھی چھوڑ دیں گے۔ پھر تیسری جگہ شرُوع کرتے ہیں، اسی طرح یہ سِلسلہ چلتا رہتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہو پائے گا اگر آدمی صرف یہی سوچ لے کہ وہ ایسا خُدا کے حکمؔ سے کر رہا ہے۔''

'خُدا کسی کے سامنے اپنا اِنکشاف کرتا ہے۔ اُس سے بات چیت کرتا ہے۔ صرف تب ہی اُسے حکمُ ملتا ہے۔ ایسے استاد کے الفاظ کتنے طاقتور ہوں گے! وہ پہاڑ کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن کورے لیکچر؟ لوگ چند دنوں تک انہیں سنیں گے اور پھر بھول جائیں گے۔ محض اِلفاظ پر وہ عمل نہیں کریں گے۔''

---

1. سچدانند: خالقِ کائنات کا ایک نام۔

''کمار پکُر میں ایک چھوٹی سی جھیل ہے جس کا نام ہلدار پکُر ہے۔ کئی لوگ اُس کے کناروں پر گندگی پھیلاتے ہیں۔ دوسرے لوگ جو وہاں نہانے آتے ہیں اُن ناپسندیدہ لوگوں سے خوب گالی گلوچ کرتے ہیں لیکن دوسری صُبح پھر ویسا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ بدتمیزی رکتی نہیں۔'' (سب ہنستے ہیں) ''گاؤں والوں نے اس بارے میں حکام سے شکایت کی۔ پولیس کے ایک سپاہی کو بھیجا گیا، جس نے چیتاونی کا ایک اشتہار وہاں لگا دیا، جس پر لکھا تھا کہ بدتمیزی برداشت نہیں کی جائے گی۔ بدذات لوگوں نے بدتمیزی فوراً بند کردی۔'' (سب ہنس پڑے)

''دوسروں کو سکھانے کے لئے ہمارے پاس حاکم ہونے کا بلاّ ہونا چاہیئے، نہیں تو تُمہارا مشورہ مذاق بن کر رہ جائے گا۔ ایک جاہل انسان کا دوسروں کو مشورہ دینا ٹھیک ایسا ہی ہے جیسے ایک اندھے کا دوسرے اندھے کو راستہ دکھانا۔ کسی کا بھلا کرنے کے بجائے ایسی تعلیم نقصان دہ ہوسکتی ہے، خُدا کا دیدار کرلینے کے بعد ہمارا اندرونی شعُور بیدار ہوجاتا ہے۔ تبھی ہم رُوحانی بیماری میں مُبتلا کسی شخص کے مرض کو سمجھ سکتے ہیں۔''

''خُدا کے حکُم نامہ کے بغیر آدمی مغرور ہوجاتا ہے، وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ میں لوگوں کو تعلیم دے رہا ہوں۔ یہ غرور جہالت سے پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ ایک جاہل آدمی سمجھتا ہے کہ میں ہی کارساز (کرنے والا، کرتا) ہوں۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ خُدا ہی کارساز ہے تو وہ واقعی ہی جیتے جی نجات حاصل کر لیتا ہے۔ واحد خُدا ہی ہر چیز، ہر کام کو سرانجام دے رہا ہے۔ میں تو کچھ کر ہی نہیں رہا۔ آدمی کی مصیبتیں اور دُکھ اس مُستقل خیال سے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ ہی کرتا دھرتا ہے۔''

''تم لوگ دُنیا کی بھلائی کی باتیں کرتے رہتے ہو۔ کیا یہ دُنیا اتنی چھوٹی سی چیز ہے؟ اور تم کون ہو، دُنیا کا بھلا کرنے والے۔ عبادت کے ذریعہ خُدا کا دیدار کرو، اگر وہ تُمہیں توفیق دیں تو تب سب کا بھلا کرسکتے ہو، ورنہ نہیں۔''

ایک برہمو عابد: ''مہاراج! جب تک ہم خُدا کا دیدار نہیں کرلیتے تب تک کیا ہمیں اپنی سرگرمیاں ترک کردینی چاہیے؟''

شری رام کرشن جی: ''نہیں! تم اپنی سرگرمیاں کیوں ترک کروگے۔ تم اس کا تصوّر کرو، اس کی مدح سرائی کرو اور روزمرہ کی ریاضت کرتے رہو۔''

برہمو عابد: ''لیکن دُنیاوی فرائض جیسے پیسہ کمانا وغیرہ اُس کا کیا کریں؟''

شری رام کرشن جی: ''تمہیں وہ کام بھی کرنے چاہیے لیکن صرف روزی روٹی کی ضرورت کے مطابق۔ ساتھ ہی تمہیں گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر، آنکھوں میں آنسو بھر کر خدا سے دُعا کرنی چاہیے کہ وہ تمہیں بنا خود غرضی کے اپنے فرائض سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ تمہیں اُس سے کہنا چاہیے۔ یا خدا! میرے دُنیاوی فرائض کم سے کم کردے نہیں تو میں ان زیادہ سرگرمیوں میں اُلجھنے سے تمہیں بھول جاتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں بنا خود غرضی کے کام کر رہا ہوں، مگر جب دیکھتا ہوں تو خود غرضی سامنے آجاتی ہے۔ لوگ جو زیادہ سے زیادہ خیرات دیتے ہیں، غریبوں میں کپڑے بانٹتے ہیں، وہ بھی نام اور شہرت حاصل کرنے کے شکار بن جاتے ہیں۔''

''شمبھو ملک نے ایک بار بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہسپتال، ڈسپنسریاں، اسکول، سڑکیں، تالاب کھدوانے اور اس قسم کے دوسرے کام کروانا چاہتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ وہ ایسے کاموں کے لئے اپنی حد سے باہر نہ جائے۔ تم ایسے کام سرانجام دو، جن کی سخت ضرورت ہے اور جو تمہارے سامنے آجائیں۔ انہیں غیر جانبدارانہ طریقہ سے نبھاؤ۔ بہت سی سرگرمیوں میں اُلجھ جانا اچھا نہیں۔ اس طرح آدمی خدا کو بھول جاتا ہے۔ کچھ لوگ کالی گھاٹ مندر میں غریبوں کو خیرات دینے میں اپنا سارا وقت گزار دیتے ہیں۔ مندر کے اندر جا کر ماں کالی کے دیدار کرنے کے لئے اُن کو وقت نہیں ملتا۔ (قہقہہ) جیسے بھی ہو پہلے ماں کے دیدار کرنا لازمی ہے، چاہے بھیڑ کو دھکیل کر کیوں نہ جانا پڑے۔ بعد میں تم خیرات دو یا نہ دو وہ تمہاری مرضی۔ کام تو محض خدا کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ خدا کا عاشق کہتا ہے، یا خدا! مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو، مجھے ہمیشہ اپنی صحبت میں رکھو، مجھے اپنی پُر خلوص اور پاک محبت بخشو۔''

کرم یوگ 1 حقیقت میں مشکل کام ہے۔ کلجگ میں شاستروں کے مطابق رسُوم کو عملی جامہ پہنانا بہت مُشکل ہے۔ آج کل کے اِنسان کی زندگی صرف خوراک پر منحصر ہے۔ اس کے پاس زیادہ شاستر کے اُصولوں پر چلنے کے لئے وقت نہیں۔ بالفرض ایک آدمی بخار سے بستر دراز ہے، اگر آپ اُس کا معالجہ قدیم زمانے کے دیسی نسخوں سے کریں گے تو بہت پہلے ہی اُس کی زندگی کا چراغ بجھ جائے گا۔ وہ بہت

---

1. کرم یوگ (الف): کسی عارف کا غیر جانبداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوئے خدا کو حاصل کرنے کا طریقہ۔
(ب): خدا کو حاصل کرنے کی خاطر ویدوں کے مطابق مذہبی عبادت کی رسُوم۔

دیر برداشت نہیں کر پائے گا۔ آج کل شدید ڈی گپتا (بخار کی ایک پیٹینٹ دوائی جس میں کونین کی بھاری مقدار موجود ہوتی ہے) مرکب مناسب ہے۔ کلجگ میں سب سے بڑھیا طریقہ بھگتی یوگ (عبادت) کا راستہ، خدا کی مدح سرائی اور خدا سے دُعا کرنا ہے۔ واحد عبادت کا راستہ ہی اس دور کی دین ہے۔

(برہمو عابدین سے مخاطب ہوکر) تمہارا راستہ بھی عبادت کا ہی راستہ ہے۔ سچ میں تم خوش نصیب ہو جو ہری کا نام گنگناتے ہو اور ماں الٰہی کے جلوؤں کی مدح سرائی کرتے ہو۔ مجھے تمہارا رویہ پسند ہے۔ تم ادویت کے پیروکاروں کی طرح دُنیا کو خواب نہیں کہتے۔ تم ان کی طرح برہم گیانی 1 نہیں۔ تم تو عابد ہو، خدا کے عاشق۔ یہ بھی اچھا ہے کہ تم اس کی ہستی تصوّر کرتے ہو۔ تم اس کے پرستار ہو، اگر تم اسے خلوص اور سنجیدگی سے یاد کرو تو تم ضرور ہی اس کے دیدار کر پاؤ گے۔''

کشتی نے کالیہ گھاٹ پر لنگر ڈال دیا اور مسافروں نے اُترنے کی تیاری کر لی۔ باہر نکلتے ہی انہیں چودھویں کا چاند جگمگاتا ہوا دکھائی دیا۔ پیڑ، عمارتیں، گنگا پر کھڑی کشتیاں جیسے چاند کی چاندنی میں غسل کر رہی ہوں۔ مہاراج کے لئے ایک بگھی منگوائی گئی جس میں 'ایم' اور دوسرے عابدین اُن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ مہاراج نے کیشب کے بارے میں پوچھا۔ تھوڑی دیر میں وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ کیشب نے ان کو جھک کر سلام کیا اور پھر اُن سے جدا ہو گیا۔

گھوڑا گاڑی شہر میں انگریزوں کے محلے میں سے ہوکر گزری۔ مہاراج نے سڑک کے دونوں طرف خوبصورت عمارتوں کا نظارہ دیکھا۔ اچانک اُنہوں نے کہا، ''مجھے پیاس لگی ہے، کیا کیا جائے؟'' کیشب کے بھتیجے نند لعل نے انڈیا کلب کے پاس گاڑی روکی اور پانی لینے کے لئے سیڑھوں کے اُوپر چڑھ گیا۔ مہاراج نے پُوچھا، ''کیا گلاس کو اچھی طرح سے صاف کر لیا گیا تھا۔'' یہ یقین دلانے پر کہ گلاس اچھی طرح صاف کر لیا گیا تھا، اُنہوں نے پانی پیا۔

گاڑی جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی۔ مہاراج نے کھڑکی سے اپنا سر باہر نکالا اور بچّوں کی طرح لوگوں کو، گاڑیوں کو، گھوڑوں کو اور چاندنی میں چمکتی ہوئی سڑکوں کو دیکھا۔ کہیں کہیں اُنہوں نے انگریز عورتوں کو پیانو کے سروں پر گیت گاتے سُنا۔ وہ بہت ہی خوشگوار کیفیت میں تھے۔

28/اکتوبر 1882

---

1. برہم گیانی: برہم (خالقِ کائنات) کو جاننے والا۔

سنیچر کا دِن تھا۔ کلکتہ سے تین میل دور شمال کی طرف بنی مہادیو پال کے واقع سنتھی کے خوبصورت باغیچہ والے بنگلے میں برہمو سماج کے آدھ سالہ تہوار جو ہر ایک خزاں اور موسم بہار میں منایا جاتا تھا بڑے زور شور سے منایا گیا۔ ایک الگ تھلگ جگہ پر واقع ہونے سے یہ گھر عبادت کے لئے موزوں تھا۔ پھولوں سے لدے پیڑ، گھاس سے ہرے بھرے کناروں والی مصنوعی جھیلیں اور سبز کنج میدانوں کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔ ڈوبتے ڈوبتے سورج جیسے اون سے نرم بادلوں پر سونا بکھیر رہا تھا۔ مہاراج وہاں آپہنچے۔

بہت سے پرستاروں نے صبح کی عبادت میں شرکت کی اور دوپہر کو کلکتہ اور پڑوسی گاؤں کے لوگ آکر شامل ہوئے۔ برہمو سماج کے لاتعداد اراکین میں نمایاں پرستار شوناتھ جسے مہاراج بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اُن میں سے ایک تھا، جو مہاراج کی آمد کا بڑے شوق سے اِنتظار کر رہا تھا۔ جب مہاراج اور ان کے پرستاروں کو لانے والی گاڑی باغیچہ گھر پہنچی تو سارا اجتماع ان کے اِستقبال کے لئے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ یکایک خموشی چھا گئی جیسے کہ سنیما گھر کے پردے اوپر اُٹھنے پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو آپسی بات چیت میں مشغول تھے، اُنہوں نے اپنی نگاہیں مہاراج کے پُروقار چہرے کی طرف مرکوز کر دیں تاکہ ان کے لبوں سے نِکلے ہوئے ایک بھی لفظ سے وہ محروم نہ رہ جائیں۔

شِوناتھ کو دیکھتے ہی مہاراج خوشی سے چلا اُٹھے۔ ''آہا! یہ رہا شِوناتھ۔ دیکھو تو خدا کے اس پرستار کو جسے دیکھتے ہی میرا دل باغ باغ ہو اُٹھتا ہے۔ ایک سلفہ پینے والا، دوسرے اس نشے کے عادی سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ وہ اکثر ایک دوسرے کو زندہ دِلی سے گلے مل کر خوشی سے جھوم اُٹھتے ہیں۔''

عابدین کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

مہاراج: ''دکھنیشور کے باغیچے والے مندر میں بہت سے لوگ آتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگوں کو جو خدا سے بے رُخی رکھتے ہیں، میں کہہ دیتا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ تم وہاں جا کر بیٹھ جاؤ یا کبھی کبھی یوں کہہ دیتا ہوں۔ جاؤ اِن خوبصورت عمارتوں کو دیکھ آؤ۔'' (زور کا قہقہہ)

''میں کبھی کبھی خدا کے چاہنے والوں کو ناکارہ قسم کے لوگوں کے ساتھ دیکھتا۔ اُن کے ساتھی دُنیاداری میں مجموعی طور سے غرق ہیں۔ اور انہیں رُوحانی باتوں سے کوئی لگاؤ نہیں۔ چونکہ خدا کے پیارے لمبے عرصے تک بات چیت کرتے ہیں تو وہ دوسرے لوگ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ یہ جان کر کہ ان کے لئے زیادہ دیر بیٹھنا ممکن نہیں، وہ اپنے ساتھیوں سے کانا پھوسی کرتے ہیں۔ تم یہاں سے کب اُٹھو گے اور کتنی دیر بیٹھو گے یہاں؟ عابدین اُنہیں کہتے بس تھوڑا سا انتظار کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چلتے ہیں۔ پھر

دُنیاوی لوگ طیش کے لہجے میں کہہ اُٹھتے ہیں۔ اچھا تو تُم باتیں کرتے رہو تب تک ہم تمہارا کشتی میں بیٹھے انتظار کریں گے۔" (سب ہنس دیئے) "دُنیاوی لوگ تمہاری بات سُننے کو بھی راضی نہیں ہُوں گے۔ اگر تم ان سے سب کچھ ترک کر کے خدا کی عبادت کے لئے کہو تو — جیسے دُنیاوی لوگوں کو ستو، راجس اور تامس جیسے تین گنُوں (خصلتوں) نے گھیر رکھا ہے۔ اسی طرح عبادت میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ ستو نام کی خصلت کے دائرے میں آنے والا آدمی کیسا لگتا ہے؟ شاید اس کا گھر تھوڑا بہت ٹوٹا پھوٹا شکستہ حالت میں لگتا ہے۔ اُسے گھر کی مرمت کروانے کی ذرا بھی فکر نہیں ہوتی۔ پُوجا کے کمرے میں کبُوتر کی بیٹ اور صحن میں کائی جمی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ ان سب چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ گھر کی میز کرُسیاں پرانی ہو سکتی ہیں۔ اُن کو پالش کروانے یا انہیں صاف ستھرا رکھنے کا خیال تک نہیں آتا۔ وہ اپنی پوشاک سے بھی بے فکر ہے۔ کچھ بھی پہن لیا، لیکن وہ خود بہت شریف، خاموش طبع، مہربان، عاجز اور کسی دوسرے کو چوٹ پہنچانے والا نہیں ہوتا۔"

"اور پھر دُنیاوی لوگوں میں راجس سبھاؤ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے آدمی کے پاس ایک گھڑی گلے کی زنجیر اور اُنگلیوں میں دو تین انگوٹھیاں ہوتی ہیں۔ گھر کا فرنیچر چمچماتا ہوا نظر آتا ہے۔ دیواروں پر کسی ملکہ، پرنس آف ویلز اور دوسری کئی مشہور و معرُوف ہستیوں کی تصویریں لٹکی رہتی ہیں۔ عمارتوں پر سفیدی کی ہوتی ہے اور ہر جگہ بے داغ صفائی دکھائی پڑتی ہے۔ کپڑوں کی الماری میں قسم قسم کی پوشاکیں اور باورچی، خدمتگار موجود رہتے ہیں۔"

"وہ آدمی جو تامسی فِطرت کا ہوتا ہے، اُس کے اندر نیند، خواہش نفسی، غُصّہ اور غرُور وغیرہ کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔"

"اِسی طرح عبادت اور پُر جوش محبت ساتوک کیفیت کی ہو سکتی ہے۔ جس عابد میں یہ علامتیں ہوتی ہیں، وہ پوشیدگی سے چُپکے سے شاید اپنی مچھر دانی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرتا ہے۔ دوسرے لوگ سوچتے ہیں کہ وہ سو رہا ہے۔ چونکہ وہ دیر سے جاگتا ہے اور دوسرے سوچتے ہیں کہ اس کو رات اچھی طرح نیند نہیں آئی ہوگی، اُس کی جسمانی ضرُورت جیسے بھُوک مِٹانے کے لئے، وہ بھی صرف چاول اور ہری سبزیوں تک ہی محدود ہے۔ اس کے کھانے میں بہت بڑی دعوت کا سا اہتمام نہیں۔ کپڑوں میں فیشن پسندی نہیں اور فرنیچر میں بھی کوئی دکھاوا نہیں ہوتا۔ مزید برآں ایسا ہی عابد روپے پیسے کی خاطر کسی کی

---

1. ٹیکہ: گھسی ہوئی چندن یا کسی دوسری چیز کا ٹیکہ جس سے کِسی کے مذہب کا پتہ ملتا ہے۔

خوشامد نہیں کرتا۔"

"راجسک عبادت والا مشتاق ماتھے پر چندن کا ٹیکہ[1]، گلے میں مقدّس رُدراکش کی سونے سے جڑی منکوں والی تسبیح (مالا) پہنے رکھتا ہے۔" (سب ہنس پڑے) "پرستش کے وقت ریشمی جامہ پہنتا ہے۔ وہ باہری نمائش پسند کرتا ہے۔"

"ایسا آدمی جس میں تامسی عبادت کا اثر ہے، اس کا یقین پختہ ہے وہ خدا سے مُرادیں مانگتا ہے۔ جیسے کہ ایک لٹیرا کسی کا مال وزر لوٹتے ہوئے چلاّ اُٹھتا ہے، باندھ دو اِسے، اس کی خُوب پٹائی کرو، خون کر دو اِس کا۔ ڈاکوؤں کے یہی طور طریقے ہیں۔"

ایسے کہتے ہوئے مہاراج نے پیار کی مستی میں مدہوش ہو کر اپنی سُریلی آواز میں گانا شروع کیا۔ اُن کی آنکھیں آسمان کی طرف اوپر اُٹھ گئیں۔

پڑی ہے کیا مُجھے جانے کی، گیا، گنگا، کاشی، کانچی یا پربھاش[1]
جب تلک ہے دم میں دم اور نام زباں پر کالی کا
ضرورت کیا ہے آدمی کو پاٹھ پُوجا اور رسموں کی
لیتا ہے جو نام ماں کا مقدّس تینوں گھڑیاں[2] دن کی
دینی رسمیں کریں تعاقب قریب سے بیشک
لیکن پکڑ نہ پائیں گی اس کو
نہیں پسند مدن[3] کو دینا، تحفے، خیرات اور قسمیں
اس کی دُعا و قربانی ہیں ماں کے مبارک کمل سے پاؤں
کون تصوّر کر سکتا ہے ماں کے نام کی طاقت کا
اپنے پانچ مُنہوں سے کرتا جو حمد وثنا خود شو جی اُس کی

ماں الٰہی کے عشق میں سرشار مہاراج آپے سے باہر ہو چُکے تھے۔ اُنھوں نے فرمایا: "تمہارا رویہ پکّا ہونا چاہیے۔ جیسے کہ میں نے ماں کی حمد وثنا کی ہے۔ پھر کیسے میں گنہگار ہو سکتا ہُوں؟ میں اس کا بچہ ہُوں، اس کی طاقت اور شان و شوکت کا وارث۔"

---

1. پربھاش: پانچ مشہور تیرتھ (زیارت گاہیں)۔
2. تین گھڑیاں: صُبح، دوپہر اور شام۔ 3. مدن: گیت کا گیت کار۔

''اگر اپنے تامس کو ایک رُوحانی موڑ دے سکو تو تُم اُس کی مدد سے خدا تک رسائی حاصل کر سکتے ہو۔ اپنی مانگیں پُوری طاقت کے ساتھ خدا سے منواؤ۔ خدا کسی لحاظ سے بھی تمہارے لئے اجنبی نہیں۔ درحقیقت وہ تمہارا اپنا ہی ہے۔''

''علاوہ ازیں تمہارا یہ تامس کا کمال دوسروں کی بھلائی کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بڑھیا اوسط درجے کے اور گھٹیا۔ تین قسم کے طبیب ہوتے ہیں۔ جو طبیب مریض کی نبض دیکھتے ہی کہتا ہے۔ دوائی باقاعدگی سے لینا، وہ گھٹیا طبیب ہوتا ہے، اس کو پوچھنے کی ذرا پرواہ نہیں ہوتی کہ مریض نے سچ میں دوائی لی ہے یا نہیں۔ اوسط درجے کا طبیب جو کئی طریقوں سے مریض کو دوائی لینے کے لئے قائل کرتا ہے، میٹھے الفاظ میں کہتا ہے۔ بھلے آدمی بغیر دوائی لئے تُم کیسے تندرست ہو سکتے ہو؟ یہ دوا لو۔ اِسے میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے۔ لیکن یہ جاننے کے بعد کہ مریض ڈھٹائی سے دوائی لینے سے انکار کر رہا ہے۔ جو طبیب مریض کی چھاتی پر گھٹنا رکھ کر اُس کے حلق میں دوا اُنڈیل دے سب سے برتر ہے۔ طبیب کا ایسا کرنا تامس کا اظہار ہے۔ اس سے مریض کو کوئی چوٹ نہیں پہنچتی برعکس اُس کے اس میں مریض کی بہتری ہے۔''

''طبیبوں کی طرح مذہبی اُستاد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ گھٹیا درجے کا اُستاد شاگرد کو صرف ہدایت دیتا ہے لیکن اُس کا نتیجہ کیا نِکلا، اس بات کی کوئی پوچھ تاچھ نہیں کرتا۔ اوسط درجے کا اُستاد اپنے شاگرد کی بہتری کے لئے بار بار کوشش کرتا ہے۔ ہدایت، ذہن نشین ہو جائے اور اپنی شفقت کا اظہار دوسرے کئی طریقوں سے کرتا ہے۔ لیکن ایک استاد اس قسم کا بھی ہوتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ بار بار کہنے پر بھی اُس کا شاگرد اس کی ہدایتوں پر عمل نہیں کرتا تو وہ اُس کے ساتھ زبردستی کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ ایسے اُستاد کو میں سب سے بڑھیا اُستاد کہتا ہوں۔''

ایک برہمو عابد: ''کیا خدا کی کوئی شکل وصُورت ہے بھی کہ نہیں؟''

مہاراج: ''کوئی بھی فیصلہ کُن انداز میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا ایسا ہے یا ایسا نہیں ہے۔ وہ بغیر شکل و صُورت کا ہے لیکن اُس کی شکل وصُورتیں بھی ہیں۔ اپنے پرستار کے لئے وہ شکل وصُورت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن ایک عارف (گیانی) جو دُنیا کو محض خواب تصوّر کرتا ہے، اس کے لئے خدا بنا شکل وصُورت کے ہے۔ پرستار محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک ہستی ہے، اور یہ دُنیا دوسری ہستی۔ اس لئے اُس کے سامنے خدا اپنے آپ کو ایک شخصیت کے روپ میں ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایک عارف جو ہمیشہ دلائل کی رُو سے، یہ

نہیں، یہ نہیں، کے عمل کی بنا پر اپنے کو قائل کرتا ہے وہ اس امتیاز کے ذریعہ اپنے اندر کے احساس سے جان جاتا ہے کہ اَنا اور یہ کائنات خواب کی طرح دونوں ہی غیر حقیقی ہیں۔ تو پھر وہ یہ بھی جان جاتا ہے کہ برہم (خالقِ کائنات) اُس کا اپنا ہی شعور ہے۔ مگر وہ بتا نہیں پاتا کہ برہم ہے کیا؟''

''جانتے ہو میرے کہنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ برہم (خالق کائنات) جس کو سچ، چت، آنند بھی کہا جاتا ہے کو ایسا سمندر تصوّر کریں جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ عابد کی محبت کی ٹھنڈک کے اثر سے یوں دکھائی پڑتا ہے جیسے پانی جم کر کئی جگہ برف کے ٹکڑے بن گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں خدا آئے دن اپنے عاشقوں کی خاطر کئی طرح کی شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ان کے لئے بطور انسان آشکار کرتا ہے۔ لیکن شعور کا سورج طلوُع ہونے پر برف کے ٹکڑے پگھل جاتے ہیں۔ تب کسی کو محسوس نہیں ہوتا کہ خدا ایک شخص (اوتار) ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی شکل وصورت ہی دکھائی دیتی ہے۔ خدا کیا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کون ہے جو لفظوں میں اس کا اظہار کرے۔ کون شخص ہے جو ایسا کر پائے گا؟ چونکہ اس کا اپنا ہی وجود ہے کہاں؟ اُس کو اپنی ہی 'میں' ہاتھ نہ لگے گی۔''

''اگر کوئی اپنے آپ کا تجزیہ کرے تو اُس کو اپنی 'میں' نام کی کوئی چیز ہی نہیں ملے گی۔ مثال کے طور پر ایک پیاز کو لے لیں لال رنگ کا اوپری چھلکا، چھیلیں اُس کے نیچے آپ کو گھنی تہہ والے سفید رنگ کے چھلکے ملیں گے۔ ان کو آپ ایک ایک کر کے اُتارتے جائیں اور آخر میں اس کے اندر سے ہمیں کچھ بھی نہ ملے گا۔ ایسی صورت حال میں آدمی کو اپنی اَنا کی ہستی محسوس نہیں ہوتی۔ اور وہاں باقی کھوج کرنے والا رہ ہی کون جائے گا۔ وہ اس صورت حال میں کیا محسوس کرتا ہے، جبکہ وہ اپنے واضح شعوُر میں مبتلا ہوگا اور کہ خالق کائنات کی حقیقی فطرت کیا ہے اس کا بیان کون کر سکتا ہے؟'

''علم الٰہی حاصل ہونے کی ایک علامت ہے۔ اس کے میسّر ہونے پر آدمی خاموش طبع ہو جاتا ہے۔ پھر 'میں' جو ایک نمک کی گڑیا کے موافق ہے قطعی حقیقت کی سعادت کے سمندر میں پگھل جاتی ہے۔ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہ جاتا۔''

''جب تک کسی آدمی کا خود کا تجزیہ مکمل نہیں ہوتا وہ زور وشور سے دلیل بازی کرتا رہتا ہے۔ لیکن اُس کے خاتمہ کے بعد وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ خالی گھڑا پانی سے بھر لینے پر۔ جب گھڑے کے اندر کا پانی جھیل کے پانی کے ساتھ مل جاتا ہے تو اُس کی آواز آنا بند ہو جاتی ہے۔ گھڑا جب تک پانی سے بھر نہیں جاتا آواز آتی رہتی ہے۔''

''میں' کے مٹتے ہی سب تکلیفوں اور دُکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تم چاہے ہزاروں دلیلوں میں سر کھپاتے رہو، یہ 'میں' غائب نہیں ہو پاتی۔ تمہارے اور میرے جیسے لوگوں کے لئے یہ محسوس کرنا کہ میں خدا کا عاشق ہوں بہتر ہوگا۔''

''عابدین کے لئے سگن برہم (خالق کائنات جس میں امتیازی اوصاف موجود ہوں) ہی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک عابد کو یقین ہے کہ خدا میں امتیازی اوصاف موجود ہیں اور وہ اپنے آپ کو انسانی جامہ میں آشکار کرتا ہے۔ وہ ہی خدا ہماری دُعائیں سنتا ہے۔ ہماری دُعاؤں کا رُخ صرف اس کی ہی طرف ہوتا ہے۔ تم خدا کو شکل وصورت والا مانو یا بے شکل وصورت والا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ محسوس کرنا ہی کافی ہے کہ خدا انسانی جامہ پہنتا ہے۔ وہ مخلوق کی ابتدا کرتا ہے، نشوونما کرتا ہے اور کائنات کو فنا کرتا ہے اور وہ لامحدود طاقت کا مالک ہے۔''

''عبادت کا طریقہ کار ہی خدا کو حاصل کرنے کا آسان ذریعہ ہے۔''

برہمو عابد: ''جناب! کیا خدا کا دیدار ممکن ہے؟ اگر ہے تو پھر ہم اُسے کیوں نہیں دیکھ پا رہے؟''

مہاراج: ''ہاں یقیناً ہی اُسے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم اُسے وجود (شکل وصورت والا) اور بغیر وجود کے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس بات کا اظہار میں تم سے کیسے کروں؟''

برہمو عابد: 'خدا کو دیکھ پانے کے لئے کون سے طریقہ کار ہیں؟''

مہاراج: ''کیا تم آرزومند دل میں شدت کی چاہت لئے ہوئے خدا کی خاطر آنسو بہا سکتے ہو؟ لوگ اپنے بچّوں، عورتوں اور مال وزر کی خاطر بے بہا آنسو بہاتے ہیں مگر کون ہے جو خدا کی خاطر روتا ہے۔ جب تک بچّہ کھلونوں کے کھیل میں اُلجھا رہتا ہے، اس کی ماں کھانا پکانے اور دوسرے گھریلو فرائض میں مصروف رہتی ہے، لیکن جب بچّہ کھیلتے کھیلتے اُوب جاتا ہے تو وہ کھلونوں کو ایک طرف پھینک کر ماں کو چلاّ کر پکارتا ہے۔ تب ماں چولہے سے برتن نیچے اُتار دوڑی آتی ہے اور بچّے کو اپنی بانہوں میں بھر لیتی ہے۔''

برہمو عابد: ''جناب! خدا کی ذات کے بارے میں الگ الگ رائے کیوں ہیں؟ کوئی اُس کو شکل و صورت والا اور کوئی اُسے بغیر شکل وصورت والا کہتا ہے اور پھر جو خدا کو شکل وصورت والا بیان کرتے ہیں وہ اُس کی قسم قسم کی صورتیں بتاتے ہیں، یہ سب متضاد باتیں کیوں؟''

شری رام کرشن جی: ''عابد جیسا خدا کو تصوّر کرتا ہے وہ اُسے ویسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ حقیقت میں

خدا کے بارے میں کوئی مغالطہ ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی عابد اُس کا دیدار کرے تو خدا اُسے سب کچھ صاف صاف بتا دیتا ہے۔ ابھی تو تمہارے قدم اُس سمت اُٹھے ہی نہیں تو تم خدا کے بارے میں سب کچھ جان لینے کی بات کیسے سوچ سکتے ہو؟''

''ایک کہانی سنو! ایک دفعہ کوئی آدمی جنگل میں چلا گیا، اُس نے وہاں ایک چھوٹے سے جانور کو پیڑ پر بیٹھے دیکھا۔ واپس لوٹنے پر اُس نے کسی دوسرے آدمی کو بتایا کہ اُس نے ایک درخت پر لال رنگ کا خوبصُورت جانور دیکھا ہے۔ دوسرے آدمی نے جواب دیا، جب میں جنگل میں گیا تھا تو میں نے بھی اُس جانور کو دیکھا تھا۔ مگر تم اُسے لال رنگ کا کیوں کہتے ہو وہ تو ہرے رنگ کا ہے۔ ایک اور آدمی جو وہاں موجود تھا نے دونوں کی تردید کرتے ہوئے اصرار کیا کہ وہ پیلے رنگ کا تھا۔ دیکھتے دیکھتے کچھ اور لوگ اِکٹھے ہو گئے اور اپنی اپنی دلیل دینے لگے کہ وہ تو بھورے رنگ کا، نیلے رنگ کا اور اس قِسم کے مختلف رنگوں کا تھا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ وہ سب آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ آپسی تکرار کا حل کرنے کی خاطر وہ سب اُس پیڑ کے پاس پہنچ گئے۔ اُنہوں نے پیڑ کے نیچے ایک آدمی کو بیٹھے دیکھا۔ پُوچھنے پر اُس آدمی نے جواب دیا، میں اِس پیڑ کے نیچے رہتا ہُوں، اور میں اُس جانور کو بخوبی جانتا ہُوں۔ تم سب کے بیانات اپنی اپنی جگہ درُست ہیں۔ کئی دفعہ یہ جانور لال رنگ کا دکھائی دیتا ہے، کئی دفعہ پیلے رنگ کا اور پھر کبھی نیلے رنگ کا۔ جامنی وغیرہ وغیرہ۔ یہ گرگٹ ہے اور کبھی اس کا مطلق کوئی رنگ نہیں ہوتا۔''

''ٹھیک اسی طرح جو آدمی لگاتار خدا کی سوچ میں ڈوبا رہتا ہے وہی خدا کی اصلی فِطرت جان سکتا ہے۔ صرف وہی اس بات کو جان سکتا ہے کہ خدا اپنے متلاشی لوگوں کے لئے قِسم قِسم کی شکل وصُورتیں لئے ہوئے الگ الگ پہلوؤں سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ خدا کے اوصاف ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں۔ صِرف پیڑ کے نیچے بیٹھنے والے کو جانکاری ہے کہ گرگٹ کو کئی رنگوں میں دیکھا جا سکتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ گرگٹ کا بعض اوقات کوئی بھی رنگ نہیں ہوتا۔ یہ دوسرے لوگ ہیں جو بیکار کی دلائل بازی کی اذیتیں جھیلتے پھرتے ہیں۔''

''کبیر کہا کرتے تھے کہ بناوجُود والا خودمختار خدا میرا باپ ہے اور شکل وصُورت والا خدا میری ماں۔ خدا اپنے عاشقوں کو اُن کے احساس کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ اپنے عاشقوں کی خاطر خدا کی محبت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔''

''تمہارا راستہ عبادت کا راستہ ہے۔ یہ ایک آسان اور اچھا راستہ ہے۔ اُس ذاتِ لامحدود کو پورے

طور سے کون جان سکتا ہے؟ اور پھر اُسے جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ یہ نایاب انسانی جامہ حاصل ہونے کے بعد میرے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خدا کے کمل جیسے پاک قدموں میں میری محبت تکمیل کو پہنچے۔"

"اگر ایک جگ پانی میری پیاس بجھانے کے لئے کافی ہے تو مجھے کیا پڑی ہے کہ میں جھیل کے پانی کی مقدار کا ماپ تول کرتا پھروں؟ ایک آدمی کو اگر آدھی بوتل شراب پینے سے نشہ آ جاتا ہے تو اُسے کیا پڑی ہے یہ گننے کی کہ مے خانے میں کتنی شراب ہے؟ کیا ضرورت ہے اُس لامحدود کو جاننے کی؟"

"برہم گیانی (خالقِ کائنات کے علم الٰہی کو جاننے والے) کے من کی کئی کیفیتیں ویدوں میں بیان کی گئی ہیں۔ علم الٰہی کا راستہ بہت ہی مشکل ہے۔ اگر کسی میں رتّی بھر بھی دُنیا داری اور تھوڑی سی بھی زن اور زر سے وابستگی ہے تو وہ علم الٰہی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ کلجگ کے لوگوں کے لئے یہ راستہ ہی نہیں ہے۔"

"ویدوں میں من کی سکونت کے سات پڑاؤ کا ذِکر ہے۔ جب من دُنیا داری میں پھنسا ہوا ہوتا ہے تو وہ ناف، جنم دینے والے اور گندا مواد خارج کرنے والے اعضاء یعنی نیچے کے تین پڑاؤ میں بسا ہوتا ہے۔ اس حالت میں من سارے بلند تصوّر چھوڑ صرف زن اور زر میں مرکوز ہوتا ہے۔ من کا چوتھا پڑاؤ دِل میں ہے۔ جب من وہاں بسا ہوتا ہے تو اس کو رُوحانی شعور کی پہلی جھلک ملتی ہے۔ چاروں طرف روشنی ہی روشنی دکھائی پڑتی ہے۔ رُوحانی روشنی کو دیکھتے ہوئے شخص وفورِ جذبات سے ساکت تعجب سے کہہ اُٹھتا ہے، یہ کیا ہے، یہ سب کیا ہے؟ اُس کا من دُنیا کی نچلی سطح پر اشیاء کی طرف نہیں جاتا۔"

"من کا پانچواں پڑاؤ گلے میں ہے۔ جب من اس جگہ پہنچتا ہے تو آرزومند ہر قسم کی جہالت اور مایا (وہم و فریب) سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اُس کو سوائے خدا کے بارے میں کہنے سننے کے اور کوئی دِلچسپی نہیں رہتی۔ اگر لوگ دُنیا داری کی باتیں کرتے ہیں تو وہ فوراً وہاں سے اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔

"من کا چھٹا پڑاؤ پیشانی ہے۔ جب من یہاں ٹھہر جاتا ہے تو متمنی کو دِن رات خدا کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ لیکن پھر بھی تھوڑی اَنا کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔ خدا کی اُس لاثانی مورت کی خوبصورتی کا دیدار کر کے وہ نشے کے عالم میں کھو جاتا ہے۔ اور دوڑتے دوڑتے اُسے چھونا چاہتا ہے، سینے سے لگانا چاہتا ہے لیکن وہ ناکام رہتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ لالٹین کے اندر روشنی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روشنی کو چھوا جا سکتا ہے مگر باہری شیشے کی وجہ سے ایسا ہو نہیں پاتا۔"

"سر کے اُوپری حصّے میں ساتواں پڑاؤ ہے۔ جب من کی رسائی وہاں ہوتی ہے تو وہ سمادھی میں کھو

جاتا ہے۔ تب عارف براہِ راست خالقِ کائنات کا دیدار کرتا ہے۔ لیکن اُس حالت میں اُس کا جسم زیادہ دیر تک سلامت نہیں رہ پاتا۔ وہ باہری دُنیا سے بے خبر رہتا ہے۔ اگر دُودھ اس کے مُنھ میں ڈالا جائے تو وہ باہر گر جائے گا۔ شریر کے اس عالم میں رہتے ہوئے اکیس دِنوں کے اندر وہ اپنے جِسم کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ یہ ہے برہم گیانی (خالقِ کائنات کے علم الٰہی کا مُشتاق) کی صورتِ حال لیکن تمہارا تو عبادت کا راستہ ہے، یہ راستہ سب سے بڑھیا اور آسان ہے۔"

ایک دفعہ ایک آدمی نے مُجھے کہا، جناب! جس کو آپ سمادھی کہتے ہیں کیا آپ مُجھے فوراً یہ ہُنر سکھا سکتے ہیں (سب ہنس دیئے)۔ جب کوئی سمادھی کی حالت حاصل کر لیتا ہے تو اُس کی سب عِلامتیں مثلاً پُوجا پاٹھ (پرستش وغیرہ) وغیرہ اور ہر قِسم کے دُنیاوی فرائض ختم ہو جاتے ہیں۔ شرُوعات میں کام دھندوں کی بڑی چہل پہل رہتی ہے جیسے جیسے آدمی خُدا کی طرف بڑھتا جاتا ہے اس کے کام کا ظاہری دکھاوا اس قدر ختم ہو جاتا کہ وہ خُدا کی شان میں حمد وثنا بھی نہیں کر سکتا۔ (شِوناتھ سے مخاطب) جب تک تُم جلسے میں نہیں پہنچے تھے، لوگ تُمہارے اور تمہاری پاکدامنی کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے تھے۔ مگر تمہارے پُہنچتے ہی سب ختم ہو گیا۔ تُمہیں سامنے دیکھ کر سب خُوش وخرم ہیں۔ سب ہی کہتے ہی آہا! یہ رہے شِوناتھ بابُو، تمُہارے بارے میں اب بات چیت کا سِلسلہ ختم ہو گیا ہے۔"

"اسی لئے کہتا ہُوں کہ دینی زندگی کی شرُوعات میں ہماری سرگرمیوں کی بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے من خُدا کی طرف بڑھتا جاتا ہے، یہ سرگرمیاں کم ہوتی چلی جاتی ہیں اور آخرکار سمادھی میں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"عموماً سمادھی حاصل ہونے کے بعد جِسم زیادہ دیر تک ٹِکا نہیں رہ پاتا۔ چند ایک 'نارد' جیسے عارف اس سے مستثنیٰ ہیں جو صرف اس لئے زندہ ہیں تا کہ دوسروں کو وہ رُوحانی روشنی سے روشناس کرا سکیں۔ اور یہی بات چیتنیہ دیو جیسے خُدا کے پیغمبروں کے لئے بھی سچ ہے۔ کنواں کھُد جانے کے بعد عام طور پر کچھ لوگ بیلچہ اور ٹوکری دور پھینک دیتے ہیں مگر کچھ لوگ اُنہیں سنبھال کر رکھتے ہیں، تا کہ کسی پڑوسی کے کام آسکیں۔ کچھ عظیم اشخاص سمادھی کے بعد بھی جِسم کو سلامت رکھتے ہیں کیونکہ اُن کو دوسروں کے دُکھ درد پہ رحم آتا ہے۔ وہ اِتنے خودغرض نہیں کہ اپنا آپ چراغاں ہو جانے کے بعد اطمینان سے بیٹھ جائیں۔"

مہاراج (شِوناتھ اور دوسرے عابدین سے): "کیا تم مُجھے بتا سکتے ہو کہ تم لوگ خُدا کی طاقت اور اس کے جلوؤں کا اس قدر تفصیل سے ذِکر کیوں کرتے ہو؟ میں نے یہی بات کیشو سے بھی پُوچھی تھی۔

ایک دن کیشو اور اُس کے ساتھی دکھنیشور کے مندر کے باغیچے میں آئے۔ میں سُننا چاہتا تھا کہ وہ کیسے تقریر کرتے ہیں۔ گنگا کے اشنان گھاٹ کے کنارے پر ایک ہموار میدان میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں کیشو نے تقریر کی۔ وہ بہت اچھا بولا، میں وجد میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد میں نے کیشو سے کہا، تم اکثر ایسا کیوں کہتے ہو، جیسے اے خُدا! کتنے خوبصورت پھُول بنائے ہیں آپ نے۔ آپ نے بنائے ہیں یہ آسمان، ستارے اور سمندر اور یہ سب کچھ۔ جو خود شان وشوکت پسند کرتے ہیں، وہ خدا کی شان کا ذِکر کرنے کے شائق ہوتے ہیں۔"

"ایک دفعہ ایک چور نے رادھا کانت مندر کے مجسّموں سے زیورات چرالئے۔ ماتھر بابو مندر میں داخل ہوا اور اس نے دیوتا سے کہا، "اے خُدا! کتنے شرم کی بات ہے کہ تم اپنے زیورات کو بھی نہ بچا پائے۔" میں نے ماتھر کو کہا، "ایک خیال ہے جس کے پاس لکشمی جیسی دھن دولت کی دیوی اور خدا کی باندی ہر وقت حاضر ناظر ہو اُس کی شان میں کبھی کوئی کمی ہوسکتی ہے؟ وہ جواہرات تمہارے لئے تو قیمتی ہوسکتے ہیں مگر خدا کے لئے تو محض مٹّی کے ڈھیلے ہیں، بس تم کو شرم آنی چاہیے۔ ایسے کمینے الفاظ تمہیں نہیں بولنے چاہیں۔ تم ایسی کون سی دولت خدا کو دے سکتے ہو جس سے اس کی شان وشوکت میں اضافہ ہوسکتا ہے؟"

"اسی لئے میں کہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کی تلاش کرو جو تمہیں خوشی دے۔ کیا ضرورت ہے معلوم کرنے کی کہ کہاں ہے اس کی رہائش۔ کتنے مکان، باغیچے، رشتے دار اور خدمتگار ہیں اس کے اور کتنا دھن دولت یا نقدی ہے اس کے پاس؟ نریندر کو دیکھتے ہی میں سب کچھ بھُول جاتا ہوں۔"

"خدا کی شیریں سعادت میں مستغرق ہوجایئے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے، اس کی لا انتہا تخلیق اور اس کی بے انتہا شان کو جاننے کی؟"

شری رام کرشن جی نے گانا شروع کیا:

"گہرا غوطہ لگاؤ من میرے گہرا غوطہ
خُدا کے حسن وجمال کے سمندر میں
اگر تم لگا سکو جو چھلانگ
زیادہ سے زیادہ گہرائی میں
تو وہاں پاؤ گے گوہر محبت تم
تلاش کرو او من میرے تلاش کرو

اپنے دل میں تُم پاؤ گے برندابن
جلاؤ او من میرے جلاؤ تو
سچّے علم کا جگ مگ کرتا دِیا
اور جلتا رہے گا یہ مُسلسل شعلہ زن
بنار کاوٹ کے تمہارِے دل میں

شری رام کرشن جی (شِونا تھ سے): ''میں تمہیں ملنا چاہتا ہُوں۔ جب تک میں پاک دامن عابدین سے نہ ملوں میں کیسے زندہ رہ پاؤں گا؟ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے پچھلے اوتار[1] میں میرے گہرے دوست رہے ہیں۔''

برہمو عابدین: ''جناب! کیا آپ رُوح کے دوبارہ جنم لینے میں یقین کرتے ہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''کہا جاتا ہے کہ کچھُ اس قسم کی بات ہے۔ ہمارا محدود من خُدا کے طور طریقوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ بہت سے لوگوں نے رُوح کے دوبارہ جنم لینے کی بات کہی ہے۔ میں اس کا یقین کیسے نہ کروں؟''

قریب ساڑھے آٹھ بجے پرارتھنا ہال میں شام کی عبادت شروع ہوئی، بعد میں عابدین نے گیت گانا شروع کئے۔ خدا کی محبت کے نشے میں سرشار شری رام کرشن جی رقص کرنے لگے۔ برہمو عابدین نے ڈھول مجیروں کی گونج میں مہاراج کے اِرد گرِد ناچنا شروع کیا۔ خوشیوں کی انتہا سب پر حاوی دکھائی پڑ رہی تھی۔ اُس جگہ پر خدا پاک کی صدائے بازگشت گونج رہی تھی۔

شری رام کرشن جی اور عابدین نے میزبان 'بینی مادھو' کی طرف سے رات کو دی گئی لذیذ کھانے کی دعوت کا لطف اُٹھایا۔

دسمبر 1882ء

تیسرے پہر کو شری رام کرشن جی دکھنیشور کے مندر کے باغیچے میں اپنے کمرے کی مغربی ڈیوڑھی میں بیٹھے تھے۔ دوسرے کچھ لوگوں کے علاوہ بابُورام، رام دیال اور 'ایم' بھی وہاں حاضر تھے۔ یہ تینوں مہاراج کے ساتھ رات گزُارنے والے تھے۔ 'ایم' اُس سے اگلا دِن بھی وہاں گزُارنے کا ارادہ رکھتا تھا

---

1. اوتار: تجسیم، ہندوُوں کے عقیدے میں خدا کا کسی جسم میں داخل ہو کر مخلوق کی اِصلاح کیلئے دُنیا میں آنا۔

کیوں کہ اُن دنوں کرسمس کی چھٹیاں تھیں۔ بابو رام نے ابھی ابھی مہاراج کے ہاں آنا جانا شروع کیا تھا۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے): ''کوئی آدمی اگر یہ جانتا ہے کہ خدا ہی صرف کارساز ہے تو وہ اسی جنم میں آزاد ہو سکتا ہے۔ ایک بار شمبھو ملک کے ساتھ کیشب یہاں آیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ خدا کی رضا کے بغیر ایک پتّہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ کہاں ہے آدمی کا آزادانہ اختیار۔ خدا کی ہی رضا میں سب کو راضی رہنا پڑتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں، 'اے ماں! میں مشین ہوں اور تو مشین کو چلانے والی، میں رتھ ہوں اور تو رتھ کو چلانے والی۔ مجھے جیسے بھی گھماتی ہو میں گھوم جاتا ہوں۔ میں ویسا ہی کرتا ہوں جیسا تم مجھے کرنے کو کہتی ہو۔''

عابدین نے مہاراج کے کمرے میں گیت گانا شروع کیا:

گاؤ رے میرے دل کی گہرائی میں بسے او پنچھی
گاؤ رے خالقِ کائنات کے کلپ پیڑ[1] پہ بیٹھے پنچھی
گاؤ خدا کی لازوال حمد و ثنا
چکھ رے پنچھی کلپ پیڑ کے چاروں پھل[2]
دھرم، ارتھ، کام، موکش
گا رے پنچھی صرف وہی ہے سکون میری رُوح کا
گا رے پنچھی وہ اکیلا ہی ہے سرور میری زندگی کا
او میری زندگی کے حیرت انگیز پنچھی
تو گا زور سے گاتا جا
لگاتار گاتا جا
لگاتار گاتا جا
تو اور زیادہ گا جیسے کہ گاتا ہے چیتک پنچھی

1. کلپ پیڑ: خواہش پوری کرنے والا درخت (خدا کی طرف اِشارہ)
2. چار پھل: اِنسانی زندگی کے چار مقاصد
دھرم:- نیکی و انصاف کی راہ پر چلنا۔ اَرتھ:- مال و زر کمانا۔
کام: خواہشات کی تکمیل موکش:- نجات حاصل کرنا۔

بادلوں سے مُخاطب بارش کی بوندوں کے لئے

مندروں میں شام کی پرستش، بندگی شروع ہوئی۔ شری رام کرشن جی کمرے میں چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے ریاضت میں مُستغرق تھے۔ وہ وجد کی آفرین حالت میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے کہا، ''ماں! برائے مہربانی اس کو اپنے اور نزدیک لاؤ۔ وہ سیدھا سادہ عاجز قسم کا بچہ ہے۔ وہ آپ کے دیدار کی خاطر آتا رہتا ہے۔ کیا مہاراج یہ بابُورام کے بارے میں کہہ رہے تھے؟ جو بعد میں ایک اوّل درجے کا سنیاسی مُرید بنا۔

مہاراج نے عابدین سے الگ الگ قسم کی سمادھی کے بارے میں ذِکر کیا۔ تب بات چیت نے زندگی کی خوشیوں اور دُکھ مصیبتوں کی طرف رُخ موڑا۔' کیوں خدا نے اتنے دُکھ اور مصیبتیں پیدا کیں؟'

'ایم': ''ایک دفعہ وِدیا ساگر نے دل کو چوٹ لگے لہجے میں کہا، خدا کو پُکارنے سے کیا فائدہ؟ ذرا اس ایک واقعہ کی طرف توجّہ دو۔ ایک موقع پر چنگیز خان نے کسی ملک کو لوٹا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ قیدیوں کی تعداد قریب قریب ایک لاکھ ہوگئی۔ اُس کی فوج کے سپہ سالار نے اُس سے کہا، جنابِ عالی! ان کو کون کھلائے گا؟ ان کو اپنے ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں اور ان کو رہا کرنا بھی برابر خطرناک ہے میں کیا کروں؟ چنگیز خان نے پُوچھا، وہ سب سچ ہے، کیا کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے سب کو قتل کر دو، لہٰذا حکم دِیا گیا کہ سب کو کاٹ پیٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اب اس قتل عام کو خدا نے کیا دیکھا نہیں؟ لیکن اس نے اس قتل عام کو کسی طرح سے نہ روکا۔ اسی لئے اگر خدا حقیقت میں ہے بھی تو مُجھے اس کی ضرُورت نہیں۔ مُجھے اس سے کوئی بہتری کی اُمید نہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا خدا کے کام کاج اور اُس کی وجہ جاننا ممکن ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے، پرورش کرتا ہے اور ختم کرتا ہے۔ کیا ہم کبھی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تباہی کیوں کرتا ہے؟ میں ماں الٰہی کو کہتا ہُوں۔ اے ماں مُجھے سمجھنے کی ضرُورت نہیں۔ برائے مہربانی مُجھے اپنے کمل جیسے پاک قدموں کی شفقت بخشو۔ اِنسانی زندگی کا مقصد عبادت حاصل کرنا ہے باقی سب چیزیں ماں بخوبی جانتی ہے۔ میں باغیچے میں آم کھانے کے لئے آیا ہُوں۔ اس میں میرا کیا فائدہ جو میں درختوں کی شاخوں اور پتوں کی تعداد گِنتا رہُوں۔ میں صرف آم کھاتا ہُوں۔ مُجھے درختوں اور پتوں کی تعداد جاننے کی ضرُورت نہیں۔''

بابو رام: '''ایم' اور رام دیال رات کو مہاراج کے کمرے کے فرش پہ سوئے۔ صُبح سویرے کا وقت تھا۔ قریب دو یا تین بجے ہُوں گے۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ شری رام کرشن جی اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے

کبھی کبھار عابدین سے بات چیت کر لیتے۔

شری رام کرشن جی: ''یاد رکھنا کہ دیا، رحم اور مایا یا لگاؤ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لگاؤ کا مطلب ہے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ میرے پن کا احساس، یہ محبت ہے جو ہم اپنے والدین، اپنے بھائی بہنوں اپنی بیوی اور اپنے بچوں کے لئے محسوس کرتے ہیں۔ رحم محبّت کا وہ جذبہ ہے جسے ہم ساری دُنیا کی مخلُوق کے لئے محسوس کرتے ہیں، یہ نظریہ ہے سب کو یکساں نِگاہوں سے دیکھنے کا، اگر کسی میں تم دِیا ساگر جیسے رحم کی مثال دیکھو تو سمجھنا کہ یہ خُدا کی رحمت کی وجہ سے ہے۔ رحم کے جذبے سے وہ سب مخلُوق کی خدمت کرتا ہے۔ مایا یا لگاؤ بھی خُدا کی دین ہے۔ مایا یا لگاؤ کی وجہ سے ہم اپنے رشتے ناطے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں ایک بات یاد رکھنی چاہیے۔ مایا یا لگاؤ ہمیں جہالت میں رکھتی ہے اور دُنیا میں اُلجھائے رکھتی ہے۔ جبکہ رحم ہمارے دل کو پاک بناتا ہے اور آہستہ آہستہ ہمارے سارے بندھن توڑ دیتا ہے۔''

''دیدار خُدا بغیر دِل کی پاکیزگی کے حاصل نہیں ہوتا۔ نفسی جذبات جیسے خواہش نفسانی، غُصّہ اور لالچ کو مغلوب کرنے سے خُدا کی رحمت نصیب ہوتی ہے، پھر خُدا کے دیدار ہوتے ہیں، میں نے خواہش نفسانی پر قابو پانے کے لئے کئی طرح کے طریقے اپنائے۔''

''جب میں دس یا بارہ سال کا تھا اور کمار پکڑ میں رہتا تھا تو میں نے پہلی بار سمادھی کا تجزیہ کیا تھا۔ خُدا کی جھلک کی چند ایک خصوصیت ہیں۔ کوئی روشنی دیکھتا ہے، کوئی خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور کوئی اپنے سینے میں بڑی سی برقی لہر جیسے راکٹ کے پھٹنے سے اُمڈ پڑتی ہے کا تجزیہ کرتا ہے۔''

اگلے روز بابوُرام اور رام دیال کلکتہ واپس لوٹ گئے۔ 'ایم' نے دن اور رات مہاراج کے ساتھ گزُارے۔



شری رام کرشن جی اور وِجے گوسوامی

ویروار 14 ردسمبر 1882ء

دِن کا تیسرا پہر تھا۔ شری رام کرشن جی دوپہر کے آرام کے بعد اپنے بستر پر بیٹھے تھے۔ وِجے، بلرام، 'ایم' اور کچھ دوسرے عابدین مہاراج کی طرف مُنہ کئے فرش پر بیٹھے تھے۔ اُن کو پاک گنگا دروازے سے صاف طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ چُونکہ یہ سردیوں کا موسم تھا سب لوگ گرم کپڑوں میں ملبوس تھے۔ وِجے کو دردِ شکم تھا۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ کچھ دوائی لایا ہوا تھا۔

وِجے سادھارن برہموسماج میں تنخواہ لینے والا واعظ کے طور پر ملازم تھا۔ لیکن بہت سی باتوں پر سماج کے حُکام کے ساتھ اس کے اِختلافات تھے۔ وہ ایک شریف بنگالی خاندان جو کہ اپنی پارسائی اور دوسری کئی رُوحانی خوبیوں کے لئے مشہور تھا سے تعلق رکھتا تھا۔ ادویت گوسوامی اس کا ایک دور کا بزرگ سری چیتنیہ کا قریبی دوست تھا۔ اس طرح وِجے کی رگوں میں ایک عظیم خُدا دوست عابد کا خون رواں تھا۔ برہموسماج سے وابستہ ہونے کی وجہ سے بیشک وہ بنا شکل وصُورت کے خُدا کی ریاضت کرتا تھا مگر اس نے جو پیدائشی خدائی عِشق کو اپنے ممتاز بزرگوں سے وراثت میں پایا تھا، وہ اس کے موزوں وقت پر نمایاں طور پر ظاہر ہونے کا مُنتظر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وِجے خُدا کی مستی میں سرشار شری رام کرشن جی کی طرف بنا رُکاوٹ کھچا چلا آرہا تھا اور اُن کی قربت پانے کو بے قرار رہتا تھا۔ وہ مہاراج کے اِلفاظ بڑے ادب سے سُنتا اور وہ دونوں رُوحانی عِشق کی مستی میں غرق رقص کیا کرتے۔

آج کام کاج والا دِن تھا۔ عام طور پر اتوار کو بہت سے عابد مہاراج کے پاس آتے مگر جو اُن سے نزدیک ہو کر خاص بات چیت کرنا چاہتے وہ لوگ کام کاج والے دن اُن کے پاس آتے تھے۔ اریادھا میں رہنے والے وِشنو نام کے ایک لڑکے نے انہیں دِنوں اُسترے سے گلا کاٹ کر خُودکشی کر لی تھی۔ بات چیت کا رُخ اس موضوع پر چل پڑا۔

شری رام کرشن جی: "میں نے لڑکے کی موت کے بارے میں سُنا، مجھے بہت برا لگا۔ وہ اسکول میں ایک طالب علم تھا اور یہاں آیا کرتا تھا۔ وہ اکثر مُجھے کہتا کہ اسے دُنیاوی زندگی میں ذرا بھی مزہ نہیں آتا۔ وہ مغربی صوُبے میں کچھ رشتہ داروں کے ساتھ رہا کرتا، اُن دِنوں تنہائی میں مرغزاروں، پہاڑوں

اور جنگلوں میں ریاضت کرتا۔ اُس نے مجھے اپنے تصوّر میں آنے والی کئی رُوحانی صُورتوں کے دیدار کی باتیں سُنائیں۔''

''شاید یہ اُس کا آخری جنم تھا۔ اُس نے بہت سارے فرائض اپنے پچھلے جنم میں ختم کر لئے ہوں گے اور جو تھوڑا کرنا باقی رہ گیا ہوگا وہ اُس نے اب کی بار ختم کر لیا ہوگا۔''

ایک عابد: ''خودکشی کے بارے میں سُن کر میں ڈر گیا ہُوں۔''

شری رام کرشن جی: ''بیشک خودکشی ایک سخت گُناہ ہے۔ ایک آدمی جو اپنا خُون خود کرتا ہے، اُسے اس دُنیا میں بار بار جنم لے کر اذیتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی آدمی خُدا کے دیدار کے بعد اپنے جسم کو خیر باد کہہ دے تو میں اسے خُودکشی نہیں کہتا۔ اس صورت میں جسم کو ایسے چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، علم الٰہی حاصل کر لینے کے بعد کچھ لوگ اپنے جسدِ خاکی سے کنارہ کشی کر لیتے تھے۔ مٹّی کے سانچے میں سونے کا مجسّمہ ڈھل جانے کے بعد تم اسے سنبھال کر رکھو چاہے توڑ دو۔''

''بہت سال پہلے بیس سال کا ایک نوجوان جس کا نام گوپال سین تھا، بارانگور سے باغیچے والے مندر میں آیا کرتا تھا۔ میرے سامنے وہ شدید وجد کے عالم میں کھو جاتا۔ ہریدے اُس کو اس ڈر سے سہارا دیتا کہ کہیں وہ زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں نہ توڑ لے۔ اُس نوجوان نے ایک دن میرے پاؤں چھو کر کہا، جناب! میں اس کے بعد آپ سے پھر کبھی نہ مل پاؤں گا۔ مُجھے آپ کو الوداع کہنی ہے۔ چند دِنوں بعد میں نے سُنا کہ اس نے جسم سے کنارہ کشی کر لی ہے۔''

شری رام کرشن جی نے دُنیادار لوگوں کے بارے میں بتانا شروع کیا۔

مہاراج: ''بندھن میں بندھی مخلوق، دُنیاداری میں جکڑی ہوئی۔ کبھی ہوش میں نہیں آئے گی۔ لوگوں کو اتنے دُکھوں، اذیتوں اور خطروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی وہ جاگیں گے نہیں۔ اُونٹ کو کانٹے دار جھاڑیاں کھانے کا شوق ہے۔ یہ جتنے کانٹے کھاتا ہے، اتنا ہی خون اس کے مُنہ سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتا ہے، پھر بھی یہ کانٹے دار پودے کھانے سے پرہیز نہیں کرے گا۔ دُنیاداری کی فطرت والا آدمی اتنا دُکھ درد، رنج والم اور تکلیفیں جھیلتا ہے مگر تھوڑے دِنوں میں یہ سب بھُول کر پھر پہلی سی زندگی گزُارنا شروع کر دیتا ہے۔ بالفرض ایک آدمی کی بیوی مر جاتی ہے یا وہ بے وفا ہو جاتی ہے تو وہ دوبارہ شادی کر لیتا ہے۔ یا ایک ماں کی مثال لے لو۔ اس کا بیٹا مر جاتا ہے اور وہ گہرے صدمے میں چلی جاتی ہے۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد وہ سب بھُول جاتی ہے۔ ماں جس کے اوپر تھوڑے دن پہلے غم کا پہاڑ ٹُوٹ

پڑا تھا، پھر وہی ہار سنگھار۔ وہی زیورات میں سجی ہوئی ہے۔ اپنی بیٹیوں کی شادی کر کے ایک باپ کا دیوالہ پٹ جاتا ہے لیکن پھر بھی ہر سال اس کے ہاں بچّے پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ لوگ مقدمے بازی میں برباد ہو رہے ہیں لیکن پھر کچہریوں میں حسبِ معمول جا رہے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے بچّوں کو بھر پیٹ کھانا نہیں کھلا سکتے۔ کپڑے نہیں دے سکتے یا سر پر معقول چھت نہیں دے پاتے۔ پھر بھی ہر سال اُن کے ہاں زیادہ بچّے ہو رہے ہیں۔"

"پھر۔ دُنیادار آدمی ایک سانپ کی طرح ہے جو ایک چھچھوندر کو نگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سانپ اُس کو نہ تو نگل سکتا ہے اور نہ ہی اس کو چھوڑ سکتا ہے۔ بندھن میں جکڑی رُوح کو علم ہو گیا ہے کہ دُنیا میں دراصل کوئی اصلیت نہیں اور یہ ہڈّی، گوشت کا بنا گندہ میوہ ہے لیکن پھر بھی اسے چھوڑ وہ اپنا من خدا کی طرف مائل نہیں کرتا۔"

"ایک مرتبہ میں کیشب سین کے پچاس سال کے رشتہ دار سے ملا۔ وہ تاش کھیل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ایسا لگا کہ جیسے خدا کے بارے میں سوچنے کا ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔"

"بندھن میں جکڑی ہوئی رُوح کی ایک اور خاصیت ہے۔ اگر تم اسے دُنیاوی گرد و پیش سے نکال کر رُوحانی ماحول میں لے آؤ تو وہ گھل گھل کر مر جائے گی۔ گندگی میں پیدا ہونے والا کیڑا غلاظت میں ہی خوش ہے، یہ گندگی میں ہی نشو و نما پاتا ہے۔ اگر تم اسے وہاں سے نکال کر چاول کے برتن میں رکھو گے تو یہ مر جائے گا۔"

سب خاموش رہے۔

وِجے: "نجات حاصل کرنے کے لئے بندھن میں جکڑی ہوئی رُوح کے من کی حالت کیسی ہونی چاہیے؟"

شری رام کرشن جی: "خدا کی رحمت سے اگر کوئی اپنے اندر دست برداری کا زوردار ولولہ پیدا کر لیتا ہے تو وہ زن اور زر کی وابستگی سے اپنے آپ کو آزاد کر سکتا ہے۔ یہ زوردار دستبرداری کیا ہے؟ ہلکی دستبرداری والا آدمی کچھ یوں کہتا ہے۔ وقت آنے پر سب ہو جائے گا ابھی مجھے خدا کے نام کی گوہار لگانے دو۔ مگر زوردار ولولے والا دستبردار خدا کے لئے اتنا ہی بیتاب ہو اُٹھتا ہے جتنا کہ بچّے کے لئے ایک ماں، اُسے ماسوائے خدا کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ دُنیا کو ایک گہرا کنوؤاں تصوّر کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ وہ اس میں ڈوب کر رہ جائے گا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو ایک زہریلے سانپ کا ساد یکھتا

ہے۔ وہ ان سے دور بھاگ جانا چاہتا ہے اور وہ واقعی دور بھاگ جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے کبھی یہ نہیں کہتا کہ پہلے اپنے کنبے کی پرورش کا انتظام کرلوں اور پھر خدا کے بارے میں سوچوں گا۔ وہ اندر سے مصمّم ارادے والا ہوتا ہے۔''

''میں تمہیں پکّی دستبرداری کی ایک کہانی سُناتا ہوں۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ ملک کے کسی حصّے میں قحط پڑ گیا۔ اپنے کھیتوں میں پانی لانے کی خاطر کِسانوں نے لمبی لمبی نالیاں بنانا شروع کر دیں۔ ایک کسان ہٹ دھرمی (ضدی) ارادے والا تھا۔ اُس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ نالی کے ذریعہ اپنے کھیت کو دریا سے ملا نہیں دیتا وہ کھدائی بند نہیں کرے گا۔ اس نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اُس کے نہانے کا وقت ہو گیا اور اس کی بیوی نے بیٹی کو تیل دے کر بھیجا۔ بیٹی نے کہا، 'ابا! پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، لیجئے یہ تیل جسم پر لگایئے اور غسل کر لیجئے۔' بھاگ جاؤ یہاں سے، کِسان چلایا۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ دوپہر ہو چکی تھی تو کِسان اب بھی کھیت میں کام کر رہا تھا۔ اُس نے غسل کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ پھر اس کی بیوی آئی اور کہنے لگی، تم نے ابھی غسل کیوں نہیں کیا۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ تم ہر چیز کو ضرورت سے زیادہ کرنے کی ٹھان لیتے ہو۔ باقی کا کام کل ختم کر لینا یا آج ہی کھانا کھانے کے بعد۔ کِسان نے غصّے میں اسے جھاڑ لگائی اور ہاتھ میں بیلچہ لئے اس کی طرف دوڑتے ہوئے چلایا۔ کیا تمہیں رتّی بھر بھی عقل نہیں؟ بارش ہو نہیں رہی۔ فصلیں مری جا رہی ہیں۔ بچّے کھائیں گے کیا؟ تم سب بھوک سے مر جاؤ گے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں نہانے اور کھانے کے بارے میں سوچوں گا نہیں، جب تک میں کھیت میں پانی نہ لے آؤں۔ اُس کے من کی حالت کو بھانپتے ہوئے بیوی مارے خوف کے بھاگ گئی۔ سارے دِن کی کمر توڑ محنت سے کِسان نے شام تک کھیت کو دریا سے جوڑنے کا کام مکمّل کر لیا اور پھر وہ بیٹھ کر کھیت میں بہتے پانی کی سرسراہٹ کو دیکھنے لگا۔ اُس کا دل خوشی اور سکُون سے بھر گیا تھا۔ وہ گھر لوٹا، بیوی کو بُلا کر بولا۔ مجھے تھوڑا تیل دو، اور میرا تمباکو والا حقہ تیار کرو۔ اُس نے پُرسکُون من سے غسل کیا۔ کھانا کھایا، بستر پر دراز خراٹے مارتا جی بھر سویا۔ اُس کا پکّا اِرادہ زوردار دستبرداری کی مثال ہے۔''

''ایک اور بھی کِسان تھا جو کھیت میں پانی لانے کے لئے نالی کھود رہا تھا۔ اس کی بیوی بھی کھیت میں آئی اور اُس سے کہا، بہت دیر ہو گئی ہے، گھر چلو، ضرورت سے زیادہ کیوں کر رہے ہو؟ کِسان نے زیادہ آنا کانی نہیں کی۔ بیلچہ ایک طرف رکھ کر اُس نے بیوی سے کہا، تم کہہ رہی ہو تو چلتا ہوں گھر۔'' (سب ہنس دیئے) ''وہ اپنے کھیت کو پانی دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔ یہ نرم یا کچّے ارادے والی دستبرداری ہے۔''

''ایسے مصمم ارادے کے بغیر کسان کھیت میں پانی نہیں لا سکتا۔ ایسے ہی بے انتہا تڑپ کے بغیر خدا کا دیدار نہیں ہو سکتا۔'' (وِجے سے) ''اب تم پہلے کی طرح اکثر یہاں کیوں نہیں آتے؟''

وِجے: ''جناب میں آنا تو بہت چاہتا ہُوں مگر میں آزاد نہیں ہُوں۔ میں نے برہمو سماج میں کام کرنا قبول کر لیا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ زن اور زر ہے جو ہمیں بندھن میں جکڑ کر ہماری آزادی چھین لیتے ہیں۔ عورت ہی سونے کی ضرورت کو پیدا کرتی ہے۔ عورت کی خاطر آدمی دوسروں کا غلام بن جاتا ہے اور اس طرح اپنی آزادی کھو دیتا ہے۔ پھر وہ اپنی مرضی سے کام نہیں کر سکتا۔''

''جے پور میں گووند جی کے مندر کے پجاری پہلے مجرّد[1] ہوا کرتے تھے۔ اور ان دنوں ان کی گرم مزاجی کی فطرت ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جے پور کے مہاراجہ نے انہیں بلا بھیجا۔ لیکن اُنہوں نے حکم عدولی کرتے ہوئے قاصد سے کہا، راجہ کو کہو، یہاں آئے اور ہم سے بات کرے۔ صلاح مشورہ کے بعد راجہ اور اُس کے وزیروں نے پجاریوں کی شادی کا اِنتظام کیا۔ اس کے بعد راجہ کو ان کو بلوانے کی ضرورت نہ رہی۔ وہ خود بخود اُس کے پاس حاضر ہو جاتے اور کہتے۔ حضور عالی! ہم آپ کو دعائیں دینے آئے ہیں۔ یہ رہے مندر کے متبرک پھول، اُنہیں قبول فرمائیں۔ وہ خود راج محل آتے کیونکہ انہیں اب آئے دن کسی نہ کسی چیز کے لئے پیسوں کی ضرورت رہتی جیسے گھر بنوانا، بچّوں کے لئے چاول کھانے کی رسم یا بچّوں کی پڑھائی لکھائی کے شروعات کے رسم و روایت وغیرہ کے لئے۔

(وِجے سے مخاطب ہو کر) ''تم خود ہی اندازہ لگاؤ کہ تم دوسروں کی نوکری کر کے کتنے نیچے گر گئے ہو؟ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یونیورسٹی سے ڈگریاں لئے ہوئے عالم و فاضل انگریزی طرز کی تعلیم کے ماہر انگریز مالکوں کے زیرِ ملازمت حاصل کر کے ہر روز اُن کے جُوتوں تلے روندے جاتے ہیں۔ اس کا ایک سبب عورت ہے۔ اُنہوں نے شادی کر رکھی ہے اور اپنی بیوی بچّوں کے ساتھ موج میلے کا انداز اپنا لیا ہے۔ اب جتنا بھی چاہیں وہ لوگ کبھی واپس لوٹ نہیں سکتے۔ اس لئے یہ ساری ذِلّتیں، مصیبتیں اور یہ توہین سب غلامی کی ہی دین ہیں۔''

''اگر آدمی ایک بار شدت کے تیاگ سے خدا کو حاصل کر لے تو پھر اُسے عورت سے کوئی دِلچسپی نہیں رہتی۔ پھر چاہے وہ صاحب خانہ ہو کر زندگی بسر کرے اُسے عورت یا عورت کی وابستگی سے کوئی خطرہ

---

1. مجرّد: کنوارہ، اکیلا۔

نہیں۔فرض کرو یہاں دو مقناطیس رکھے گئے ہیں۔ایک چھوٹا مقناطیس اور دوسرا بڑے والا مقناطیس۔ اِن دونوں میں سے کون سا مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچے گا؟ بیشک بڑے والا۔خدا بڑا مقناطیس ہے اور عورت اُس کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا مقناطیس۔عورت کیا کر سکتی ہے؟"

ایک عابد: "جناب! کیا پھر ہم عورت ذات سے نفرت کریں؟"

شری رام کرشن جی: "جس نے خدا کے دیدار کر لئے ہوں وہ کسی عورت کو نفسانی خواہش بھری نگاہ سے نہیں دیکھتا۔اُسے عورت سے کوئی ڈر نہیں۔وہ صاف طور سے جانتا ہے کہ عورت بھی ماں الٰہی کی بہت سی صُورتوں میں سے ایک صُورت ہے۔وہ ماں الٰہی کی شکل میں ہی ان سب کی پرستش کرتا ہے۔"

(وِجے سے مخاطب) "کبھی کبھی یہاں آتے جاتے رہا کرو۔میں تُم سے زیادہ سے زیادہ ملتے رہنا چاہتا ہُوں۔"

وِجے: "برہموسماج میں مُجھے بہت سے فرائض سرانجام دینے ہیں، اسی لئے میں ہمیشہ یہاں نہیں آسکتا۔لیکن جب بھی ممکن ہوا میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

شری رام کرشن جی (وِجے سے): "دینی اُستاد کا کام بیشک مُشکل ہے۔خدا کے براہِ راست حُکم کے بغیر سکھایا نہیں جاسکتا۔اگر تمہارے پاس پڑھانے کی سند نہیں تو لوگ تمہیں سُنیں گے نہیں۔ایسی تعلیم کے پیچھے کوئی طاقت ہی نہیں۔سب سے پہلے ہمیں رُوحانی ربط و ضبط یا دوسرے کسی طریقے سے خدا کو حاصل کرنا چاہیے۔اس طرح خدا سے اختیار لے کر ہمیں تقریریں کرنی چاہیے۔"

وِجے: "کیا برہموسماج کی تعلیمات ہمیں نجات نہیں دلا سکتیں ہیں؟"

شری رام کرشن جی: "ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو ہمیشہ کے لئے دُنیاوی بندھنوں سے چھڑانا ممکن نہیں ہے۔صرف خدا ہی ہے جو کہ دُنیا کو لبھانے والی مایا کا خالق ہے، ہم کو اس مایا سے نجات دلا سکتا ہے۔سچدانند[1] معلم اعظم کی پناہ میں جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔انسان جس نے خدا کا دیدار نہ کیا ہو۔اس کا حُکم نہ پایا ہو اور جو رُوحانی طاقت سے لیس نہ ہو۔دُنیا کی قید و بند سے دوسروں کو نجات دلانا اُس کے لئے کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ایک دن میں پنچوٹی سے گزرتے ہوئے صنوبر کے درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہا تھا۔میں نے ٹرٹر کرتا ایک بڑا سا مینڈک دیکھا۔میں نے سوچا کسی سانپ نے اُسے پکڑ لیا ہو گا۔کچھ دیر بعد جب میں واپس لوٹ رہا تھا تو میں نے دوبارہ مینڈک کو ڈری ہوئی آواز میں 'ٹرٹر'

---

1 سچدانند: خالقِ کائنات کا ایک نام۔

کرتے سُنا۔ کیا معاملہ ہے میں نے سوچا ذرا دیکھوں تو۔ میں نے دیکھا کہ پانی کے سانپ نے اُسے پکڑا ہوا تھا۔ سانپ نہ تو اُسے نِگل سکا اور نہ ہی اُسے چھوڑ سکا۔ مینڈک کی تکلیف کی کوئی حد ہی نہیں تھی۔ میں نے سوچا اگر اسے ایک زہریلے سانپ نے پکڑا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ تین بار ٹرٹر کرنے کے بعد یہ خاموش ہو گیا ہوتا۔ چونکہ یہ تو صرف پانی میں رہنے والا سانپ تھا اس لئے دونوں کو اِس اذیت سے گزرنا پڑا۔ اگر کسی کو سچّا مُرشد مل جائے تو تین بار ٹرٹر کے بعد اُس کی اَنانیست و نابود ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اُستاد اناڑی ہے تو اُستاد اور شاگِرد دونوں کو نہ ختم ہونے والی مُشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شاگِرد کو نہ تو اَنا سے اور نہ ہی دُنیاوی زنجیروں سے رہائی مل سکتی ہے۔ اگر شاگرد کسی نااہل اُستاد کے چُنگل میں پھنس جاتا ہے تو وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا۔"

وِجے: "جناب! ہم اس طرح کیوں بندھے ہوئے ہیں؟ ہم خدا کو کیوں نہیں دیکھ پا رہے؟"

سری رام کرشن جی: "مایا اس مجسّم رُوح کی انانیت کے سِوا اور کچھ بھی نہیں۔ اس انانیت نے پردے کی طرح ہر چیز کو ڈھانپ کر رکھا ہے۔ اگر اَنا مر جائے تو ساری مُشکلات کا خاتمہ ہو جائے۔ خدا کی رحمت سے اگر کوئی آدمی یہ جان لے کہ وہ فعل کا کرتا نہیں ہے تو وہ جیتے جی اس مایا سے آزاد ہو جائے۔ جسمانی طور پر زندہ رہتے ہوئے بھی وہ آزاد ہے۔ اُسے پھر کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

"مایا یعنی اَنا ایک بادل کی مانند ہے۔ سُورج بادل کے باریک ٹکڑے کے پیچھے چھُپ جاتا ہے تو دکھائی نہیں دیتا۔ مگر بادل کے غائب ہوتے ہی اُسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر مُرشد کی نوازش سے اَنا غائب ہو جائے تو خدا کو دیکھا جا سکتا ہے۔"

"اِنسان جِسم میں لِپٹے خالقِ کائنات (سچدانند) کے سِوا اور کچھ بھی نہیں۔ مایا یعنی اَنا نے اِنسان کے لئے بہت سی حد بندیاں ایجاد کر رکھی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی اصل ذات کو بھول چکا ہے۔"

"ہر اُپادھی[1] اِنسان کی فِطرت میں تبدیلی کا موجب بن جاتی ہے۔ اگر ایک کمزور نوعیت کا آدمی بڑھیا قسم کے جُوتے پہن لے تو وہ سیڑھیوں پر اُچھلتا کُودتا ایک کے بعد ایک سیڑھی چڑھتے ہوئے کسی انگریز کی طرح سیٹی بجانے لگتا ہے۔ اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں قلم آ جائے تو کوئی بھی کاغذ پکڑ کر وہ اس پر لکھنا شروع کر دے گا اتنی طاقت ہے قلم میں۔

دولت بھی ایک بڑی اُپادھی ہے۔ دولت کی ملکیت بھی آدمی میں بدلاؤ لا دیتی ہے۔ وہ پہلے جیسا

1. اُپادھی: ویدانت فلسفہ کے مطابق اپنے آپ پر یا خالقِ کائنات پر جہالت کے کارن حد بندی عائد کرنا۔

آدمی نہیں رہتا۔ ایک براہمن باغیچے کے مندر میں اکثر آیا کرتا تھا۔ باہر سے وہ بڑا سیدھا سادھا دکھائی دیتا تھا۔ ایک دِن میں 'ہردے' کے ساتھ کون نگر گیا۔ جیسے ہی ہم کشتی سے نیچے اُترے ہم نے گنگا کے کنارے اُس براہمن کو بیٹھے دیکھا۔ ہم نے سوچا، وہ یہاں تازہ ہوا کا مزہ لے رہا ہوگا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے کہا، ''ہیلو پُجاری جی کیا حال چال ہے؟'' میں نے اس کے بولنے کے انداز کو سمجھتے ہوئے ہردے سے کہا: ''لگتا ہے اس آدمی کے ہاتھ کچھ مال و زر لگ چُکا ہے، اسی لئے یہ اس انداز سے باتیں کر رہا ہے۔'' ہردے ہنس دیا۔

علم الٰہی حاصل کرنے کے بعد آدمی اَنا سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ علم الٰہی حاصل کرنے کے بعد وہ سمادھی میں پہنچ جاتا ہے۔ اور اَنا ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا علم الٰہی حاصل کرنا بہت مُشکل ہے۔ 'میں' جو کہ کسی کو دُنیاوی شخص بنا دیتی ہے اور اُس کا زن اور زر سے لگاؤ پیدا کر دیتی ہے وہی ہے شیطان 'میں'۔ اَنا کی یہی مداخلت اِنسان میں فرق پیدا کرتی ہے۔ پانی کے درمیان اگر ایک چھڑی رکھ دی جائے تو پانی دو حِصّوں میں بٹا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں پانی تو ایک ہی ہے۔ یہ درمیان میں رکھی ہوئی چھڑی کے کارن دو دکھائی دیتے ہیں۔ یہ 'میں' چھڑی ہے۔ چھڑی ہٹاؤ اور وہاں پانی کی وسعت پہلے سی رہ جاتی ہے۔''

''یہ 'میں' ہے کیا؟ یہ اَنا ہی ہے جو کہتی ہے ارے کیا وہ جانتے نہیں کہ میرے پاس کتنی دولت ہے؟ مُجھ سے بھلا امیر کون ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے آدمی کے دس روپے کوئی چور چرا لیتا ہے تو پہلے وہ چور سے روپے چھین لیتا ہے اور چور کی ایسی مرمت کرتا ہے کہ اس کی ہڈی پسلی ڈھیلی کر دیتا ہے۔ اتنے پر بھی اس کو نہیں چھوڑتا۔ چور کو پولیس کے حوالے کیا جاتا ہے، جو آخر کار جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ 'میں' نام کا شیطان کہتا ہے، ارے کیا یہ شیطان جانتا نہیں کہ اس نے کس کی چوری کی ہے؟ میرے دس روپے چرانے کی اس نے جرأت کیسے کی؟''

وِجے: ''اگر 'میں' کے خاتمہ کے بغیر دُنیا کے لگاؤ سے چھٹکارا نہ ملے اور اس وجہ سے سمادھی کا تجزیہ نہ ہو پائے تو سمادھی کے لئے خالقِ کائنات کے علم الٰہی کی پیروی کرنا عقلمندی ہوگی۔ اگر پرستش کی راہ میں چلنے پر اَنا قائم رہتی ہے تو بجائے پرستش کے علم الٰہی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ سچ ہے کہ کوئی کوئی آدمی سمادھی کے ذریعہ 'میں' سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ لیکن ایسے واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ تم ہزاروں دلائل سے قائل کیوں نہ کرو، لیکن 'میں' پھر بھی واپس لوٹ آتی ہے۔ تم چاہے آج پیپل کے پیڑ کو جڑ سے کاٹ دو لیکن اگلے ہی دِن تم دیکھو گے کہ اس کی

نئی کونپلیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اسی لئے اگر اس 'میں' کو رہنا ہی ہے تو اس شیطان 'میں' کو نوکر کی صورت میں رہنے دو۔ جب تک تم زندہ رہو تم یہی کہتے رہو۔ یا خدا! تو میرا آقا ہے اور میں تمہارا غلام۔ 'میں' جو اپنے آپ کو خدا کا غلام محسوس کرتی ہے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔''

وِجے (سری رام کرشن جی سے): ''جناب! آپ ہمیں شیطان 'میں' سے دستبرداری کے لئے فرما رہے ہیں۔ کیا 'میں' کے نوکر بن کر رہنے میں کوئی نقصان تو نہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''غلام 'میں' جو ایک احساس ہے کہ میں خدا کا نوکر ہوں۔ میں اس کا عابد ہوں۔ کسی کو چوٹ نہیں پہنچاتی برعکس اس کے یہ 'میں' دیدارِ خدا کے لئے موزوں ثابت ہوتی ہے۔''

وِجے: ''جناب! غلام 'میں' کے رہتے خواہش نفسانی، غصّہ اور دوسری پرجوش خواہشات کا کیا ہوتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''اگر کوئی آدمی واقعی ایسا محسوس کرتا ہے تو اُس میں نفسانی خواہش غصّہ اور ایسی چیزیں صرف نام کی ہی رہ جاتی ہیں۔ خدا کو حاصل کرنے کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو خدا کا نوکر یا عابد تصور کرتا ہے تو وہ کسی کو بھی چوٹ نہیں پہنچا سکتا۔ ایک تلوار اگر پارس کو چھُولے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ ظاہری طور پر پھر چاہے یہ تلوار ہی دکھائی دیتی ہے مگر یہ کسی کو کاٹ نہیں سکتی۔''

''ناریل کے پیڑ کی سوکھی ٹہنی زمین پر گر جانے کے بعد پیڑ کے تنے پر ایک نشان چھوڑ جاتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی اُس جگہ ایک ٹہنی تھی۔ اسی موافق خدا کو حاصل کرنے کے بعد آدمی میں صرف ظاہری طور پر اَنا رہ جاتی ہے اور غصّہ اور خواہش نفسانی بھی اُس میں صرف نام کی ہی رہ جاتی ہے۔ اس کی حالت بچّے کی سی ہو جاتی ہے۔ ایک بچّے کو ستو- رجس اور تمس جیسی تین خصلتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ جتنی جلدی کسی چیز سے اُس کو لگاؤ ہو جاتا ہے اتنی ہی جلدی بے تعلقی بھی۔ اُس کو جھانسا دے کر آپ اُس سے پانچ روپے کا کپڑا، ایک آنے کی گڑیا کے بدلے میں لے سکتے ہیں۔ بلاشک وہ پہلے ثابت قدمی سے کہے گا، نہیں میں ہرگز یہ کپڑا آپ کو نہیں دوں گا۔ میرے والد اس کو میرے لئے لائے تھے۔ بچّے کی نظر میں سب ایک جیسے ہیں۔ اُسے کسی آدمی کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ ذات پات میں بھی امتیاز نہیں کرتا۔ بچّہ نہ تو نفرت کے بارے میں کچھ جانتا ہے اور نہ ہی پاکیزگی یا ناپاکیزگی کے بارے میں۔''

''مراقبہ حاصل کرنے کے بعد بھی کچھ لوگ خادم کی 'میں' یا عابد کی 'میں' برقرار رکھتے ہیں۔ عبادت

گزار 'میں' کے شعُور کو بنائے رکھتا ہے۔ وہ کہہ اُٹھتا ہے یا خُدا! تم میرے آقا ہو اور میں تمہارا خادم۔ تم خُدا تعالیٰ ہو اور میں تمہارا زاہد۔ خُدا کا دیدار کر لینے کے بعد بھی وہ ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔ اس کی 'میں' مکمل طور سے نہیں مٹتی۔ اس قسم کی 'میں' کے شعُور کی لگا تار مشق کرتے ہوئے آدمی آخر کار خُدا کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کو 'بھگتی یوگ'[1] کہتے ہیں۔"

"عبادت کی راہ کی پیروی کرتے ہوئے بھی آدمی علم الٰہی حاصل کر سکتا ہے، خُدا بہت بڑی طاقت ہے۔ رضا ہونے پر وہ اپنے زاہد کو علم الٰہی عطا کرتا ہے۔ لیکن زاہد عام طور پر خالقِ کائنات کے علم کا طلبگار نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے وہ یسا شعُور رکھتا ہے کہ خُدا آقا ہے اور وہ اس کا خادم یا خُدا ماں الٰہی ہے اور وہ اس کا بچّہ۔"

وِجے: "مگر جو لوگ ویدانت فلسفہ کے مطابق غور و فکر کا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں وہ بھی آخر میں خُدا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں؟"

شری رام کرشن جی: "ہاں! غور و فکر کا راستہ اختیار کرتے ہوئے بھی اس تک پہُنچا جا سکتا ہے۔ اسے 'گیان یوگ'[2] کہتے ہیں۔ لیکن یہ بہت مُشکل راستہ ہے۔ اگر آدمی کو پکّا علم ہو جائے کہ صرف خالِق کائنات ہی ایک حقیقت ہے اور یہ دنیا غیر حقیقی و فریبِ نظر ہے تب اس کا من مراقبہ میں مُدغم ہو جاتا ہے لیکن جیسا میں نے تمہیں بتایا کہ کلجگ میں آدمی کی زندگی مکمل طور سے خوراک پر منحصر ہے۔ اُسے یہ آگاہی کیسے ہو سکتی ہے کہ صرف خالقِ کائنات ہی ایک حقیقت ہے اور یہ دُنیا فریبِ نظر؟ کلجگ میں یہ احساس کرنا مُشکل ہے کہ میں جسم نہیں، میں من نہیں، میں کائناتی چوبیس بنیادی اُصول نہیں۔ میں سکھ دُکھ سے پرے ہوں۔ میں بیماری اور غم، بڑھاپے اور موت سے کہیں بُلند ہوں۔ تم کتنی بھی بحث کرو، کتنی بھی دلیل بازی کرو، کسی نہ کسی غیر متوقع جگہ سے یہ احساس جسم اور رُوح ایک ہی موافقت رکھتے ہیں۔ ضرور پیدا ہو جائے گا، کوئی بھی اس جسمانی شناخت سے بچ نہیں پاتا۔ اس لئے کلجگ کے لوگوں کے لئے عبادت کا راستہ ہی بڑھیا راستہ ہے۔ یہ ایک سہل راستہ ہے۔"

"اور یہاں ایک کہاوت بھی ہے۔ میں شکر بننا نہیں چاہتا۔ شکر کھانا چاہتا ہوں۔ میں یہ کہنا کبھی پسند نہیں کرتا کہ میں خالقِ کائنات ہوں، میں کہتا ہوں تم میرے آقا ہو اور میں تمہارا خادم۔ میری خواہش

1. بھگتی یوگ: عبادت کا وہ راستہ جسے شنوی عبادت گزار اختیار کرتے ہیں۔
2. گیان یوگ: علم کا راستہ جو غور و فکر، دست برداری اور دوسرے رُوحانی ربط وضبط پر مُشتمل ہے۔

ہے کہ میں خدا کی حمد وثنا کروں۔ یہ ہے بھی اچھا کہ ہم خدا کو مالک سمجھیں اور خود کو اُس کا خادم۔ علاوہ ازیں تم جانتے ہو کہ یہ لہریں گنگا ہی کی ہیں۔ مگر لہروں کی گنگا ہے ایسا کوئی نہیں کہتا۔ میں 'وہی' ہوں۔ یہ کہنا صحت بخش نہیں وہ آدمی جو اس خیال کو ذہن میں رکھتا ہے جبکہ جسم کو اپنی ذات مانتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بڑی زک پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی رُوحانی زندگی کو وسعت نہیں دے پاتا۔ وہ اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا نیچے گرا دیتا ہے۔ وہ دوسروں کی آنکھوں میں دُھول جھونکتا ہے۔ ساتھ ہی اپنی آنکھوں میں بھی، وہ اپنے من کی حالت کو سمجھ نہیں پاتا۔"

"لیکن عام قسم کی یا معمولی سی عبادت سے خدا کو حاصل نہیں کیا جاسکتا اُسے پانے کے لئے 'پریم بھگتی' (وجد آفریں عبادت) چاہیے۔ پریم بھگتی کا دوسرا نام ہے 'راگ بھگتی' (اعلیٰ قسم کی عبادت جس میں سوائے خدا کے اور کسی سے کوئی وابستگی نہیں رکھی جاتی) بغیر انتہا تڑپ اور عشق کے خدا کا دیدار نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک کوئی خدا سے محبت کرنا سیکھ نہیں پاتا وہ اسے حاصل نہیں کرسکتا۔"

"ایک اور قسم کی بھگتی ہے جسے 'ویدی بھگتی'[1] کہا جاتا ہے۔ جس کے مطابق مقررہ گنتی کے حساب سے خدا کے نام کا جپ کرنا ہوگا۔ جج کرنا ہوگا، برت (روزہ رکھنا)، مقررہ نذرانوں کے ساتھ عبادت اور کئی قسم کی قربانیاں دینی ہوں گی۔ اس طرح کے اعمال کی لمبے عرصے تک مشق کرتے ہوئے آہستہ آہستہ راگ بھگتی حاصل ہوتی ہے۔ اور راگ بھگتی حاصل ہوئے بغیر خدا کو نہیں پایا جاسکتا۔ خدا سے عشق کرنا لازمی ہے۔ اس کی حصول یابی کے لئے دُنیاداری سے بے فکر ہو کر ہمیں خدائے پاک سے براہِ راست تعلق جوڑنا ہوگا۔"

"لیکن کسی کسی کو راگ بھگتی اپنے آپ ہی ہوتی ہے۔ یہ اُن میں پیدائشی طور سے ہی موجود ہوتی ہے۔ بچپن سے ہی وہ اپنے اندر اسے سمیٹے رکھتے ہیں۔ بچپن سے ہی وہ خدا کے لئے آنسو بہاتے ہیں۔ ویدھی بھگتی ایسے ہی ہے جیسے کہ ہلکی ٹھنڈی ہوا کیلئے پنکھا چلانا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے ہی خُدا کی محبت پانے کی خاطر ہم جاپ سادگی اور برت (روزہ) کی مشق کرتے ہیں۔ لیکن جنوبی ہوا کے خود بخود چلتے ہی پنکھی کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔ جب ہمیں اپنے آپ خدا کی محبت کا احساس ہونے لگتا ہے تو جاپ اور سادگی جیسے اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ عشقِ حقیقی میں دیوانہ ہو جانے پر شاشتروں کے مطابق مذہبی تقریبات کو کون عمل میں لائے گا؟ جب تک خدا سے محبت نہیں ہوتی وہ عبادت کچی عبادت ہے جب

---

1. ویدی بھگتی: ہندو شاستروں پر مبنی مذہبی رسومات و تقریبات کے ساتھ خدا کی عبادت۔

اُس سے محبت ہو جاتی ہے تب وہ عبادت پکّی عبادت کہلاتی ہے۔ جس کی عبادت کچّی ہے وہ خُدا کے مقولات اور ہدایات کو ذہن نشین نہیں کر سکتا۔ پکی عبادت ہونے پر ہی یہ سب ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ فوٹوگراف لینے والی سلور نائیٹریٹ لگی ہوئی پلیٹ پر پڑنے والا ہر عکس جوں کا توں اُتر جاتا ہے مگر عام سادہ شیشے پر چاہے ہزاروں عکس کیوں نہ پڑیں کوئی بھی ٹھہرے گا نہیں۔ جونہی شیشے پر سے عکس ہٹا پھر وہی عام سادہ شیشہ پہلے جیسا ہی۔ جب تک خُدا سے کسی کی محبت تکمیل کو نہ پہنچے گی تب تک وہ رُوحانی ہدایات کو ذہن نشین نہیں کر سکتا۔''

وِجے: ''خُدا کو حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دیدار کے لئے کیا اکیلی عبادت ہی کافی ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! صرف عبادت سے ہی خُدا کا دیدار کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ پکّی عبادت، وجد آفرین عبادت اور راگ عبادت (پکّی بھگتی، پریم بھگتی اور راگ بھگتی) ہونی چاہیے۔ اس قسم کی عبادت ہونے سے آدمی خُدا سے ایسے عشق کرتا ہے جیسے ایک ماں بچے سے۔ بچہ ماں سے یا ایک بیوی اپنے خاوند سے۔''

''جب کسی کو خُدا سے ایسی محبت ہو جائے تو پھر اس کو اپنی بیوی، بچّوں، رشتہ داروں اور دوستوں سے کوئی جسمانی کشش کا احساس نہیں ہوگا۔ ان کے لئے اس کے پاس صرف ترس کرنا ہی رہ جاتا ہے۔ ایسے آدمی کو دُنیا غیر ملکی (پردیس) نظر آتی ہے۔ ایک جگہ جہاں محض اس کو اپنے فرائض ادا کرنے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی کا اصلی گھر دیہات میں ہے لیکن کام کاج کی خاطر وہ کلکتہ آ جاتا ہے۔ اپنے کام کو سرانجام دینے کے لئے کلکتہ میں اسے ایک کرائے کے مکان میں رہنا پڑتا ہے۔ جب کسی کو خُدا سے عشق ہو جاتا ہے تو وہ دُنیا سے وابستگی اور دنیاوی دانشمندی سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔''

''اگر کسی میں دُنیاداری کے تھوڑے سے بھی آثار ہیں تو وہ خُدا کے دیدار سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیا سلائی اگر گیلی ہے تو آگ جلتی ہی نہیں، چاہے تم ہزاروں ایسی دیا سلائیاں ڈبیا سے رگڑتے رہو۔ تم بس ڈھیر سی دیا سلائیاں ایسے ہی ضائع کر دو گے، دُنیاداری میں بھیگا ہوا من ایک گیلی دیا سلائی کی مانند ہے۔''

''اگر کوئی عابد خُدا کے لئے صرف ایک بار ایسی وابستگی، کیف آور محبت، پختہ عبادت اور اس قدر اشتیاق کا احساس کر لے تو وہ خُدا کی شکل وصورت اور بغیر شکل وصورت والے دونوں پہلوؤں سے اُسے دیکھ سکتا ہے۔''

وِجے: ''خُدا کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''من کو صاف کئے بغیر خدا کو نہیں دیکھا جا سکتا، زن اور زر سے وابستگی کی وجہ سے من داغدار ہو گیا ہے۔ اسی لئے یہ گندگی سے ڈھک گیا ہے۔ کیچڑ سے لت پت سوئی کو مقناطیس اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا، کیچڑ کو دھو ڈالو سوئی مقناطیس کی طرف کھنچی چلی آئے گی۔ اسی طرح من کا میل آنسوؤں سے دھویا جا سکتا ہے۔ یا خُدا! اب کبھی دوبارہ میں کوئی بد اعمال نہیں کروں گا، ایسا کہہ کر اگر کوئی پچھتاوا کرتے ہوئے روئے تو یہ میل دُھل جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا جو کہ ایک مقناطیس کی طرح ہے سوئی کی مانند من کو کھینچ لیتا ہے۔ تب عابد مراقبہ میں چلا جاتا ہے اور خدا کا دیدار حاصل کر لیتا ہے۔''

''تم چاہے ہزاروں بار کوشش کرو مگر بغیر اس کی رحمت کے کچھ ہاتھ لگنے والا نہیں۔ اس کی رحمت یا اُس کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ کیا رحمت حاصل کرنا کوئی آسان بات ہے۔ یہ خیال رہتے ہوئے کہ 'میں کرتا ہوں' (میرے ذریعے سے ہی سب کام پایۂ تکمیل کو پہنچ رہے ہیں) خدا کا دیدار نہیں ہو سکتا۔''

''جو آدمی اپنے آپ کو مالک سمجھتا ہے، خدا کا اُس کے دل میں ظہور نہیں ہوتا۔ مگر جونہی اس کی رحمت نازل ہوتی ہے، اُس کا دیدار ہو جاتا ہے۔ وہ علم و فضل کا سورج ہے، اس کی ایک ہی کرن نے دُنیا کو علم کی روشنی سے چراغاں کر رکھا ہے۔ اسی سبب ہم ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل بنتے ہیں اور قسم قسم کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اپنی روشنی اگر وہ ایک بار اپنے مُنھ کے سامنے رکھے تو اُسکا دیدار ہو سکتا ہے۔''

''پولیس کا سارجنٹ رات کے اندھیرے میں ہاتھ میں لالٹین لے کر گھومتا ہے، پر اُس کا مُنھ کوئی نہیں دیکھ پاتا۔ مگر اُسی لالٹین کی روشنی میں وہ سب کو دیکھ سکتا ہے۔ اور باقی بھی اُس روشنی میں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔''

''اگر آپ سارجنٹ کو دیکھنا چاہیں تو اُس سے اِستدعا کریں اور اُسے کہیں صاحب! ذرا لالٹین اپنے مُنھ کے سامنے لائیے، آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ اسی طرح خدا سے ہمیں اِستدعا کرنی چاہیے۔ اے میرے مالک! ازراہِ کرم آپ علم و فضل کی روشنی کا رُخ اپنی طرف کریں تا کہ میں آپ کا چہرہ دیکھ سکوں۔ بغیر روشنی کا گھر غربت کی نشانی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے اندر علم کی روشنی کا دِیا جلانا چاہیے۔''

وِجے اپنے ساتھ دو الایا تھا۔ شری رام کرشن جی نے ایک عابد کو اس کے لئے پانی لانے کو کہا۔ وہ سچ میں رحم سے بھرا ایک چشمہ تھا۔ شری رام کرشن جی نے وِجے کو لے جانے والی کشتی کے بھاڑے کا انتظام کر دیا تھا کیونکہ غربت کی وجہ سے وہ کرایہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ وِجے، بلرام، 'ایم' اور دوسرے عابدین ایک کشتی سے کلکتہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

شکروار 9 / مارچ 1883

صُبح نو بجے کے قریب شری رام کرشن جی راکھل، 'ایم' اور دوسرے چند عابدین کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ نئے چاند کا دِن تھا۔ حسبِ معمول اس دِن وہ بار بار ماں الٰہی کے ساتھ راز و نیاز میں محو ہو جاتے۔

دُنیاوی صاحبِ خانہ لوگوں کے متعلق گفتگو چل رہی تھی۔

ایک عابد: ''کیوں صاحب! خدا نے ہمیں اس دُنیا میں کیوں بھیجا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''دُنیا اعمال کی کھیتی ہے، اعمال سے علم و فضل حاصل ہوتا ہے۔ مُرشد اپنے مُرید کو کچھ مخصوص کام کرنے کو کہتا ہے اور بعض کاموں کے لئے منع کرتا ہے اور پھر وہ اپنے شاگرد کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ کسی بھی صلے کی خواہش نہ رکھتے ہوئے ہر کام کو سرانجام دیتا رہے، اپنا فرض ادا کرتے رہنے سے من کا میل دھل جاتا ہے۔ جیسے کسی قابل طبیب کے مشورہ سے دوا لینے پر بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔''

'خدا ہمیں اس دُنیا سے نجات کیوں نہیں دیتا؟ آہ! وہ ہمیں تب آزاد کرے گا جب ہماری بیماری کا علاج ہو جائے گا۔ وہ ہمیں تب آزاد کرے گا جب زن اور زر سے لُطف اندوز ہونے کی ہماری خواہش ختم ہو جائے گی۔''

ان دنوں شری رام کرشن جی کا دل ماں کے پیار جیسا چھلک رہا تھا۔ اس لئے وہ راکھل کو اپنے ساتھ رکھتے۔ راکھل حضرت رام کرشن جی کے متعلق ایسے ہی سوچتا جیسے کہ ایک بچّہ اپنی ماں کے بارے میں سوچتا ہے۔ وہ شری رام کرشن جی کی گود میں جھُک کر یوُں بیٹھ جاتا جیسے ایک ننھا بچّہ ماں کی چھاتی سے چپٹ کر دُودھ پیتا ہے۔

راکھل شری رام کرشن جی کے پاس جھُک کر بیٹھا تھا۔ جبکہ ایک آدمی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ ''گنگا میں بھاری جوار بھاٹا آرہا ہے۔'' یہ دیکھتے ہوئے سری رام کرشن جی اور عابدین پنچوٹی کی طرف دوڑے۔ ایک لہر سے اُچھلتی ہوئی کشتی کو دیکھ کر وہ چلا اُٹھے۔ ''دیکھو! وہ دیکھو مُجھے اُمید ہے کہ کشتی کے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔''

وہ سب پنچوٹی میں جا کر بیٹھ گئے۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے جوار بھاٹے کی وجہ پُوچھی۔ 'ایم' نے زمین پر لکیریں کھینچ کر زمین، چاند، سوُرج، زمین کی کشش، بھاٹا جزر، طوفانی لہر، نیا چاند، پوُرن ماشی

کا چاند اور گرہن کے خاکے بنا کر اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): ''رکو تو! مُجھے تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ مجھے چکر آ رہا ہے۔ سر درد کرنے لگا ہے۔ وہ لوگ اِتنی دُور کی چیزوں کے بارے میں کیسے جان لیتے ہیں؟''

''دیکھو بچپن میں 'میں' اچھی تصویر کشی کر لیتا تھا۔ لیکن علم ریاضی میرے سر کر چکرا دیتا۔ میں حساب کے آسان سوال بھی نہ سیکھ پایا۔''

دوپہر کے بعد شری رام کرشن جی نے تھوڑا آرام فرمایا۔ اُدھر اور دوسرے عابدین آہستہ آہستہ اِکٹھے ہونے لگے۔ اُدھر یہاں پہلی بار آیا تھا۔ وہ ڈپٹی مجسٹریٹ تھا۔ اس کی عمر لگ بھاگ تیس سال کی تھی۔

شری رام کرشن جی: ''آدمی کو زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ ماں کے کمل جیسے پاک قدموں میں عبادت ہی کافی ہے۔ زیادہ سوچنے سے من پریشان ہو جاتا ہے۔ تمہیں تالاب کے اُوپر والی سطح سے صاف پانی ملے گا۔ دور نیچے ہاتھ ڈال کر ہلانے سے پانی مٹیالا ہو جائے گا، اس لئے خدا سے اُس کی عبادت کے لئے دُعا کرو۔''

عابد: ''کیا خدا کو کوئی دیکھ سکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ہاں یقیناً وہ خدا کے دونوں پہلو دیکھ سکتا ہے۔ شکل وصورت والا اور بغیر شکل وصورت والا۔ خدا کو رُوح کے مجسّمے اِنسانی شکل میں بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ خدا کے اوتار کو دیکھنا اور خدا کو دیکھنا ایک ہی بات ہے۔ وہ ہر دور میں انسانی جامہ پہن کر کرۂ زمین پر جنم لیتا ہے۔''

اتوار 11/مارچ 1883ء

آج شری رام کرشن جی کا جنم دِن تھا۔ اُن کے بہت سے شاگرد اور عابدین اس مبارک دِن کو دکھشنیشور مندر کے باغیچے میں منانا چاہتے تھے۔

صبح سویرے سے ہی عابدین ایک ایک کر کے ٹولیوں کی شکل میں اکٹھے ہونے لگے۔ مندروں میں صبح کی پرستش کے بعد نہابت میں موسیقی کی ہلکی ہلکی تانیں بج اُٹھیں۔ یہ بہار کا موسم تھا۔ پیڑ، بیلیں اور پودے تروتازہ پتوں اور شگوفوں سے ڈھکے پڑے تھے۔ ہوا بھی جیسے سرور سے لدی چلی آ رہی تھی۔ اس مبارک دِن پر عابدین کے دِلوں میں خوشی اُمڈ پڑی تھی۔

'ایم' صبح سویرے ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ شری رام کرشن جی بھاوَناتھ، راکھل اور

کالی کرشنا سے مُسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اُس نے مُنھ کے بل زمین پر لیٹ کر شری رام کرشن جی کو بندگی کی۔

شری رام کرشن جی ('ایم' کو): ''تمہارے آنے سے میں خوش ہُوں۔'' (عابدین سے) ''شرمندگی، نفرت یا خوف کے رہتے ہوئے آدمی کبھی رُوحانی نہیں ہوسکتا۔ آج کِتنا آنند ہوگا۔ لیکن وہ لوگ کِتنے احمق ہوں گے جو خدا کے نام کی دیوانگی میں ناچیں گائیں گے نہیں، وہ خُدا کو کبھی حاصل نہیں کر پائیں گے۔ اُس کی حمد و ثنا میں کیسی شرمندگی اور کیسا ڈر؟ اب تم سب مل کر گاؤ، بھاؤناتھ اور اس کے دوست کالی کرشن نے گیت گایا۔ گیت سُنتے ہی شری رام کرشن جی مراقبہ میں کھو گئے۔ کچھ دیر بعد کالی کرشن نے بھاؤناتھ کے کان میں دھیمے سے کچھ کہا۔ پھر اُس نے جُھک کر شری رام کرشن جی کو آداب کیا اور اُٹھ کر چل دیا۔ شری رام کرشن جی یہ دیکھ کر حیران ہوگئے۔ اُنہوں نے پُوچھا، ''کہاں جا رہے ہو تم؟''

بھاؤناتھ: ''اُسے تھوڑا کام ہے۔ اس سِلسلے وہ جا رہا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''ایسا کون سا ضرُوری کام ہے؟''

بھاؤناتھ: ''وہ برانگر ورکنگ مین انسٹی ٹیوٹ جا رہا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ اس کی بد نصیبی ہے، آج یہاں سعادت (انتہائی خُوشی) کا دریا بہے گا۔ وہ اِس سرور کا مزہ اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن کتنا بد نصیب ہے وہ!''

شری رام کرشن جی نے طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ کیا کہ وہ گنگا نہیں نہائیں گے۔ قریب نو بجے گنگا سے چند لوٹے پانی لایا گیا اور عابدین کی مدد سے اپنے کمرے کے برآمدے کی مشرق کی طرف بیٹھ کر اُنہوں نے غسُل کیا۔ پھر اُنہوں نے خُدا کا نام پکُارتے ہوئے نیا لباس پہنا۔ ایک یا دو عابدین کے ہمراہ وہ صحن کے پار ماں کے مقدّس نام کے گُن گاتے کالی مندر کی طرف چلے گئے۔ اُن کی آنکھیں اندر کی طرف اس طرح کھچی دکھائی دے رہی تھیں جیسے ایک پرندے کی اپنے انڈوں سے بچّے نکالتے وقت دِکھائی دیتی ہیں۔

مندر میں داخل ہو کر شری رام کرشن جی نے مُنھ کے بل فرش پر لیٹ کر ماں کے مجسّمے کی بندگی کی اور پھر بغیر کسی مذہبی رسوم کے ماں الٰہی کی پرستش ادا کی۔ چندن کی گھسی رگڑی پیسٹ اور پھُولوں کو وہ کبھی ماں کی مورتی کے قدموں میں ڈال دیتے اور کبھی اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیتے۔ اپنے طریقے کی اس پرستش کو ادا کرنے کے بعد اُنہوں نے بھاؤناتھ سے ماں الٰہی کو چڑھائے گئے ناریل کو اپنے ساتھ لے جانے کے

لئے کہا۔ اُنہوں نے وِشنو مندر میں رادھا اور کرشن کی مورتیوں کو بھی آداب کیا۔

جب شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں واپس لوٹے تو دوسرے عابدین وہاں پُہنچ چکے تھے۔ رام نتیہ گوپال اور کیدار بھی اُن میں شامل تھے۔ سب نے شری رام کرشن جی کو سلام کیا اور شری رام کرشن جی نے اُن سب کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے): ''عام لوگ خدا کے اوتار (رسول) کی آمد کو پہچان نہیں پاتے۔ وہ پوشیدگی میں آتا ہے، صرف چند ایک نزدیکی شاگرد ہی اُسے پہچان سکتے ہیں۔ 'رام' ہی انسانی جامے میں خالقِ کائنات اور خدا کے کامل رسول تھے، اس بات کو صرف بارہ درویش ہی بخوبی طور پر جانتے تھے۔ دوسرے فقیر انہیں کہتے 'رام' ہم تو آپ کو صرف دشرتھ کے بیٹے کے طور پر ہی جانتے ہیں۔''

ابھی ابھی کوناگار سے عابدین کی ایک ٹولی ڈھول مجیروں کے ساتھ کیرتن کرتی ہوئی پہنچی۔ جیسے ہی وہ شری رام کرشن جی کے کمرے کے شمال مشرقی برآمدے میں پہنچے تو شری رام کرشن جی رُوحانی نشے میں دُھت اُن لوگوں کے ساتھ ناچ گانے میں شریک ہو گئے۔ کبھی کبھی وہ مجسّمے کی طرح ساکت کھڑے مراقبہ میں چلے جاتے۔ ایک بار جب وہ اس قسم کے رُوحانی نشے میں چور تھے تو عابدین نے یاسمین پھُولوں کے گندُھے ہوئے ہار اُن کے گلے میں ڈالے۔ شری رام کرشن جی کی اس جادو بھری شکل وصوُرت نے اُنہیں خدا کے رسول چیتنیہ کی یاد دلا دی۔ شری رام کرشن جی یکے بعد دیگرے شعُورِ الٰہی کی تین حالتوں میں مُبتلا پائے جاتے۔ قلبی یا اندرونی حالت میں وہ باہری دُنیا سے بالکل بے خبر ہوتے، نیم بے خبری کی حالت میں وجد آفریں میں عابدین کے ساتھ ناچتے اور باخبر یا ہوش وحواس کی حالت میں وہ ان سب کے ساتھ مل کر اُونچی آواز میں گاتے۔ شری رام کرشن جی بے حرکت مراقبہ میں ساکت کھڑے گلے میں خُوشبو سے مہکتے پھُولوں کے ہار، محبّت اور شگفتگی بکھیرتا تبسّم چہرہ اور اِرد گرد چاروں طرف گیت گاتے عابدین، سچ مچ یہ دیوی دیوتاؤں کے دیکھنے لائق کمال کا نظارہ تھا۔

دوپہر کو جب کھانے کا وقت ہوا تو شری رام کرشن جی نے پیلے رنگ کے کپڑے پہنے اور چھوٹے تخت پوش پر بیٹھ گئے۔ اُن کی سنہری صورت پر چٹے بھبتے پیلے رنگ کے کپڑے عابدین کی آنکھوں میں جیسے جادو بکھیر رہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد شری رام کرشن جی نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ اُن کے کمرے کے اندر باہر عابدین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اُن میں کیدار، سریش، رام، منموہن، گریندر، راکھل، بھاوَناتھ اور 'ایم' شامل تھے۔

راکھل کے والد بھی وہاں موجود تھے۔

ایک ویشنو گوسوامی کمرے میں بیٹھا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اُس سے کہا، ''ہاں تو آپ کا کیا کہنا ہے، خدا کو حاصل کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟''

گوسوامی: ''جناب! خدا کے نام کا جاپ ہی کافی ہے۔ کلجگ میں شاستر خدا کے مقدس نام پر زور دیتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''خدا کے مقدّس نام میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، عابد کی اندرونی تڑپ کے بغیر صرف خدا کا نام بار بار لینے سے کیا کچھ حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کا دیدار کرنے کے لئے رُوح کی بیتابی ضرُوری ہے۔ فرض کرو کوئی آدمی مشین کی طرح خدا کے نام کی رَٹ لگاتا ہے، جبکہ اُس کا من زن اور زر کی جانب مرکوز ہے تو کیا وہ کچھ حاصل کر پائے گا؟ مثال کے طور پر خدا کا مقدّس نام پکارتے پکارتے اگر کوئی آدمی پارسا بن جاتا ہے مگر بہت جلد ہی وہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، اُس کا دِل اتنا پختہ نہیں۔ وہ یہ عہد نہیں کرتا کہ وہ دوبارہ کبھی گناہ نہیں کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گنگا میں نہانے کے بعد آدمی کو سب گناہوں سے نجات مل جاتی ہے لیکن اس سے فائدہ کیا؟ کہاوت ہے کہ گناہ گنگا کے کنارے لگے پیڑوں پر بسیرا کر لیتے ہیں۔ جُونہی کوئی آدمی آبِ مقدّس سے باہر آتا ہے پرانے گناہ پیڑوں سے اُتر کر اُس کے کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔'' (سب ہنس پڑے) ''پُرانے گناہ دوبارہ اُس پر اپنی ملکیت جما لیتے ہیں۔ بس پانی سے باہر نکلنے کی ہی دیر ہے۔''

''اسی لئے میں کہتا ہوُں کہ خدا کے نام کو پکُارنے کے ساتھ ساتھ اس کی محبّت کو پانے کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اُس سے دُعا کرو نا پائیدار چیزوں یعنی دھن دولت، شہرت اور دُنیاوی آسائشوں سے تمہارا لگاؤ دن بدن کم سے کمتر ہوتا جائے۔''

(گوسوامی سے مخاطب) ''خلوص اور سنجیدگی سے سب مذہبوں کی معرفت خدا کا دیدار ہو سکتا ہے۔ ویشنو اُس کا دیدار کریں گے، ایسے ہی ساکتا نام کے فرقہ والے، ویدانتی اور برہمو فرقہ والے سب اُسے حاصل کر لیں گے۔ مسلمان اور عیسائی بھی اُسے حاصل کر سکتے ہیں۔ غرضیکہ ہر کوئی اُسے پانے کا حقدار ہے بشرطیکہ وہ سنجیدہ اور پُر خلوص ہو۔

کچھ لوگ یوں کہتے ہوئے جھگڑوں میں اُلجھ جاتے ہیں کہ ہمارے کرشن کی پرستش کئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا ہماری ماں الٰہی کی عبادت کئے بغیر کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوگا یا پھر عیسائی مذہب اختیار کئے بنا

ہم محفوظ نہیں رہ سکتے۔ واضح طور سے یہ سب باتیں بنا دلیل کی ہیں۔ بلاوجہ دلائل پر زور دینے والا شخص کہتا ہے کہ صرف میرا مذہب ہی سچّا ہے، باقی سب کے مذاہب جھوٹے ہیں۔ یہ ایک بُرا نظریہ ہے۔ خدا کو الگ الگ راستوں پر چل کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"علاوہ ازیں کچھ لوگ کہتے ہیں خدا شکل وصورت والا ہے اور کچھ اُسے بغیر شکل وصورت والا مانتے ہیں اس وجہ سے وہ لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک ویشنو ایک ویدانتی سے تکرار کرتا ہے۔ خدا کا دیدار کرنے کے بعد ہی صحیح معنوں میں آدمی اس کا ذکر کر سکتا ہے۔ جس نے خدا کا دیدار کر لیا ہے۔ وہ حقیقتاً یہ سچّائی جانتا ہے کہ خدا انسانی جامے میں بھی ہے اور وہ بے شکل وصورت کے بھی۔ اُس کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

"ایک دفعہ چند اندھے آدمیوں کو اتفاقاً ایک جانور کے نزدیک جانے کا موقع ملا، کسی نے انہیں بتایا کہ وہ ایک ہاتھی تھا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ہاتھی کی شکل کیسی ہے؟ آدمی اس جانور کا جسم ٹٹولنے لگے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ ہاتھی ایک ستون کی مانند ہے اُس نے صرف اس کی ٹانگ کو چھوا تھا۔ دوسرے نے کہا یہ چھاج کی طرح ہے اُس نے اُس کے کان کو چھوا تھا۔ اِسی طرح دوسروں نے بھی اس کی دم یا پیٹ کو چھوا اور ہاتھی کے بارے میں اپنے الگ الگ بیان دیئے۔ اِسی طرح خدا کا صرف ایک ہی پہلو دیکھنے والے کو خدا محدود ہی نظر آتا ہے۔ یہ اُس کا اپنا وہم وگمان ہے، خدا اِس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔"

(گوسوامی سے): "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ خدا کے بارے میں صرف یہی سچ ہے کہ وہ شکل وصورت والا ہے؟ بلاشک یہ بات سچ ہے کہ خدا کرۂ زمین پر انسانی جامہ پہن کر آتا ہے جیسا کہ کرشن کے متعلق دیکھا گیا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ وہ اپنے عابدین کی خاطر مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، خدا کی کوئی شکل وصورت نہیں۔ وہ ناقابل تقسیم سچدانند[1] ہے۔ (ہستی، علم اور سعادت) ویدوں میں اسے شکل وصورت والا اور بنا شکل وصورت والا دونوں طرح سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کو باوصف اور بے وصف بھی کہا گیا ہے۔"

کیدار: "بھاگوت[2] میں کہا گیا ہے کہ 'ویاس' نے اپنی تین خطاؤں کے لئے خدا سے معافی مانگی ہے۔ اُس نے کہا، 'اے مالک! آپ کی کوئی شکل وصورت نہیں لیکن میں نے مراقبہ میں تمہیں صورت والا تصور کیا ہے۔ آپ بیانِ زباں سے پرے ہو، مگر میں نے تمہارے گیت گائے ہیں۔ آپ ہر ذرّے میں ہر سو رچی

---

1. سچدانند: خالقِ کائنات کا ایک نام۔ 2. بھاگوت: ہندوؤں کی مذہبی کتاب۔

بسی رُوحِ عظیم ہو۔ لیکن میں نے مقدّس مقامات پر زیارت کی ہے۔ اے مالک! مجھ پر رحم فرمائیں اور میری ان تین خطاؤں کے لئے بخشش کریں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! خدا شکل وصورت والا اور بغیر شکل وصورت کے بھی ہے۔ علاوہ اس کے وہ ان صورتوں سے پرے ہے۔ اس کو حد میں نہیں باندھا جا سکتا۔''

بعد میں دوپہر کو عابدین نے پنچوٹی میں گیت گائے۔ شری رام کرشن جی بھی اُن میں شریک ہوئے۔ یہ دِن سب کے لئے خوشیوں بھرا دِن تھا۔ شام کے چھ بجے کے قریب شری رام کرشن جی عابدین کے ساتھ اپنے کمرے کے جنوب مشرقی برآمدے میں بیٹھے تھے۔

شری رام کرشن جی: ''ایک پاکیزہ اِنسان جو دُنیا سے اپنی وابستگی توڑ چکا ہے یقیناً ہی خدا کا نام دہرائے گا یہ قدرتی بات ہے۔ اس کو سرانجام دینے کے لئے اور کوئی ذمہ داری نہیں۔ اگر وہ خدا کی ریاضت کرتا ہے تو کوئی حیرانگی کی بات نہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ اس کے خیالوں میں غرق نہیں ہوتا یا اس کے مقدّس نام کو نہیں دہراتا تو لوگ اُس کے بارے میں بُرا بھلا سوچیں گے۔''

''لیکن گرہستی اگر خدا کا نام بار بار دہراتا ہے تو اس کے لئے یہ بات باعثِ فخر ہے راجہ جنک کا خیال کرو کتنی جرأت تھی اُس میں۔ اُس نے اپنے گرد دو تلواروں کی باڑ بنا رکھی تھی۔ ایک علم و فضل کی اور دوسری اپنے فرائض کی، اُسے خالقِ کائنات کا پورا علم تھا اور وہ اپنے شاہی فرائض بھی پوری وفاداری سے سرانجام دیتا تھا۔ ایک ناپاک عورت اپنے دُنیاوی چھوٹے چھوٹے فرائض ادا کرتی رہتی ہے لیکن اُس کا دل ہمیشہ اپنے آشنا کی طرف مرکوز رہتا ہے۔ پاکدامن اِنسانوں کی لگاتار صحبت ضروری ہے۔ وہ تمہیں خدا سے روشناس کراتے ہیں۔''

عابدین گھر لوٹنے کی تیاری میں تھے۔ ایک ایک کر کے اُنہوں نے شری رام کرشن جی کو آداب کیا۔ بھاؤ ناتھ کو دیکھتے ہی اُنہوں نے کہا، ''تم آج واپس نہ جاؤ، تمہیں دیکھتے ہی میرے دل میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔'' بھاؤ ناتھ ابھی دُنیاوی زندگی کے جھنجھٹوں میں نہیں پڑا تھا۔ گورے چٹے رنگ والا خوبصورت چہرہ مہرہ لئے بیس سال کا نوجوان تھا وہ۔ خدا کا نام سُنتے ہی اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگتے۔ شری رام کرشن جی کو وہ نارائن کا مجسّمہ دکھائی پڑتا تھا۔



پرستاروں کی رفاقت میں

اتوار 18/اپریل 1883ء

اتوار کی صُبح تھی، کمرے میں بیٹھے ہوئے شری رام کرشن جی ایک لڑکے کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ اُن کے ہمراہ بیٹھا تھا ایک اور لڑکا ان کا محبوب شاگرد جس کا نام تھا راکھل۔ 'ایم' نے کمرے میں داخل ہو کر شری رام کرشن جی کو آداب کیا۔ رام لعل بھی کمرے میں تھا۔ کشوری، منی لعل ملک اور دوسرے عابدین آہستہ آہستہ اکٹھے ہونے لگے۔

منی لعل ملک ایک کاروباری آدمی حال ہی میں بنارس گیا تھا۔ وہاں اُس کا ایک بنگلہ تھا۔

شری رام کرشن جی: ''تو تم بنارس گئے تھے۔ کیا وہاں کچھ سادھو مہاتما بھی ملے؟''

منی لعل: ''جی ہاں! میں تریلنگ سوامی، بھاسکر آنند اور دوسرے مہاتماؤں کو پرنام کرنے گیا تھا۔ ترلنگ سوامی نے بالکل خاموش رہنے کا عہد کر رکھا ہے جبکہ بھاسکر آنند ہر ایک سے دوستانہ طریقے سے ملتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا بھاسکر آنند سے تمہاری کوئی بات چیت ہوئی؟''

منی لعل: ''جی ہاں! بہت باتیں ہوئیں۔ اُن سے اور باتوں کے علاوہ اچھائی اور برائی (پاپ اور پن) جیسے مسئلوں پر بھی بات چیت ہوئی۔ اُنہوں نے مُجھے بتایا کہ کبھی بھی برائی کی راہ پر مت چلنا۔ بُرے خیالوں کو خیر باد کہہ دو۔ خدا یہی سب چاہتا ہے۔ صرف وہی کام کرو جن کے کرنے سے بھلا ہوتا ہے۔''

سری رام کرشن جی: ''ہاں دُنیادار لوگوں کے لئے وہ بھی ایک راستہ ہے لیکن وہ لوگ جن کا رُوحانی شعُور بیدار ہو چکا ہے اور جن کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ صرف خدا ہی واحد سچ ہے باقی سب فریب اُن کا ایک الگ ہی نظریہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صرف خدا ہی ہر کام کو سرانجام دینے والا ہے اور باقی سب اُس کے آلہ کار ہیں۔''

''وہ لوگ جن کا رُوحانی شعُور بیدار ہو چکا ہے کبھی کوئی غلط قدم نہیں اُٹھاتے۔ وہ برائی کو ترک کرنے کے لئے کبھی کوئی دلیل بازی نہیں کرتے۔ خدا کے عشق میں وہ اتنے محو ہو چکے ہیں کہ وہ جو بھی قدم اُٹھائیں گے اچھا ہی اُٹھائیں گے۔ وہ بھلی بھانتی جانتے ہیں کہ وہ کسی بھی فعل کے کرتا نہیں وہ تو محض خدا

کے خادم ہیں۔''

ایک جگہ ایک آشرم (ڈیرہ) تھا۔ وہاں رہنے والے سادھو (درویش) ہر روز کھانے کے لئے بھیک لینے جاتے۔ ایک دِن خیرات لینے گئے ایک سادھو نے دیکھا کہ ایک زمیندار بے رحمی سے ایک آدمی کو پیٹ رہا ہے۔ رحم دل سادھو نے آگے بڑھ کر زمیندار کو مارنے کے لئے منع کیا۔ غصّے میں آگ بولہ زمیندار نے اپنا سارا غصہ اُس معصُوم سادھو پر جا نکالا۔ جب تک سادھو بے ہوش نہ ہو گیا تب تک زمیندار اُسے مارتا ہی چلا گیا۔ اس واقعہ کی جانکاری کسی نے آشرم میں جا کر دے دی۔ ساتھی سادھو دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے اور دیکھا کہ اُن کا ساتھی نیچے گرا پڑا ہے۔ اُن میں سے چار پانچ لوگوں نے اُسے واپس لا کر بستر میں لٹا دیا۔ وہ سادھو اب بھی بے ہوش تھا۔ باقی سادھو غمگین اور دُکھ کی حالت میں اُس کے اِرد گرد بیٹھے تھے۔ کوئی کوئی پنکھا کر رہا تھا، آخر کار کسی نے تجویز دی کہ اُسے تھوڑا سا دُودھ دیا جائے۔ دوُدھ کے مُنہ میں جاتے ہی اُسے ہوش آ گیا۔ اُس نے آنکھیں کھولیں اور آس پاس دیکھا۔ ایک سادھو نے کہا، دیکھیں وہ پوُری طرح ہوش مند ہے اور ہمیں پہچان پاتا ہے؟ اُس کے کان میں زور سے پکُارتے ہوئے سادھو نے کہا، محترم جناب! آپ کو دوُدھ کون پلا رہا ہے؟ سادھو نے ہلکی سی آواز میں جواب دیا، بھائی جس نے مجھے مارا ہے اب وہی مُجھے دوُدھ پلا رہا ہے۔''

''لیکن خدا کے دیدار کئے بغیر من کی ایسی حالت کبھی نہیں بن پاتی۔''

منی لعل: ''جناب! ابھی جو بات آپ نے کی وہ کسی بلند مرتبہ رُوحانی حالت والے آدمی کے ساتھ ہی منسُوب کی جا سکتی ہے۔ میں نے بھاسکر آنند سے کچھ ایسے ہی موضوعات پر سرسری طور سے بات چیت کی تھی۔''

مندروں میں پُوجا (پرستش) ختم ہو چُکی تھی اور اب بھوگ 1 پرشاد کے لئے گھنٹیاں بجنے لگیں۔ یہ موسم گرما کی ایک گرم دوپہر تھی۔ گنگا میں زور کی طوفانی لہریں اُٹھنے لگیں اور جنوُب سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ کھانا کھانے کے بعد شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں چند بزرگ نمائندے جو برہمو سماج سے تعلق رکھتے تھے وہاں آ پہنچے۔ کمرہ پرستاروں سے بھر گیا تھا۔ شمال کی طرف چہرہ کئے ہوئے شری رام کرشن جی اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مسکراُتے ہوئے برہمو عابدین سے خُوشی خوشی باتیں کرتے رہے۔

---

1. بھوگ: پرشاد، مندر میں پکے ہوئے کھانے، پھل اور مٹھائیوں وغیرہ کا نذرانہ۔

شری رام کرشن جی: ''تُم لوگ پریم پریم چلاّتے رہتے ہو۔ مگر پریم کو کیا کوئی عام فہم چیز سمجھ رکھا ہے؟ پریم یعنی خدا سے مستی بھرے پیار کی دو خصوصیات ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ آدمی دُنیا کو بھُول جاتا ہے، اُسے خدا سے اس قدر محبّت ہو جاتی ہے کہ وہ باہری چیزوں سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ کہ اپنے نزجسم کے متعلق اُسے میرے پن کا کوئی احساس نہیں رہتا، جبکہ یہ جسم سب کو بیحد پیارا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے اس بات سے کہ یہ جسم ہی رُوح ہے چھٹکارا پالیتا ہے۔''

'خدا کے دیدار ہونے کی چند ایک علامتیں ہیں۔ جو آدمی اسے حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے، اُس کے لئے خدا کو پانا کوئی مشکل کام نہیں۔ ایسی آرزومندی کی کون کون سی باہری علامتیں ہیں؟ وہ ہیں امتیاز، صبر و تحمل، خدا کی مخلوق پر رحمدلی، پارسا انسانوں کی خدمتگاری، اُن کی رفاقت، خدا کی ستائش وحمد و ثنا اور سچ بولنا وغیرہ وغیرہ۔ جب تُم کسی عارف میں ایسی علامتیں دیکھو تو یہ یقین جان لو کہ اُس کے لئے خدا کو حاصل کرنے میں اب زیادہ دیر نہیں۔''

'کسی نوکر کے گھر کی حالت بغیر کسی مغالطے کے بتا دیتی ہے کہ اُس کا مالک اُس کے گھر آنے والا ہے۔ سب سے پہلے گھر کے اِرد گرد سے کوڑا کرکٹ اور گھاس وغیرہ ہٹا دیا جاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر کمروں میں سے دھُول، مٹّی اور دھوئیں کی کالک ہٹائی جاتی ہے۔ تیسرے نمبر پر گھر کا صحن، کمروں کی چھتیں اور دوسری جگھوں پر جھاڑ پھُونک کی جاتی ہے۔ آخر میں خود مالک ہی اُس کے گھر قالین، تمباکو پینے کا حصّہ اور اِسی طرح کی کچھ دُوسری چیزیں بھیج دیتا ہے۔ اِن چیزوں کو آتے دیکھ کر آپ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ مالک جلد ہی آنے والا ہے۔''

ایک عابد: ''اپنے آپ پر ضبط پانے کے لئے کیا ہمیں پہلے امتیاز کی مشق کرنی چاہیے؟''

شری رام کرشن جی: ''یہ بھی ایک راستہ ہے، اس کو وِچار یا استدلال والا راستہ کہتے ہیں۔ لیکن بھگتی (عبادت) کے راستے پر چلتے ہوئے بھی اندرُونی عضوُ[1] پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس طریقے سے یہ ضبطِ نفس آسانی سے اِنجام دیا جاسکتا ہے۔ خدا کے ساتھ عشق کے بڑھتے بڑھتے نفسانی مسرتیں بے مزہ دکھائی دیتی ہیں۔

عابد: ''میں خدا سے کیسے عشق کر سکتا ہوں؟''

شری رام کرشن جی: 'خدا کے نام کا جاپ کرو، سب گُناہ دور ہو جائیں گے، ایسے ہی تم نفسانی

---

1. عضوُ: من، بدّھی اور نفس یا خودی۔

ہوس، غصّہ اور دُنیاوی آسائشوں کی خواہش وغیرہ کو آسانی سے مِٹا پاؤ گے۔''

عابد: ''میں خدا کے نام سے کیسے سُرور حاصل کر سکتا ہوں؟''

شری رام کرشن جی: ''خدا سے تڑپتے ہوئے دِل سے دُعا کرو کہ وہ تمہیں اُس کا نام لینے سے سُرور عطا کرے۔ وہ یقیناً تمہارے دِل کی مُراد پوری کرے گا۔ ہر جس کے من کی جیسی سوچ ہوتی ہے، ویسا ہی اُسے نفع ہوتا ہے۔ ایک دفعہ دو دوست ایک گلی میں سے گزر رہے تھے، اُنہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بھاگوت کی کتھا[1] سن رہے تھے۔ ایک دوست نے دوسرے سے کہا، 'آؤ ہم بھی مقدّس کتاب (شاستر) کو سنیں۔' ایسا کہتے ہوئے وہ اندر جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے اندر جھانکا اور چل دیا۔ وہ ایک بُری صحبت والے گھر میں داخل ہوا لیکن جلد ہی اُسے اُس جگہ سے کراہت محسوس ہونے لگی۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا، 'مجھے شرم سے ڈوب مرجانا چاہیے، میرا دوست ہری (خدا کا ایک نام) کی کتھا سُن رہا ہے اور میں کہاں آنکلا۔' لیکن وہ دوست جو ہری کتھا سُن رہا تھا وہ کتھا سنتے سنتے اوب گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا، 'میں بھی کتنا احمق ہوں، میں اس آدمی کی اُکتا دینے والی باتیں سن رہا ہوں اور میرا دوست وہاں مزے لوٹ رہا ہے۔' کچھ عرصہ بعد وہ دونوں اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ موت کا فرشتہ اُس رُوح کو لینے آ پہنچا جس نے بھاگوت کی کتھا سُنی تھی اُسے گھسیٹتے ہوئے وہ جہنم میں لے گیا۔ اور پھر دوسری رُوح جو طوائف کے کوٹھے پر موج مستی کرتی رہی اُسے لے جا کر اُس نے جنّت میں چھوڑ دیا۔''

''واقعی خدا ہمارے دِل کے اندر جھانک کر ہماری نیت دیکھتا ہے، وہ یہ نہیں پرکھتا کہ ہم کہاں کیا کر رہے ہیں۔''

''ہر کوئی علم و فضل حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں دو ہی ہستیاں یا دو ہی وجود ہیں۔ پہلی جیو آتما یعنی انفرادی رُوح اور پرماتما جسے رُوح برتر کہا جاتا ہے۔ دُعا کے ذریعے نِجی یا انفرادی رُوحیں اس رُوحِ برتر یعنی خدا سے جوڑی جا سکتی ہیں۔ ہر گھر میں گیس کے ذخیرے کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے انتظام ہوتا ہے۔ گیس کمپنی کو درخواست کرنے پر وہ گیس مُہیا کرنے کا بندوبست کرتے ہیں اور پھر آپ کا گھر روشنی سے جگمگا اُٹھتا ہے۔''

''کچھ لوگوں میں رُوحانی شعور پہلے سے ہی بیدار ہوتا ہے۔ لیکن اُن کی کچھ خاص علامتیں ہوتی ہیں، وہ ماسوائے خدا کے اور کسی چیز کے بارے میں سُننا یا بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ جیسے چاتک نام کا

---

1. بھاگوت کی کتھا: ہندوؤں کے متبرک گرنتھ (مذہبی کتاب) کی کہانی۔

پرندہ ساتوں سمندر، گنگا، جمنا اور نزدیک کی سب ندیاں پانی سے بھری پڑی ہونے کے باوجود بارش کے پانی کے لئے دُعاء کرتا ہے۔ چاہے اُس کا گلا مارے پیاس کے پھٹ کیوں نہ جائے وہ سوائے بارش کے پانی کے اور کچھ نہیں پیتا۔"

"بندھی ہوئی رُوحیں دُنیاوی لوگ ریشم کے کیڑوں کی طرح ہیں۔ ریشم کے کیڑے اگر چاہئیں تو اپنے کویا کو کاٹ سکتے ہیں۔ لیکن خود بنائے ہوئے کویا سے اُنہیں اس قدر لگاؤ ہو گیا ہے کہ وہ اُسے چھوڑنا ہی نہیں چاہتے اور اس طرح وہ کویا کے اندر ہی مر جاتے ہیں۔"

"آزاد رُوحیں زن اور زر کے قابو میں نہیں ہیں۔ یہاں کچھ ایسے بھی ریشم کے کیڑے ہیں جو احتیاط سے بنائے ہوئے کویا کو کاٹ پھینکتے ہیں لیکن اُن کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ مایا ہی ہے جو بہکائے رکھتی ہے۔ محض چند ایک ہی رُوحانی شعُور رکھتے ہیں۔ اور وہ مایا جال میں نہیں پھنستے۔ وہ زن اور زر کے زیرِ اثر نہیں ہوتے۔"

"یہاں دو قسم کی کامل رُوحیں ہیں ایک وہ جو رُوحانی مشق سے تکمیل کو پہنچ جاتی ہیں اور دوسری وہ جو خُدا کے فضل سے منزل پا لیتی ہیں۔ کچھ کِسان بڑی محنت سے اپنے کھیتوں کو سینچتے ہیں تبھی وہ اپنے کھیتوں میں فصل اُگا پاتے ہیں۔ مگر کچھ ایسے بھی کِسان ہیں جو اپنے کھیتوں کو سینچتے نہیں اُن کے کھیت بارش کے پانی سے ہی سینچے جاتے ہیں۔ وہ کھیتوں میں پانی لگانے کی زحمت نہیں اُٹھاتے۔ ہمیں مایا جال سے بچنے کے لئے پوری محنت سے رُوحانی مشق کرنی چاہیے، جو خُدا کے رحم و کرم سے نجات حاصل کر لیتے ہیں اُن کو محنت نہیں کرنا پڑتی لیکن اُن کی تعداد بہت کم ہے۔"

"ایک اور طبقہ ہے جو رُوحانی طور پر سدا کامل ہے۔ وہ جب جب دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں اُن کا رُوحانی شعُور پہلے سے ہی بیدار ہوتا ہے۔ ذرا اُس چشمے کے بارے میں سوچو تو جس کے نکاس میں رُکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ باغ میں دوسری رُکاوٹوں کی پیروی کرتے ہوئے اتفاقاً نل ساز جب راستے کی رُکاوٹ ہٹا دیتا ہے تو پانی یکایک پھُوٹ نکلتا ہے۔ خُدا کی جانب سدا کامل رُوح کا پہلا پُر جوش مظاہرہ دیکھ کر لوگ دنگ رہ جاتے ہیں۔ وہ کہہ اُٹھتے ہیں، اتنی عبادت، اتنی دستبرداری اور اتنی محبت! یہ پہلے کہاں تھی؟"

برندابن کی گوپیوں کی والہانہ محبت کے مدِ نظر عابدین کی پُر جوش رُوحانیت کا ذِکر چل پڑا۔ رام لعل نے گانا شروع کیا:

"یا خُدا تو ہی ہے سب کچھ میرا

دِل کی گہرائیوں میں بسا ہے تو
تینوں جہاں میں نہیں ہے کوئی اور
جسے کہہ سکوں میں میرا اپنا
تم ہی ہو میرا چین، امن، خوشی اور میری اُمید
تم ہی ہو میرا سہارا، میری دولت، میری شان
تم ہی ہو دانائی میری، طاقت میری
تم ہی ہو سکونت میری، میری آرام گاہ بھی تم ہو
حال تم ہو ماضی تم ہو
تم ہی ہو جنت میری، میری نجات تم ہو
تم ہی ہو میرا دھرم شاستر اور احکامِ الٰہی
تم ہی ہو مُرشد رحیم
تم ہی ہو چشمۂ سعادت
تم ہی ہو میری راہ و منزل
تم ہی ہو میری نرم دِل ماں
تم ہی ہو میری عقیدت میرے آقا تم ہو
تم ہی ہو میرے والد سخت دِل
تم ہی کرتے پیدا اور کرتے نشو و نما میری
تم ہی ہو ناخدا میری کشتی کے
لے جاؤ گے مجھ کو پار بھوساگر کے تم ہی۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے مخاطب): ''کتنا خوبصورت گیت ہے۔'تو ہی ہے سب کچھ میرا'۔'' رام لعل نے ایک اور گیت گایا۔ اب کی بار اُس کے گیت میں اپنے محبوب شری کرشن کی جدائی کے غم میں گوپیوں کے دل کے درد اور ٹیس کا ذِکر تھا۔ شری رام کرشن جی گہری سمادھی (مراقبہ) میں کھو گئے۔ اُن کا سارا بدن بے حس و حرکت ہو گیا اور جیسا کہ وہ اپنی تصویر میں دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے بیٹھ گئے۔ اُن کی آنکھوں کے جھروکوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ کافی دیر بعد اُن کا

من دُنیاوی شعور کی نچلی سطح پر اُتر آیا۔ وہ مُنھ ہی مُنھ میں کچھ بولے جا رہے تھے۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے عابدین کو کبھی کبھار اُن کا کوئی کوئی لفظ سُنائی پڑتا ہے۔

شری رام کرشن جی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ''میں ہر چیز یرقان زدہ مریض کی طرح دیکھتا ہوں۔ مجھے ہر جگہ تو ہی تو دکھائی دیتا ہے۔ او کرشنا! مسکینوں کے دوست! میری رُوح کے دائمی شریک حیات! او گووندا!''

''میری رُوح کے دائمی شریک حیات، گووندا!'' اِن الفاظ کو دہراتے دہراتے شری رام کرشن جی دوبارہ سمادھی میں محو ہو گئے۔ کمرے میں گہری خاموشی طاری تھی۔ عابدین کی مُشتاق اور پیاسی آنکھیں لاتعداد مزاجی کیفیتوں والے دینی بندے، شری رام کرشن جی پر مرکوز تھیں۔

اَدھر سین اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ آ پہنچا۔ شری رام کرشن جی سے اُس کی یہ دُوسری ملاقات تھی۔ اُس کے ساتھ اُس کا دوست سارداچرن بھی تھا، جو کہ اپنے بڑے بیٹے کی موت سے بہت غمگین تھا۔ اسکول میں سابقہ ڈپٹی انسپکٹر سارداچرن عبادت، ریاضت اور خدا کی بندگی میں مشغول رہتا۔ ادھر اس غمزدہ دوست کو اس کے رنج والم میں ڈھارس بندھانے کی غرض سے شری رام کرشن جی کے پاس لے آیا تھا۔

سمادھی کھلنے پر سری رام کرشن جی نے دیکھا کہ تمام عابدین کی نگاہیں اُن پر ٹکی ہوئی ہیں۔ وہ اب بھی اپنے خیال میں کھوئے ہوئے بڑبڑا رہے تھے۔ پھر عابدین سے مخاطب ہو کر اُنہوں نے کہا، ''دُنیاوی لوگوں کی دانائی صرف کبھی کبھار ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ تو کسی شمع کے شعلے کی طرح ہے۔ نہیں بلکہ یہ تو دیوار کے سوراخ سے گزرتی ہوئی سورج کی ایک کرن کی مانند ہے۔ دُنیاوی لوگ بیشک خدا کا نام تو رَٹتے ہیں لیکن اس کے پیچھے تڑپ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بچّے خدا کی قسمیں کھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ قسمیں اُنہوں نے اپنی چاچی، تائیوں کے آپسی جھگڑوں سے سیکھی ہوتی ہیں۔ دنیاوی لوگوں میں اتنا دم نہیں ہوتا، اگر وہ ذمہ داری کا کوئی بھی کام بخوبی سرانجام دے سکیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر وہ اپنی ذمہ داری نبھانے میں ناکامیاب رہتے ہیں تو اُنہیں اپنی ناکامی پر کوئی ملال نہیں ہوتا۔''

اب تک شری رام کرشن جی ادھر کو بخوبی جان چکے تھے۔ اَدھر نے اپنے دوست کے دُکھ کا سبب انہیں بتایا۔ شری رام کرشن جی کہنے لگے: ''تم کیا کر سکتے ہو؟ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، موت گھر کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ خدا کے پاک نام کا ہتھیار لے کر تمہیں موت سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہو گا۔ صرف

خدا ہی ایک کارساز ہے۔ میں کہتا ہوں، یا خدا! میں وہی کرتا ہوں جو مجھ سے آپ کرواتے ہیں۔ مجھ سے جیسا کہلواتے ہو، میں ویسا ہی کہتا ہوں، اپنا مختار نامہ اُسے سونپ دو، کام کی ذمہ داری کسی اچھے آدمی کو سونپ دینے سے کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا میں راضی رہو۔''

''گھر، پریوار، بیوی، بچّے سب کے سب ناپائیدار اور وقتی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ تاڑ کا پیڑ ہی سچ ہے، دو ایک پھل گر پڑیں تو اس کے لئے دُکھ کیوں؟ خدا تخلیق کاری، پروردگاری اور نیست و نابودی جیسی تین قسم کی سرگرمیوں میں مشغول رہتا ہے۔ موت اٹل ہے، قیامت کے وقت سب فنا ہو جاتا ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس وقت ماں الٰہی آئندہ تخلیق کی خاطر بیج اکٹھے کرتی ہے۔ وہ ان بیجوں کو پھر نئی تخلیق کے موقعہ پر استعمال کرے گی۔''

اتوار 22/اپریل 1883ء

شری رام کرشن جی برہموسماج کے آدھ سالہ جلسے کے موقع پر کلکتہ کے نزدیک سنتھی میں بنی مادھو پال کے باغیچے کی رہائش گاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ سماج کے بہت سے عابدین وہاں پر اکٹھے ہوئے اور وہ شری رام کرشن جی کے اِردگرد بیٹھ گئے۔ اُن میں سے کبھی کبھار کوئی کوئی شری رام کرشن جی سے سوال کر لیتا۔

ایک برہمو عابد: ''جناب! نجات پانے کی ترکیب کیا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''خدا سے لگاؤ یا دوسرے الفاظ میں اُس سے محبت اور دُعا۔''

برہمو عابد: ''کون سا ایک راستہ ہے محبت یا دُعا۔''

شری رام کرشن جی: ''پہلے محبت اور پھر دُعا۔''

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے شری رام کرشن جی نے کہا: ''ہمیں ہمیشہ خدا کی ستائش کرنی چاہیے، ہمیشہ اُس کے گن گاتے رہنا چاہیے۔ پرانے لوٹے کو ہر روز مانجھنا (صاف کرنا) ہوگا۔ صرف ایک بار مانجھنے سے کیا ہوگا، اور پھر ہمیں امتیاز (بھلے برے کی پہچان) اور دستبرداری کی مشق کرتے رہنا چاہیے۔ ہمیں دُنیا کی بے ثباتی کی بھی خبر ہونی چاہیے۔''

برہمو عابد: ''دستبرداری (دنیا کو چھوڑنا) کیا اچھی بات ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''سب کے لئے دُنیا کو چھوڑ دینا اچھا نہیں۔ جن کی خواہشات کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہو پایا، اُن کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔''

برہمو عابد: ''خواہشات کے خاتمے کا کیا مطلب ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''میرا مطلب زن اور زر کی ہوس سے ہے۔ زیادہ تر لوگ جب تک دولت، نام، شہرت اور جسمانی آسائش سے لُطف اندوز نہیں ہوتے انہیں خدا! کی آرزو نہیں ہوتی۔''

برہمو عابد: ''اصل میں بُرا کون ہے مرد یا عورت؟''

شری رام کرشن جی: ''جیسا کہ کچھ عورتیں یہاں رُوحانی شعوُر سے روشناس ہیں ویسے ہی کچھ ایسی عورتیں بھی ہیں جو اس معاملے میں جاہل ہیں۔ علم و فضل سے آراستہ عورت مرد کو خدا تک لے جاتی ہے۔ لیکن ایک دوسری عورت جو فریب سازی کا مجسمہ ہے مرد کو خدا سے بے خبر کر کے دُنیا داری کے سمندر میں ڈبو دیتی ہے۔ یہ کائنات خدا کی مہامایا[1] کی تخلیق ہے۔ مہامایا میں ودّیا یعنی علم و فضل کی فریب دہی اور اودیا یعنی جہالت کی فریب دہی دونوں شامل ہیں۔ ودیا مایا علم و فضل کی فریب دہی کی مدد سے انسان پارسا لوگوں کی صحبت، علم و فضل، عبادت، محبت اور تیاگ (دستبرداری) جیسی نیک صلاحیتوں کو ترتیب دیتا ہے۔ اور اوِدّیا یعنی جہالت کی فریب دہی جس میں پانچ عنصر اور پانچ قسم کے حواس کے موضوع جیسے شکل و صورت، ذائقہ، مہک، چھونا اور آواز شامل ہیں۔ یہ خدا کو بھلا دیتی ہے۔''

برہمو عابد: ''جہالت کی فریب دہی سے اگر جہالت پنپتی ہے تو خدا نے اسے پیدا ہی کیوں کیا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''یہ اُس کا کھیل ہے۔ اندھیرے کے بغیر روشنی کی شان و شوکت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بغیر دُکھ کے سُکھ کی وقعت کیا؟ بُرائی کو جان لینے کے بعد ہی ہم اچھائی کو جاننے کے قابل ہو سکتے ہیں۔''

''پھر آم اوپری چھلکے کی وجہ سے بڑھتا اور پکتا ہے۔ آم جب پوری طرح پک کر تیار ہو جاتا ہے اور کھانے لائق ہو جاتا ہے تو ہم اس کے اوپری چھلکے کو پھینک دیتے ہیں۔ مایا کی شکل میں چھلکا رہنے پر ہی آدمی کو آہستہ آہستہ علم الٰہی ہوتا ہے۔ مایا یعنی فریب دہی کے دونوں پہلو جہالت کی فریب دہی (اوِدیا) اور علم و فضل کی فریب دہی (وِدیا) آم کے چھلکے کی طرح ہیں۔ دونوں کا ہونا لازمی ہے۔''

برہمو: ''ہم نفس کشی کا جذبہ کیسے پیدا کریں؟ یہ سب کے اندر کیوں نہیں ہوتا؟''

شری رام کرشن جی: ''جب تک عیش و عشرت کی خواہشات سے ہمارا جی نہیں بھر جاتا، تب تک نفس

---

1. مہامایا: مایا (فریب دہی) کی پُر اسرار طاقت۔

کشی ناممکن ہے۔ چھوٹے بچّے کو مٹھائیاں یا کھلونے دے کر اچھی طرح بہلایا جاسکتا ہے، مگر مٹھائیاں کھانے اور کھلونوں کے ساتھ کھیل لینے کے بعد وہ چلاّ پڑتا ہے۔ میں اپنی ماں کے پاس جاؤں گا۔ جب تک ہم اُسے اس کی ماں کے پاس لے کر نہیں جاتے وہ زور زور سے چیخ وپکار کرتا رہے گا۔''

برہموسماج کے ارکان دقیانوسی ہندوؤں کے گورو (مُرشد) بنانے کی روایت کے خلاف ہیں۔ اسی لئے برہمو عابدین شری رام کرشن جی سے اس بارے میں بات چیت کر رہے ہیں۔

برہمو: ''کیا رُوحانی علم گورو کے بغیر ناممکن ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''سچد آنند (سچ، چِت، آنند یعنی ناقابل تقسیم ہستی، علم وفضل، سعادت، خالقِ کائنات کا ایک نام) ہی بذاتِ خود مُرشد ہے۔ اگر کوئی آدمی مُرشد کے بھیس میں تمہارا اندر رُوحانی شعور بیدار کرتا ہے۔ تو یہ بھلی بھانتی جان لو کہ پروردگار عالم نے ہی تمہاری خاطر انسانی جامہ پہن رکھا ہے۔ مُرشد ایک دوست کی طرح ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہاری رہبری کرتا ہے۔ خُدا کو جان لینے کے بعد مُرشد اور مُرید (گورو اور شاگرد) میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جب تک شاگرد خُدا کا دیدار نہیں کر لیتا تب تک یہ رشتہ قائم رہتا ہے۔''

شام ڈھلتے ہی برہموسماج کے ایک واعظ نے ایک چبوترے سے مذہبی تقریب ادا کی۔ بیچ بیچ میں اُپنشدوں اور برہموسماج کے گیت گائے گئے۔

تقریب کے بعد شری رام کرشن جی اور واعظ میں بات چیت ہوئی۔

شری رام کرشن جی: ''مجھے لگتا ہے کہ بنا شکل وصورت والا خدا اور شکل وصورت والا خدا دونوں ہی سچے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

واعظ: ''جناب! میں بنا شکل وصورت والے خدا کو برقی رو سے تشبیہ دیتا ہوں، جسے آنکھوں سے تو دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! دونوں سچّے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ خدا کو بنا شکل وصورت والا کہنا کیسا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے بنسری میں سات چھید (سات سُر) ہوتے ہوئے کوئی آدمی ایک ہی سُر نکالے۔ لیکن اسی بنسری پر کوئی دوسرا آدمی الگ الگ قسم کے سُر نکالتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ذاتی خدا پر یقین رکھنے والے کتنی کیفیات سے اس کا مزہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ اسے مختلف نظریات سے دیکھتے ہیں، جیسے پُرسکون نظریہ، ایک نوکر کا نظریہ، ایک دوست، ایک ماں، ایک خاوند یا محبوب کا نظریہ۔''

''خالقِ کائنات کی فطرت کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔ چپ ہو جانا پڑتا ہے۔ ذاتِ لامحدود کی تشریح کون کرسکتا ہے؟ ایک پرندہ آسمان میں چاہے کتنی ہی بلندیوں پر پرواز کیوں نہ کرے، پھر بھی بہت سے اونچے خطے اُس کی پہنچ سے دور رہتے ہیں۔''

''خدا کا دیدار کرلینے کے بعد آدمی سعادت میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ پھر بولے گا کون؟ کون کس کی تشریح کرے گا؟''

واعظ: ''ہاں، ویدانت میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے۔ خدا کی جادوئی مایا کے زیرِ اثر آدمی اپنی اصلی فطرت بھول جاتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ وہ اپنے والد کی بے شمار شان و شوکت کا وارث ہے۔ خدا کی اس مایا کے تین گن (خوبیاں، کیفیات) ہیں۔ یہ تینوں ہی ڈاکو ہیں کیونکہ یہ آدمی کا مال و زر چھین کر اُس کی اصلی فطرت کو بھلا دیتے ہیں۔ یہ گن: ستوگن، رجوگن اور تموگن ہیں۔ ان تینوں گنوں میں سے صرف ستوگن ہی خدا کی راہ دکھلاتا ہے۔ لیکن یہ ستوگن بھی آدمی کو خدا تک نہیں لے جاسکتا۔''

''آؤ تمھیں ایک کہانی سناؤں۔ ایک دفعہ ایک امیر آدمی جنگل سے گزر رہا تھا۔ جب تین لٹیروں نے اُسے گھیر کر اُس کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ان میں سے ایک لٹیرے نے کہا، اس آدمی کو زندہ رکھنے سے کیا حاصل؟ کیوں نہ اسے مار دیا جائے۔ وہ اپنے شکار پر تلوار سے وار کرنے ہی والا تھا کہ دوسرے لٹیرے نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ اس کو مارنے سے کیا فائدہ؟ آؤ اسے کس کر باندھ دیں اور یہیں پڑا رہنے دیں۔ پھر یہ پولیس کو بھی نہ بتا پائے گا۔ لٹیروں نے ایک رسّے کے ساتھ اُسے باندھ دیا، اور خود چل دیے۔''

''تھوڑے وقفے کے بعد تیسرا لٹیرا امیر آدمی کے پاس لوٹ کر آیا اور اُس سے کہا، تم تو بری طرح زخمی ہو، آؤ میں تمھیں آزاد کیے دیتا ہوں۔ لٹیرے نے اُس آدمی کو آزاد کر دیا اور اُسے جنگل کے باہر لے گیا۔ جب وہ شاہراہ پر پہنچے تو لٹیرے نے کہا اس سڑک پر چلتے جاؤ۔ تم آسانی سے اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو، امیر آدمی نے کہا، میرے گھر کے لوگ تمھیں مل کر خوش ہوں گے۔ نہیں! نہیں! میرے لئے وہاں جانا ممکن نہیں۔ پولیس مجھے پکڑ لے گی۔ یہ کہتے ہوئے وہ لٹیرا امیر آدمی کو راہ دکھا کر چلتا بنا۔''

''پہلا لٹیرا جس نے کہا تھا کہ اسے زندہ رکھنے سے کیا حاصل؟ اسے مار دیا جائے وہ تو تموگن ہے۔ یہ تباہی کا باعث ہے۔ دوسرا لٹیرا رجوگن ہے۔ یہ گن آدمی کو دنیاوی بندھنوں میں باندھ اُسے الگ الگ

سرگرمیوں میں اُلجھائے رکھتا ہے۔ رجوگُن خدا کو بھلا دیتا ہے۔ صرف ستّوگُن ہی خدا کی راہ دکھلاتا ہے۔ یہ رحمدلی، انصاف پروری اور جاں نثاری (عبادت، پوجا) جیسی نیک فطرت پیدا کرتا ہے۔ یہی ستّوگُن آخری سیڑھی ہے، اس کے بعد چھت آتی ہے۔ ہستی برتر، خدا تعالیٰ ہی ہماری قیام گاہ ہے۔"

واعظ: "اچھا ہوا یہ سب بڑی اچھی باتیں ہوئیں۔"

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): "تم معلّم ہو، بہت سے لوگوں کو تعلیم دیتے ہو، تم جہاز ہو اور میں ٹھہرا ایک چھوٹی سی کشتی۔" (سبھی ہنس پڑے)

سوموار 4 رجون 1883ء

صُبح کے نو بجے کے قریب عابدین مندر والے باغیچے میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ شری رام کرشن جی گنگا کی طرف مُنہ کیے اپنے کمرے کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ 'ایم' جس نے پچھلی رات شری رام کرشن جی کے ساتھ گزاری تھی، اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ بلرام اور دیگر کئی عابد وہاں موجود تھے۔ شری رام کرشن جی کی گود میں سر رکھ کر راکھل فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی نے بلرام سے کہا کہ وہ دوپہر کے کھانے کے لئے رُک جائے۔ شری رام کرشن جی نے عابدین کو اپنے عشقِ الٰہی کے دِنوں کی مستی کی داستان سُنائی۔

"او! اُن دِنوں من کی کیسی حالت تھی۔ جب مُجھے پہلے پہل وہ مشاہدہ ہوا تو دِن رات کیسے گزر جاتے، کچھ پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ لوگ کہتے یہ پاگل ہو گیا ہے اور وہ کہہ بھی کیا سکتے تھے؟ اُن کی باتوں سے میں آنند اُٹھاتا۔ تب میں عشقِ الٰہی کے نشے میں مدہوش تھا۔ پہلے تو میں اپنی شریکِ حیات کے بارے میں پریشان ہوا، بعد میں میں نے سوچا وہ بھی میری طرح رہے گی۔"

"میں اپنے سُسرال گیا، اُنہوں نے کیرتن 1 کا اہتمام کیا یہ کیرتن ایک مذہبی تہوار میں بدل گیا جس میں خدا کے پاکیزہ نام کے گیت گائے جانے لگے۔ کبھی کبھی میں مستقبل کے بارے میں فکر مند ہو جاتا تھا۔ میں ماں سے کہتا، ماں! اگر گاؤں کے زمیندار مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے تو میں مانوں گا کہ میری صورت حال اصلی ہے۔ تھوڑا سا اِشارہ بھی میرا رُوحانی شعُور بیدار کر دیتا۔ میں نے چودہ سالہ ایک لڑکی کی ماں الٰہی کی شکل میں پرستش کی۔ میں نے دیکھا وہ لڑکی ماںِ الٰہی کا جیتا جاگتا مجسمہ تھی۔"

"اُس وقت میں دوشیزاؤں کو بلا کر اُن کی پرستش کیا کرتا۔ مُجھے اُن میں ماں الٰہی کی صورت دکھائی

1. کیرتن: خدا کی بندگی، پرستش کے گیت گانا، جن میں اکثر سنگیت بھی شامل ہوتا ہے۔

دیتی۔ ایک دِن میں تازہ ہواخوری کے لئے کلکتہ کے بڑے پارک میں گیا۔ وہاں غبّاروں کو اُڑتے دیکھنے کے لئے لوگوں کی بھاری بھیڑ اُمڈ پڑی۔ اچانک میری نظر ایک پیڑ کے سہارے جھکے ہوئے انگریز لڑکے پر پڑی۔ پیڑ کے سہارے کھڑے اُس لڑکے کے جسم کو تین بل پڑے ہوئے تھے (تین جگہ سے جسم مڑا ہوا تھا) اُس کو دیکھتے ہی یکایک[1] میرے ذہن میں کرشن جی کا تصوّر اُبھر آیا اور میں سمادھی (مراقبہ) میں چلا گیا۔ اُس وقت میں قریب قریب بیرونی دُنیا سے بے خبر ہو گیا تھا۔ ماتھر بابو نے مُجھے چند دنوں کے لئے جان بازار والی اپنی حویلی میں رکھا۔ وہاں رہتے ہوئے میں دیکھنے لگا کہ میں ماں الٰہی (ماں کالی) کی باندی ہو چلا ہوں۔ مُجھے دیکھ کر گھر کی عورتیں بالکل نہیں شرماتی تھیں۔ وہ مُجھے ایسے ہی دیکھتیں جیسے عورتیں ایک چھوٹے لڑکے یا لڑکی کو دیکھتی ہیں۔''

''اب بھی کوئی چھوٹی سی چیز میرے اندر خدا کا شعوُر بیدار کر دیتی ہے۔ راکھل جپ کرتے وقت ہونٹ ہلایا کرتا۔ ایسے موقعہ پر میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ پاتا۔ میرا رُوحانی شعوُر بیدار ہو جاتا اور میں اُس میں گھِر جاتا۔''

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد شری رام کرشن جی نے تھورا آرام فرمایا۔ برہمو سماج کا ایک بزرگ رُکن منی لعل ملک کمرے میں داخل ہوا اور وہ شری رام کرشن جی جو اَب بھی اپنے بستر پر دراز تھے کو آداب کہہ نیچے بیٹھ گیا۔ منی لعل بیچ بیچ میں اُن سے سوال کرتا رہا اور شری رام کرشن جی نیم خوابی حالت میں دو ایک اِلفاظ میں منی لعل کو جواب دیتے رہے۔ پھر شری رام کرشن جی اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ عابدین کے اندیشوں کو دور کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے مُخاطب) کُچھ لوگ سوچتے ہیں کہ میں ایک بندھی ہوئی رُوح ہوُں۔ میں کبھی علم و فضل اور عبادت حاصل نہیں کر پاؤں گا۔ لیکن اگر کسی آدمی کو مُرشد کی رحمت مل جائے تو پھر اُسے کسی چیز کا ڈر نہیں رہتا۔ ایک دفعہ ایک شیرنی نے بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کر دیا۔ جوُنہی وہ اپنے شکار پر جھپٹی اس نے ایک بچّے کو جنم دیا اور خوُد مر گئی۔ یہ بچّہ بکریوں کے سنگ پلنے لگا۔ بکریاں گھاس کھاتیں تو وہ بھی گھاس کھاتا، بکریاں ممیاتی تو وہ بھی ممیانے لگتا۔ آہستہ آہستہ وہ بچّہ بڑا شیر بن گیا، ایک دِن بکریوں کے اُسی ریوڑ پر ایک دوسرے شیر نے حملہ کر دیا۔ وہ گھاس کھاتے ہوئے شیر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اس کا پیچھا کرتے ہوئے جنگلی شیر نے آخر اُسے آدبوچا اور وہ گھاس کھانے والا شیر ممیانے لگا۔ جنگلی شیر

---

1. کرشن جی کا یکایک تصوّر: کرشن جی کا مجسّمہ عام طور پر تین بل کھائے ہوئے ہے۔

اُس کو گھسیٹتے ہوئے پانی میں لے گیا اور اُسے کہنے لگا، ذرا پانی میں اپنا چہرہ تو دیکھ۔ تمہارا چہرہ ہو بہو میرے جیسا ہے۔ یہ لو مانس کا ٹکڑا، کھاؤ۔ یہ کہتے ہوئے جنگلی شیر نے اُس کے مُنھ میں تھوڑا سا مانس ٹھونس دیا۔ مگر گھاس کھانے والا شیر مانس کو نگل نہیں پایا اور دوبارہ ممیانے لگا۔ آہستہ آہستہ اُس نے خون کا ذائقہ کیا اور اُسے مانس کھانے میں مزہ آنے لگا۔ تب جنگلی شیر نے اُس سے کہا، اب تم میں اور مُجھ میں کوئی فرق نہیں۔ میرے پیچھے آؤ میں تمہیں جنگل میں لے چلوں۔''

''اِسی طرح اگر تم پر مُرشد کی رحمت ہو جائے تو پھر تمہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کون ہو، اور تمہاری حقیقی فِطرت کیا ہے۔ اگر کوئی بھگت (عابد) تھوڑی سی بھی رُوحانی ربط وضبط کی مشق کرتا ہے تو اس کا مُرشد اُسے ہر چیز سمجھا دیتا ہے۔ پھر شاگرد خود بخود جان جاتا ہے کہ حقیقی کیا ہے اور غیر حقیقی کیا ہے؟''

عابدین میں سے ایک عابد نے اپنے آپ سے کہا، 'اگر یہ دُنیا غیر حقیقی ہے تو پھر اس میں رہنے والوں کا کیا ہوگا؟ کیا اُن کو دُنیا سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔' شری رام کرشن جی جو کسی آدمی کی اندرونی حالت جان لیتے تھے نے بڑی حلیمی سے کہا، ''فرض کرو دفتر کے ایک کلرک کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ وہاں سے رہائی ملنے پر کیا وہ گلیوں میں اُچھلتا کودتا پھرتا ہے؟ بالکل بھی نہیں، وہ دوبارہ کلرک کی نوکری کر لیتا ہے اور پہلے کی طرح ہی کام کاج پر جانے لگتا ہے۔ اسی طرح مُرشد کے رحم وکرم سے علم وفضل حاصل کر لینے کے بعد آدمی جیون مکتا[1] ہو کر اسی طرح دُنیا میں اچھی زندگی بسر کر سکتا ہے۔'' اس طریقے سے شری رام کرشن جی نے صاحبِ خانہ لوگوں کے اندیشے دور کیے۔

جون 1883ء میں یہ ایک گرمی کا دن تھا۔ شری رام کرشن جی مندر کے باغیچے میں شو مندروں کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ 'ایم' برف اور کچھ نذرانے لے کر وہاں آ پہنچا۔ شری رام کرشن جی کو آداب کرنے کے بعد وہ سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے مخاطب ہو کر) ''منی ملک کی پوتی کا خاوند یہاں آیا تھا، اُس نے ایک کتاب[2] میں پڑھ رکھا تھا کہ خدا میں کوئی دانائی نہیں اور وہ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو دُنیا میں اس قدر رنج وغم نہ ہوتا۔ کتاب میں موت کے بارے میں کہا گیا ہے بہتر ہوتا کہ آدمی کو فوراً ختم کر

1. جیون مکتا: جیتے جی مایا کے چُنگل سے نجات حاصل کیے ہوئے شخص۔
2. ایک کتاب: جان اسٹورٹ مل کی سوانح عمری۔

دیا جاتا بجائے اس کے کہ وہ سخت اذیتوں کا سامنا کرتے ہوئے دم توڑتا۔ مُصنف آگے لکھتا ہے کہ اگر وہ خود خالق ہوتا تو اِس سے بہتر دُنیا کی تخلیق کرتا۔''

'ایم' نے اِن الفاظ کو حیرت سے سُنا لیکن اُس نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے) کیا آدمی کبھی خدا کے طور طریقے جان سکتا ہے۔ میں بھی خُدا کے بارے میں کبھی کبھار اچھا اور کبھی کبھی بُرا ہونے کا خیال کرتا ہوں۔ اُس نے ہمیں اپنی مایا کے جال میں اُلجھا کر رکھا ہے۔ وہ ہمیں کبھی کبھی جگاتا ہے، اور کبھی بے خبر رکھتا ہے۔ ایک لمحے جہالت غائب ہو جاتی ہے اور پھر دوسرے ہی لمحے ہمارے من پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اگر تُم کائی سے ڈھکے کسی تالاب میں روڑہ پھینکو تو تمھُیں پانی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، مگر کچھ ہی لمحوں بعد وہی کائی رقص کرتی ہوئی لوٹ آتی ہے اور پانی کو ڈھک لیتی ہے۔''

''جب تلک کوئی اپنے جسم سے شناخت بنائے رکھتا ہے تب تک وہ سکھ دُکھ، زندگی موت، بیماری اور غم سے باخبر رہتا ہے۔ ان سب کا تعلق صرف جسم سے ہے نہ کہ رُوح سے۔ جسم کے فنا ہونے کے بعد خدا شاید ہمیں کسی بہتر جگہ پر لے جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تولید کے درد کے بعد کسی بچّے کی پیدائش ہونا۔ اپنی ذات کی پہچان کے بعد آدمی خوشی وغمی، زندگی اور موت کو محض خواب کی طرح محسوس کرتا ہے۔ ہم کتنی تھوڑی سی جانکاری رکھتے ہیں! کیا ایک سیر والے برتن میں دس سیر دوُدھ ڈالا جا سکتا ہے؟''

سوُرج غرُوب ہوتے ہی الگ الگ مندروں میں شام کی پُوجا آرتی (پرستش عبادت) شروُع ہو گئی۔ شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں چھوٹے تخت پوش پر ماں کالی کے دھیان (غور وفکر) میں گمُ بیٹھے تھے۔ چند ایک عابدین بھی وہاں پر موجود تھے۔ 'ایم' کا ارادہ رات شری رام کرشن جی کے پاس گزُارنے کا تھا۔

کچھُ دیر بعد شری رام کرشن جی اپنے کمرے کے شمالی برآمدے میں ایک عابد سے بات چیت کرنے لگے۔ اُنھوں نے فرمایا، کہ صُبح تڑکے اور پو پھٹنے کے وقت ریاضت کرنا بہت اچھا ہے۔ ہمیں ہر روز سوُرج کے غرُوب ہونے پر بھی ریاضت کرنی چاہیے۔ اُنھوں نے عابد کو اپنے شخصی خدا اور غیر شخصی حقیقت پر غور و فکر کرنے کی ہدایت دی۔

تھوری دیر بعد شری رام کرشن جی اپنے کمرے کے مغرب کی طرف نصف دائرے والی بیرونی ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے۔ اُس وقت قریب نو بجے تھے۔

سری رام کرشن جی: ''وہ لوگ جو یہاں آئے ہیں یقیناً اُن کے سب شک وشکوک دور ہو جائیں گے تمہارااس بارے میں کیا خیال ہے؟''

'ایم': ''جناب یہ بالکل سچّ ہے۔''

کنارے سے دور کہیں گنگا میں ایک کشتی چل رہی تھی۔ ملاح نے گیت گانا شروع کیا۔ دریا پر سے تیرتی نغمے کی آواز سری رام کرشن جی کے کانوں تک پہنچی اور اُن پر رُوحانی کیفیت طاری ہو گیا۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُنہوں نے 'ایم' سے کہا، ''میرے جسم کو چھوؤ۔'' تو 'ایم' حیرت زدہ رہ گیا۔

سری رام کرشن جی: ''جولوگ یہاں آتے ہیں وہ اچھے رُجحان لے کر پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا یہ سچّ ہے؟''

'ایم': ''یہ سچّ ہے جناب۔''

سری رام کرشن جی: ''ایک بھولا بھالا آدمی آسانی سے خدا کا دیدار کر لیتا ہے۔ دُنیا میں دو راستے ہیں۔ نیکی وانصاف کا راستہ اور بداعمالی کا راستہ۔ ہمیں نیکی وانصاف کے راستے پر ہی چلنا چاہیے۔''

سنیچر وار 21/جولائی 1883ء

سہ پہر کے قریب قریب چار بجے تھے جب سری رام کرشن جی رام لعل اور ایک دو عابدین کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں سوار ہو کر دکھنیشور سے کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسے ہی گاڑی کالی مندر سے گزری انہیں راستے میں چار عدد آم اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے 'ایم' پیدل آتے ملا۔ گاڑی رُک گئی، 'ایم' نے سری رام کرشن جی کو آداب کیا۔

سری رام کرشن جی ('ایم' سے مسکراتے ہوئے): ''آؤ ہمارے ساتھ ہم اُدھر کے گھر جا رہے ہیں۔''

'ایم' خوشی خوشی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے وہ پچھلے جنموں میں وراثت میں ملے رُجحانوں کا قائل نہ تھا۔ لیکن اُس نے چندروز پہلے اس بات کا اعتراف کر لیا تھا کہ پچھلے جنموں کی اچھی رغبت کی وجہ سے ادھر سری رام کرشن جی کا اس قدر احترام کرتا تھا۔ بعد میں اُس نے اس موضوع پر غور وخوض کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ وراثت میں ملنے والے رُجحانوں کے بارے میں ابھی تک پورے طور پر متفق نہیں تھا۔ اس روز وہ دکھنیشور میں اس معاملے پر بات چیت کرنے سری رام کرشن جی کے پاس آیا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''اچھا تو تُم ادھر کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟''

'ایم': ''اس کو خدا کے دیدار کی از حد تمنا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''ادھر بھی تُمہارے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتا ہے۔''

'ایم' تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ پچھلے جنم کے رُجحانوں کے بارے میں بولنے لگا۔

'ایم': ''میں دوبارہ جنم لینے کی بات پر اور وِرثہ میں ملے رُجحانوں پر زیادہ یقین نہیں کرتا۔ خدا سے متعلق میری عبادت کو اس وجہ سے کوئی زد تو نہیں پُہنچے گی کیا؟''

شری رام کرشن جی: ''یہ مان لینا ہی کافی ہے کہ خدا کی تخلیق میں سب کچھ ممکن ہے۔ اس بات کو کبھی اپنے من میں نہ آنے دُینا کہ جو کچھ تم سوچتے ہو صرف وہی سچّ ہے۔ اور جو کچھ دوسرے سوچتے ہیں وہ جھوُٹ تو پھر خدا تُمھیں سب کچھ بتادے گا۔''

'خدا کی سرگرمیوں کو کوئی کہاں تک سمجھ سکتا ہے؟ اُس کی تخلیق کے بے شمار پہلو ہیں۔ میں خدا کے کام کاج کے متعلق بالکل بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ میں نے سُنا ہے کہ اس کی تخلیق میں سب کچھ ہو سکتا ہے، میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھتا ہوں۔ اس لئے میں دُنیا کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔ بلکہ خدا کی ہی ریاضت کرتا ہوُں۔''

''کیا کوئی ہے جو خدا کے کام کاج کو سمجھ سکے؟ وہ اتنا نزدیک ہے پھر بھی اسے جان لینا ممکن نہیں۔''

'ایم': ''یہ بالکل سچ ہے۔''

شری رام کرشن جی: 'خدا نے اپنی مایا سے سب کچھ ڈھک رکھا ہے۔ وہ کُچھ بھی ہمیں جاننے نہیں دیتا۔ زن اور زر ہی مایا ہے۔ خدا کے دیدار کی خاطر جو کوئی اس مایا کو پرے ہٹادیتا ہے وہی اس کو دیکھ پاتا ہے۔ ایک بار جب میں کسی آدمی کو خدا کی کارروائیاں سمجھا رہا تھا تو خدا نے مُجھے اچانک کمار پکُر کی جھیل دکھلائی۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ہرے رنگ کی کائی کو پرے ہٹاتے ہوئے پانی پی رہا تھا۔ پانی شیشے کی طرح صاف و شفاف تھا۔ خدا نے مُجھ پر یہ ظاہر کیا کہ خالقِ کائنات مایا کی کائی سے ڈھکا ہوا ہے۔ جو کوئی اس کائی کو پرے ہٹادیتا ہے وہ صاف وشفاف پانی پی سکتا ہے۔''

''یہ کائنات خدائی شعوُر کی وجہ سے ہی باشعوُر ہے۔ کبھی کبھی دیکھتا ہوُں کہ چھوٹی مچھلیوں میں وہی شعوُر بل کھاتا ہوا کھیل رہا ہے۔''

گاڑی شوابازار کے چوراہے پر آ پہنچی۔ شری رام کرشن جی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ

''کبھی کبھی میں دیکھتا ہوں، یہ کائنات خدائی شعور سے تربتر ہوئی پڑی ہے، جیسے کہ برسات کے موسم میں زمین پانی سے گیلی ہو جاتی ہے۔ ہاں تو مجھے بہت سے خواب (نظارے) دکھائی دے رہے ہیں لیکن میں اُن کی بابت خودنمائی نہیں کرتا (مجھے کبھی اُن پر گھمنڈ نہیں ہوتا)۔''

'ایم' (مسکراتے ہوئے): ''آپ کو گھمنڈ کیسا؟''

شری رام کرشن جی: ''قسم کھا کر کہتا ہوں تھوڑا سا بھی گھمنڈ نہیں ہوتا۔ یونان میں سُقراط نام کا ایک آدمی تھا۔ الہام ہوا کہ سب لوگوں میں ایک وہی دانا ہے۔ اس انکشاف سے سُقراط حیران رہ گیا۔ اس نے تنہائی میں رہ کر لمبے عرصے تک اس پر غور وفکر کیا اور اس کا ٹھیک ٹھیک مفہوم سمجھا۔ تب اُس نے اپنے ہم نواؤں سے کہا، سب لوگوں میں سے صرف میں اکیلا ہی جانتا ہوں کہ مُجھے کسی چیز کا علم نہیں مگر ہر کوئی یہی یقین رکھتا ہے کہ میں دانا آدمی ہوں۔ دراصل سب کے سب جاہل ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''کبھی کبھی میں اپنے آپ سے کہتا ہوں، میں ایسا کیا کچھ جانتا ہوں کہ اتنے لوگ میرے پاس آتے ہیں؟ ویشنو چرن ایک بڑا پنڈت (عالم و فاضل) وہ مُجھ سے کہا کرتا کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ سب شاستروں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آتا ہوں؟ میں یہ سب آپ کے مُنھ سے سُننا چاہتا ہُوں۔''

'ایم': ''آپ کی سب باتیں شاستروں سے ملتی ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''میرے ساتھ کیا دوسروں کا کچھ ملتا جلتا ہے؟ کسی پنڈت یا سادھو (عارف) کا؟''

'ایم': ''آپ کو خدا نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور دوسروں کو مشین میں ڈال کر۔ باقی سب کو دستور کے مطابق بنایا گیا ہے۔''

شری رام کرشن جی (ہنستے ہوئے۔ رام لعل اور دوسرے بھگتوں سے) ''ارے سُنا تم نے یہ کیا کہتا ہے؟''

شری رام کرشن جی تھوڑی دیر ہنستے رہے، اور آخر میں اُنہوں نے کہا، سچ مچ مجھے کوئی گھمنڈ نہیں۔ بالکل نہیں۔ ذرا بھی نہیں۔''

'ایم': ''علم سے ایک فائدہ ہوتا ہے، اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اور میں کچھ نہیں ہُوں۔''

شری رام کرشن جی: ''ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ کیا تمہیں انگریزی جیوتش (علم فلکیات) پر بھروسہ ہے؟''

'ایم': ''مغربی علم فلکیات کے مطابق نئے انکشاف ہو سکتے ہیں، یُورنس (Uranus) کی بے قاعدہ چال کو دیکھ کر ماہر فلکیات نے اپنی دوربینوں سے آسمان پر چمکتے ہوئے نیپچون (Neptune) سیارے کا انکشاف کیا۔ وہ چاند اور سُورج گرہن کے بارے میں بھی پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں وہ تو ہوتی ہے۔''

گاڑی چلتی رہی۔ وہ اُدھر کے گھر کے نزدیک پہنچ گئے۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے کہا، ''سچائی میں توجہ مرکوز کرو تو تم یقیناً خدا کو حاصل کر سکو گے۔''

شری رام کرشن جی ادھر کے گھر پہنچ گئے اور وہ دیوان خانے میں ایک کرُسی پر بیٹھ گئے۔ رام لعل، ادھر، 'ایم' اور دوسرے عابدین اُن کے نزدیک بیٹھ گئے۔ راکھل اپنے والد کے ہمراہ کلکتہ میں رہائش پذیر تھا۔

شری رام کرشن جی (ادھر سے): ''کیا تم نے راکھل کو بتایا نہیں کہ میں آ رہا ہوں؟''

ادھر: ''ہاں میں نے اُسے بلا بھیجا ہے۔''

یہ جانتے ہوئے کہ شری رام کرشن جی راکھل کو ملنے کے لئے بیتاب ہیں تو اَدھر نے فوراً اُس کو لانے کے لئے گاڑی بھیج دی۔ اُس دن شری رام کرشن جی سے ملنے کے لئے اَدھر کی بڑی خواہش تھی مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ شری رام کرشن جی وہاں آ رہے ہیں۔

اَدھر: ''کافی عرصے سے آپ یہاں تشریف نہیں لائے۔ میں نے خدا سے آج آپ کے آنے کی دُعا کی۔ میں نے اس کے لئے آنسو بھی بہائے۔''

شری رام کرشن جی خوش تھے۔ اُنہوں نے مسکُراتے ہوئے کہا، ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

شام ہو چلی تھی۔ لیمپ جلائے دیئے گئے۔ شری رام کرشن جی نے دونوں ہاتھ جوڑ ماں الٰہی کی بندگی کی اور چپُ چاپ ریاضت میں کھو گئے۔ پھر وہ اپنی میٹھی زُبان سے خدا کا نام پکُارنے لگے۔ گووندا۔ گووندا۔ سچّدانند! ہری! ہری! اُن کے مُنھ سے نکِلا ہوا ہر لفظ جیسے عابدین کے کانوں میں آبِ حیات کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔

اَدھر نے شری رام کرشن جی کی پھل اور مٹِھائی سے خاطر تواضع کی۔

اتوار 22/جولائی 1883ء

چھُٹی والے دِن کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بہت سے اہل خانہ (گرہستی لوگ) عابدین دکھنیشور کے باغیچے والے مندر میں شری رام کرشن جی کے کمرے میں اُن سے ملتے تھے۔ اُدھر، راکھل اور 'ایم' کرائے کی گاڑی میں کلکتہ پہنچے۔

شری رام کرشن جی نے دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑا آرام فرمایا۔ کمرے میں پاکیزگی اور تقدس (صاف ستھرا) ماحول تھا۔ دیواروں پر دیوی دیوتاؤں کی تصویریں لٹک رہی تھیں۔ اُن میں سے ایک تصویر ڈوبتے پیٹر کو بچاتے ہوئے یسوع مسیح کی تھی۔ کمرے کے باہر تھے خوشبودار پھولوں سے لدے پودے اور جنوب کی طرف بہتی ہوئی گنگا۔ سری رام کرشن جی چھوٹے تخت پوش پر شمال کی جانب مُنھ کئے تشریف فرما تھے اور عابدین فرش پر بچھی چٹائیوں اور دریُوں پر بیٹھے تھے۔ سب کی آنکھیں شری رام کرشن جی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

ایک عابد: ''جناب آپ پنڈت وِدیاساگر سے مل چکے ہیں۔ اُس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''وِدیاساگر کے پاس علم و فضل اور رحم دلی دونوں ہیں لیکن اُس میں کمی ہے تو صرف اندرونی تصوّر کی۔ اُس کے اندر سونا چھپا ہوا ہے۔ اگر اُس کو اس بات کا احساس ہوتا تو اُس کی سرگرمیاں کم ہو جاتیں اور آخر کار وہ سب کی سب ختم ہو جاتیں۔ اُسے اس بات کا علم ہوتا کہ اُس کا دِل خُدا کا گھر ہے تو وہ اپنے من کو تخیّل اور ریاضت سے راہِ راست پر لے جاتا۔ کچھ اِنسانوں کو غیر جانبداری کی مشق کرتے ہوئے اپنے دلوں کو رُوحانی مقصد کی راہ اختیار کرنے کے لئے کافی عرصے تک بے لوث خدمت کرنی ہوتی ہے۔ آخر کار وہ بھی خُدا میں مدغم ہو جاتے ہیں۔''

''وِدیاساگر جن سرگرمیوں میں مصروف ہے اچھی ہیں۔ رحم ایک شاندار جذبہ ہے۔ دیا، رحم اور مایاو لگاؤ میں بہت فرق ہے۔ دیا اچھی ہے مگر مایا اچھی نہیں۔ اپنی بیوی بچّوں، بھائی بہن، بھتیجا، ماں باپ غرض کہ سب رِشتہ داروں سے محبّت مایا ہے۔ جبکہ ساری کی ساری مخلُوق سے بلا امتیاز ایسی ہی محبّت، دیا، رحم کہلاتی ہے۔''

'ایم': ''کیا دیا بھی ایک بندھن ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! بالکل یہ بندھن ہے۔ لیکن یہ تخیّل عام آدمی کی سمجھ داری سے پرے

ہے۔ دیا کا منبع ستّوگنُ ہے۔ ستّوگنُ سے پالن (نشو ونما) ہوتا ہے۔ رجس یا رجوگنُ سے تخلیق اور تمس یا تموگنُ سے نیست و نابُودی لیکن برہم (خالقِ کائنات) ان تینوں گنوُں سے پرے ہے۔ یہ پراکرتی (قدرت) سے پرے ہے۔ برہم (خالقِ کائنات) کیا ہے۔ اس کی تشریح نہیں کی جاسکتی۔ جس نے اس کو جان لیا ہے وہ بھی اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔"

"ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے چار دوستوں نے اُونچی دیوار سے گھری ایک جگہ دیکھی۔ اس کے اندر کیا ہے، یہ دیکھنے کے لئے سبھی سرگرم ہوئے۔ ان میں سے ایک دیوار کے اُوپر چڑھ گیا۔ جھانک کر اُس نے جو دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ وہ صرف ہا۔ ہا کرتا ہوا اندر کود پڑا۔ اُس نے اندر جو کچھ دیکھا وہ اس کی خبر نہ دے سکا۔ دوسرے دوست بھی دیوار پر چڑھے وہ بھی ہا۔ ہا کرتے اندر کود پڑے۔ اندر کیا تھا اب کون بتائے؟"

عابد: "کیا خالقِ کائنات کا علم ہونے کے بعد کوئی تنظیم وغیرہ چلائی جاسکتی ہے؟"

شری رام کرشن جی: "ایک بار میں نے خالقِ کائنات کے علم کے بارے کیشب سین سے گُفتگو کی۔ وہ کہنے لگا اس سے آگے بتایئے، میں نے کہا، اس کے بارے میں اگر میں کچھ اور کہوں گا تو تم اپنی تنظیم اور اپنے پیروکاروں کو محفوظ نہ رکھ پاؤ گے۔ کیشب نے جواب دیا تو برائے مہربانی اسے یہیں رہنے دو۔ (سب ہنس دیئے) تو بھی میں نے کیشب سے کہا، "میں اور میرا' جہالت کی نشانی ہے۔ میں ہی کرنے والا ہوں۔ یہ میرے بیوی بچّے اور جائیداد ہے۔ بغیر جہالت کے کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا۔ تب کیشب نے کہا۔ جناب 'میں' (انا) کو چھوڑ دینے سے تو پھر کچھ رہتا ہی نہیں۔ میں نے دوبارہ اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا، میں تمہیں ساری کی ساری 'میں پن' (انا) کو چھوڑنے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ تم 'کچّی میں' چھوڑ دو۔ میں ہی کرنے والا ہوں۔ یہ بیوی بچّے میرے ہیں۔ میں استاد ہوں۔ اس طرح کا گھمنڈ 'کچّی میں' ہے۔ اسی کو چھوڑ دو۔ اور اس کو چھوڑ کر پختہ 'میں پن' کو قائم رکھو جو تمہیں یاد دلائے گی کہ تم خدا کے خادم ہو، اس کے بھگت (عابد) ہو اور یہ کہ خدا کارساز ہے اور تم اُس کے آلہ کار ہو۔"

"میں نے کیشب سے خام 'میں' کو چھوڑنے کے لئے کہا۔ اَنا (میں) جو محسوس کرتی ہے کہ میں خدا کا خادم ہوُں۔ میں خدا کا عاشق ہوُں کسی کو چوٹ نہیں پہنچاتی۔ میں نے اُس سے کہا تُم لگاتار اپنی تنظیم اور اپنے پیروکاروں کی بابت کہتے رہتے ہو لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو تُمہاری تنظیم چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ کیشب نے جواب دیا۔ یہ سچ ہے جناب کچھ سال پہلے میری تنظیم میں رہنے کے بعد وہ دوسری تنظیم میں

چلے جاتے ہیں۔ بدتر بات تو یہ ہے کہ میرے ساتھ بے وفائی کر کے اِدھر اُدھر گالیاں بکتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا، تم قبل از وقت اُن کی فطرت کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا، اس میں کیا تُک ہے کہ تم ہر کسی کو اپنا شاگرد بناتے پھرو؟"

"تینوں گنُوں کی دسترس سے باہر جانا بہت مُشکل ہے۔ خدا کا دیدار کئے بنا اُس حالت میں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آدمی مایا قلمرو میں پھنسا رہتا ہے۔ مایا خدا سے ملنے کی اِجازت نہیں دیتی۔ اسی مایا نے اُسے جہالت کا شکار بنا رکھا ہے۔"

"ایک دفعہ ہردے ایک بیل کا بچھڑا یہاں لے آیا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ ہردے نے اُسے رسّے سے باندھ کر باغیچے میں چھوڑا ہے تاکہ وہ گھاس چر سکے۔ میں نے ہردے سے پُوچھا کہ تم ہر روز اسے کیوں باندھ رکھتے ہو۔ اُس نے کہا، ماما، میں اس بچھڑے کو گاؤں بھیج دوں گا۔ جب یہ بڑا ہو جائے گا تو میں اسے ہل جوتنے کے کام میں لگا دوں گا۔ جیسے ہی میں نے ان الفاظ کو سُنا یہ سوچتے ہوئے کہ کتنا پُراسرار ہے خُدا کی مایا کا کھیل میں ہکا بکا رہ گیا۔ کمار پکُر اور سیہوڑ[1] کلکتہ سے کس قدر دور ہیں، یہ بچارا بچھڑا سارا راستہ ناپتے ہوئے وہاں جائے گا۔ پھر یہ بڑا ہوگا، ہل میں جوتا جائے گا۔ یہ ہے اصل میں سنسار (دنیا) یہ حقیقت میں مایا ہے۔ میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ بہت دیر بعد مُجھے دوبارہ ہوش آیا۔"

بُدھوار 26 ستمبر 1883ء

'ایم' سہ پہر کو آیا اور شری رام کرشن جی کو چھُوٹے تخت پوش پر بیٹھے دیکھا۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): "آج تم یہاں کیسے؟ کیا آج اسکول جانے کا دِن نہیں تھا؟"

'ایم': "آج ہمارا اسکول ڈیڑھ بجے بند ہو گیا تھا۔"

شری رام کرشن جی: "آج اتنی جلدی کیوں؟"

'ایم': "آج وِدیا ساگر اسکول تشریف لائے تھے۔ وہ اسکول کے مالک ہیں، اُن کی آمد پر آدھے دن کی چھٹی ہو جاتی ہے۔"

شری رام کرشن جی: "وِدیا ساگر اپنے وعدے سے مکر کیوں جاتا ہے؟ پچھلے دنوں اُس نے کہا تھا

1. سیہوڑ: ہردے کی جنم بھُومی (آبائی وطن)

کہ وہ مجھے ملنے یہاں آئے گا لیکن اُس نے اپنا وعدہ نہیں نبھایا۔"

"ایک عالم فاضل اور ایک فقیر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک محض عالم فاضل کا من، زن اور زر میں مرکوز رہتا ہے لیکن فقیر کا من خدا کے قدموں میں بسا رہتا ہے۔ عالم فاضل کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ مگر فقیر کی بات ہی الگ ہے۔ جس شخص نے اپنا من خدا کو دے دیا ہو، اُس کے الفاظ اور اُس کے اعمال بالکل الگ ہوتے ہیں۔"

"ایک دفعہ یہاں ایک ویدانتی فقیر آیا تھا۔ بادل کو دیکھتے ہی وہ رقص کرنے لگتا۔ وہ موسلا دھار بارش میں خوشی سے جھوم اُٹھتا۔ ریاضت کے وقت اگر کوئی اُس کے پاس جاتا تو وہ بہت غصّہ کرتا۔"

"ایک دن جب وہ ریاضت کر رہا تھا تو میں اس کے نزدیک گیا وہ بہت بگڑ گیا۔ وہ لگاتار امتیاز سے کام لیتا اور کہتا واحد برہم (خالقِ کائنات) ہی ایک سچ ہے۔ باقی سب سنسار (دنیا) محض وہم و فریب ہے۔ مایا کی وجہ سے ہی الگ الگ شکل وصورتیں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں چھہل چراغ (شیشے کا جھاڑ) کا منشوری شیشہ لئے گھومتا رہتا تھا۔ اس منشوری شیشے سے ہم کتنے ہی رنگ دیکھتے ہیں جبکہ اصل میں کوئی رنگ ہے ہی نہیں۔ اسی طرح سوائے خالقِ کائنات کے کسی بھی ہستی کا وجود نہیں ہے۔ مگر مایا اور انانیت کی وجہ سے مختلف شکل وصورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ کسی چیز کو ایک بار سے زیادہ نہ دیکھتا تاکہ وہ مایا سے دھوکہ نہ کھا جائے یا اُسے کسی چیز سے وابستگی نہ ہو جائے۔ وہ یہاں تین دن رہا۔ ایک دن گنگا کے کنارے پر بانسری کی آواز سن کر اُس نے کہا، جس نے خدا کا دیدار کیا ہوا ہو، وہ ایسی آواز سن کر سمادھی (مراقبہ) میں چلا جاتا ہے۔"

فقیر کے بارے میں بات کرتے کرتے شری رام کرشن جی نے عابدین کو پرم ہنس کے اخلاق و عادات اور انداز سمجھائے۔ ایک بچّے کی سی چال ڈھال، مُنہ پر ہنسی جیسے ایک دم پھُوٹ کر نکل رہی ہو۔ آنند ساگر میں تیرتی ہوئی آنکھیں، بالکل ننگ دھڑنگ جسم، سری رام کرشن جی دوبارہ چھوٹے تخت پوش پر بیٹھ گئے اور پھر وہی من پر جادُو کر دینے والی باتیں ہونے لگیں۔

سری رام کرشن جی ('ایم' سے): "میں نے ناگٹا (طوطا پوری) سے ویدانت سُنا تھا۔ صرف برہم (خالقِ کائنات) ہی سچ ہے۔ دُنیا وہم وفریب ہے۔ جادُوگر کتنے ہی تماشے دکھاتا ہے۔ وہ آم کا پودا بنا کر اُس کے ساتھ پھل بھی لگا دیتا ہے۔ مگر یہ سب ہاتھ کی صفائی ہے۔ محض تماشہ ہے، تماشہ دکھانے والا جادوگر ہی سچ ہے۔"

'ایم': ''ایسا لگتا ہے کہ زندگی ایک لمبی نیند ہے۔ میں اتنا سمجھتا ہوں کہ ہم ٹھیک ڈھنگ سے چیزوں کو نہیں دیکھ رہے۔ جس من سے ہم آسمان کو نہیں سمجھ پاتے، اُس من سے دُنیا کو دیکھ رہے ہیں تو ہمارا دیکھنا کیسے ٹھیک ہوگا؟''

شری رام کرشن جی: ''کیسے کوئی آدمی درست طریقے سے دیکھ سکتا ہے؟ ایک میعادی بُخار کے مریض کی طرح ان کا من بدحواس ہے۔''

شری رام کرشن جی نے سُریلی آواز میں گیت گایا:

''کیسے بدحواسی کے بخار میں مبتلا ہوں میں!

ماں! تیری نوازش ہی واحد عِلاج میرا ہے...''

بات جاری رکھتے ہوئے شری رام کرشن جی نے فرمایا۔ ''واقعی یہ بدحواسی کا عالم ہے۔ دیکھو تو یہ دُنیا دار کیسے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کسی کو خبر نہیں کہ آخر وہ کس لئے لڑ رہے ہیں؟ کتنی بلند آواز میں چلاتے ہیں، وہ — آہ! کتنی گالی گلوچ۔''

شری رام کرشن جی اور 'ایم' کالی مندر کی طرف چل دیئے۔

شری رام کرشن جی: ''اس دُنیا کی بنیاد مایا ہی سہی لیکن اسے آنند کی حویلی بھی تو کہا گیا ہے۔''

'ایم': ''مگر دُنیا میں مسلسل شادمانی بھی تو نہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں یہ سچّ ہے۔''

شری رام کرشن جی نے کالی مندر جا کر ماں الٰہی کے قدموں میں مُنھ کے بل لیٹ کر آداب کیا (پرنام کیا)۔ 'ایم' بھی اُن کے ساتھ تھا۔ پھر شری رام کرشن جی مندر کے کمرے کے سامنے نچلے فرش پر ماں کے مُبارک مجسّمے کے سامنے بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے لال پٹی والی دھوتی پہن رکھی تھی جس کا کچھ حصہ ان کے کندھوں پر سے لٹک رہا تھا۔ 'ایم' اُن کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

'ایم': ''چونکہ دُنیا میں مسلسل خوشی تو ہے نہیں، پھر جسم اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ پچھلے جنموں کے نیک و بد اعمال کا خمیازہ بھگتنے کی خاطر ہمیں یہ جسم ملا ہے لیکن کون جانتا ہے کہ اب کی بار وہ کس قسم کے اعمال سرانجام دے رہا ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ ہم کچلے جا رہے ہیں۔ یہاں تو آٹھ قسم کے بندھن ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ آٹھ بندھن نہیں بلکہ آٹھ قسم کی مضبوط بیڑیاں ہیں۔ آٹھ بندھن ہیں تو

کیا؟ خدا کے رحم و کرم سے ایک ہی لمحے میں یہ بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ جس طرح کہ ہزار سال کے اندھیرے کمرے میں دیپک لے جانے پر ایک ہی لمحے میں اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے نہیں۔ کیا تم نے جادوگر کا کھیل نہیں دیکھا؟ کتنی ہی گانٹھ لگی رسّی کا ایک کنارہ وہ ایک جگہ باندھ دیتا ہے اور دوسرا کنارہ وہ ہاتھ میں پکڑے رکھتا ہے۔ اُس نے رسّی کو ہلایا نہیں کہ سب کی سب گانٹھیں ایک ساتھ کھل جاتی ہیں۔ لیکن کوئی دوسرا آدمی چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے وہ ان گانٹھوں کو نہیں کھول سکتا۔ جہالت کی سب گانٹھیں مُرشد کی رحمت سے آنکھ جھپکتے ہی کھل جاتی ہیں۔''

''وجہ مت پوچھو۔ خدا کو کوئی کیسے جان سکتا ہے؟ ناگٹا (طوطہ پوری) فقیر سے میں نے ہمیشہ کے لیے جان لیا ہے کہ یہ تمام کائنات برہم (خالقِ کائنات) کا ایک حِصّہ ہے۔''

''ہاذرا کو حساب کتاب میں زیادہ دلچسپی رہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ خدا کا اتنا حصّہ کائنات بن گیا ہے اور اتنا حصّہ باقی ہے۔ اس کی ان حسابی پیشین گوئیوں سے میرا سر دُکھنے لگتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ کبھی میں خدا کو اچھا سوچتا ہُوں اور کبھی خدا کو برا مانتا ہُوں۔ میں اُن کو بھلا کیا سمجھُوں گا؟''

'ایم': ''یہ سچ ہے، کیا کبھی کوئی اُس کو سمجھ سکتا ہے۔ ہر کوئی اپنی تھوڑی سی عقل کی بنا پر سوچتا ہے کہ اُس نے خدا کے بارے میں سب کچھ جان لیا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''اسے کون جان سکتا ہے۔ میں اُسے جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ میں تو اُسے صرف ماں کہہ کر پکارتا ہُوں۔ ماں چاہے جو کرے۔ اُس کی مرضی ہوئی تو وہ سمجھائیں گی۔ لیکن اگر اس کی مرضی نہ ہوئی تو میں انجان رہ کر بھی خوش رہوں گا۔ چھوٹے بچّے کو تو صرف اُس کی ماں چاہیے۔ وہ نہیں جانتا کہ اُس کی ماں کتنی امیر ہے اور نہ ہی وہ یہ جاننا چاہتا ہے۔ وہ صِرف اتنا ہی جانتا ہے کہ میری ایک ماں ہے، مُجھے فِکر کس بات کی؟ گھر کی خادمہ کا بچّہ بھی جانتا ہے کہ اس کی بھی ایک ماں ہے۔ اگر مالک کے بچّے کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ اُسے کہنے لگتا ہے۔ میں اپنی ماں کو سُناؤں گا۔ میری ماں ہے نا۔ میری فِطرت بھی بچّے جیسی ہی ہے۔''

اچانک شری رام کرشن جی اپنی چھاتی کو ہاتھ لگا کر 'ایم' سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: ''اچھا تو یہاں کچھ تو ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

'ایم' نے شری رام کرشن جی کی طرف بڑے تعجب سے دیکھا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا: ''کیا

ماں الٰہی خود شری رام کرشن جی کے دِل میں رہائش پذیر ہے؟ کیا یہ ماں کالی تو نہیں جس نے انسانیت کی کوئی بھلائی کی خاطر انسانی جامہ پہن رکھا ہے؟''

شری رام کرشن جی ماں کالی سے دُعا کر رہے تھے: ''او ماں! او اوم کی مجسّم! ماں! تمہارے بارے میں کتنی کتنی باتیں کہتے ہیں لوگ، لیکن میں کسی کی کوئی بات نہیں سمجھ پاتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ ماں میں تمہارے قدموں کی پناہ میں ہوں، یہاں میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہوں۔ او ماں! میری التجا ہے کہ مجھے کمل جیسے اپنے قدموں کی پاک محبت عطا کرو۔ ایسی محبت جو بدلے میں کچھ نہیں مانگتی۔ مجھے اپنی دلفریب مایا جال میں نہ اُلجھانا ماں۔ میں تمہاری پناہ میں آیا ہوں، میری حفاظت کرو ماں۔''

مندروں میں شام کی پرستش ختم ہو چکی تھی۔ شری رام کرشن جی 'ایم' کے ہمراہ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

شری رام کرشن جی: ''تم نے تو ایک عقیدہ اپنا رکھا ہے کہ خدا کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے۔ (وہ نراکار ہے) ایسا ہی ہے نہ کیا؟''

'ایم': ''ہاں! مگر جو آپ فرماتے ہیں مجھے اُس پر بھی یقین ہے کہ خدا کے لئے سب ممکن ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا شکل وصورت اپنائے ہوئے ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''بہت اچھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا کہ وہ کائنات کی جاندار اور بے جان غرضیکہ ہر شے میں رچا بسا ہوا ہے۔ میں نے تم سے ایک بات پوچھنی ہے۔ کیا تمہیں دھن دولت سے لگاؤ ہے؟''

'ایم': ''جی نہیں! مگر میں پیسہ اس لئے کمانا چاہتا ہوں تاکہ زندگی کی ضروریات کے خوف وفکر سے نجات حاصل کرنے کے بعد خدا کی یاد میں بے فکر ہو کر کھو جاؤں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں! یہ تو قدرتی بات ہے۔''

'ایم': ''کیا یہ لالچ ہے؟ میں تو ایسا نہیں سمجھتا؟''

شری رام کرشن جی: ''تم ٹھیک کہتے ہو، ورنہ تمہارے بچّوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ اگر تم یہ محسوس کرو کہ تم کرتا نہیں ہو، (دُنیاوی کاموں کے کام دھندوں کو سرانجام دینے والا) تو تمہارے بچّوں کا کیا ہوگا؟''

'ایم': ''میں نے سُنا ہے کہ اپنے فرائض کا احساس رہتے ہمیں سچّا گیان (علم الٰہی) حاصل نہیں

ہو سکتا۔ فرض تو سورج کی تپتی دھوپ کی مانند ہے۔"

شری رام کرشن جی: "بس یہی نظریہ قائم رکھو۔ جب یہ فرض کا احساس ختم ہو جائے تو پھر مختلف بات ہوگی۔"

بدھوار 28 رنومبر 1883ء

سہ پہر کے دو بجے 'ایم' سرکلر روڈ پر للّی کالج کے سامنے فٹ پاتھ پر جہاں کیشب چندر رہتا تھا۔ چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ بے صبری سے شری رام کرشن جی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ کیشب کی بیماری نے تشویشناک حالت اختیار کر لی تھی اور اُس کی صحت یابی کی بہت کم اُمید تھی۔ چونکہ شری رام کرشن جی کیشب سے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ دکھنیشور سے اُسے ملنے آرہے تھے۔

قریب پانچ بجے ایک گاڑی للّی کالج کے عین سامنے آ کر رُکی۔ شری رام کرشن جی، لاٹو اور دوسرے کئی بھگت (عابدین) جن میں راکھل بھی شامل تھا نیچے اُترے۔ کیشب کے رشتہ داروں نے شری رام کرشن جی کا استقبال کیا، وہ ان کو بھگتوں سمیت دیوان خانے کے جنوبی برآمدے کی اوپر والی منزل پر لے گئے۔ شری رام کرشن جی پلنگ پر بیٹھ گئے۔

لمبے انتظار کے بعد وہ کیشب کو ملنے کے لئے بے تاب ہو اُٹھے۔ کیشب کے شاگردوں نے کہا کہ وہ آرام کر رہا ہے اور جلد ہی اُن کے پاس آجائے گا۔ شری رام کرشن جی کی بے صبری اور بڑھ گئی۔ اُنہوں نے کیشب کے شاگردوں سے کہا، "دیکھو اس کو یہاں میرے پاس لانے کی ضرورت کیا ہے؟ میں اُسے اندر جا کر کیوں نہیں مل سکتا؟"

پرستا: "جناب وہ چند منٹوں میں یہاں آجائیں گے۔"

شری رام کرشن جی: "چلو ہٹو! تم نے خواہ مخواہ ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ مجھے اندر جانے دو۔"

شری رام کرشن جی کا دھیان ہٹانے کی خاطر پرستا کیشب کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اُس نے کہا، "کیشب اب بالکل مختلف آدمی ہو گیا ہے۔ جناب ٹھیک آپ کی طرح ہی وہ رُوحانی ماں سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ ماں جو کہتی ہے وہ سُنتا ہے، اور ہنستا ہے۔ رو پڑتا ہے۔"

جب شری رام کرشن جی نے سُنا کہ کیشب ماں کالی سے باتیں کرتا ہے اور روتا اور ہنستا ہے تو وہ وجد آفریں حالت میں کھو گئے۔ دیکھتے دیکھتے وہ سمادھی میں محو ہو گئے۔

سردی کا موسم تھا۔ شری رام کرشن جی نے ہرے رنگ کے فلالین کا کوٹ پہن کر اُوپر شال اوڑھ رکھا تھا۔ اُن کی آنکھیں ایک جگہ ٹکی ہوئی تھیں اور وہ کیف میں ڈوبے ہوئے سیدھے بیٹھے تھے۔ کافی لمبا عرصہ اسی حالت میں گزُر گیا۔ اُن کے عام ہوش وحواس کے سطح پر واپس لوٹنے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

آہستہ آہستہ تاریکی چھانے لگی۔ اب جس دیوان خانے میں ان کو بیٹھنا تھا وہاں پر لیمپ جگمگا اُٹھے۔ جونہی وہ شعوُر کی عام سطح پر لوٹے بڑی مُشکل سے اُنہیں وہاں تک لے جایا گیا۔ کمرہ ساز وسامان سے اچھی طرح آراستہ تھا۔ فرنیچر کو دیکھ کر شری رام کرشن جی بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہہ اُٹھے:
''پہلے تو یہ چیزیں ضروری تھیں لیکن اب ان کا کیا کام؟''

شری رام کرشن جی گہرے رُوحانی نشے کی حالت میں مبتُلا تھے۔ شاندار روشنی سے جگمگاتے ہوئے کمرے میں برہمو عابدین کے بیچ گھرے ان کے نزدیک لاٹو، راکھل اور 'ایم' بیٹھے ہوئے تھے۔ رُوحانی جوش میں بھرے ہوئے اُنہوں نے جسم اور رُوح دونوں کو سنبھال رکھا تھا۔ جسم پیدا ہوتا ہے اور مرجاتا ہے۔ لیکن رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ یہ ایک سپاری کی طرح ہے جو پکتے ہی خود بخود چھلکے سے الگ ہوجاتی ہے۔ لیکن جب یہ ہری ہوتی ہے تو اسے چھلکے سے الگ کرنا مُشکل ہوتا ہے۔ خدا کا دیدار کر لینے کے بعد آدمی اپنے جسم کی پہچان سے بالاتر ہوجاتا ہے۔ تب وہ جان جاتا ہے کہ جسم اور رُوح دو مُتضاد چیزیں ہیں۔

اسی لمحے مشرقی دروازے سے کیشب کمرے میں داخل ہوا۔ جن لوگوں نے اس آدمی کو ٹاؤن ہال میں یا برہمو سماج مندر میں تقرِیر کرتا سُنا تھا۔ چمڑے سے ڈھکی ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو دیکھ کر اُنہیں بہت صدمہ پُہنچا تھا۔ کیشب بمُشکل کھڑا ہو پارہا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لئے چلتا ہوا آیا۔ بڑی مُشکل سے وہ پلنگ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اس بیچ شری رام کرشن جی پلنگ سے نیچے اُتر کر فرش پر نیچے آبیٹھے۔ اپنی پیشانی سے شری رام کرشن جی کے قدم چھُوتے ہوئے کیشب اسی حالت میں جھکے بیٹھا رہا۔ بعد میں وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ شری رام کرشن جی اب وجد کی حالت میں تھے۔ اُنہوں نے آہستہ سے اپنے آپ سے کچھ کہا۔ وہ کالی ماتا سے باتیں کر رہے تھے۔

آواز بلُند کرتے ہوئے کیشب نے کہا: ''میں یہاں ہوں جناب! یہاں ہوں میں!'' اُس نے شری رام کرشن جی کا بایاں بازو پکڑ کر ہلکی سی جنبش دی لیکن شری رام کرشن جی رُوحانی عشق کے نشے میں سرشار گہری سمادھی میں محو تھے۔ یوں ہی وہ اپنے آپ سے مخاطب ہوئے تو اُن کے لبوں سے الفاظ کا ایک دریا

سا اُمڈ پڑا اور عابدین انہیں مسحور ہو کر سنتے رہے۔

شری رام کرشن جی: ''جب تلک آدمی بندشوں سے اپنی وابستگی قائم رکھتا ہے تب تک اُسے ایک کے بجائے انیک (بہت سے، مُختلف) کا احساس رہتا ہے۔ جیسے کیشب، پرسنّا، امرت وغیرہ وغیرہ لیکن کامل علم ہوتے ہی اُسے ہر جگہ ایک ہی شعوُر برپا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔ پھر اُسی کامل علم کی بنا پر وہ جان جاتا ہے کہ ایک یہی شعوُر۔ کائنات، اس کے جیو جنتو اور چوبیس تتوؤں (کائناتی اُصول) کا منبع ہے۔ لیکن مختلف چیزوں میں مختلف قسم کی رُوحانی قوّت پائی جاتی ہے۔ بِلا شک یہ ایک ہی خدا ہے جو ہر شئے میں جلوہ گر ہے لیکن بعض حالتوں میں اس کا برتر ظہُور ہے۔''

''خدا جس رُوح کی نسبت اپنا کھیل کھیلتا ہے اُس نے اُسے خاص قسم کی قوّت عطا کر رکھی ہے۔ زمیندار چاہے اپنی حویلی کے کسی حصّے میں رہتا ہو لیکن عام طور پر وہ اپنے ایک مخصوص دیوان خانے میں ملتا ہے۔ عابد خدا کا دیوان خانہ ہے۔ خدا عابد کے دِل میں کھیل کھیلنے کی رغبت رکھتا ہے۔ وہیں پر خدا کی خاص طاقت ظہُور پذیر ہے۔ ایسے ایک عابد کی کیا علامت ہے؟ جب کوئی شخص تمہیں بڑے بڑے کام کرتے دکھائی دے تو سمجھ لینا کہ اُس میں خدا کی خاص طاقت کا ظہُور برپا ہے۔''

''خدا کا دیدار کرنے کے بعد آدمی اُسے ہر وجود میں دیکھتا ہے۔ لیکن خدا کا واضح اور شاندار ظہُور اِنسان میں دکھائی دیتا ہے۔ اِنسانوں میں ایسے عابد جن کی کیفیت ساتوک قسم کی ہے اور جنہیں زن اور زر سے متعلق کوئی حِرص نہیں۔ اُن میں خدا کا ظہور واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ سمادھی سے واپس لوٹنے پر آدمی کے من کو کہاں چین ملے گا۔ یہی سبب ہے کہ اُس کو ان پاک دِل عابدین کی صحبت درکار ہے جن میں ستّوگن موجود ہے۔ اور جو زن اور زر کی وابستگی سے آزاد ہیں۔ نہیں تو ایسا آدمی شعوُر کی اس سطح پر اپنے آپ کو کیسے قائم رکھ سکے گا؟''

''میری ماں! کون سی ماں؟ وہ تو جگت کی ماں ہے جو جگت (دُنیا) کی تخلیق کرتی ہے۔ اس کا پالن پوسن (پرورش) کرتی ہے۔ جو ہمیشہ اپنے بچّوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اور جو اپنے بچّوں کو دھرم، ارتھ، کام، موکش غرضیکہ سب کچھ مہیا کرتی ہے۔ ایک سچا بیٹا اپنی ماں سے دور نہیں رہ سکتا۔ ماں سب جانتی ہے، بچّہ تو بس کھاتا پیتا اور موج مستی کرتا رہتا ہے۔ اُسے دُنیا کی چیزوں کی کوئی فکر نہیں۔''

کیشب: ''ہاں جناب! یہ سچ ہے۔''

باتیں کرتے کرتے شری رام کرشن جی دُنیاوی سطح کے ہوش وحواس میں لوٹ آئے۔ مُسکراہٹ بھرا

چہرہ لئے وہ کیشب سے بات چیت کرنے لگے۔ کمرے میں بیٹھے سب لوگ پُر اشتیاق نظروں سے اُنہیں دیکھتے ہوئے اُن کی باتیں سُننے لگے۔ یہ دیکھ کر کہ نہ تو کیشب اور نہ ہی شری رام کرشن جی نے ایک دوسرے کی صحت کے بارے میں پُوچھا، سب لوگ حیرت زدہ تھے۔ وہ صرف خُدا کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

شری رام کرشن جی (کیشب سے): ''برہموسماج کے اراکین اتنی زیادہ خُدا کی شان و شوکت کے عقیدے کیوں بیان کرتے ہیں؟ کیا ان چیزوں کو کہ اے خُدا تو نے ان چاند، سورج اور ستاروں کی تخلیق کی ہے، بار بار دہرانے کی ضرورت ہے؟ بہت سے لوگ باغیچے کو دیکھ کر اس کی تعریف کے پل باندھنے لگ جاتے ہیں۔ مگر مالک سے کتنے لوگ ملنا چاہتے ہیں؟ باغیچہ بڑا ہے یا مالک؟''

''میں تمہیں سچائی بتاؤں؟ اِنسان اپنی دولت سے محبت رکھتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ خُدا بھی اپنی ملکیت سے لگاؤ رکھتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ خُدا کی امیری کے گُن گانے پر خُدا خوش ہوگا۔''

''کیا کبھی کوئی دھن دولت کے ذریعے خُدا کو قابو میں کر سکتا ہے؟ اُسے تو محبت کے ذریعے پایا جا سکتا ہے۔ اُسے چاہیے کیا؟ یقیناً دولت نہیں! اُسے چاہیے عابدین کی محبت، عبادت، احساس، سُوجھ بُوجھ اور اِمتیاز۔''

(مسکراتے ہوئے کیشب سے مخاطب): ''تم بیمار کیوں ہو؟ اس کا ایک سبب ہے۔ تمہارے بدن کے اندر کتنے ہی جذبات اُبھرتے اور مٹتے رہے۔ اسی وجہ سے تم بیمار پڑ گئے ہو، جب کوئی جذبہ پیدا ہوتا ہے تب کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ سے بدن کو جو ضرب پہنچتی ہے، اس کا احساس بہت دیر بعد ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جب کوئی بڑا جہاز گنگا سے گزر جاتا ہے تو اس وقت کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا لیکن میری توبہ! جب لہریں کناروں سے آ کر ٹکراتی ہیں تب کتنا خوفناک شور و غل سُنائی دیتا ہے۔ شاید کنارے کا کوئی چھوٹا ٹکڑا ٹوٹ کر پانی میں گر پڑتا ہے؟''

''کسی جھونپڑے میں گھس کر ایک ہاتھی اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور بالآخر سارے ڈھانچے کو نیچے گرا دیتا ہے۔ رُوحانی جذبات کا ہاتھی (رُوحانی جذبات روپی ہاتھی) اس بدن روپی جھونپڑے میں گھس کر اسے تحس نحس کر دیتا ہے۔''

''اصل میں ہوتا کیا ہے جانتے ہو؟ گھر کو آگ لگنے پر پہلے اندر کی کچھ چیزیں جل جاتی ہیں، بعد میں بہت افراتفری مچ جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گیان کی آگ (علم الٰہی کی آگ) پہلے تو رُوحانی زندگی

کے دشمن، پُر جوش رغبت، غُصّہ وغیرہ کو ختم کر دیتی ہے۔ پھر اَنا کو اور آخر میں جسمانی ڈھانچے میں شِدّت کی اُتھل پتھل مچا دیتی ہے۔''

''تم سوچتے ہو کہ بس سب معاملہ طے ہو گیا مگر جب تک بیماری کی کچھ کسر رہے گی خدا تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہسپتال میں بھرتی ہونے کے بعد تمہیں ہسپتال سے چھٹی نہیں ملے گی، جب تک بیماری کا پورے طور پر علاج نہیں ہو جاتا، ڈاکٹر تمہیں گھر جانے کی اِجازت نہیں دے گا۔ ہسپتال میں آخر کار نام درج کرانے کی ضرورت کیا تھی؟'' (سب ہنس دیئے)

شری رام کرشن جی کے اِشارتاً ہسپتال کے ذِکر سے کیشب بار بار ہنسنے لگا پھر اُس نے اپنی بیماری کی بابت کہا۔

شری رام کرشن جی (کیشب سے): ''ہردے بار بار کہا کرتا تھا۔ نہ تو پہلے میں نے ایسا خدائی بھاوُ (مستی) دیکھا اور نہ ہی ایسی بیماری۔ میں شدید اسہال (ڈائیریا) کی بیماری میں مُبتلا تھا۔ مُجھے لگتا تھا جیسے لاکھوں چیونٹیاں میرے دِماغ کو گھُن کی طرح چاٹ رہی ہوں۔ لیکن رُوحانی بات چیت بدستور دِن رات جاری رہتی۔ ناٹا گڑھ کا ڈاکٹر رام مُجھے دیکھنے کے لِئے بلا لیا گیا۔ اس نے مُجھے رُوحانی بحث مباحثہ میں مصروف دیکھا۔ 'کیا پاگل آدمی ہے' اُس نے کہا، 'مُٹھی بھر ہڈیوں کے سِوا اِس کے پاس اور کچھ بچا ہی نہیں، پھر بھی اِس قسم کے دلائل دیئے جا رہا ہے۔''

''شبنم کا پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے مالی بسرہ گلاب کے پودے کی جڑوں تک کی مٹّی ہٹا دیتا ہے۔ پودا نمی کی وجہ سے بہتر طور سے پھلتا پھولتا ہے۔ شاید اسی لئے تمہیں بھی جڑ تک ہلایا جا رہا ہے۔'' (شری رام کرشن جی اور کیشب ہنس دیئے) ''ہو سکتا ہے ٹھیک ہو جانے پر تمہیں بہت بڑے کام انجام دینا پڑیں۔''

''جب کبھی تم بیمار پڑ جاتے ہو تب مُجھے بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ پچھلی بار بھی جب تم بیمار پڑے تھے تب رات کے پچھلے پہر میں ماں الٰہی کے آگے رویا کرتا تھا۔ تُمہاری تندرستی کے لئے میں ماں کو پھل اور مِٹھائی پیش کر کے دُعا کرتا۔''

سری رام کرشن جی کی کیشب سے محبّت اور برہمو رہنما کے لئے اُن کی تشویش کو سُن کر عابدین کے دِل پگھل گئے۔

سری رام کرشن جی: ''لیکن — تمہیں سچ بتاؤں، اس بار میں اتنا فِکر مند نہیں ہوا، دو یا تین دِن میں نے تھوڑی سی پریشانی محسوس کی۔''

کیشب کی بزرگ ماں مشرقی دروازے سے جس سے کیشب اندر آیا تھا داخل ہوئی۔ اُماناتھ نے اُونچی آواز میں شری رام کرشن جی کو بتایا، ''جناب اُدھر کی ماں آپ کو آداب کہہ رہی ہیں۔''

شری رام کرشن جی مُسکرا دیئے۔ اُماناتھ نے دوبارہ کہا، ''ماں گزارش کر رہی ہیں کہ آپ کیشب کے حق میں دُعا کیجیے کہ اُسے اپنی بیماری سے نجات ملے۔''

شری رام کرشن جی (کیشب کی ماں سے): ''ماں کالی سے دُعا کرو جو خوشیوں کو عطا کرتی ہے وہ تمہاری سب مصیبتوں کو دور کرے گی۔''

شری رام کرشن جی (کیشب سے): ''تم زیادہ وقت گھر کے اندر مت گزارا کرو۔ عورتوں کی صحبت میں تم اور نیچے ڈوبتے چلے جاؤ گے۔ خُدا کے متعلق گفتگو سنتے رہنے سے تم بہتر محسوس کرو گے۔''

سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کہنے کے بعد شری رام کرشن جی پھر ایک بچّے کی طرح ہنسنے لگے۔ اُنہوں نے کیشب سے کہا: ''مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔'' بچّوں کی طرح ہاتھ لے کر جیسے ہاتھ کو تول رہے ہوں۔ آخر میں کہنے لگے: ''نہیں تمہارا ہاتھ ہلکا ہے، چاپلوسوں کے ہاتھ بھاری ہوتے ہیں۔'' (سب ہنس دیئے)

اُماناتھ نے دروازے سے پھر کہا: ''ماں کہہ رہی ہیں کیشب کو دُعا دیجیے۔''

شری رام کرشن جی (سنجیدگی سے): ''میں کس قابل ہوں، صرف خُدا ہی سب کو دُعا دیتا ہے۔ ماں اپنا کام تم خود کرتی ہو۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وہ کر رہے ہیں۔''

''خُدا دو بار ہنستا ہے۔ ایک بار اُس وقت جب دو بھائی زمین بانٹتے ہیں اور رسّی سے ناپ کر کہتے ہیں۔ اس طرف کی زمین میری ہے اور اُس طرف کی تمہاری۔ خُدا یہ سوچ کر ہنستا ہے کہ یہ ساری کائنات تو ہے میری اور یہ لوگ تھوڑی سی مٹّی لے کر، اس طرف کی میری اور اُس طرف کی تمہاری کر رہے ہیں۔''

''خُدا دوسری بار تب ہنستا ہے جب اپنے بچّے کی بیماری کی حالت میں روتی ہوئی ایک ماں سے ڈاکٹر یہ کہتا ہے، 'ماں ڈرو مت میں تمہارے بچّے کو ٹھیک کر دوں گا۔' ڈاکٹر نہیں جانتا کہ اگر خُدا بچّے کو مارنا چاہتا ہے تو اُسے کوئی نہیں بچا سکتا۔'' (سب خاموش ہیں)

ٹھیک اُسی وقت کیشب کو کھانسی کا دورہ پڑ گیا جو بہت دیر تک جاری رہا۔ اُس کی تکلیف دیکھ کر سب کو دُکھ ہوا۔ کیشب بہت تھک چُکا تھا، اُس سے اور زیادہ دیر تک بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ اُس نے جھک کر شری رام کرشن جی کو سلام کیا اور پہلے کی طرح دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کمرے سے اُٹھ کر چلا گیا۔

شری رام کرشن جی کے لئے چائے ناشتے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کیشب کا بڑا بیٹا اُن کے نزدیک بیٹھا

تھا۔امرتا نے لڑکے کا تعارف کرایا اور اُنہیں دُعا دینے کی درخواست کی۔ شری رام کرشن جی نے کہا"مجھے کسی کو دُعا دینے کا حق نہیں دیا گیا۔" میٹھی سی مسکراہٹ سے اُنہوں نے لڑکے کے جسم کو دھیمے سے سہلایا۔

امرتا(مسکراتے ہوئے): "ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔"

شری رام کرشن جی (عابدین سے) "خدا تمہیں تندرستی دے۔ایسی باتیں میں نہیں کہہ سکتا۔ میں نے ماں کالی سے کبھی نہیں کہا کہ وہ مجھے شفا کی طاقت بخشے۔ میں اُس سے یہی دُعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی پاک محبت عطا کرے۔

چائے ناشتے میں شریک ہونے کے بعد شری رام کرشن جی واپس لوٹنے کو تیار تھے۔ برہمو عابد گلی میں کھڑی بگّی تک ساتھ گئے۔ سیڑھیوں سے نیچے اُترتے ہوئے شری رام کرشن جی نے دیکھا کہ نچلی منزل پر کوئی روشنی نہ تھی۔ اُنہوں نے امرتا اور کیشب کے دوسرے شاگردوں سے کہا،"ایسی جگہوں پر چکا چوند روشنی ہونی چاہیے۔ بغیر روشنی والے گھر میں غربت ڈیرہ ڈالے رہتی ہے۔ خیال رہے ایسا پھر دوبارہ نہیں ہونا چاہیے۔"



پنڈت ششادھر

سنیچروار 2رفروری 1884ء

سہ پہر کے تین بجے تھے۔ شری رام کرشن جی راکھل، مہما چرن، ہاذرا اور دوسرے عابدین کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے۔ 'ایم' نے کمرے میں داخل ہو کر انہیں دُعا سلام کی۔ شری رام کرشن جی کے زخمی ہاتھ پر پٹّی باندھنے کے لئے وہ اپنے ساتھ کھپچی، روئی کا پیڈ اور ملائم کپڑا لایا تھا۔

کچھ دِن پہلے صنوبر کے جھُنڈ کی طرف جاتے ہوئے شری رام کرشن جی جنگلے کے نزدیک گر پڑے تھے۔ اُن کے بائیں بازو کی ہڈی اُتر گئی تھی۔ اُس وقت وہ کیف آور حالت میں تھے اور اُن کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔

شری رام کرشن جی (مہما سے مخاطب): ''بھلا اگر میں مشین ہوں تو خدا آپریٹر (کاریگر) تو میرے ساتھ پھر یہ حادثہ کیوں ہوا؟''

بچّوں کی طرح روتے ہوئے اُنہوں نے کالی سے کہا: ''او برہم مئی! (خالقِ کائنات کا مجسّمہ، ماں کالی کا ایک نام) او ماں! آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ میرا بازو بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ (عابدین سے) ''کیا میں پھر سے ٹھیک ہو جاؤں گا؟ بچّوں کی طرح اُنہیں دلاسہ دیتے ہوئے عابدین نے کہا، ''یقیناً آپ دوبارہ بھلے چنگے ہو جائیں گے۔''

شری رام کرشن جی (راکھل سے): ''بیشک تم میری دیکھ بھال کے لئے یہاں ہو، لیکن تمہارا اِس میں کوئی قصُور نہیں، کیونکہ تُم اگر میرے ساتھ بھی ہوتے تو بھی تُم جنگلے کی طرف تو نہ جاتے۔''

شری رام کرشن جی پھر رُوحانی عالم میں کھو گئے اور کہنے لگے: ''اوم! اوم! اوم! ماں میں یہ سب کیا کہہ رہا ہوں، مُجھے برہم (خالقِ کائنات) کے علم سے مدہوش نہ کرو۔ مُجھے خالقِ کائنات کے علم (برہم گیان) سے کیا لینا دینا ہے۔ میں تو تمہارا بچّہ ہُوں۔ میں آسانی سے خوفزدہ اور فکر مند ہو جاتا ہُوں۔ مُجھے ماں چاہیے برہم کے علم و فضل کو میرا لاکھوں سلام! او آنند مئی (آنند دینے والی) اور مقدّس ماں۔ اُونچی آواز میں 'آنند مئی' کہتے ہوئے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور وہ کہنے لگے:

''ماں یہ ہے میرا غم جو دیتا ہے درد میرے دِل کو
جبکہ تم جیسی ہے ماں میری
اور بے شک جاگ رہا ہوں چوکس میں
اس پر بھی پڑ جائے ڈاکہ میرے گھر میں۔''

اُنہوں نے دوبارہ ماں کالی سے مخاطب ہو کر کہا: ''ماں میں نے کون سی غلطی کی ہے؟ کیا میں نے کبھی کچھ کیا ہے؟ سب کچھ تو تم کرتی ہو ماں۔ میں تو مشین ہوں اور تم آپریٹر۔''

شری رام کرشن جی دوبارہ اُس بچّے کی طرح باتیں کرنے لگے اور ہنسنے لگے جو بچّہ بیمار بھی ہے مگر وہ اپنی بیماری بھول کر اِدھر اُدھر ہنستا کھیلتا پھرتا ہے۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے) جب تک تم سچّدانند (خدا کا ایک نام) کا دیدار نہیں کر لیتے تمہارا کچھ بننے والا نہیں۔ دُنیا میں امتیاز اور دستبرداری سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ دُنیادار شخص کی عبادت تھوڑی دیر کے لئے ہی ہوتی ہے وہ صِرف تبھی تک ہے جب تک تپتے ہوئے توے پر پانی رہتا ہے۔ کبھی شاید ایک پھول دیکھ کر وہ کہہ دے گا آہا! خدا کی کیسی عجیب قدرت ہے۔''

''خدا کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے اندر تڑپ ہونی چاہیے۔ اگر اس کے لئے تمہاری محبت انتہا پر ہے تو وہ یقیناً اِلتجا سُنے گا چونکہ وہ ہماری پیدائش کا موجب ہے۔ ہم بلاشک اُس کی وراثت کے حقدار ہیں۔ وہ ہمارا اپنا باپ ہے۔ ہماری اپنی ماں ہے۔ اُس پر ہم اپنا زور چلا سکتے ہیں۔ ہم اُسے کہہ سکتے ہیں۔ مجھے اپنا دیدار دو نہیں تو میں چاقو سے اپنا گلا کاٹ لوں گا۔''

شری رام کرشن جی ماں کالی کو پکارنے کا طریقہ اپنے عابدین کو بتا رہے ہیں۔

شری رام کرشن جی: ''میں ماں کو اس طرح پکارتا تھا۔ او آنندمئی ماں مجھے اپنا دیدار دو۔ تمہیں ایسا کرنا ہی ہوگا۔ میں اُسے کہا کرتا۔ او عاجز کی آقا۔ او غریب نواز! او کائنات کی فرمانروا! میں تمہاری کائنات سے الگ نہیں ہوں۔ میں علم سے بے بہرہ ہوں۔ مجھے ربط وضبط کی تربیت نہیں۔ نہ مجھ میں بھگتی ہے (عبادت ہے) اور نہ ہی میں کچھ جانتا ہوں۔ آپ کو مہربان ہو کر مجھے دیدار دینا ہوگا۔''

اس طرح شری رام کرشن جی عابدین کو دُعا مانگنے کا سلیقہ سمجھا رہے تھے۔ اُن کے دِلوں پر اُس کا گہرا اثر ہوا۔ مہاچرن کی آنکھوں میں آنسو چھلک اُٹھے۔

بہت سے عابدین شو پور سے آ پہنچے۔ چونکہ وہ بہت دور سے آئے تھے اس لئے شری رام کرشن جی اُن کو مایوس نہ کر پائے۔ اُنہوں نے رُوحانی زندگی سے متعلق کچھ اشد ضروری گر اُن عابدین کو سمجھائے۔

سہ پہر کے پانچ بجے ڈاکٹر مدھوسودن پہنچ گئے۔ وہ شری رام کرشن جی کے بازو پر مرہم پٹی کرنے کو تیار تھے۔ فرش پر ایک بستر بچھا دیا گیا۔ شری رام کرشن جی ہنستے ہنستے بستر پر لیٹ گئے۔ مرہم پٹی کے بعد اُنہوں نے ڈاکٹر سے کہا۔ تمہارے کلکتہ کے ڈاکٹروں پر مجھے قطعی بھروسہ نہیں۔ شمبھو کے بیمار پڑنے پر ڈاکٹر سرو ادھیکاری نے کہا تھا کہ شمبھو کو کوئی بیماری نہیں ہے، اِسے صرف دوائیوں کی خماری ہو گئی ہے۔ اور اُس کے تھوڑی دیر بعد ہی شمبھو اس دُنیا سے چل بسا۔''

یہ شام کا وقت تھا۔ مندروں میں پرستش ختم ہو چکی تھی۔ چند منٹ بعد میں اَدھر کلکتہ سے شری رام کرشن جی کو ملنے کے لئے آ گیا۔ مہما چرن، راکھل اور 'ایم' کمرے میں موجود تھے۔

اَدھر: ''آپ کیسے ہیں؟''

شری رام کرشن جی (شفقت سے) دیکھو اَدھر کتنا درد دے رہا ہے مجھے میرا یہ بازو! (مسکراتے ہوئے) میں کیسا ہوں۔ 'تمہیں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔''

ادھر عابدین کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ شری رام کرشن جی نے اُس سے کہا، ''ذرا آہستہ آہستہ اِسے سہلاؤ۔'' ادھر تخت پوش پر بیٹھ کر شری رام کرشن جی کے پاؤں سہلانے لگا۔

شری رام کرشن جی نے مہما چرن سے بات چیت جاری رکھی۔

''یہ بہت اچھا ہو گا، اگر تم خدا سے بے لوث محبت کی مشق کرو۔ اس قسم کی محبت ہونے پر پھر کوئی شخص اُس سے یہی کہتا ہے۔ اے مالک! مجھے نجات، شہرت، دولت یا بیماری سے شفا نہیں چاہیے۔ میں اِن میں سے کوئی بھی چیز آپ سے نہیں مانگتا ہوں۔ مجھے صرف آپ درکار ہو۔ ایک امیر آدمی کے پاس مختلف قسم کی خواہشات لئے بہت سے لوگ آتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بغیر کسی نوازش کی اُمید سے محض محبت کی خاطر اُس کو ملنے آتا ہے۔ تو وہ امیر آدمی اُس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔''

مہما چرن خاموش بیٹھا رہا۔ شری رام کرشن جی نے اُس کی طرف رُخ کر لیا۔

شری رام کرشن جی: ''اب میں تمہیں کچھ ایسا بتاؤں گا جو تمہارے مزاج کی کیفیت کے مطابق ہے۔ بقول ویدانت آدمی کو اپنی ذات کی حقیقی فطرت کو جاننا ضروری ہے لیکن ایسا علم و فضل بغیر دستبرداری

کے ناممکن ہے۔ لیکن اَنا ایک لاٹھی کی مانند ہے۔ جس نے پانی کو دو حصّوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اِسی وجہ سے تمہیں محسوس ہوتا ہے کہ تم الگ ہو اور میں الگ ہُوں۔ جب سمادھی میں اَنا کا تصوّر اوجھل ہو جاتا ہے تو آدمی خالقِ کائنات کو اپنا ہی اندرُونی شعُور محسوس کرتا ہے۔''

''آدمی خالقِ کائنات کے علم فضل کو حاصل ہی نہیں کر سکتا، اگر وہ عورتوں کی طرف مائل رہے تو۔ اسی لئے دُنیادار لوگوں کے لئے یہ علم وفضل حاصل کرنا از حد مشکل ہے۔ تم کتنے بھی ہوشیار کیوں نہ بنو، کالک لگے کمرے میں رہائش ہونے سے تمہارے جسم کو داغ تو ہر حال میں لگے گا ہی۔ نوجوان دوشیزہ کی محبت غیر نفسی مرد میں بھی نفسانی خواہش کے جذبات بھڑکا دے گی۔''

''ایک سنیاسی (ہندُو فقیر) کے لئے زن اور زر سے دستبرداری لازمی ہے اُس کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ عورت کی تصویر تک بھی نہ دیکھے۔ اور نہ ہی روپیہ پیسہ کو چھوئے اپنے نزدیک روپیہ پیسہ رکھنا بھی اچھا نہیں کیونکہ پھر سِلسلہ شرُوع ہوتا ہے، حِساب کِتاب کا، فکر کا، گستاخی کا غصّے اور مزید ایسی برائیوں کا۔ سوُرج کی مِثال تمہارے سامنے ہے کیسے آب و تاب سے چمکتا ہے۔ اچانک ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہو کر اُسے ڈھک لیتا ہے۔ سنیاسی (ہندُو فقیر) کے لئے اتنے سخت ضابطے کیوں؟ اُس میں اس کی اپنی بھلائی کے ساتھ ساتھ بنی نوع اِنسان کی بھی بہبودگی ہے۔ ایک سنیاسی چاہے قطع تعلق کی زندگی کیوں نہ بسر کر رہا ہو، اُس نے بے شک اپنی نفسی خواہش پر قابو پا لیا ہو پھر بھی اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ زن اور زر سے وابستگی نہ رکھتے ہوئے دُنیا کے لئے ایک مثال قائم کرے۔''

''سنیاسی کا سو فیصدی تیاگ (دستبرداری) دیکھ کر ہی دوسرے لوگوں کو اس کا احساس ہوگا۔ تبھی وہ زن اور زر کو چھوڑنے کی کوشش کریں گے۔ اگر سنیاسی اس قسم کی مثال پیش نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا؟''

شام کے قریب آٹھ بجے کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی نے مہما چرن کو شاستروں میں سے چند شلوک (شعر۔بند) گا کر سُنانے کو کہا۔ مہما چرن نے ہستی برتر خالقِ کائنات کی فِطرت کو بیان کرنے والا اُتر گیتا کا پہلا بند سُنایا:

وہ جو خالقِ کائنات ہے۔ واحد ہے، غیر منُقسم ہے، بے داغ ہے
آسماں کے اُس پار
نہ کوئی ابتدا اُس کی نہ انجام اُس کا

نہ جانا جائے اُسے دِل و دماغ سے

آخر میں وہ تیسرے باب کے ساتویں بند کو پڑھنے لگا جو یوں ہے

''دد جِما[1] کرئے پرستش آگ میں اُس کی
مُنی (ہندو فقیر) کریں تصوّف اُس کا دِل کی گہرائیوں میں
کم عقل والے بت میں ہیں ڈھونڈتے اس کو
اور توحید کا نظریہ رکھے ہوئے یوگی (درویش)
ہر جا ہر سُو ہیں دیکھتے اُس کو۔''

جیسے ہی یہ الفاظ توحید کا نظریہ رکھے ہوئے یوگی ہر جگہ ہر سُو دیکھتے ہیں اُس کو، شری رام کرشن جی نے سنے وہ کھڑے ہو گئے اور سمادھی میں کھو گئے۔ ان کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جذبات سے ساکت عابدین اُس فقیر کو دیکھتے ہی رہ گئے جس نے کہ سب کو یکسانیت سے دیکھنے کی مُراد حاصل کر لی ہے۔

کافی دیر بعد شری رام کرشن جی باہری دُنیا کے ہوش و حواس میں لوٹ آئے اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ مہاچرن نے یتی پنچکا سے پڑھنا شروع کیا:

میں ہی ہُوں وہ ماں کالی جس کے فریب نظر (مایا) سے
جاندار اور بے جان چیزوں کی کائنات میں جادُوگری
دکھائی دیتی ہے۔ اور یہ کائنات جو خیال ہے محض میرا ہی
نمایاں ہے کھیل میرے من کا۔ میں ہُوں وہ مجسّمۂ شعورُ
جو رُوح ہے کائنات کی۔ چمک رہی ہے کائنات
کہتے ہیں جسے ست۔ چت۔ آنند (خالقِ کائنات کا ایک نام)

جب شری رام کرشن جی نے یہ سطریں سُنی کہ میں ہُوں وہ مجسّمۂ شعورُ تو اُنہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ جو کچھ بھی ایک جزوی ذرّے میں ہے وہی موجود ہے اس لامحدود کائنات میں۔''

مہاچرن 'اوم' لفظ کی وضاحت کر رہا ہے۔ یہ تیل کی بغیر کسی رُکاوٹ کے بہنے والی دھار کی مانند

1. دد جِما: وہ آدمی جو براہمن، کھشتری یا ویش وغیرہ کسی بھی ذات سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، اپنے مُرشد سے تصوف کا عملی سبق لیتے وقت نیا جنم (رُوحانی جنم) لیتا ہے۔

ہے۔ یہ گھنٹی کی لمبی جھنکار کی طرح ہے۔

سمادھی کی خاصیتوں کے بارے میں اس نے پڑھ کر سُنایا۔ سمادھی میں محو ہوئے شخص کو اُوپر والا خِطہ، درمیانی خِطہ اور نچلا خِطہ رُوح سے بھرا پڑا نظر آتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ سب کچھ رُوح سے ہی بھرپور ہے۔ اُدھر اور مہا چرن شری رام کرشن جی کو آداب کہہ کر جدا ہو گئے۔

اتوار 24 رفروری 1884ء

شری رام کرشن جی دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔ اور منی ملک اُن کے پاس ہی فرش پر نیچے بیٹھا تھا۔ 'ایم' نے بھی وہاں پہنچ کر شری رام کرشن جی کو آداب کیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ سری رام کرشن جی کے زخمی بازو پر پٹّی بندھی تھی۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے مخاطب) ''تم کیسے آئے؟''

'ایم': ''میں عالم بازار تک بگھی میں آیا اور وہاں سے پیدل چلتے ہوئے یہاں آ پہنچا۔''

منی لعل: ''اُو! یہ اِتنا جوشیلا ہے۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''میں اس لئے سوچتا ہُوں کہ میرے تصوّرات محض میرے دِماغی قیاسیات نہیں ورنہ یہ انگریز لوگ اِتنی تکلیف اُٹھا کر یہاں آتے کیوں؟''

شری رام کرشن جی اُن سے اپنی صحت اور زخمی بازو کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی: ''کبھی کبھی میں اپنے بازو کو لے کر بے خبر ہو جاتا ہُوں۔ میں ہر ایک کو اپنا بازو دکھاتا ہُوں اور پھر پُوچھتا ہُوں کیا میں دوبارہ ٹھیک تو ہو جاؤں گا۔ اس بات سے راکھل غصّہ ہو جاتا ہے۔ وہ میری حالت سمجھ نہیں سکتا۔ کبھی کبھی میں اپنے من سے کہتا ہُوں کہ میں اسے چلے جانے دُوں۔ پھر دوبارہ میں ماں سے کہتا ہُوں، یہ کہاں جائے گا۔ یہ کیوں دُنیا کی تپتی ہوئی کڑاھی میں اپنے آپ کو جلاتا پھرے گا؟''

''میری بچّوں کی سی بے صبری کوئی نئی چیز نہیں۔ میں ماتھر بابُو سے کہا کرتا۔ ذرا میری نبض تو دیکھو اور بتاؤ کہ میں بیمار ہُوں کیا؟''

'ایم' سے مخاطب: ''کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میں اِتنا بے صبر کیوں ہُوں؟''

'ایم': ''آپ کا من ہمیشہ سمادھی میں ڈوبا رہتا ہے۔ آپ نے اس کا بہت تھوڑا سا حِصّہ اپنے

عابدین کی خیر و عافیت کے لئے اپنے جسم میں رکھا ہوا ہے۔ اسی لئے کبھی کبھار اپنے جسم کی حفاظت کی خاطر آپ تھوڑی بے صبری محسوس کرتے ہیں۔"

شری رام کرشن جی: "یہ سچ ہے تھوڑا سا من جسم کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اور یہ خدائی عشق اور عابدین کی صحبت کا لطف اُٹھانا چاہتا ہے۔"

منی لعل نے شری رام کرشن جی کو کلکتہ میں لگی ہوئی ایک نمائش کے بارے میں بتایا۔

منی لعل: "اگر آپ بیمار نہیں ہیں تو آپ میدان میں نمائش دیکھنے چل سکتے ہیں۔"

شری رام کرشن جی ('ایم' اور دوسرے عابدین سے): "اگر میں وہاں جاؤں بھی تو بھی میں سب کچھ نہیں دیکھ پاؤں گا۔ شاید میری نگاہ کسی ایسی چیز پر ٹک جائے اور میں لاشعور ہو جاؤں۔ پھر میں باقی ماندہ چیزیں دیکھنے کے قابل نہ رہ جاؤں گا۔ مجھے چڑیا گھر لے جایا گیا۔ شیر کو دیکھتے ہی میں سمادھی میں کھو گیا کیونکہ ماں کی اس سواری[1] سے میرے اندر خود ماں کے شعور کا تصور جاگ اُٹھا۔ اس حالت میں دوسرے جانوروں کو کون دیکھتا؟ مجھے تو صرف شیر کو ہی دیکھ کر واپس گھر لوٹنا پڑا۔ اسی لئے جادو ملک کی ماں نے پہلے تو نمائش کی تجویز دی اور پھر جانے کو منع کر دیا۔"

پینسٹھ سال کی عمر کا منی لعل بہت سالوں سے برہمو سماج کا رُکن ہے اور شری رام کرشن جی اُس کے مزاج کے مطابق اُسے ہدایت دیتے رہتے ہیں۔

شری رام کرشن جی: "پنڈت جے نارائن کے بہت وسیع خیالات ہیں۔ ایک بار میں اُس کے ہاں گیا، مجھے اُس کا نقطۂ نگاہ پسند آیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ بنارس میں جا کر رہنا چاہتا ہے۔ اور آخر کار اُس کا ارادہ پورا ہوا۔ اس نے بنارس میں رہتے ہوئے وفات پائی۔ بُوڑھے ہونے پر جے نارائن کی طرح دُنیاوی دھندوں سے سبکدوش ہو جانا چاہیے اور اپنے آپ کو خدا کی یاد میں مصروف کر لینا چاہیے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

منی لعل: "سچ ہے جناب میں دُنیا کی پریشانیاں اور زحمتیں اُٹھانا نہیں چاہتا۔"

شری رام کرشن جی (منی لعل سے): "برائے مہربانی اِنہیں اپنی وہ چھوٹی سی کہانی تو سناؤ۔"

منی لعل (مُسکراتے ہوئے): "ایک بار چند آدمی کشتی میں سوار گنگا پار کر رہے تھے۔ اُن میں سے

1. ہندو دیومالا کے مطابق شیر ماں الٰہی دُرگا کی سواری ہے۔

ایک پنڈت نے اپنے علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے کئی قسم کی کتابیں مثلاً وید، ویدانت اور فلسفہ کے چھ نظاموں کا مطالعہ کر رکھا ہے۔ اس نے اپنے ایک ہمسفر سے پُوچھا، کیا تمہیں ویدانت کے بارے میں جانکاری ہے؟ نہیں محترم جناب۔ سانکھیہ اور پتانجلہ کے بارے میں۔ نہیں محتُرم جناب۔ کیُا تم نے کسی بھی فلسفہ کا مطالعہ نہیں کیا؟ نہیں محتُرم جناب۔ پنڈت اپنے مغرُور لہجے میں بات کر رہا تھا اور مسافر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تبھی ایک زوردار طوفان اُمڈ پڑا اور کشتی ڈوبنے لگی۔ مسافر نے پنڈت سے پوُچھا۔ جناب کیا آپ تیرنا جانتے ہیں؟ نہیں پنڈت نے جواب دیا۔ مسافر نے کہا، مُجھے سانکھیہ یا پتانجلہ کا علم تو نہیں مگر میں تیرنا جانتا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''آدمی کو بہت سے شاستر جان لینے سے کیا فائدہ؟ ضرُورت تو یہ جاننے کی ہے کہ ہم سنسار روپی دریا کو کیسے پار کریں؟ صرف خدا ہی ایک حقیقت ہے باقی سب مایا (وہم وفریب) جب ارجن پرندے کی آنکھ پر اپنا نشانہ باندھ رہا تھا تو درُون نے اُس سے پوُچھا، تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کیا تمہُیں یہ بادشاہ لوگ نظر آرہے ہیں؟ ارجن نے جواب دیا، نہیں جناب۔ کیا میں تمہُیں دکھائی دے رہا ہوُں؟ نہیں۔ کیا تمہیُں درخت دکھائی دے رہا ہے؟ نہیں۔ درخت پر بیٹھا ہوا پرندہ؟ نہیں۔ تو پھر تمہُیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ صرف پرندے کی آنکھ۔''

''جو صِرف پرندے کی آنکھ دیکھتا ہے وہی نشانہ لگا سکتا ہے۔ صرف وہی ہوشیار اور چسُت ہے جو جانتا ہے کہ خدا ہی ایک حقیقت ہے باقی سب غیر حقیقی۔ مُجھے کیا ضرُورت ہے باقی کچھ جاننے کی؟''

('ایم' سے مخاطب) ''جب سے میرا بازو زخمی ہے مُجھ میں بہت کچھ تبدیلی آگئی ہے مُجھے اب 'نرلیلا' یعنی خدا کا انِسانی مظاہرہ دیکھنے میں مزہ آتا ہے۔ حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ ایک نیتہ اور دوسرا لیلا۔ نیتہ یعنی قطعی حقیقت ناقابلِ تقسیم سچدّانند اور لیلا یعنی کھیل جو کئی قسم کی صورتیں اختیار کرتا ہے جیسے خدا کی لیلا۔ دیوی دیوتاؤں کی لیلا۔ انِسان کی صورت میں لیلا اور کائنات کی لیلا۔''

''وشنو چرن کہا کرتا تھا کہ جس نے یہ جان لیا ہے کہ خدا ہی بطور آدمی (انِسان) یہ سارا کھیل کھیل رہا ہے تو سمجھو کہ اس نے اصلی گیان (علم الٰہی) حاصل کر لیا ہے۔ میں اُس وقت یہ بات نہیں جانتا تھا لیکن اب پتہ چلا کہ وہ صحیح تھا۔ انِسانی تصویریں جن میں محبّت اور نزاکت کا اظہار ہوتا ہے وشنو چرن کو بہت پسند تھیں۔''

(منی ملک سے) ”خدا ہی انسان کی شکل اختیار کر کے کھیل کھیل رہا ہے۔ یہ وہی ہے جو منی ملک بن کر آیا ہے۔ سکھوں کا کہنا ہے کہ تم ہی سچدّانند (برہم) ہو۔“

”کبھی کبھار انسان اپنے اصلی روپ کی جھلک دیکھتا ہے تو وہ حیرت زدہ ہو کر خاموش رہ جاتا ہے۔ ایسے وقت میں وہ شادمانی کے سمندر میں تیر رہا ہوتا ہے۔ جیسے کوئی اپنے نزدیکی رشتہ دار کو مل کر خوش ہو جاتا ہے۔“

”لوگ کنواری دوشیزاؤں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ سب کی سب عورتیں اسی ماں الٰہی کی ہی صُورتیں ہیں مگر اُس کا اظہار پاک دامن دوشیزاؤں میں قدرے زیادہ ہے۔“

(’ایم‘ سے مخاطب) ”جب میں بیمار ہوتا ہُوں تو میں اتنا بے صبر کیوں ہو جاتا ہُوں؟ کیونکہ ماں نے مجھے ایک بچّے کی سی کیفیت دے رکھی ہے۔ بچّہ مکمّل طور سے اپنی ماں پر اعتماد رکھتا ہے مُجھے فوٹو کھنچوانے کی خاطر رادھا بازار لے جایا گیا۔ انتظام یوں کیا گیا تھا کہ اُس دِن میں راجندر مترا کے گھر جاؤں گا۔ میں نے سُنا تھا کہ کیشب بھی وہاں موجود ہوگا۔ میرا منصوبہ اُن کو کچھ چیزوں کے بارے میں بتانے کا تھا مگر جب رادھا بازار گیا تو سب کُچھ بھُول گیا۔ میں نے کہا، ”او ماں۔ تم ہی بولو، میں کیا کہُوں؟“

”میری گیانی (عارف۔ خدا شناس) جیسی فِطرت نہیں ہے۔ گیانی اپنے آپ کو عظیم سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بھلا میں کیسے بیمار پڑ سکتا ہُوں؟“

”کور سنگھ نے ایک مرتبہ مُجھے کہا تھا کہ تم اب بھی اپنے جسم کے لئے فکر مند رہتے ہو۔ لیکن میرا ماننا ہے کہ میری ماں میرے بارے میں سب جانتی ہے، راجندر مترا کے گھر وہی بات چیت کرے گی۔ صِرف اُس کی بات ہی کارگر ہوتی ہے۔ سرسوتی (عقل و دانائی کی دیوی) کے گیان (علم) کی ایک کرن سے ایک ہزار عالم و فاضل دانت میں اُنگلی دبا لیتے ہیں۔ ماں نے مُجھے ایک عابد، ایک وِگیانی (خدا شناس) کی سی حالت میں رکھا ہے، اسی لئے میں راکھل اور دوسرے لوگوں سے مذاق کرتا رہتا ہوں۔ گیانی کی حالت میں، میں یہ سب نہ کر پاتا۔“

”اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ ماں ہی سب کچھ ہے۔ میں اسے ہر جگہ دیکھتا ہُوں، میں نے کالی مندر میں دیکھا کہ ماں ہی ہر چیز میں رچی بسی ہوئی ہے، یہاں تک کہ شیطان اور بد اعمال میں بھی وہی ہے۔“

”ایک دفعہ میں رام لعل کی ماں کو جھاڑ جھپاڑ کرنے والا تھا مگر میں نے اپنے غصّے پر قابو پا لیا۔ دیکھا

کہ وہ اُسی ماں کی ایک صُورت ہے۔ مُجھے کنواری دوشیزاؤں میں ماں کالی نظر آتی ہے اسی لئے میں اُن کی پرستش کرتا ہُوں۔''

اتوار 2/ مارچ 1884ء

شری رام کرشن جی اپنے چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے برہموسماج کے ترلوک سنیال سے رُوحانی گیت سن رہے تھے۔ وہ ابھی اپنے بازو کے زخم سے پورے طور پر تندرست نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے بازُو پر اب بھی پٹّی بندھی ہوئی تھی۔ بہت سے عابدین جن میں نریندر، سریندر اور 'ایم' شامل تھے۔ فرش پر بیٹھے تھے۔

نریندر کے والد جو کہ کلکتہ ہائی کورٹ میں وکیل تھے اچانک وفات پا گئے تھے۔ وہ اپنے کنبے کے مستُقبل کے اہتمام کا بندوبست نہ کر سکا جس کی وجہ سے اس کے کنبے کو سخت مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ کنبے کے اراکین کو کبھی کبھی فاقہ بھی کرنا پڑتا تھا اس وجہ سے نریندر سخت پریشانیوں کے دوُر سے گزُر رہا تھا۔

ترلوک نے گیت گایا:

تلاش کر رہا ہوُں پناہ میں تمہارے قدموں میں
کر دیا ہے مسترد میں نے
اپنی ذات ونسل کا غرُور اے مالک
اور خوف وشرمندگی سے لوٹ آیا ہوں واپس
زندگی کی راہ پر ایک اکیلا مسافر
آڑے وقت میں اب کہاں جاؤں
میرے آقا تیری خاطر سنے ہیں لوگوں کے لعن طعن
کڑوے الفاظ سے کوستے ہیں وہ مجُھے
اور کرتے ہیں نفرت مُجھ سے
یہ سب تمہارے عشق کی خاطر
دوست واجنبی دونوں کرتے ہیں بُرا سلوک مُجھ سے
میری ساکھ کے تم ہی محافظ ہو

بچاؤ مُجھے یا کرو ذبح میرے خُدا
تُمہارے خادم کی عزّت کا دار و مدار
تُمہارے بھلے نام کے سہارے ہے
تُم حکمُران ہو میری رُوح کے
میرے دِل میں ہے تمہارے عشق کی دمک
تیری رضا میں ہوں میں راضی''

ترلوک کو مخاطب کرتے ہوئے شری رام کرشن جی نے فرمایا: ''کتنے دردناک ہیں تمہارے یہ گیت! ان میں حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ صرف وہی آدمی سمندر کا پانی لا سکتا ہے جو وہاں تک گیا ہو۔''

ترلوک نے دوبارہ گانا شروع کیا:

''مالک! آپ ہی ہیں جو کر رہے ہیں رقص
آپ ہی ہیں جو گا رہے ہیں گیت
آپ ہی ہیں جو بجا رہے ہیں تالی
عین وقت پر موسیقی کی تال پر
مگر اِنسان جو محض ہے اک تماشائی
سمجھتا ہے بیوقوفی سے کہ وہ ہے
سب اعمال کا سربراہ!
ہے تو محض اک کٹھ پتلی مگر
بن سکتا ہے آدمی فرشتہ
گر چلے وہ تمہارے نقشِ قدم پر
تم چالک ہو مشین کے
تم کار کے ڈرائیور ہو
مگر نڈھال ہے غموں سے آدمی

سوچتا ہے کہ آزاد ہوں میں

ہر شئے کی بنُیاد ہو تم

تمام رُوحوں کی رُوح ہو تم

ہو مالک ہمارے دِلوں کے

تمہاری لامحدُود نوازش سے

بن سکتا ہے ذلیل وخوار و گھٹیا سا اک گنہگار

بلند پایہ عارف بھی۔''

گیت ختم ہوا۔ شری رام کرشن جی عابدین کے ساتھ بات چیت میں مشغُول ہو گئے۔

شری رام کرشن جی: ''عابدین کے تین درجے ہیں۔ کمترین درجے کا عابد آسمان کی طرف اِشارہ کر کے کہتا ہے کہ خُدا اوپر بلندیوں پر رہتا ہے۔ اوسط درجے کا عابد اُسے دِل کے اندر رہنے والا اندرُونی ناظم قرار دیتا ہے۔ مگر اوّل یا بہترین درجے کا عابد کہتا ہے کہ خُدا خود ہی ہر شئے بنا ہوا ہے۔ ہم جو کچُھ بھی دیکھ رہے ہیں، سب کی سب خُدا کی ہی شکل وصُورتیں ہیں۔ نریندر میرا مذاق اُڑایا کرتا تھا اور کہتا تھا چونکہ خُدا ہی سب کچھ بنا ہوا ہے تو ایک برتن بھی خُدا ہے اور ایک پیالہ بھی خُدا۔'' (قہقہہ)

''خُدا کا دیدار کر لینے کے بعد سب شک وشبہات دور ہو جاتے ہیں۔ خُدا کے بارے میں سُننا ایک بات ہے مگر اُس کا دیدار کرنا بالکل مُختلف بات ہے، محض سُننے سے کوئی آدمی سو فیصدی پُختہ یقین نہیں کر سکتا لیکن خُدا کو آمنے سامنے پا لینے کے بعد اُس کا یقین پُختہ ہو جاتا ہے۔''

''خُدا کا دیدار کر لینے کے بعد رسمی پرستش چھوُٹ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مندر میں میری پرستش کا اختتام ہو گیا۔ میں کالی مندر میں دیوی کی پرستش کرتا۔ اچانک مُجھے الہام ہوا کہ ہر چیز پاکیزہ رُوح ہے۔ پُوجا (پرستش) کے برتن، قربان گاہ (یگیہ شالہ) دروازے کی چوکھٹ سب پاکیزہ رُوح ہیں۔ آدمی، جانور اور جیتی جاگتی مخلُوق سب پاکیزہ رُوح۔ پھر ایک دیوانے آدمی کی طرح میں ہر سو پھُولوں کی بوچھاڑ کرتا، میں کچھ بھی دیکھتا اُسی کی پرستش کرنے لگتا۔

''ایک دن شو جی کی پرستش کے دوران میں ایک بل پتہ مجسّمے کے سر پر چڑھانے جا رہا تھا کہ مُجھ پر

یہ انکشاف ہوا کہ یہ لامحدود، یہ کائنات خود ہی شو ہے۔ اس کے بعد مجسّمے کی معرفت میری شو کی پرستش کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک دِن پھر پھول توڑتے ہوئے یہ انکشاف ہوا کہ یہ پھولوں کے پودے سب کے سب بذاتِ خود گلدستے ہی تو ہیں۔"

ترلوک: "واہ کتنی خوبصورت ہے خدا کی تخلیق؟"

شری رام کرشن جی: "اوہ نہیں۔ ویسی بات نہیں۔ یہ انکشاف مجھے اچانک ہوا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا۔ مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ہر پودہ ایک گلدستہ ہے جو کہ خدا کی عالمگیر صورت کی بندگی کر رہا ہے۔ اس طرح میرا پھول توڑنا بند ہو گیا، میں اِنسان کی طرف بھی ہو بہو ویسے ہی دیکھتا ہوں۔ جب میں ایک آدمی کو دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے خدا خود زمین پر چہل قدمی کر رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اِدھر اُدھر جھولتا ایک تکیہ لہروں پر سے تیر رہا ہو۔ لہروں کے ساتھ، یہ تکیہ یوں حرکت کرتا ہے گویا یہ اُوپر نیچے اُچھل رہا ہو۔"

"جسم کا وجود تو پل بھر کا ہے۔ خدا ہی واحد حقیقت ہے۔ جسم تو ابھی ہے اور ابھی نہیں۔ چند سال گزرے میں شدید بدہضمی کی بیماری میں مبتلا تھا۔ ہردے نے مجھے کہا، 'ماں سے کہو وہ تمہیں تندرست کر دے۔ اپنی بیماری کے بارے میں ماں سے کہنے کے لئے مجھے شرمندگی محسوس ہوئی۔ میں نے ماں سے کہا، ماں میں نے ایشیاٹک سوسائٹی عجائب گھر میں ایک ڈھانچہ دیکھا تھا، ہڈیوں کو تاروں سے جوڑ کر انسانی شکل دی گئی تھی۔ ماں اُس طریقے سے میرے جسم کو بھی تھوڑا جوڑے رکھنا تاکہ میں تمہارے نام کی حمد و ثنا کر سکوں۔"

"خواہشات کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا (مسکراتے ہوئے) میری ایک دو خواہشیں ہیں، میں نے ماں سے التجا کی، اے ماں! مجھے اُن لوگوں کی صحبت بخشو جنہوں نے زن اور زر سے قطع تعلق کیا ہوا ہے۔ میں نے آگے کہا، میں تمہارے عارف اور عابدین کی صحبت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اِسی لئے مجھے تھوڑی طاقت بخشو تاکہ چلتے پھرتے ہوئے ان لوگوں سے ملاقات کر سکوں لیکن اُس نے مجھے گھومنے پھرنے کی طاقت عطا نہ کی۔"

ترلوک (مسکراتے ہوئے): "کیا آپ کی سب خواہشات پوری ہو گئی ہیں؟"

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): "نہیں ابھی تھوڑی سی باقی ہیں۔ (سب ہنس دیئے) جسم

یقیناً ہی عارضی ہے، جب میرا بازو ٹُوٹ گیا تو میں نے ماں سے کہا تھا ماں مُجھے بہت زیادہ درد ہوتا ہے۔ اُس نے مُجھے فوراً ایک بگھی اور اُس کا کوچوان دکھا دیا۔ اُس کے چند ایک پیچ یہاں وہاں ڈھیلے سے تھے۔ جس طرح کوچوان اُسے چلاتا بگھی چلتی جاتی۔ بذاتِ خود بگھی کی اپنی کوئی طاقت نہ تھی۔''

''میں تب جسم کی اتنی پرواہ کیوں کرتا ہوں؟ وہ اسی لئے تاکہ میں خدا کے دیدار کا مزہ لوں اُس کی حمدوثنا کرسکوں اور اُس کے عارف اور عابدین کو دیکھتا پھروں۔''

نریندر شری رام کرشن جی کے سامنے فرش پر بیٹھا تھا۔

شری رام کرشن جی (ترلوک اور دوسرے عابدین سے): ''جسم کے سُکھ دُکھ اٹل ہیں۔ نریندر کو دیکھو اس کے والد وفات پا گئے ہیں اور گھر کے سب لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ لیکن اس سے کوئی حل نہیں ہو پا رہا۔ خدا کئی بار ہمیں خوشیاں اور کئی بار غم عطا کرتا ہے۔''

ترلوک: ''محترم جناب خدا نریندر پر رحم کرے گا۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''لیکن کب؟ ایک بار ہردے نے شمبھو ملک کو کچھ روپے پیسوں کے لئے کہا، ایسے معاملات میں شمبھو انگریزوں کے سے خیالات رکھتا ہے۔ اس نے ہردے سے کہا، میں تمہیں روپے پیسے کیوں دوں؟ تم کام کر کے روٹی روزی کما سکتے ہو۔ اب بھی تم تھوڑا بہت کما رہے ہو۔ بہت غریب آدمی کا معاملہ الگ ہے۔ خیرات کا مقصد تب پُورا ہوتا ہے جب کسی اندھے یا لنگڑے کو روپیہ پیسہ دیا جاتا ہے، اس پر ہردے نے کہا۔ جناب برائے مہربانی ایسا نہ کہیے مجھے آپ کے روپے پیسے کی ضرورت نہیں۔ خدا کرے کہ میں اندھا یا بہرہ یا غریب نہ بنوں۔ نہ اب مُجھے لینے سے کام ہے اور نہ دینے سے۔''

شری رام کرشن جی دِل کو چوٹ لگے لہجے میں بول رہے تھے کیونکہ خدا نے نریندر پر ابھی تک کوئی نوازش نہیں کی تھی۔ کبھی کبھار وہ اپنے محبوب شاگرد پر پیار بھری نظر ڈال لیتے۔

نریندر: ''آج کل میں خدا کی ہستی سے منکر لوگوں کے خیالات کا مُطالعہ کر رہا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''یہاں دو عقائد ہیں، ایک اُس کی ہستی کا دوسرا اُس کی نیستی کا۔ تم ہستی کو کیوں نہیں مانتے؟''

نریندر: ''خدا انصاف پرور ہے۔ وہ اپنے بھگتوں کی دیکھ بھال نہیں کریں گے کیا؟''

شری رام کرشن جی: ''شاستروں میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ پچھلے جنموں میں سخی رہے ہوں اُن کو ہی دھن دولت ملتا ہے، مگر اصلی بات یہ ہے کہ سنسار اُس کی مایا ہے اور مایا کے راج میں بڑا گول مال ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''خدا نے مجھے بتایا تھا جنہیں ویدوں میں پاکیزہ رُوح کہا گیا ہے ایک وہی پرماتما (خُدا) سیمرو پربت کی طرح اٹل، بے لوث اور سکھ دُکھ سے پرے ہے۔ اُس کی مایا کے کاموں میں بڑی بے ترتیبی ہے۔ کِس کے بعد کیا ہوگا یا اس سے یہ ہوگا کچھ بھی کہا نہیں جا سکتا۔''

سنیچروار 5/اپریل 1884ء

صُبح کے قریب آٹھ بجے 'ایم' نے باغیچہ والے مندر میں پہنچ کر دیکھا کہ شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چند ایک عابدین فرش پر بیٹھے ہیں شری رام کرشن جی اُن سے باتیں کر رہے ہیں۔ پران کرشن مکر جی بھی وہاں موجود ہے۔ پران کرشن اُونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور کلکتہ کے شمالی حصے میں رہائش پذیر تھا۔ وہ ایک انگریزی کاروباری فرم میں اعلیٰ عہدے پر ملازم تھا۔ وہ شری رام کرشن جی کا بڑا عقیدت مند تھا۔ ایک بار اُس نے اُن کو اپنے گھر بلا کر ایک دھارمک جشن منایا۔ ہر روز صُبح سویرے وہ گنگا کے مقدّس آب سے غسُل کرتا۔ سہولت ہونے پر وہ کرائے کی کشتی سے دکھنیشور چلا آتا۔

پران کرشن: ''جناب! موت کے بعد زندگی کی کیا نوعیت ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''کیشب سین نے بھی یہی سوال پُوچھا تھا۔ جب تک آدمی جاہل بنا رہے گا، یا یوں کہو کہ جب تک وہ خدا کا دیدار نہیں کر لیتا وہ بار بار پیدا ہوتا رہے گا۔ لیکن گیان (علم الٰہی) حاصل کرنے کے بعد وہ اس سرزمین پر یا کسی دوسرے رہائشی سیارے پر واپس نہیں لوٹتا۔''

''کمہارا اپنے برتن سکھانے کے لئے دھوپ میں رکھتا ہے۔ کیا تم نے کبھی غور سے نہیں دیکھا کہ اُن میں پکے اور کچے دونوں قسم کے برتن ہوتے ہیں۔ جب کوئی گائے چلتے چلتے اُن کے اوپر سے گزرتی ہے تو ان میں سے کچھ برتن ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے برتن جو پہلے سے ہی پکے تھے، کمہار اُنہیں پرے پھینک دیتا ہے، کیونکہ اب وہ اُس کے لئے استعمال کے قابل نہیں رہے۔ لیکن کچے

نرم بے شک جو ٹوٹے ہوئے ہیں اُنہیں وہ اکٹھے کر لیتا ہے، اُن کا ڈھیلا بنا کر وہ اُس سے نئی شکل کے برتن بناتا ہے۔ اِسی طریقے سے جب تک آدمی خُدا کا دیدار نہیں کر لیتا اُسے کمہار (خُدا) کے ہاتھ واپس آنا پڑتا ہے، یعنی اُسے بار بار پیدا ہونا پڑتا ہے۔"

"اُبلے ہوئے دھان کا بیج بونے سے کیا حاصل؟ یہ کبھی کونپل پیدا نہیں کر پاتا۔ اِسی طرح گیان کی آگ میں اُبلنے کے بعد کسی اِنسان کو نئی تخلیق میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ وہ تو آزاد ہو گیا ہوتا ہے۔"

پُرانوں کی مطابق بھگت اور بھگوان (عابد اور خدا) دو الگ الگ ہستیاں ہیں۔ میں ایک ہُوں اور تم دوسری۔ جسم ایک پلیٹ ہے جس میں من، عقل اور اَنا کا پانی ہے۔ برہم (خالقِ کائنات) سورج کی مانند ہے۔ پانی میں اُس کا عکس نظر آتا ہے۔ اسی طرح عابد رُوحانی شکل (مورتی) کا دیدار کرتا ہے۔"

"ویدانت کے مطابق صرف برہم ہی حقیقت ہے، باقی سب وہم و فریب۔ خواب کی مانند ناپائیدار۔ اَنا ایک لاٹھی کی طرح ہے جو سچدانند (خالقِ کائنات، برہم) کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کے بیچ پڑی ہے۔" ('ایم' سے مخاطب) "میں جو کہہ رہا ہوں دھیان سے سنو۔ جب اَنا سے چھٹکارا ملتا ہے تو باقی بچتا ہے سالم سچدانند ساگر لیکن جب تک اَنا کی لاٹھی درمیان ہے دو ہی دکھائی پڑتے ہیں۔ پانی کا ایک حصّہ اِدھر اور دوسرا حصّہ اُدھر۔ برہم کے گیان (خالقِ کائنات کے علم الٰہی) کو حاصل کر کے آدمی سمادھی میں مستقل قدم جما لیتا ہے۔ پھر اَنا ختم ہو جاتی ہے۔"

"لیکن شنکر آچاریہ نے اپنی گیان[1] کی اَنا لوگوں کو تعلیم دینے کی خاطر قائم رکھی (پران کرشن سے مخاطب) مگر گیانی لوگوں (عارفوں) کی ایک خاصیت اور بھی ہے۔ کوئی کوئی سوچتا ہے میں گیانی ہو گیا

---

1. خدا کے گیان سے پاکیزہ کی گئی اور پُر نور اَنا۔ امتیاز کے طریقۂ کار کی پیروی کرتے ہوئے گیانی سمادھی میں بیٹھ اپنی اَنا کو برہم میں مُدغم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی انفرادی حیثیت کے مُطابق اپنے آپ کو نچلی سطح پر ڈھال سکتا ہے۔ لیکن برہم سے اپنی پہچان کے مُطابق وہ ہمیشہ باخبر ہے۔ اس ظاہری (واضح) اَنا کو گیان کی اَنا کہا جاتا ہے۔ ایک عابد عبادت کی راہ اختیار کر کے خُدا کے ساتھ اپنا دائمی رشتہ قائم کرتا ہے۔ وہ بھی اپنی متعلقہ سطح پر اپنی انفرادیت کی حیثیت قائم رکھتا ہے۔ اس قسم کی اَنا میں دُنیاوی اَنا کی کوئی بھی خاصیت موجود نہیں ہوتی۔ اور اس کو عبادت (بھگتی) کی اَنا کہا گیا ہے۔ اَنا کی جن دو حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے اصل میں وہ دونوں ایک ہی جیسے علم کی حالت کو ظاہر کرتی ہیں۔

ہوں۔ گیان کے اوصاف کیا ہیں۔ ایک گیانی کسی کو چوٹ نہیں پہنچا سکتا۔ وہ ایک بچّے کی طرح ہو جاتا ہے۔''

''تھوڑے فاصلے پر پڑی ایک جلی ہوئی رسّی زمین پر بڑی حقیقی دکھائی دیتی ہے، مگر نزدیک جاکر اُس پر پُھونک ماریں تو یہ ساری کی ساری غائب ہو جاتی ہے۔ ایک گیانی کا غُصّہ اور اُس کی اَنا ظاہری دکھاوا ہے وہ حقیقی نہیں۔''

''ایک بچّے کو کسی قسم کی کوئی رغبت نہیں۔ وہ کھیلنے کے لئے ایک گھر بناتا ہے، اگر کوئی اُسے چھُولے تو وہ چلّا کر شور مچاتا ہے۔ دوسرے لمحے وہ خود ہی اُسے توڑ دے گا۔ اب اُسے اپنے کپڑوں سے بڑا لگاؤ ہے۔ یہ میرے باپ نے مُجھے دیئے ہیں یہ میں کسی کو نہ دوں گا۔ لیکن اگلے ہی لمحے آپ اُسے خوشامد کر کے ایک کھلونے کے عِوض حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنے کپڑے چھوڑ کر وہ آپ کے ساتھ چل پڑے گا۔''

''ایسی ہی خاصیتیں ہیں ایک گیانی کی۔ شاید اُس کے گھر میں صوفہ، کرُسیاں، رنگین تصویریں اور عیش وعشرت کا دوسرا سامان موجود ہے، لیکن کسی دن بھی وہ یہ سب چھوڑ بنارس کی طرف روانہ ہو سکتا ہے۔''

پران کشن نے شری رام کرشن جی سے رُخصت لی۔ 'ایم' نے دریا میں غُسل کیا اور پھر اُس نے رادھا کانت اور کالی مندروں کے مجسموّں کو جھک کر سلام کیا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا، ''میں نے سُنا ہے کہ خدا کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے تو پھر ان مجسموّں کے سامنے میں اپنا ماتھا کیوں جُھکا رہا ہُوں؟ کہیں اس لئے تو نہیں کہ شری رام کرشن جی دیوی دیوتاؤں کے وجود میں یقین رکھتے ہیں۔ میں خدا کے بارے میں نہ ہی کچھ جانتا ہُوں نہ ہی اُس کی کوئی سمجھ ہے۔ اگر شری رام کرشن جی کو مجسموّں پر یقین ہے تو میں کیوں نا اُنہیں مانوں؟ میں تو ایک ادنیٰ سی مخلوق ہوں۔''

''مندروں میں دوپہر کی پُوجا اور پرساد (نذرانہ) کی رسم ختم ہو چُکی تھی۔ گھنٹیاں، سنکھ، مجیرے بج رہے تھے اور مندر کے باغیچے میں مسرت آفرین سرگرمیاں عمل میں تھیں۔ بھکاری، سادھو، مہمان اپنے اپنے ہاتھوں میں پتوں اور دھاتوں کی تھالیاں لئے دوپہر کے کھانے کے لئے مہمان خانے کی طرف جلدی جلدی جارہے تھے۔ 'ایم' نے بھی کالی مندر سے تھوڑا سا پرساد لیا۔

کھانا کھانے کے بعد شری رام کرشن جی آرام فرما رہے تھے کہ کچھ عابدین جن میں شری رام اور گریندر بھی شامل تھے آ پہنچے۔ شری رام کرشن جی کو سلام کر کے وہ نیچے بیٹھ گئے۔

گریندر: ''برہمو لوگ کہتے ہیں آپ میں Faculty of Organisation نہیں ہے۔(انگریزی میں کہا)''

شری رام کرشن جی: ''اس کا کیا مطلب ہے؟''

'ایم': ''کہ آپ کسی فرقہ کی راہبری کرنا نہیں جانتے۔ آپ کم عقل کے ہیں، وہ اس قسم کی باتیں کہتے ہیں۔'' (سب ہنس دیئے)

شری رام کرشن جی (رام سے): ''اب مجھے یہ بتاؤ کہ میرا بازو کیوں ٹوٹا۔ کھڑے ہو جاؤ اور اس پر ایک لیکچر کرو۔'' (قہقہہ)

''برہمو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خدا انرکار ہے (بغیر شکل وصورت کے) اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو کہنے دو۔ اُنہیں سچے دل سے پکارنا ہی کافی ہے۔ اگر عابد پرخلوص ہے تو خدا جو سب لوگوں کا اندرونی رہبر ہے یقیناً اپنی حقیقی فطرت کا اس پر انکشاف کرے گا۔''

''لیکن یہ کہنا اچھا نہیں کہ خدا کے بارے میں جو ہم سوچتے ہیں وہی صحیح ہے اور جو دوسرے لوگ سوچتے ہیں وہ غلط ہے۔ چونکہ ہم سوچتے ہیں کہ وہ بلا شکل وصورت ہے۔ اسی لئے وہ بلا شکل وصورت ہے۔ اور اس کی کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی اور کہ ہم سوچتے ہیں کہ خدا شکل وصورت والا ہے۔ اسی لئے وہ صورت والا ہے، اور بلا صورت کے وہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا اصل میں آدمی خدا کی فطرت جان سکتا ہے؟''

''میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو مذہب کی بنا پر ایک دوسرے سے لگا تار لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ ہندو، مُسلمان، برہمو، سکتہ، ویشنو، شیو بھگت سب لوگ آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان میں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جسے وہ کرشن کے نام سے پُکارتے ہیں، وہی اوّلین شکتی شو ہے۔ اور پھر یہ وہی خدا ہے، جسے یسوع مسیح اور اللہ کہا جاتا ہے۔ رام صرف ایک ہے مگر اُس کے ہزار نام ہیں۔ صداقت بس ایک ہے لیکن صرف نام ہی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ سب لوگ اُس ایک سچ کے مُتلاشی ہیں۔ مگر اختلاف کی کوئی وجہ ہے

تو وہ موسم میں کمی بیشی، مزاج اور اس کے الگ الگ نام۔ ہر کوئی خدا کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔ وہ سب اُسے حاصل کر پائیں گے اگر اُن کے دل میں خلوص اور آرزو ہے تو۔"

سنیچروار 24 رمئی 1884ء

سہہ پہر کے قریب پانچ بجے تھے۔ شری رام کرشن جی شو مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ ادھر، ڈاکٹر نتائی، 'ایم' اور دوسرے عابدین اُن کے پاس بیٹھے تھے۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے مخاطب): "میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں، میری فطرت میں کچھ بدلاؤ آتا جا رہا ہے۔"

شری رام کرشن جی ایک سیڑھی اُتر کر عابدین کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ایسا دکھائی پڑتا تھا جیسے وہ اپنے چند ایک گہرے مشاہدات سے اُنہیں باخبر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

شری رام کرشن جی: "آپ لوگ عابد ہیں۔ آپ کو یہ بتانے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں آج کل میں خدا کو رُوح کی شکل میں نہیں دیکھ پا رہا ہوں۔ اس کا انکشاف انسانی صورت میں ہو رہا ہے۔ میری فطرت ایسی ہے کہ میں خدا کی صورت دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ میں اُسے چھُوتا ہُوں، اور گلے لگاتا ہُوں۔ خدا مجھے کہہ رہا ہے کہ تم نے جسم اختیار رکھا ہے، اسی لئے خدا کو انسانی صورت میں دیکھ کر لطف اُٹھاؤ۔"

"خدا بے شک سب میں موجود ہے، مگر دوسری مخلوق کی نسبت۔ وہ انسان میں زیادہ آشکار ہوتا ہے۔ کیا آدمی غیر ضروری چیز ہے؟ وہ خدا کے بارے میں سوچ سکتا ہے وہ لامحدود کے بارے میں سوچ سکتا ہے جبکہ دوسری مخلوق ایسا نہیں کر سکتی۔ خدا دوسری زندہ مخلوق جیسے جانور، پودے غرض کہ ہر مخلوق میں موجود ہے۔ مگر اس کا ظہور آدمی میں بہ نسبت دوسروں کے زیادہ واضح ہے۔ آگ سب مخلوق میں اور سب چیزوں میں موجود ہے مگر لکڑی میں اس کی موجودگی قدرے زیادہ محسوس ہوتی ہے۔"

"لیکن پیغمبر میں دوسرے لوگوں کی نسبت خدا کا ظہور قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ رام نے لکشمن سے کہا، "بھائی اگر تم کسی آدمی کا خدا سے وجد آفرین عشق دیکھو۔ اگر اُسے ہنستے، روتے اور رقص کرتے دیکھو تو یقین جان لو کہ میں اُس میں موجود ہوں۔"

شری رام کرشن جی خاموش ہو گئے۔ چند منٹوں بعد اُنہوں نے دوبارہ بات چیت شروع کر دی۔

شری رام کرشن جی: "کیشب سین اکثر یہاں آیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بہت زیادہ تبدیلی آ گئی۔ بعد میں وہ بالکل ایک نمایاں انسان بن گیا۔ بہت بار وہ یہاں اپنی جماعت کے ساتھ آیا مگر وہ اکیلا بھی آنا

چاہتا تھا۔ زندگی کے شروعاتی دور میں کیشب کو کسی مقدّس انسان کی صحبت کا اتفاق نہ ہوا تھا۔"

"میں ایک دفعہ کولوٹولا اسٹریٹ میں اُس کے گھر گیا۔ ہردے بھی میرے ساتھ تھا۔ ہمیں وہ کمرہ اندر سے دکھایا گیا، جہاں وہ کام کرتا تھا۔ وہ کچھ لکھ رہا تھا، دیر بعد اُس نے اپنا قلم ایک طرف رکھا۔ کرسی سے اُٹھ کر ہمارے پاس بیٹھ گیا۔ اُس نے نہ تو ہمیں دُعا سلام کی اور نہ ہی کسی قسم کی عزت افزائی دکھلائی۔ لیکن جب وہ اور اُس کے رفیق یہاں تشریف لائے تو ان کے جُھکنے سے پہلے میں نے آداب عرض کیا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ وہ کسی پاک درویش کا اپنی پیشانی کو زمین سے چھو کر ادب کرنا سیکھ گئے۔"

"ایک دن کیشب اپنے پیروکاروں کے ساتھ یہاں آیا۔ وہ رات کے دس بجے تک یہاں ٹھہرے، ہم سب پنچ وٹی میں بیٹھے تھے۔ پرتاب اور دوسرے کئی لوگ بھی رات بھر وہاں رہنا چاہتے تھے۔ کیشب نے کہا، نہیں مجھے واپس جا کر کوئی کام کرنا ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "کیا تم مچھلی کی ٹوکری والی بدبو کے بغیر سو نہیں سکتے؟ ایک دفعہ ایک مچھیرن پھول اُگانے والی مالن کے گھر مہمان ہوئی۔ وہ منڈی میں مچھلی بیچ کر خالی ٹوکری ساتھ لائی تھی۔ جہاں پھول رکھے تھے، اُس کمرے میں اُسے سونے کو کہا گیا۔ لیکن پھولوں کی خوشبو کی وجہ سے وہ بہت دیر تک سو نہ پائی۔ اس کی میزبان نے اُس کی حالت دیکھی اور کہا، "تم کیوں اتنی بے چینی سے ادھر اُدھر کروٹیں بدل رہی ہو؟ مچھیرن نے کہا سہیلی! میں نہیں جانتی کیوں؟ شاید پھولوں کی خوشبو کی وجہ سے میری نیند میں خلل پڑ رہا ہے۔ کیا تم مجھے میری مچھلی والی ٹوکری دوگی؟ وہ لے کر شاید میں سو پاؤں اُسے ٹوکری دی گئی۔ اس نے ٹوکری میں تھوڑے پانی کا چھڑکاؤ کیا اور اُسے اپنی ناک سے سونگھا۔ پھر وہ ساری رات خراٹے بھرتے گہری نیند سو گئی۔"

یہ کہانی سُن کر کیشب کے پیروکار خوب زور کا قہقہہ لگا کر ہنسنے لگ پڑے۔

اُس شام دریا کے کنارے غُسل کی جگہ پر کیشب نے دُعا (پرارتھنا) کی۔ پرارتھنا کے بعد میں نے اُسے کہا۔ یہ خدا کا ہی ایک پہلو ہے جو وہ خود شاستروں کی معرفت ظہور میں آیا۔ اسی لئے آدمی کو وید، پران اور تنتر جیسی متبرک کتابوں کی پرستش کرنی چاہیے۔ دوسرے پہلو سے خدا ہی بھگت (عابد) بن بیٹھا ہے۔ عابد کا دل خدا کا دیوان خانہ ہے۔ کوئی بھی آسانی سے اپنے آقا کو دیوان خانے میں مل سکتا ہے۔ اس لئے بھگت کی پرستش خدا کی ہی پرستش ہے۔"

بدھوار 25/جون 1884ء

آج ہندوؤں کے تہوار رتھ یاترا کا دن تھا۔ اِشان کی دعوت پر شری رام کرشن جی اُس کے گھر کلکتہ میں تشریف فرما ہوئے۔ کچھ عرصے سے شری رام کرشن جی کی پنڈت ششادھر تارک چوڑامنی جو اِشان کے پڑوس میں رہتا تھا ملنے کی خواہش تھی۔

تیسرے پہر کے قریب چار بجے شری رام کرشن جی بگھی میں سوار ہو کر اُس گھر کی طرف چل دیئے جہاں پنڈت ششادھر رہائش پذیر تھا۔ جیسے ہی شری رام کرشن جی بگھیّ میں داخل ہوئے اُن کی سمادھی لگ گئی (وہ مراقبہ میں چلے گئے)۔ لمبے وقت سے رُوحانی ربط وضبط اور سخت ریاضت کی وجہ سے اور خدائی شعُور میں لگاتار مستغرق رہنے سے ان کا جسمانی ڈھانچہ نازک سا ہو گیا تھا۔ شری رام کرشن جی کو معمُولی سی بے آرامی اور اپنے آس پاس دنیاوی خیالات کی گونج سے بھی تکلیف ہو جاتی۔ ایک بار کیشب چندر سین نے کہا تھا کہ شری رام کرشن جی یسوع مسیح اور سری چیتنیہ جیسے اِنسانوں کی نازک مزاج ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور کہ ان کو بازاری پن کے رابطے سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک شیشے کے ڈبّے میں سنبھال کر رکھنا چاہیے۔"

"یہ برسات کا موسم تھا اور بارش کی خوشگوار بوندا باندی سے سڑک بھیگ چکی تھی، آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ بھگت (عابد) لوگ پیدل ہی بگھیّ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ گاڑی جیسے ہی گھر کے سامنے رُکی تو میزبان اور اس کے رشتہ داروں نے شری رام کرشن جی کا خیر مقدّم کیا اور انہیں سیڑھیوں کے راستے اوپر دیوان خانے میں لے گئے۔ وہاں شری رام کرشن جی کی پنڈت سے ملاقات ہوئی۔"

"خوبصُورت چہرے والا پنڈت ششادھر اب جوان نہیں رہا تھا۔ اس نے گلے میں رودراکش کی مالا پہن رکھی تھی۔ وہ اپنے وقت کا ایک مشہُور ومعروف سنسکرت کا عالم تھا۔ پرانے خیالات کے ہنُدو دھرم کا ستُون جس نے ہنُدو سماج پر عیسائیت اور مغربی تہذیب کی پہلی لہر کے وار کی پورے وثوق سے ٹکر لی تھی۔ اُس کے ہنُدو دھرم کے شاستروں کی صاف ستھری تشریح، اُس کی آواز میں خلوص کا انداز، اُس کی پرزور وضاحت سے بنگال کے تعلیم یافتہ نوجوان بہت بڑی تعداد میں آباؤ اجداد کے مذہب میں واپس لوٹ آئے تھے۔"

پنڈت نے بڑی تعظیم سے شری رام کرشن جی کو آداب کیا۔ ان کے ساتھ آئے۔ نریندر، راکھل، رام ہاذرا اور 'ایم' کمرے میں اُن کے نزدیک بیٹھ گئے۔ کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ شری رام کرشن جی کے مُنھ

سے نکلا ایک لفظ بھی کہیں چھوٹ نہ جائے۔
پنڈت کو دیکھتے ہی شری رام کرشن جی کی سمادھی لگ گئی۔ اُس حالت میں تھوڑے وقفے بعد اُنہوں نے پنڈت کی طرف مسکراتے دیکھ کر کہا۔ ''بہت بڑھیا، بہت بڑھیا، اور پھر پنڈت سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، ''مجھے بتاؤ تم کیسے تقریر کرتے ہو۔''

پنڈت: ''جناب میں ہندو شاستروں کے فرمان کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''نارد کا بتایا بھگتی مارگ (عبادت کا راستہ) کلجگ میں بہترین راستہ ہے۔ لوگوں کے پاس اتنا وقت کہاں کہ شاستروں کے فرمان کے مطابق مذہبی رسُوم کو ادا کر سکیں۔ آجکل بخار کے مریضوں کو پرانے ہندو حکیموں کی جڑی بوٹی کے جوشاندوں سے ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک دوا دھیمی رفتار سے تندرستی کا عمل شروع کرتی ہے، مریض ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اب شدید ایلوپیتھک (Allopathic) کا بخاری مرکب ہی اس کا کارگر علاج ہے۔ تم بھلے ہی لوگوں کو مذہبی رسم و رواج کی بات کہو لیکن برائے مہربانی اُن کو غیر ضروری رسم و رواج سر[1] اور دُم (Head and Tail) کے ترک کرنے کو بھی کہو۔''

''بیشک تم ہزاروں تقریریں کرو مگر دُنیادار لوگوں پر اُس کا رتّی بھر بھی اثر نہ ہوگا۔ کیا پتھر کی دیوار میں کیل کو گاڑا جا سکتا ہے؟ پتھر پر نشان تک آنے سے پہلے ہی کیل کی نوک ٹوٹ جائے گی۔ مگرمچھ کی سخت چمڑی پر تلوار کا وار کرنے سے کیا حاصل؟ اور تمہیں آہستہ آہستہ احساس ہو جائے گا کہ تمہاری ان تقریروں سے دُنیادار لوگوں کی کوئی مدد نہیں ہو رہی۔''

''تم خُدا کے عاشق اور دُنیادار شخص میں فرق نہیں جان سکتے۔ یہ تمہارا قصور نہیں۔ طوفان کا پہلا زوردار حملہ درختوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے تو ایک درخت کا دوسرے درخت سے فرق معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، جیسے آم اور املی کے درخت میں۔''

ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے شری رام کرشن جی سمادھی میں کھو گئے۔ اُن کا چہرہ خدائی نور سے تاباں ہو گیا۔ بیرونی شعور سے بے بہرہ وہ کوئی بھی بات نہیں کر پا رہے تھے۔ اندر کی طرف گڑی ہوئی اُن کی آنکھیں جیسے اپنی ذات کے راز و نیاز میں گم ہو گئی ہوں۔ بہت دیر بعد وہ اپنے گرد و نواح کی دُنیا کو پہچان پائے اور ایک بچّے کی طرح اُنہوں نے کہا، ''مجھے پانی پینا ہے۔'' جب کبھی شری رام کرشن جی سمادھی کے بعد پانی مانگتے تو اُن کے عابد سمجھ جاتے کہ وہ آہستہ آہستہ باہری دُنیا سے باخبر ہو رہے ہیں۔

---

1. غیر ضروری حصّہ: اِشارہ مچھلی کے سر اور دُم کی طرف ہے جو غیر ضروری ہیں۔

وہ اب بھی وجد کی طویل حالت میں مبتلا تھے۔ اُنہوں نے ماں الٰہی سے کہا، ''او ماں! کچھ دِن پہلے تو نے مُجھے ایشور چندر وِدیا ساگر سے ملایا تھا، تب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ایک اور پنڈت سے ملنا چاہتا ہوں تم مُجھے یہاں لے آئی۔''

پنڈت کی طرف دیکھتے ہوئے اُنہوں نے کہا، ''میرے بچّے! اپنی رُوحانی قوت کو تھوڑا اور بڑھاؤ۔ کچھ دِن اور رُوحانی ربط وضبط کی مشق کرو۔ تم ابھی صرف پیڑ پر اپنے پاؤں رکھ پائے ہو اور اُمید کر رہے ہو کہ تمہیں پھل کا بڑا سا گچھّا حاصل ہو۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تم دوسروں کی بھلائی کے لئے کر رہے ہو۔'' یہ کہتے ہوئے اُنہوں نے پنڈت کے آگے سر جُھکا دیا۔

شری رام کرشن جی نے بات جاری رکھی۔ ''جب میں نے پہلی بار تُمہارے بارے میں سُنا تھا تو میں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا کہ کیا تُم محض ایک عالم فاضل ہی ہو یا تمہارے اندر امتیاز اور دستبرداری کا جذبہ بھی ہے؟ ایک پنڈت، پنڈت نہیں اگر وہ حقیقت اور غیر حقیقت میں امتیاز نہ کر پائے تو۔ اگر دوسروں کو تعلیم دینے کا کسی اُستاد کو خُدا سے مختار نامہ مل گیا ہو تو اُنہیں تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جس اُستاد نے خُدا سے فرمان حاصل کر لیا ہو اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ سرسوتی ماں (گیان کی دیوی) سے روشنی کی ایک کرن مل جائے تو آدمی اس قدر طاقتور ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے دوسرے عالم صرف ایک کینچوے کی طرح دکھائی پڑتے ہیں۔''

''جب شمع جلتی ہے تو پروانے جوق در جوق آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اُن کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِسی طرح جس اُستاد نے خُدا سے مختار نامہ حاصل کر لیا ہو، اس کے سُننے کیلئے لوگوں کو بُلانا نہیں پڑتا۔ اُسے اپنے لیکچر کا وقت بتانے کی اطلاع نہیں دینی پڑتی۔ اُس کے پاس بے اِنتہا کشش ہوتی ہے اور لوگ اپنی مرضی سے دوڑے چلے آتے ہیں۔ ہر طبقے کے لوگ جن میں بادشاہ اور اُمراء بھی ہوتے ہیں، اس کے آس پاس جمع ہو جاتے ہیں۔''

''کیا مقناطیس بھی لوہے کو کہتا ہے کہ میرے پاس آؤ۔ ایسا ضروری نہیں مقناطیس کی کشش کے باعث لوہا خود کھنچا چلا آتا ہے۔''

''ایسا اُستاد عالم نہ بھی ہو تو بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کر لینا چاہیے کہ اس میں دانائی کی کوئی کمی ہے۔ جس کے پاس خُدا کا فرمان ہوتا ہے، اس کے پاس دانائی کی کمی نہیں ہوتی۔ وہ دانائی خُدا سے میسّر ہوتی ہے۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔''

''کیا کبھی کوئی ایسا اُستاد ہے جس پر کالی ماں کی شفقت بھری نظر کی کرم فرمائی ہو کر علم میں کبھی کمی آجائے؟ اُسی لئے میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا تمہیں خدا کی طرف سے کوئی فرمان مِلا ہے؟''

ہاذرا: ''جی ہاں، ایسا فرمان اس کو حاصل ہوا ہو گا (پنڈت کی طرف اشارہ) کیا یہ سچ نہیں ہے جناب؟''

پنڈت: ''فرمان، نہیں جناب! مُجھے افسوس ہے مُجھے اس قسم کی کوئی چیز نہیں ملی۔''

میزبان: ''اس کو چاہے فرمان نہ بھی ملا ہو تو بھی یہ فرض کی ادائیگی سمجھتے ہوئے تعلیم دیتا رہتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''صِرف تقریر بازی سے کیا حاصل ہو گا، اُس آدمی کو جس کے پاس خدا کا فرمان نہ ہو؟ ایک دفعہ ایک برہمو اُستاد نے اپنی تقریر کے دوران کہا۔ دوستو! میں کتنی شراب پیا کرتا تھا وغیرہ اس قسم کی باتیں کیں؟ یہ سُنتے ہی لوگ آپس میں کانا پھوسی کرنے لگے۔ یہ بیوقوف کیا کہہ رہا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا۔ ان الِفاظ نے بڑا ناموزوں ماحول پیدا کر دیا۔ اس کا مطلب یہ کہ وعظ اگر کسی بھلے آدمی کے مُنہ سے نہ نِکلے تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔''

''اس لئے میں کہتا ہوں کہ نامعقول آدمی لاکھ نصیحت (وعظ) کرتے کرتے اپنا سر کیوں نہ کھپالے نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ہو گا۔ لیکن اگر اس نے خدا سے اختیار نامہ حاصل کیا ہوا ہے تو، لوگ اسے شوق سے سنیں گے۔ لوگوں کے اُستاد کے پاس بہت بڑی قوّت ہونی چاہیے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ سچّدانند (برہم) کے سمندر میں ڈُبکی لگاؤ۔ اگر ایک بار خدا کو حاصل کر لو گے تو تم ہمیشہ کے لئے پریشانیوں سے چھُٹکارا پالو گے۔ تب ہمیں لوگوں کو سبق دینے کا حکم نامہ ملے گا۔''

پنڈت: ''آپ تیرتھ استھانوں (زیارت گاہ) میں کہاں تک گھومے ہیں؟''

سری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''میں چند ایک مقامات پر گیا ہوں لیکن ہاذرا بلندی پر چڑھا ہے اور بہت دور تک گیا ہے۔ وہ رشی کیش [1] گیا لیکن میں اتنی دور اور اتنی بلندی پر نہیں جا سکا۔''

''تم نے چیل اور گِدھوں کو آسمان میں بلندیوں تک اُڑتے دیکھا ہو گا، لیکن اُن کی آنکھیں ہمیشہ مُردار کے گڑھوں پر مرکوز رہتی ہیں۔ کیا تم مُردار کے گڑھوں کے معنی سمجھتے ہو؟ یہ ہے 'کامنی اور کنچن'۔'' (زن اور زر)

''جہاں تم ہو وہاں سے ہی اگر خدا سے عشق کر سکو تو تمہیں کیا پڑی ہے زیارت کرنے کی؟ میں بنارس گیا، وہی پیڑ ہیں جو یہاں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ وہی املی کی ہری بھری پتّیاں۔''

''اگر خدا سے عشق کرنے کے قابل نہ بن سکو تو زیارت گاہوں پہ جانا بے کار ہے۔ عشق الٰہی ہی

---

1. کوہ ہمالیہ کے دامن میں گنگا کے کنارے مقدّس جگہ۔

لازمی اور ضروری چیز ہے۔ کیا تم چیلوں اور گِدھوں کے معنی جانتے ہو۔ بُہت سے لوگ ایسے ہیں جو بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ اُنھوں نے شاستروں کے حکم کے مطابق اپنے زیادہ سے زیادہ فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اُن کے دِل و دماغ دُنیاداری، دھن دولت، نام و شہرت، دنیاوی آسائشوں اور بہت سی ایسی چیزوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

شری رام کرشن جی رُخصت کی تیاری میں تھے۔ پنڈت اور اُس کے دوستوں نے اُن کو آداب عرض کیا۔ ابھی شام کا دُھندلکا نہیں ہوا تھا اور شری رام کرشن جی اِشان کے گھر لوٹ آئے۔ وہ دیوان خانے میں اِشان، اِشان کے بیٹوں، پنڈت اور بھگتوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

شری رام کرشن جی (اِشان کی طرف مسکراتے ہوئے) "میں نے پنڈت ششادھر سے کہا، "تم نے ابھی درخت پر پاؤں ہی رکھا ہے اور تمہاری آرزو ہے کہ ایک بہُت بڑا پھل کا گچھا تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ سب سے پہلے تمہیں رُوحانی ربط وضبط کی مشق کرنی چاہیے، پھر تمہیں دوسروں کو سبق دینا چاہیے۔"

اِشان: "ہر واعظ یہ سوچتا ہے کہ وہ دوسروں کو روشن خیالی عطا کر رہا ہے۔ وہ بھی سوچتا ہوگا کہ وہ 'دُنیا' کو پُر نور بنا رہا ہے۔ جگنو کو اس احساس کا قیاس کرتے ہوئے کسی نے اُس سے کہا، اے جگنو! تم دُنیا کو کیسے روشنی عطا کر سکتے ہو۔ تم تو صرف تاریکی کی شدّت کا اظہار کرتے ہو۔"

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے) "لیکن ششادھر صرف عالم فاضل ہی نہیں، اس میں تھوڑا امتیاز اور ٹھنڈے دِل کا جذبہ بھی ہے۔"

شری رام کرشن جی دکھنیشور کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔ اِشان اور دوسرے بھگت اُن کے اِرد گرد کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے اِشان کو کچھ مشورہ دیا۔

شری رام کرشن جی: "جو عابد گرہستی کی زندگی بسر کرتے ہوئے خدا کو یاد کرتا رہتا ہے وہ سچ میں ہی ایک عظیم شخصیت ہے۔ خدا سوچتا ہے کہ جس نے میری خاطر دُنیا سے کنارہ کشی کر لی ہے وہ یقیناً میری ریاضت، میری خدمت کرے گا ہی، اس میں کون سی غیر معمولی بات ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو لوگ اُسے بے شرمی کی دُہائی دیں گے۔ واقعی خوش نصیب ہے وہ جو دُنیاداری کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے میری یاد میں محو رہتا ہے۔ ایک بہت بڑی رُکاوٹ جیسے کہ ایک ٹن وزنی پتھر کے بڑے ٹکڑے کو ہٹاتے ہوئے وہ مجھے پانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس قسم کا آدمی واقعی عظیم شخصیت والا ہے۔"

"ایک چیونٹی کی طرح زندگی جیو، دُنیا سچ اور جھوٹ، شکر اور ریت کی مُرکب ہے، چیونٹی بنو اور شکر

حاصل کرو۔ اور پھر دُنیا دُودھ اور پانی کا مرکّب ہے خُدائی شعُور کی مستی اور ہوس پرستی کی خوشی، ہنس بنو، پانی کو درکنار کر دودھ پیئو۔"

"دریائی مُرغابی سا دُنیا میں رہو۔ پانی پرندے سے چمٹ جاتا ہے لیکن پرندہ اُسے جھٹک دیتا ہے، کیچڑ کی مچھلی کی طرح دُنیا میں رہو۔ مچھلی کیچڑ میں رہتی ہے، مگر اُس کی جلد (چمڑی) ہمیشہ چمکتی رہتی ہے۔"

"دُنیا واقعی ہی سچ اور جھُوٹ کا مرکب ہے۔ فرضی بات (جھُوٹ موٹ) کو ترک کر کے سچائی اپنالو۔"

شری رام کرشن جی گاڑی میں سوار ہو کر دکھنیشور کی طرف روانہ ہو گئے۔

سوموار 30/جون 1884ء

شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں فرش پر بچھی ایک چٹائی پر بیٹھے تھے۔ پنڈت ششادھر اور چند عابدین اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اور دیگر محض فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سریندر، بابُورام، 'ایم'، ہریش، لٹو، ہاذرا اور چند دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ تیسرے پہر کے قریب چار بجے کا وقت تھا۔

شری رام کرشن جی کلکتہ میں پنڈت ششادھر سے چھ دِن پہلے ملے تھے۔ اور اب پنڈت شری رام کرشن جی سے ملنے کے لئے دکھنیشور میں آیا تھا۔ پنڈت ششادھر نے وید اور دوسرے شاستروں کا مُطالعہ کیا ہوا تھا۔ اسے فلسفہ پر بحث ومباحثہ کرنا پسند تھا۔ تخت پوش پر بیٹھے ہوئے شری رام کرشن جی نے شفقت بھری نگاہوں سے پنڈت کی طرف دیکھتے ہوئے اُسے مثالوں کے ذریعہ صلاح مشورہ دیا۔

شری رام کرشن جی (پنڈت جی سے): "ویدوں کی طرح بہت سے شاستر ہیں لیکن خدا کو حاصل کرنے کے لئے سادگی اور رُوحانی ربط وضبط کے بغیر کام نہ بنے گا۔ چھ نظاموں، ویدوں یا تنتر سے خدا کو پایا نہیں جا سکتا۔"

"لیکن شاستروں کے مضمُونوں کا مطالعہ کرنا چاہیے اور پھر اُن کے فرمان پر عمل بھی اُس کے مُطابق ہونا چاہیے۔ ایک بار ایک آدمی کی چِٹھی گم ہو گئی۔ اس نے چِٹھی کہاں رکھی اُسے کچھ یاد نہیں رہا۔ اس نے لیمپ کی روشنی میں اُسے ڈھونڈا۔ دو، تین لوگوں کے تلاش کرنے پر آخر کار چِٹھی مل گئی۔ چِٹھی میں پیغام تھا۔ "برائے مہربانی پانچ سیر سندیش (مٹھائی) اور ایک دھوتی کا کپڑا بھیج دیجئے۔" اُس نے چِٹھی پڑھی اور پھینک دی کیونکہ اب اُس کی کوئی ضرُورت نہیں تھی۔ اب اُسے صرف پانچ سیر مٹھائی اور ایک دھوتی کا کپڑا خریدنا تھا۔"

"مُطالعہ کرنے سے سُننا بہتر ہے اور سُننے سے بہتر ہے۔ عمل کرنا کسی پاکدامن یا کسی گرو (مُرشد) کی

زبان سے شاستروں کو سُننے پر آدمی بہتر ڈھنگ سے سمجھ پاتا ہے۔ پھر اُسے غیر ضروری حِصّے کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں رہتی۔"

"مگر عمل کرنا سُننے سے بہتر ہے پھر سب شک وشکوک دور ہو جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ شاستروں میں بہت سی چیزیں قلمبند ہیں لیکن خدا کے آمنے سامنے کے دیدار کے بغیر اور اُن کے کمل جیسے قدموں (چرن کمل) کی عبادت کے بغیر اور دِل کی پاکیزگی کے بغیر یہ سب فضول ہیں۔ جنتری سال بھر میں ہونے والی بارش کی پیشینگوئی کرتی ہے مگر جنتری نچوڑنے پر اُس سے ایک قطرہ پانی بھی نہ نکلے گا۔"

ایک عابد: "کیا خدا کا دیدار کر لینے کے بعد بھی جسم سلامت رہ پاتا ہے؟"

شری رام کرشن جی: "موجودہ جسم تب تک قائم رہتا ہے جب تک اس کا چکّر[1] ختم نہیں ہو جاتا۔ لیکن آئندہ پھر کوئی جنم نہیں لینا پڑتا۔ یہ چکّر تب تک چلتا رہتا ہے جب تک اُسے حرکت دینے والی ترنگ (لہر) ختم نہیں ہو جاتی۔ پھر یہ چکّر تھم جاتا ہے۔ اس قسم کے شخص کی ہوس اور غُصّہ کے جذبات جل کر راکھ ہو جاتے ہیں صرف چند ایک اعمال (سرگرمیوں) کی خاطر جسم قائم رہتا ہے۔"

شری رام کرشن جی چند لمحوں کے لئے خاموش رہے اور پھر اُنہوں نے پنڈت ششادھر کو تمبا کو نوشی کے لئے کہا۔ پنڈت تمبا کو پینے کی خاطر جنوب مشرقی برآمدے میں چلا گیا۔ وہ جلد ہی واپس آ کر عابدین کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے ہوئے سری رام کرشن جی نے بات چیت جاری رکھی۔

شری رام کرشن جی (پنڈت سے): "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ سرور کی تین قسمیں ہیں۔ دُنیاوی شادمانی کا سرور، ریاضت کا سرور اور برہم دیدار کا سرور۔ دُنیاوی سرور زن اور زر سے وابستہ ہے جس سے لوگوں کو ہمیشہ سے لگاؤ ہے۔ ریاضت کا سرور خدا کی ستائش و مدح سرائی کرنے سے ملتا ہے اور برہم کا سرور خدا کے دیدار کا سرور ہے۔ خدا کا دیدار کرنے کے بعد زمانۂ قدیم کے رِشی لوگ تمام تر رِیتی رواج اور رسموں کی دسترس سے باہر ہو جاتے۔"

"سمادھی کیا ہے؟ من کا مکمل طور پر خدائی شعور میں مُدغم ہو جانا۔ گیانی (عارف) جڑ سمادھی[2] کا مشاہدہ کرتا ہے جہاں 'میں' کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ بھگتی (عبادت) کی راہ سے حاصل ہونے

---

1. چکّر: پچھلے جنموں کے اعمال کا چکّر جو کہ آدمی کے موجودہ جسم کی بنیاد ہے۔
2. جڑ سمادھی: سمادھی جس میں متمنی خدا کے راز و نیاز میں اس قدر کھو جاتا ہے کہ وہ بے حس و حرکت مُردے کی طرح نظر آتا ہے۔

والی سمادھی کو چیتن سمادھی [1] کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اِس سمادھی میں 'میں' کا شعُور برقرار رہتا ہے۔ یہ 'میں' نوکر اور مالک عاشق اور معشوق کے درمیان باہمی رِشتہ قائم رہتا ہے۔ خدا مالک ہے اور عقیدت مند اس کا نوکر، خدا معشوق اور عقیدت منداُس کا عاشق، خدا غذا ہے اور عقیدت مند غذا کا لطف اُٹھانے والا، میں شکر بننا نہیں چاہتا بلکہ شکر کھانا چاہتا ہُوں۔''

''برہم کا علم عطا کرنے کے بعد خدا اپنے عقیدت مند میں تھوڑی سی 'میں' بنائے رکھتا ہے۔ وہ 'میں' عقیدت مند کی 'میں' ہے۔ وہ 'میں' گیانی (عارف) کی 'میں' ہے۔ اس 'میں' کے ذریعہ عقیدت منداُس کے کھیل کا نظارہ کرتا ہے۔''

''غور وفکر کی معرفت اپنے من کو انفرادی برہم میں مُدغم کر لینا مُسرّت کی بات ہے اور اپنے من کو قطعی حقیقت میں مستغرق کئے بغیر اُس کو خدا کے موجودہ کھیل میں قائم رکھنا بھی باعث مُسرّت ہے۔''

''محض علم الٰہی حاصل کرنے والا آدمی ایک اُکتا دینے والی شخصیت ہے۔ وہ ہمیشہ تجزیہ کرتے ہوئے کہتا رہتا ہے۔ خدا اس میں بھی نہیں۔ اس میں بھی نہیں۔ دُنیا تو خواب کی مانند ہے۔''

عابد: ''کیا کسی عقیدتمند کے 'میں پن' کا کبھی خاتمہ ہوسکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''کبھی کبھار یہ غائب ہو جاتی ہے۔ پھر اُسے برہم گیان ہو جاتا ہے اور وہ سمادھی میں چلا جاتا ہے۔ میرا من بھی کھو جاتا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔ میں کالی ماں سے دُعا کرتا رہتا ہُوں۔ اے ماں! مُجھے برہم گیان عطا مت کرنا۔ اس سے پیشتر ساکار (شکل وصُورت کے خُدا) میں یقین کرنے والے بڑی تعداد میں مُجھے ملنے آیا کرتے تھے۔ پھر نئے دور کے برہموسماج [2] کے رُکن آنے لگے۔ اس دُوران میں بہت دیر تک سمادھی میں بے ہوش رہتا۔ جب میں ہوش وحواس میں واپس لوٹتا تو میں ماں کالی سے دُعا کرتا۔ او ماں! مُجھے برہم گیان مت دینا۔''

''کیا خدا ہماری دُعا سنتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: خدا کلپترو [3] (خواہشات پُوری کرنے والا درخت) ہے۔ اس سے جو بھی مانگو وہ

---

1. چیتن سمادھی: زندہ، تروتازہ جس میں 'میں' کا احساس برقرار رہتا ہے۔
2. برہموسماج کے رُکن جو نرا کار یعنی بغیر شکل وصُورت والے خدا میں یقین رکھتے ہیں۔
3. کلپترُو: عام طور پر خدا کو ہی کلپ ترو کہا جاتا ہے۔ اور ہندو شاستروں میں اسے خواہشات پوری کرنے والے درخت سے منسُوب کیا جاتا ہے۔

یقیناً تُمھیں دے گا۔ لیکن تمہیں کلپ تروَ کے پاس ہی کھڑے ہو کر دُعا مانگنی ہوگی۔ صرف تبھی تُمہاری دُعا قبول ہوگی مگر تُمہیں ایک دوسری چیز بھی یاد رکھنی ہوگی۔ خُدا تُمہارے اندرُونی جذبات بخُوبی سمجھتا ہے۔ آدمی ریاضت کرتے وقت اپنی عزیز خواہش کو پایۂ تکمیل تک لے جا سکتا ہے۔ وہ جو کچھ چاہے گا وہی پائے گا۔"

"میں ماں کالی سے دُعا کرتے ہوئے رو پڑتا اور کہتا او ماں اپنی کوندتی ہوئی بجلی کی لپک سے میری دلائل کی رغبت کو تہس نہس کر دو۔"

پنڈت: "تو پھر اُس وقت آپ کو بھی دلائل کی رغبت تھی؟"

شری رام کرشن جی: "ہاں ایک بار۔"

پنڈت: "پھر برائے مہربانی ہمیں یقین دلایئے کہ ہم بھی اس رغبت سے چھُٹکارا حاصل کر لیں گے۔ آپ نے اس سے کیسے نجات پائی؟"

سری رام کرشن جی: "اوہ! کسی نہ کسی طریقے سے نجات پا ہی لی۔"

شری رام کرشن جی تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر اُنہوں نے اپنی بات چیت شروع کر دی۔

شری رام کرشن جی: "خُدا کلپ تروَ ہے، اس کے نزدیک کھڑے ہو کر ہمیں دُعا کرنی چاہیے تب ہمیں ہماری خواہش کے مُطابق سب کچھ ملے گا۔"

"خُدا نے کتنی ہی چیزیں دُنیا میں پیدا کی ہیں۔ اُس کی کائنات لامحدود ہے۔ لیکن اُس کی بے پناہ شان و شوکت کو جاننے کی مُجھے کیا پڑی ہے۔ اگر مجھے یہ جاننا ہی ہے تو پہلے میں اُس حقیقت سے روشناس تو ہو جاؤں پھر بذاتِ خود خُدا مجھے اُن سب کے بارے میں آگاہ کر دے گا۔ کیا پڑی ہے مُجھے جاننے کی کہ جادو ملک کے پاس کتنی عمارتیں اور کِتنے سرکاری محافظ ہیں؟ مُجھے صرف اتنی سی ضرورت ہے کہ کسی طرح بھی جادو ملک سے بات چیت کر سکوں۔ میں شاید ایک گہری کھائی پر سے چھلانگ لگا کر یا ایک درخواست دے کر یا اُس کے دربان سے دھکے مکے کھا کر اُسے ملنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ ایک بار مجھے اُس سے بات کرنے کا موقعہ مل جائے میرے پُوچھنے پر وہ مُجھے اپنی ساری جائیداد کے بارے میں خود ہی بتا دے گا۔ اگر مالک کے ساتھ کسی کی ایک بار واقفیت ہو جائے پھر اُس کے عہدہ دار بھی اس کی عزت کرنے لگتے ہیں۔" (سب ہنس پڑے)

شری رام کرشن جی پنڈت کی انکساری سے خوش تھے۔ اُنہوں نے عابدوں سے اُس کی تعریف کی۔

شری رام کرشن جی: "اُس کی کتنی نفیس فطرت ہے۔ تُمہیں مٹی کی دیوار میں کیل ٹھونکنے میں ذرا بھی مُشکل نہیں ہوگی لیکن اگر تم اُسے پتھر میں ٹھونکو گے تو اس کی نوک ٹوٹ جائے گی اور پھر بھی اس میں چھید نہ کر

پائے گی۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو ہزاروں بار خدا کا ذِکر سُنتے ہیں لیکن اُن کا رُوحانی شعور بالکل بھی بیدار نہیں ہو پاتا۔ وہ لوگ ایک مگرمچھ کی مانند ہیں جن کی کھال پر تلوار سے بھی کاٹنے پر تم کوئی نقش نہ بنا پاؤ گے۔''

پنڈت: ''لیکن ہم اس کی چھاتی میں ایک برچھا گھونپ کر مگرمچھ کا پیٹ تو پھاڑ سکتے ہیں۔'' (سب ہنس پڑے)

شری رام کرشن جی: ''تمام شاستروں کو پڑھنے سے کیا ہوگا؟ فلسفہ پڑھنے سے کیا بہتری ہوگی؟ بڑی بڑی باتیں کرنے کا کیا فائدہ؟ تیراندازی سیکھنے کے لئے آدمی کو پہلے کیلے کے پیڑ پر نشانہ لگانا چاہیے۔ پھر نرسل (بانس) پر۔ پھر بتی پر اور آخر میں اُڑتے پرندے پر۔ شروع شروع میں آدمی کو پہلے شکل وصورت (ساکار) والے خدا پر توجہ دینی ہوگی۔ امتیاز، دستبرداری اور آرزومندی کے ذریعے خدا کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کس قسم کی آرزومندی؟ جیسے ایک گائے آرزومندانہ دِل سے اپنے بچھڑے کے پیچھے دوڑتی ہے، ہمیں خدا کے لئے ایسے ہی آرزومند ہونا چاہیے۔''

پنڈت: ''ویدوں میں یہی بات کہی گئی ہے، اپنی تڑپ میں اپنے آنسوؤں کو بھی شامل کرو۔ اگر تم امتیاز اور غیر جانبداری سے ہر چیز سے لاتعلق ہو سکتے ہو تو تم خُدا کے دیدار کے قابل ہو جاؤ گے۔ تم چاہے علم وفضل کا راستہ اختیار کرو یا بھگتی کا تمہیں وہ تڑپ خدائی نشے میں مخمور کر دے گی۔''

''ایک گرہستی کے علم وفضل اور سب چیزوں سے قطع تعلق کرنے والے ایک سنیاسی کے علم وفضل میں کافی فرق ہے۔ گرہستی (دُنیادار) کا علم وفضل ایک لمپ سے نکلنے والی روشنی جیسا ہے۔ جو صِرف ایک کمرے کے اندر جگمگاتی رہتی ہے۔ اُسے اس علم وفضل کی مدد سے بغیر اپنے جسم اور نزدیکی کنبے کے اور کچھ نہیں دِکھائی دیتا۔ مگر ہر چیز سے کنارہ کش فقیر کا علم وفضل آفتاب کی روشنی جیسا ہے۔ اس روشنی سے وہ کمرے کے اندر اور باہر ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے۔ چیتنیہ دیو کے علم وفضل کی آب وتاب آفتاب کے موافق تھی۔ وہ خود علم وفضل کا آفتاب تھے۔ مزید برآں اُنہوں نے بھگتی (عبادت) کے مہتاب سے تسکین پہنچانے والی روشنی سے سب کو منوّر کر دیا۔ اُن میں برہم گیان (خالقِ کائنات کے علم الٰہی) اور خدا سے وجد آفرین عشق دونوں صلاحیتیں موجود تھیں۔''

پنڈت اور منی ملک بات چیت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ منی ملک برہمو سماج کا رُکن تھا۔ پنڈت نے سماج کے بارے میں اچھے بُرے دونوں پہلوؤں کی پر جوش دلیل بازی کی۔

شری رام کرشن جی نے مسکراتے ہوئے پنڈت سے کہا۔ ''منی ملک عرصۂ دراز سے برہمو سماج کے عقیدہ پر عمل پیرا ہے۔ تم اُسے اپنی مرضی کے مطابق بدل نہیں سکتے۔ کیا پرانے رُجحانات کو نیست ونابود کرنا آسان

بات ہے۔ ایک دفعہ یہاں ایک پا کدامن ہنُدو رہتا تھا جو ہمیشہ ماں کالی کی پرستش کرتا اور اُس کی مدح سرائی کرتا۔ جب مُسلمانوں نے ملک فتح کرلیا تو اُس کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اُنہوں نے اس سے کہا کہ اب تُم مُسلمان ہو اور آج کے بعد تمُہیں صرف اللہ اللہ کہنا ہوگا۔ بڑی مُشکل سے اس نے اللہ کا لفظ اپنی زبان سے نکالا۔ لیکن کبھی کبھی بنا سوچے سُمجھے وہ جگدمبا[1] کہہ دیتا۔ اس وجہ سے مُسلمان اُسے مارنے کو تیار ہوئے۔ اس پر اُس نے اُن سے کہا۔ آپ سے میری اِلتجا ہے برائے مہربانی مُجھے قتل مت کرو۔ میں نے پورے زور سے اللہ کا نام دہرانے کی ہر چند کوشش کی مگر میرے اندر گلے تک جگدمبا بھری پڑی ہے۔

پنڈت سے مخُاطب ''برائے مہربانی منی ملک کو کچھ مُت کہو۔ تُمہیں سمجھنا چاہیے کہ یہاں قسم قسم کے ذائقے ہیں۔ الگ الگ معدوں کے ہاضمے کی طاقت الگ الگ ہے۔ خُدا نے الگ الگ عقیدتمندوں کے لئے الگ الگ اور مناسب قسم کے مذاہب اور عقیدے بنائے ہیں۔ کسی بھی حالت میں سب لوگوں کے لئے برہم گیان حاصل کرنا مناسب نہیں۔ اِس لئے شکل وصُورت والے خُدا (ساکار بھگتی) کی پرستش کا اہتمام کیا گیا ہے۔''

سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ شری رام کرشن جی نے پنڈت سے کہا، ''جاؤ جا کر مندروں کے درشن کرو اور باغیچے میں تھوڑی چہل قدمی کرلو۔'' اُس وقت سہ پہر کے پانچ بجے تھے۔ پنڈت اپنے دوستوں اور چند عابدوں کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد شری رام کرشن جی 'ایم' کے ہمراہ گنگا کے کنارے کی طرف چل پڑے۔ وہاں اُنہیں پنڈت مِلا تو اُنہوں نے اُس سے کہا، ''تم کالی مندر کی طرف تو نہیں جا رہے؟'' پنڈت نے حامی بھری۔ ''تو چلئے ہم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔'' شری رام کرشن جی نے اپنی پیشانی سے فرش کو چھُوتے ہوئے ماں کالی کو بندگی کی۔

ہبس کس کے لال رنگ کے پھُولوں اور بِل پتوں سے ماں کالی کا سنگار کیا گیا تھا۔ ماں کی تینوں آنکھوں سے اپنے بھگتوں کی محبت کا نور برس رہا تھا۔ ماں کے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھے ہوئے تھے جیسے وہ اُنہیں مُرادوں کا عطیہ بخش رہی ہو اور اُن کی ہمت افزائی کر رہی ہو۔ دوسرے دو ہاتھوں میں موت کی عِلامت کے نموُنے پکڑ رکھے تھے۔ ماں نے بنارسی ساڑھی پہن رکھی تھی اور زیورات سے آراستہ تھی۔ پارٹی کے ایک آدمی نے مجسمے کو دیکھ کر کہا۔ میں نے سُنا ہے کہ بت تراش 'نابن' نے یہ مجسمہ تراشا تھا۔ شری

1. جگدمبا: کائنات کی ماں۔ رُوحانی ماں کا ایک نام۔

رام کرشن جی نے کہا، ''ہاں میں جانتا ہوں۔ لیکن میرے لئے تو ماں ایک مُجسّم رُوح ہے۔''

شام ڈھل چکی تھی۔ سری رام کرشن جی کمرے کے مغرب کی طرف نصف دائرے والی ڈیوڑھی میں بیٹھے تھے۔ بابُورام اور 'ایم' بھی اُن کے ساتھ تھے۔ شری رام کرشن جی نیم وجد آفرین حالت میں تھے۔

تب راکھل شری رام کرشن جی کے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ اس لئے اُن کو نجی ضرورتوں کی خاطر مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ کئی عابد اُن کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن جب وہ رُوحانی مزاج کی کیفیت میں مُبتلا ہوتے تو انہیں ہر آدمی کا چھونا برداشت نہ ہوتا۔ اُنہوں نے بابُورام کو اشارتاً کہا کہ تم میرے ساتھ رہو تو اچھا ہوگا، اس حالت میں دوسرے آکر مُجھے چھُوئیں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

('ایم' سے محبت آمیز لہجے میں) ''تم آج کل اکثر یہاں کیوں نہیں آپاتے؟''

'ایم': ''اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ میں تھوڑا گھر میں مصرُوف تھا۔''

شری رام کرشن جی: ''کل ہی مجھے بابُورام کی اندرُونی فطرت کا احساس ہوا۔ اِسی وجہ سے میں اُسے اپنے پاس رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہوں۔ ماں پرندہ صحیح وقت پر ہی انڈے سیتی ہے۔ بابُورام جیسے لڑکے من کے پاک وصاف ہوتے ہیں، وہ ابھی کامنی اور کنچن (زن اور زر) کے چُنگل میں نہیں پھنسے۔ میں ٹھیک تو کہہ رہا ہوں نا؟''

'ایم': ''جناب، یہ بالکل سچ ہے۔ وہ ابھی بے داغ ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ ایک نئے برتن کی مانند ہیں جس میں رکھا ہوا دُودھ ترش نہ ہوگا۔''

'ایم': ''ہاں جناب۔''

شری رام کرشن جی: ''مُجھے یہاں بابُورام چاہیے، جب مُجھے خاص رُوحانی کیفیات سے گزرنا ہوتا ہے، تب مُجھے اس قسم کے آدمی کی ضرُورت ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اچانک ہی میرے ساتھ مُستقل طور پر نہیں رہ پائے گا، ایسا کرنے سے اُسے بہت مُشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے رشتہ دار اس کے لئے مصُیبت کھڑی کر دیں گے۔ میں اُسے سنیچر اور اتوار کے دن آنے کو کہہ رہا ہوں۔''

پنڈت اپنے دوستوں سمیت کمرے میں داخل ہوا۔

شری رام کرشن جی: ''بے شک تم نے گیتا پڑھی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ جس آدمی کا سب لوگ عزت واحترام کریں اُس میں خاص قسم کی خُداداد طاقت ہوتی ہے۔''

پنڈت نے گیتا سے ایک شلوک (بند۔شعر) کا حوالہ دیا۔

شری رام کرشن جی: ''تم یقیناً رُوحانی قوت کے مالک ہو۔''

پنڈت: ''جس کام کو میں نے مکمّل کرنا قبول کیا ہے۔ کیا میں ثابت قدمی سے اُسے نبھا پاؤں گا؟''

شری رام کرشن جی کو ہاں کرنے میں تھوڑا زور لگانا پڑا۔ جلد ہی اُنہوں نے بات چیت کا رُخ بدل دیا۔

پنڈت اور اُس کے دوستوں نے شری رام کرشن جی کو آداب کیا اور وہ اُن کو الوداع کہنے ہی والے تھے کہ شری رام کرشن جی نے پنڈت کو دوبارہ آنے کے لئے کہا۔ بھنگ کا نشہ کرنے والا اپنے دوسرے نشہ کرنے والے ساتھی سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے گلے بھی ملتے ہیں۔ لیکن جو اُن جیسے لوگ نہیں ہوتے وہ اُن سے چھپتے پھرتے ہیں۔ گائے اپنے بچھڑے کو چاٹتی ہے مگر وہ کسی اجنبی گائے کو اپنے سینگ سے ڈراتی دھمکاتی ہے۔'' (سب ہنس پڑے)

پنڈت کمرے سے باہر نکل گیا۔ شری رام کرشن جی نے مسکراتے ہوئے کہا: ''وہ تو ایک ہی دِن میں ہلکا ہو گیا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ کتنا سیدھا سادہ ہو گیا ہے۔ میں نے جو بھی کہا وہ مان گیا۔''

چاند کی روشنی سے نصف دائرے والی ڈیوڑھی چکا چوند ہو گئی۔ سری رام کرشن جی اب بھی وہیں بیٹھے تھے۔ 'ایم' واپس جانے والا تھا۔

شری رام کرشن جی (حلیمی سے): ''اب تُمہیں جانا چاہیے۔''

'ایم': ''ہاں جناب۔ مجھے اب الوداع کہنی چاہیے۔''

شری رام کرشن جی: ''میں عابدین کے پاس جانا چاہ رہا ہُوں۔ میں تمہارے گھر بھی جانا چاہتا ہُوں۔ تُمہارا کیا خیال ہے؟''

'ایم': ''یہ بہت اچھا ہو گا۔''

ویروار 3/ جولائی 1884ء

شری رام کرشن جی کلکتہ میں بلرام کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے قریب تھے رام، بلرام کے پِتا، 'ایم'، من موہن اور چند ایک عقیدت مند عابدین نوجوان۔

شری رام کرشن جی چند منٹوں کے لئے ڈیوڑھی میں گئے اور پھر واپس لوٹ آئے۔ جب وہ باہر جا رہے تھے تو وِشمبر کی چھ سات سال کی بیٹی نے اُنہیں دُعا سلام کی۔ کمرے میں واپس لوٹ کر شری رام کرشن جی چھوٹی لڑکی اور اُس کی ہم جولیوں سے باتیں کرنے لگے۔

بچہ (شری رام کرشن جی سے): ''میں نے آپ کو آداب کیا اور آپ نے میری طرف دیکھا تک نہیں۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''کیا تم نے ایسا کیا؟ اصل میں میں نے دیکھا نہیں۔''

بچہ: ''تب رکو۔ میں دوبارہ آپ کے دوسرے پاؤں کو بھی پرنام (آداب) کرنا چاہتی ہوں۔''

شری رام کرشن جی ہنستے ہوئے بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے زمین کو اپنی پیشانی سے چھوتے ہوئے بچّے کو جھک کر سلام کیا۔ اُنہوں نے اسے گیت گانے کو کہا۔ بچّے نے کہا، ''میں قسم کھاتی ہوں میں گاتی نہیں۔'' جب شری رام کرشن جی نے دوبارہ اُس پر زور ڈالا تو اُس نے کہا۔ ''آپ کیوں مجھ پر زور زبردستی کر رہے ہیں۔ میں نے قسم جو کھائی ہے۔'' شری رام کرشن جی بچّوں سے بہت خوش تھے اور اُن کی خوشنودی کے لئے اُنہوں نے ہلکے پھلکے گیت گائے:

''آؤ میں گوندھ دوں تمہارے بال
کہیں خاوند تمہارا کرے نہ جھاڑ جھپاڑ تمہیں
جب پکڑے گا وہ تمہیں گرفت میں اپنی''

بچّے اور عابد لوگ جی بھر کر ہنسے۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے): ''پرم ہنس پانچ سالہ بچّے کی مانند ہوتا ہے۔ اُس کو سارا جہاں شعور سے بھرا نظر آتا ہے۔ ایک بار میں کمار پکر میں رہ رہا تھا تب شورام[1] چار پانچ برس کا تھا۔ ایک دِن وہ تالاب کے پاس جھینگر پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پتّے ہل جل رہے تھے۔ اُن کی سرسراہٹ کو روکنے کے لئے اُس نے پتوں سے کہا، ''ہش ہش! میں ایک جھینگر پکڑنا چاہتا ہوں۔'' دوسرے دِن طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ بڑے زور کی بارش ہوئی۔ شورام میرے ساتھ گھر کے اندر تھا۔ بجلی زور سے کڑک رہی تھی۔ دروازہ کھول کر وہ باہر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے جھاڑ جھپاڑ لگائی اور اُسے باہر جانے سے روکا۔ پھر بھی جیسے تیسے وہ چوری چوری باہر جھانک لیتا۔ جب اُس نے بجلی چمکتے دیکھی تو وہ چلاّ اُٹھا'' چاچا، دیکھو وہ پھر دیا سلائیاں جلا رہے ہیں۔''

پرم ہنس بچّے کی مانند ہے۔ اُسے ایک اجنبی اور ایک رشتہ دار میں فرق نظر نہیں آتا۔ اُس کو دُنیاوی رشتوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ ایک دن شورام نے مجھے کہا،'' چاچا! کیا تم میرے باپ کے بھائی ہو یا اُس کے بہنوئی؟''

پرم ہنس بچّے کی مانند ہوتا ہے وہ اپنے اَتے پتے کا کوئی نام ونشان نہیں چھوڑتا، اُسے سب برہم نظر آتا ہے۔ اُسے اپنی حرکتوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ شورام ہردے کے گھر دُرگا پُوجا دیکھنے گیا۔ وہ گھر سے

---

1. شورام۔ شری رام کرشن جی کا بھتیجا۔

کھسک کر اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا۔ ایک راہ گیر نے بچّے کو دیکھا جو صرف چار سال کا تھا اور اُس سے پُوچھا، تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ زیادہ بتا نہ پایا۔ اُس نے صرف کہا جھونپڑا۔ وہ اُس بڑے جھونپڑے کے بارے میں کہہ رہا تھا جہاں ماں کالی کے مجسّمے کی عبادت ہو رہی تھی۔ اجنبی نے اُس سے پھر پُوچھا، تم کس کے پاس رہ رہے ہو؟ اُس نے صرف ایک لفظ بھائی کہا۔''

''کبھی کبھی پرم ہنس دیوانوں کا سا رویّہ اختیار کر لیتے ہیں۔ دکھنیشور کے مندر کے افتتاح کے چند دِن بعد ایک دیوانہ جو دراصل برہم کے گیان (خالقِ کائنات کے علم الٰہی) کو جاننے والا عارف تھا، آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں بانس کی ایک ٹہنی تھی۔ اور دوسرے ہاتھ میں آم کا ایک چھوٹا سا پودا۔ اُس نے پھٹے پرانے جُوتے پہن رکھے تھے۔ وہ سماجی ریتی رواجوں کو نہیں مانتا تھا۔ گنگا میں نہانے کے بعد وہ کوئی بھی مذہبی رسوم ادا نہ کرتا۔ اس کی دھوتی کے کونے میں کچھ بندھا رہتا تھا جسے وہ ہر دم کھاتا رہتا۔ وہ پھر کالی مندر میں داخل ہوا اور دیوی کی پرستش کے گیت گانے لگا۔ مندر لرزتا دکھائی دینے لگا۔ ہلدھاری اُس وقت مندر میں تھا۔ دیوانے کو مندر میں کھانے کی اجازت نہ دی گئی۔ لیکن اُس نے اس غیر اہم بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ اُس نے گندگی کے ڈھیر سے جہاں کتّے پھینکی گئی پتوں کی پلیٹوں سے بچّے کھچے بھورے کھا رہے تھے کھانا تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اپنے بھورے (پتلوں پر بچے کھچے بھات کے دانے وغیرہ) اکٹھے کرنے کے لئے وہ کتّوں کو ایک طرف دھکیل دیتا۔ کتّوں کو بھی اس کا یہ سلوک ناگوار نہ گزرا۔ ہلدھاری نے اُس کا پیچھا کیا اور اُس سے پوچھا، ''کون ہیں آپ؟ کیا آپ اصلی طور پر برہم کو جاننے والے ہو۔'' دیوانے نے سرگوشی میں کہا، ''شش، شش، ہاں میں برہم کو اصلی طور پر جاننے والا ہوں۔'' جیسے ہی ہلدھاری نے مُجھے یہ بات بتائی۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں ہلدھاری سے لپٹ گیا۔ میں نے ماں کالی سے کہا، 'ماں کیا مُجھے بھی اس حالت سے گزرنا ہوگا؟ ہم سب اُس آدمی کو دیکھنے گئے۔ اُس نے ہم سے بڑے دانشمندانہ طریقے سے بات چیت کی جبکہ دوسروں کے ساتھ وہ پاگلوں کے موافق سلوک کرتا۔ جب وہ باغیچہ چھوڑ کر جا رہا تھا تو ہلداری نے بہت دور تک اُس کا پیچھا کیا۔ دروازے سے گزرتے ہوئے اُس نے ہلدھاری سے کہا، میں آپ سے اس کے علاوہ اور کیا کہوں۔ جب تمہیں اس تالاب کے پانی اور گنگا کے پانی میں کوئی بھی فرق نظر نہیں آئے گا تو سمجھ لینا کہ تم کامل عالم فاضل ہو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ دُور چلا گیا۔

شری رام کرشن جی 'ایم' سے بات چیت کرنے لگے، وہاں اور بھی دوسرے عابدین موجود تھے۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے مخاطب ہو کر): ''ششادھر کے بارے میں تم کیا محسوس کرتے ہو؟''

'ایم': ''وہ بہت نفیس آدمی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ بہت ذہین آدمی ہے۔ یہ ٹھیک ہے نا؟''

'ایم': ''ہاں جناب وہ بہت عالم فاضل ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''گیتا کے مطابق جس آدمی کو بہت سے لوگ عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اس میں خدا کی دی ہوئی قوت ہوتی ہے۔ لیکن ششادھر کو ابھی بہت سے کام سرانجام دینے ہیں۔ زیادہ علم وفضل سے اُسے کیا فائدہ؟ اُس کو ریاضت پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ربط وضبط کی مشق لازمی ہے؟''

شری رام کرشن جی دیوی کے دیدار کے لئے اندرونی کمرے میں چلے گئے۔ اُنہوں نے دیوی (ماں کالی) کو کچھ پھول پیش کئے۔ بلرام کے کنبے کی خواتین انہیں مل کر بہت خوش ہوئیں۔

شری رام کرشن جی دیوان خانے میں لوٹ آئے۔ اُنہوں نے کہا، ''دُنیادار لوگ عبادت، جپ اور برت وغیرہ کی بے فائدہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا کے سوا اور کچھ نہیں جانتے وہ ہر سانس میں اُس کا نام دُہراتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ہمیشہ ذہنی طور پر اوم، اوم دہراتے رہتے ہیں یہاں تک کہ برہم کے پیروکار بھی 'سوہم' میں وہی ہوں دہراتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی زبان خدا کا نام دہراتے ہوئے ہر وقت حرکت کرتی رہتی ہے۔ ہمیں ہر وقت خدا کو یاد رکھنا چاہیے۔ اور اُس کے بارے میں سوچتے رہنا چاہیے۔''

پنڈت ششادھر اپنے ایک یا دو دوستوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور شری رام کرشن جی کو آداب بجالایا۔

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''ہم لوگ دُلہن کی نوکرانیاں ہیں جو بستر کے پاس کھڑی دُولہے میاں کی آمد کی منتظر ہیں۔''

پنڈت ہنس دیا۔ کمرہ عقیدت مندوں سے بھرا ہوا تھا۔ جن میں ڈاکٹر پرتاب اور بلرام کے والد بھی شامل تھے۔ شری رام کرشن جی نے اپنی بات چیت جاری رکھی۔

شری رام کرشن جی (ششادھر سے): ''علم الٰہی حاصل کئے ہوئے شخص کی پہلی نشانی ہے پُر امن فطرت اور دوسری اُس میں اَنا بالکل نہیں ہوتی۔ تم میں دونوں ہیں۔ گیانی (عارف، خدا شناس) کی کچھ اور بھی علامتیں ہیں۔ وہ فقیر کے روبرو شدید ٹھنڈے دل والا، کام کرتے ہوئے شیر جیسا اور اپنی بیوی کے سامنے مزاحیہ طبیعت والا دکھائی دیتا ہے۔''

''لیکن وگیانی کی فطرت بالکل مختلف ہوتی ہے۔ جیسا کہ چیتنیہ دیو کی تھی۔ وہ بچّے کی طرف یا دیوانہ سا یا بے حس مخلوق سا یا غول (سخت برا) سا سوانگ کرتا ہے۔ بچّے جیسے مزاج کی کیفیت میں وہ کبھی کبھی بچپن سا بھولا پن، کبھی کبھی الھڑ پن کی بیہودگی اور کبھی جوانمرد کی طرح دوسروں کو ہدایت کرتا نظر آتا ہے۔ سب خاموش بیٹھے رہے۔ پنڈت سے مخاطب ہو کر شری رام کرشن جی نے دوبارہ کہا:

شری رام کرشن جی: ''پہلے یہاں بہت معزز قسم کے لوگ آیا کرتے تھے؟''

ششادھار: ''آپ کا مطلب امیر لوگ؟''

شری رام کرشن جی: ''نہیں، بڑے عالم فاضل۔''

ششادھر (عاجزی سے): ''جناب! آپ ہمیں مہربانی کر کے بتائیں کہ کس قسم کی آرزو کرنے سے ہم خدا کا دیدار کر سکتے ہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''ایک بار ایک مُرشد نے اپنے ایک شاگرد کو کہا، 'میرے ساتھ چلو میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کس قسم کی تڑپ ہونے سے خدا کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔' یہ کہتے ہوئے وہ اپنے شاگرد کو ایک تالاب پر لے گیا اور اُسے سر تک پانی میں ڈبو دیا۔ چند منٹوں بعد اُس نے اپنے شاگرد کو پانی سے باہر آنے کی اجازت دی اور پُوچھا۔ تو بتاؤ تم نے کیا محسُوس کیا۔ شاگرد نے جواب دیا، اوہ! میں نے محسُوس کیا کہ میں مر رہا ہُوں: میں ہوا میں ایک سانس لینے کو تڑپ رہا تھا۔

ششادھر: ''ہاں ہاں، ٹھیک ہے، میں یہ بات بخُوبی سمجھ گیا ہُوں۔

شری رام کرشن جی: 'خدا سے عشق کرنا ہی سب سے بڑی بات ہے۔ عبادت بہت لازمی ہے۔ نارد نے رام سے کہا، 'مجھے ہر دم آپ کے کمل جیسے قدموں میں پیار بنا رہے۔ میں کبھی دُنیا کو لبھا لینے والی آپ کی مایا کے بہکاوے میں نہ آؤں۔ رام نے نارد سے کہا، کوئی دوسری مراد مانگ لو۔ نارد نے کہا، مجھے اور کسی بھی چیز کی ضرُورت نہیں۔ مجھے آپ کے قدموں کی عبادت مل جائے میری یہی ایک دُعا ہے۔''

پنڈت ششادھر واپس لوٹنے کو تیار تھا۔ شری رام کرشن جی نے ایک عابد سے جا کر پنڈت کے لئے گاڑی لانے کو کہا۔

شام کا دھُندلکا تھا۔ شری رام کرشن جی نے ماں کالی، کرشن، رام اور ہری کے نام کا اُچارن (دہرانا) شروع کیا۔ عابدین خاموشی سے بیٹھے رہے۔ شری رام کرشن جی نے ایسی سُریلی آواز سے اِن ناموں کو دہرایا کہ عابدین کے دِلوں پر اس کا گہرا اثر ہوا۔



خُدائی نشے کا عالم

شکرووار 19 ستمبر 1884ء

آج ہندوؤں کا مُتبرک دن 'مہالیہ' اور نئے چاند کے طلُوع ہونے کا پہلا دِن تھا۔ دو پہر کے دو بجے شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں مہندر مکر جی، پریہ مکر جی، 'ایم'، بابُو رام، ہریش، کشوری اور لاٹو کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کچُھ لوگ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور باقی اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ ہاذرا ڈیوڑھی میں بیٹھا تھا۔ راکھل بلرام کے ساتھ برندابن میں تھا۔

شری رام کرشن جی (مہندر مکر جی اور دوسرے لوگوں سے): "مُجھے یہ جان کر بہت خُوشی محسوس ہوگی کہ تُمہارے یہاں آنے جانے سے تُمہارا بھلا ہو رہا ہے۔" ('ایم' سے مخاطب ہو کر) "لوگ یہاں کیوں آتے ہیں۔ میں زیادہ پڑھنا لکھنا تو جانتا نہیں۔"

'ایم': "آپ میں خُدا کی دی ہوئی طاقت ہے، اسی وجہ سے آپ میں بہت زیادہ رُوحانی کشش ہے۔ رُوحانیت ہی تو کشش کا باعث ہے۔"

شری رام کرشن جی: "کسی بھی لحاظ سے سب لوگوں کو خُدا سے رغبت نہیں ہوتی۔ چند ایک خاص رُوحیں ہی ایسا محسوس کرتی ہیں۔ خُدا کی شفقت کے لئے اچھے رجحانات لے کر پیدا ہونا ضرُوری بات ہے۔ اگر ایسا نہیں تو کیوں اتنے لوگوں میں سے اکیلے تم ہی باغ بازار سے یہاں چلے آتے ہو؟ تُم گوبر کے ڈھیر سے کسی اچھی چیز کی توقع نہیں کر سکتے۔"

(مکر جی بھائیوں سے): "تُم خاندانی لوگ ہو۔ اگر کوئی یوگ کے راستے پر چلتے ہوئے بھٹک جاتا ہے تو پھر وہ کسی اچھے خاندان میں پیدا ہوتا ہے۔ اور دوبارہ خُدا کے دیدار کے لئے رُوحانی مشق کرتا ہے۔"

مہندر: "کوئی آدمی یوگ کی راہ سے کیوں بھٹک جاتا ہے؟"

مہاراج: "جب خُدا کے تصوّر میں کھوئے ہوئے آرزومند کے دل میں مادی لطف کی طلب محسوس ہو تو یہی طلب اُسے راہ سے بھٹکا دیتی ہے۔ تو وہ اگلے جنم میں وہی رُوحانی رُجحانات لے کر پیدا ہوگا، جن کو وہ موجُودہ جنم میں عمل میں لانے سے ناکام رہا ہو۔"

مہندر: "تو پھر طریقہ کیا ہے؟"

شری رام کرشن جی: "جب تک آدمی کی خواہشات اور دُنیاوی چیزوں کی آرزو باقی ہے، اس کے لئے نجات پانا ممکن نہیں۔ خواہشوں اور تمناؤں کو زندہ رکھنا اچھا نہیں۔ اسی وجہ سے جو بھی خواہش میرے دِل میں آتی ہے اُسے پورا کر دیتا ہوں۔ ایک بار میں نے برّا بازار میں رنگین مٹھائیاں دیکھیں اور میں اُنہیں کھانا چاہتا تھا۔ وہ میرے لئے مٹھائیاں لے آئے اور میں نے وہ جی بھر کے کھالیں نتیجہ یہ ہوا کہ میں بیمار پڑ گیا۔"

"لڑکپن میں گنگا میں نہاتے ہوئے میں نے ایک لڑکے کو کمر کے گرد سونے کا گہنا پہنے ہوئے دیکھا۔ رُوحانی نشے کی حالت میں مجھے بھی ایسا ہی زیور پہننے کی خواہش ہوئی۔ مُجھے وہ گہنا دے دیا گیا لیکن میں اُسے لمبے عرصے تک اپنے پاس نہ رکھ سکا۔ جب میں اُسے پہن لیتا تو اپنے بدن میں مُجھے درد بھری ہوا کی تیز لہر اوپر کی طرف اُٹھتی ہوئی محسوس ہوتی۔ ایسا اس وجہ سے ہوا کیونکہ میری چمڑی نے سونے کو چُھو لیا تھا۔ میں نے چند لمحوں کے لئے وہ زیور پہنا اور پھر اُسے ایک طرف رکھ دیا۔ نہیں تو مجھے اُس کے ٹکڑے کر کے اُسے اُتارنا پڑتا۔"

اُن دنوں یہاں مندر باغیچہ میں بہت سے پارسا لوگ آیا کرتے۔ میرے من میں ایک خیال آیا کہ یہاں ایک الگ سا اسٹور ہونا چاہیے جہاں سے اُن لوگوں کو کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جائے۔ ماتھر بابو نے اسٹور بنوا دیا۔ اور یہاں سے فقیروں کو رسد، مٹّی کا تیل اور دوسری چیزیں دی جاتی تھیں۔"

"ایک دفعہ مجھے زری دار لباس پہننے اور ایک چاندی کے حُقّے میں تمباکُو پینے کا خیال آیا۔ ماتھر بابو نے نیا لباس اور حقہ لے کر مجھے بھیجا۔ میں نے وہ لباس پہنا اور کئی طرح سے حُقّے کے کش لگائے۔ کبھی میں اس طرف جُھک کر کش لگاتا تو کبھی اُس طرف جُھک کر۔ کبھی سر کو اوپر کر کے اور کبھی سر کو نیچے کر کے۔ تب میں نے اپنے آپ سے کہا، او من! اس کو کہتے ہیں چاندی کا حُقہ۔ فوراً ہی میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ میں نے چند لمحوں کے لئے لباس پہنا اور پھر اُتار دیا۔ میں نے پاؤں سے اُسے روندنا شروع کیا اور اُس پر تھوکتے ہوئے کہا، تو یہ رہا قیمتی لباس۔ اس سے تو آدمی میں صرف رجو گن کا اضافہ ہوتا ہے۔"

راکھل بلرام کے ساتھ برندابن میں ٹھہرا ہوا تھا۔ پہلے تو اُس نے اس مُتبرک مقام کی تعریف میں چِٹھیاں لکھیں۔ اُس نے 'ایم' کو لکھا تھا کہ سب جگہوں سے یہ بہترین جگہ ہے۔ یہاں تشریف لے آؤ۔ یہاں چاروں طرف مور ناچتے ہیں اور آدمی ہمیشہ دھارمک موسیقی اور ناچ گانے دیکھتا سُنتا ہے۔ کبھی نہ ختم ہونے والے رُوحانی آنند کی یہاں دھارا بہتی رہتی ہے۔ لیکن پھر بیماری کے حملے سے راکھل بستر دراز ہو گیا۔ شری رام کرشن جی اُس کے لئے بے حد فکرِ مند ہوئے۔ اور اُس کی صحت یابی کے لئے اُنہوں نے ماں کالی کی پرستش کا عہد

لیا۔ وہ راکھل کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی: ''یہاں بیٹھے بیٹھے میرے پاؤں کی مالش کرتے ہوئے راکھل پر پہلی بار رُوحانی وجد طاری ہوا۔ کمرے میں بھاگوت (وہ گرنتھ جس میں بھگوان، خُدا کا ذکر ہو) کا عالم مقدّس کتاب کو تفصیل سے سمجھا رہا تھا۔ جیسے جیسے راکھل اُس کے الفاظ غور سے سنتا اُسے بار بار کپکپی سی ہونے لگتی اور پھر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔''

''دوسری بار بلرام بوس کے گھر میں اُس پر وجد طاری ہوا۔ ایسی حالت میں وہ سیدھا بیٹھ نہیں سکتا تھا، وہ فرش پر لیٹ جاتا۔ راکھل اپنے انفرادی خُدا کے دائرے سے تعلق رکھتا تھا۔ اگر کوئی غیر شخصی خُدا کے بارے میں بات کرتا تو وہ وہاں سے اُٹھ کر چلا جاتا۔''

''میں نے عہد لیا ہے کہ اس کے تندرست ہونے پر میں ماں کالی کی پرستش کروں گا۔ تم جانتے ہو اُس نے اپنا گھر اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر مکمل طور سے میری اطاعت قبول کر لی ہے۔ یہ میں ہی تھا جو کبھی کبھی اُسے اپنی بیوی سے ملنے بھیجتا۔ ابھی اُس میں موج مستی کرنے کی تھوڑی سی خواہش باقی تھی۔''

('ایم' سے مخاطب ہوتے ہوئے): ''راکھل نے اُسے لکھا کہ برندابن بہت عالیشان جگہ ہے۔ وہاں مور رقص کرتے پھرتے ہیں۔ اب مور ہی اُسے سمبھالیں۔ اُس نے سچ مچ مُجھے پریشانی میں ڈال دیا ہے۔''

''میں چھوٹی عُمر کے نوجوانوں کا مشتاق کیوں ہوں۔ کیونکہ وہ ابھی کامنی اور کنچن (زن اور زر) کی گرفت سے آزاد ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ دائمی کامل انسانوں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''جب نریندر یہاں پہلی بار آیا تھا تو اُس نے میلے کپڑے پہن رکھے تھے۔ لیکن اُس کی آنکھیں اور چہرہ اُس کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کر رہے تھے۔ اُس وقت اُسے زیادہ گیت نہیں آتے تھے۔ وہ صِرف ایک دو گیت ہی گاتا تھا۔ 'اوہ من۔ چلو ایک بار پھر لوٹ چلیں اپنے گھر کو، اور 'او مالک۔ کیا میرے سارے دن یونہی سراسر بے سود گزر جائیں گے؟

''جب کبھی وہ یہاں آتا میں صرف اُسی سے بات کرنا چاہتا تھا۔ کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا تھا۔ وہ مُجھے کہتا اُن سب سے بات چیت کرو، تب میں دوسروں سے گفتگو کرتا۔''

''میں اُسے دیکھنے کے لئے پاگل ہو جاتا اور جادو ملک کے باغیچے والے گھر میں اُس کے لئے روتا رہتا۔ یہاں بھی میں بھولا ناتھ کا ہاتھ پکڑ کر روتا رہتا۔ بھولا ناتھ کہتا، جناب! صرف ایک کائستھ ذات کے لڑکے کی

خاطر ایسا رویہ اختیار کرنا واجب نہیں۔ ایک دِن ہاتھ جوڑتے ہوئے موٹے برہمن [1] نے کہا، جناب نریندر بہت کم پڑھا لکھا ہے، آپ اُس کے لئے اتنے بے قرار کیوں رہتے ہیں؟''

''کیا تم مُجھے بتا سکتے ہو کہ تم لوگ اور یہ نوجوان بچّے مُجھے ملنے یہاں کیوں آتے ہیں؟: مُجھ میں کوئی بات تو ہوگی ورنہ تم کیوں میری طرف کھنچے چلے آتے ہو؟''

''ایک بار میں ہردے کے گھر سیہوڑ گیا۔ وہاں سے مُجھے سیام بازار لے جایا گیا۔ سات دن اور سات راتیں میں لوگوں کی بھیڑ میں گھرا رہا۔ ایسی کشش! ساری ساری رات ناچ اور گانے کے سوا اور کچھ نہیں۔ دیواروں پر کھڑے لوگ اور یہاں تک کہ درختوں پر بھی لوگ چڑھے ہوئے تھے۔ ایک افواہ پھیل گئی کہ یہاں ایک ایسا آدمی آیا ہوا ہے جو سات بار مر کر زندہ ہوا ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں گرمی کی وجہ سے مُجھے مرگی کا دورہ نہ پڑے ہردے بھیڑ بھاڑ سے مُجھے کھینچ کر دھان کے کھیتوں میں لے گیا۔ چینٹیوں کی قطار جیسی لوگوں کی بھیڑ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے وہاں بھی پہنچ گئی۔ ہردے نے اُنہیں ڈانتے ہوئے کہا،'' آپ لوگ ہمیں اِس قدر پریشان کیوں کر رہے ہیں، کیا تم نے کبھی کیرتن نہیں سُنا؟''

لوگ دور دراز کے دیہاتوں سے اُمڈتے چلے آئے یہاں تک کہ وہ رات بھر وہیں بیٹھے رہے۔ میں نے سیام بازار میں رُوحانی کشش کے معنی سمجھے۔ جب خُدا خود سرزمین پر جنم لیتا ہے (پیغمبر ہو کر آنا) تو وہ اپنی یوگ مایا یعنی رُوحانی طاقت سے لوگوں کو اپنی طرف گرویدہ کرتا ہے۔ لوگ مسحُور ہو جاتے ہیں۔

شری رام کرشن جی مکر جی بھائیوں سے مخاطب ہوئے۔ بڑے بھائی مہندر کا اپنا کاروبار تھا۔ چھوٹا پریہ ناتھ انجینئر تھا۔ اپنے مستُقبل کا تھوڑا انتظام کرنے کے بعد اُس نے نوکری چھوڑ دی۔ مہندر پینتیس چھتیس کی عمُر کا تھا۔ بھائیوں کے دیہات اور کلکتہ دونوں جگہ پر مکان تھے۔

شری رام کرشن جی: ''تم ایسے بیکار مت بیٹھو، کیونکہ تمُہارا رُوحانی شعُور قدرے بیدار ہو چُکا ہے۔ آگے بڑھو، چندن کی لکڑی سے بھرے پڑے جنگلات سے پرے اور بھی زیادہ قیمتی چیزیں، چاندی کی کانیں، سونے کی کانیں وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔''

پریہ (مسکُراتے ہوئے): ''جناب ہماری ٹانگیں زنجیروں سے بندھی پڑی ہیں۔ ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا ہوا اگر ٹانگیں زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں تو۔ ضرُوری چیز تو من ہے۔ بندھن تو من کا ہے اور آزادی بھی من کی۔''

---

1. موٹا برہمن۔ عُرف پران کرشن جو شری رام کرشن جی کا بھگت تھا۔

پریہ: ’’لیکن من میرے اختیار میں نہیں۔‘‘

شری رام کرشن جی: ’’وہ کیسے؟ ایک ابھیاس (مشق) یوگ ہے۔ ابھیاس کے ذریعے یوگ، اُس کو عمل میں لاؤ۔ اور پھر تم پاؤ گے من کو۔ جس طرف تم لے جاؤ گے یہ تمہارے پیچھے پیچھے چلا آئے گا۔‘‘

شام کا دُھندلکا تھا۔ سب نے مندروں میں شام کی پرستش کے وقت بجنے والے سنکھ، مجیرے اور دوسرے سازوں کی آواز سنی۔ شری رام کرشن جی نے بابُورام سے کہا، ’’آؤ ماں کالی کے مندر کی طرف چلیں۔‘‘ وہ اور بابورام مندر کی طرف چلے گئے۔ ’ایم‘ بھی ساتھ تھا۔ ہریش کو ڈیوڑھی میں دیکھ کر شری رام کرشن جی نے کہا، ’’یہ کیا؟ کیا وہ وجد کے عالم میں ہے؟‘‘

صحن سے گزرتے ہوئے شری رام کرشن جی اور عابدین ایک منٹ کے لئے رادھا کرشن مندر کے سامنے پُوجا (پرستش) دیکھنے کے لئے رکے۔ پھر وہ کالی مندر کی طرف چل دیئے۔ ہاتھ باندھ کر شری رام کرشن جی نے ماں کالی سے دُعا کی۔ او ماں! او ماں کالی! او برہم مائی۔

مندر کے سامنے سیمنٹ کے بنے ہوئے چبوترے پر پہنچ کر اُنہوں نے مُجسّمے کو جھک کر آداب کیا۔ آرتی جاری تھی۔ وہ مندر میں داخل ہوئے اور مُجسّمے کو پنکھا کرنے لگے۔

شام کی پرستش ختم ہوئی۔ عابدین نے جھک کر ماں دیوی کو آداب کیا۔ یہ نئے چاند کی چاندنی رات تھی۔ شری رام کرشن جی رُوحانی کیفیت میں تھے۔ آہستہ آہستہ ان کا مِزاج گہری مستی کے عالم میں ڈوبتا چلا گیا۔ بابُورام کا ہاتھ تھامے ایک شرابی کی طرح لڑکھڑاتے وہ واپس اپنے کمرے میں چلے گئے۔

مغربی ڈیوڑھی میں لیمپ جلا دیا گیا۔ شری رام کرشن جی چند منٹوں کے لئے وہیں بیٹھ گئے اور ہری اوم، ہری اوم اور دوسرے تنتر کے عارفانہ اِلفاظ کا گُن گان کرنے لگے۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں لوٹ آئے اور مشرق کی طرف مُنہ کئے چھوٹے تخت پوش پر بیٹھ گئے۔ وہ اب بھی مکمل طور پر رُوحانی ولولے میں مستغرق تھے۔ اُنہوں نے ماں کالی سے کہا، ’’ماں! پہلے مجھے کہنے دو، اور پھر تم عمل کرو۔ اوہ بیہودگی ہے یہ تو۔ بات کے معنی کیا ہیں؟ یہ کچھ نہیں سوائے ایک علامت کے۔ ایک آدمی کہتا ہے میں کھاؤں گا۔ دوسرا کہتا ہے، نہیں میں اس کے بارے میں سنوں گا بھی نہیں۔ ہاں تو فرض کرو میں نے کہا کہ میں کھاؤں گا نہیں، کیا مجھے بھوک نہیں لگے گی؟ کیا ہمیشہ ایسا ہی ممکن ہے کہ تم اُونچی آواز میں کہی گئی دُعا ہی سنو گی اور ہماری گہری اندرُونی تڑپ کو نہیں سمجھو گی؟ تم جو ہو، سو ہو۔ تو پھر بولوں ہی کیوں؟ میں دُعا کیوں کروں؟ تم جیسے کراتی ہو میں ویسے کرتا ہوں۔ یہ گڑبڑ کیا ہے؟ تُم مجھے کیوں بحث اور دلائل کی طرف لے جاتی ہو؟‘‘

جس طرح شری رام کرشن جی خدا سے باتیں کر رہے تھے۔ عابدین اُن کی باتیں سن کر دنگ رہ گئے۔ شری رام کرشن جی کی نظر اُن سب پر پڑی۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے): ''خدا کو پانے کے لئے ہمارے پاس اچھے رُجحانات کی وراثت ضرور ہونی چاہیے۔ ہمیں اس جنم یا پچھلے جنم میں کوئی تپ ضُرور کیا ہونا چاہیے۔''

ہاذرا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ پچھلے دو سالوں سے شری رام کرشن جی کے ساتھ باغیچے والے مندر میں رہائش پذیر تھا۔ وہ پہلے پہل 1880ء میں شری رام کرشن جی کے بھتیجے ہردے کے گھر سیہوڑ میں اُنہیں مِلا تھا۔ ہاذرا کا آبائی گاؤں سیہوڑ کے نزدیک تھا۔ اُس کی وہاں کچھ جائیداد بھی تھی۔ اُس کے بیوی بچّے تھے، سر پر کچھ قرض بھی تھا۔ جوانی سے ہی وہ قطع تعلق کی فطرت والا تھا۔ اور پاک باز انسانوں و عابدین کی صحبت کی تلاش میں رہتا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اُسے اپنے ساتھ دکھنیشور میں رہنے اور اُس کی ضرُورتوں کو پورا کرنے کے لئے کہا۔ ہاذرا کا من بے ترتیب دھارمک (مذہبی) مزاج کا تھا۔ وہ علم وفضل کی راہ کو تسلیم کرتا مگر شری رام کرشن جی کے عبادت والے رُجحان اور نوجوان عابدین کے لئے اُن کی تڑپ کو ناپسند کرتا تھا۔ کبھی کبھی شری رام کرشن جی کو روحِ عظیم تصوّر کرتا لیکن پھر اُنہیں معمولی انسان کہہ کر تذلیل کرتا۔ وہ ہر وقت تسبیح پڑھتا۔ وہ راکھل اور دوسرے نوجوانوں کو اس مشق سے بے رُخی کے لئے نکتہ چینی کرتا۔ وہ مذہبی رِیتی رواجوں اور اُن کے قواعد کے طور طریقوں کا زبردست حامی تھا اور وہ ان کا دیوانہ بن گیا تھا۔

جونہی ہاذرا اندر آیا۔ شری رام کرشن جی کا تسلسل ٹوٹ گیا اور اُنہوں نے اُسی حالت میں بات چیت شروع کر دی۔

شری رام کرشن جی (ہاذرا سے): ''جو تم کر رہے ہو، اصُولاً ٹھیک ہے مگر اس کا طرزِ عمل ٹھیک نہیں۔ کسی بھی اِنسان میں عیب مت ڈھونڈو، کسی کیڑے مکوڑے میں بھی نہیں۔ جیسے تم خدا سے عبادت کے لئے دُعاء کرتے ہو، اسی طرح دُعا کرو کہ تم دوسروں میں نقص نہ نکالو۔''

ہاذرا: ''کیا خدا ہماری عبادت کی دُعا سنتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''یقیناً! میں تمہیں اس بات کا سو بار یقین دلاتا ہوں۔ لیکن تمہاری دُعا حقیقی اور سنجیدہ ہونی چاہیے۔ دُنیادار اپنی بیوی بچّوں کے لئے جتنا روتے ہیں کیا وہ خدا کے لئے بھی کبھی روئے ہیں؟ کسی آدمی کی بیوی بیمار ہو گئی۔ اُس نے سوچا وہ تندرست نہ ہو پائے گی، اُس کو کپکپی ہونے لگی اور چکّر آنے لگے۔ خدا کے بارے میں اس قدر کون سوچتا ہے؟''

ہاذرا شری رام کرشن جی کے قدموں کی دُھول لینے والا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''ارے یہ کیا ہے؟''

ہاذرا: ''میں اُس شفیق (مہربان) کے قدموں کی دُھول کیوں نہ لوں جس نے مجھے اپنے پاس رکھا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''خُدا کو راضی کرو، باقی سب راضی ہو جائیں گے۔ اگر وہ خوش ہے تو دُنیا خوش ہے۔''

(ہاذرا سے مخاطب) ''ایک کامل رُوح انسان علم و فضل حاصل کرنے کے بعد بھی عبادت کی مشق کرتا رہتا ہے۔ اور رسومات پر عمل کرتا ہے، تاکہ وہ دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کر سکے۔ میں کالی مندر میں جاتا ہوں اور اپنے کمرے میں لگی مُقدّس تصویروں کو جھُک کر سلام دُعا کرتا ہوں۔ اسی لئے دوسرے بھی ایسا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس قسم کی رسُومات کے عادی ہو جانے کے بعد اگر کوئی ایسا نہ کر پائے تو وہ بڑا اضطراب محسُوس کرتا ہے۔''

''اگر یہاں ایک قسم کا گیان ہے تو یہاں دوسری قسم کے گیان بھی ہیں۔ صرف شاستروں کے مطالعہ سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ شاستر تو جیسے ریت اور چینی کی ملاوٹ ہیں۔ ریت سے چینی الگ کرنا بہت ہی مُشکل کام ہے۔ اس لئے آدمی کو کسی اُستاد یا کسی فقیر سے شاستروں کے اصل (ماہیت، جوہر) کو سمجھنا چاہیے پھر اُس کے بعد کتابوں کی کیا ضرورت ہے۔''

(عابدین سے) ''سب معلُومات اکٹھی کر لو اور پھر اُس میں غوطہ لگاؤ۔ فرض کرو کہ جھیل میں کسی جگہ پر ایک برتن گر گیا ہے۔ وہ جگہ ڈھونڈو اور وہاں پر غوطہ لگاؤ۔''

''ہمیں مُرشد سے شاستروں کے جوہر سیکھنے چاہیے اور پھر ریاضت کرنی چاہیے۔ اگر کوئی ٹھیک طریقے سے رُوحانی ربط و ضبط کی پیروی کرتا ہے تو وہ براہِ راست خُدا کا دیدار کر لیتا ہے۔ ربط و ضبط کی صحیح پیروی ہی غوطہ لگانا ہے۔ صرف شاستروں کی بات کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آہ! کتنے بے وقوف! وہ راستے کی معلُومات کے بارے میں باتیں کرتے کرتے مر کھپ جائیں گے مگر کبھی غوطہ نہیں لگائیں گے۔ کتنی افسوس کی بات ہے؟''

''خُدا نے مُجھ سے بہت سی قسم کی ریاضتیں کروائیں۔ پہلے شاستروں کے مُطابق اور پھر تنتر کے مُطابق، میں نے وید کے مُطابق بھی ریاضت کی ہے۔ پہلے میں پنچوٹی میں ریاضت کرتا تھا میں نے تُلسی کے پودوں کا ایک جھنڈ بنایا اور اُس کے اندر بیٹھ کر میں محوِ خیال ہو جاتا۔ کبھی کبھی میں تڑپتے ہوئے دِل سے چلّا اُٹھتا۔ ماں! ماں! یا پھر رام! رام!''

''میں نے تنتر کی سادھنا (عبادت) بل کے پیڑ کے نیچے کی تھی۔ اُس وقت مُجھے تُلسی کے مُقدّس پودے

اور کسی دوسرے پودے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھی میں کُتّے پر چڑھ کر اُسے پُوریاں کھِلاتا اور اُس کی جھوٹی پُوریاں خود کھا لیتا۔ میں نے محسوس کیا کہ ساری دُنیا خُدا سے ہی بھری پڑی ہے۔''

''ویدمت (ویددھرم، ویدپنتھ) کی ریاضت کرتے وقت میں نے سنیاس لیا۔ اُس وقت چاندنی[1] میں پڑا رہتا تھا اور ہردے سے کہتا۔ میں نے سنیاس لیا ہے، میں یہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔''

''میں نے ماں کالی سے عہد کیا تھا کہ اگر مجھے خُدا کا دیدار نہ ہوا تو میں اپنے آپ کو ختم کرلوں گا۔ میں نے اُس سے کہا، 'او ماں میں تو پاگل ہوں۔ ویدوں، پرانوں، تنتروں اور باقی شاستروں میں جو کچھ بھی لکھا ہے، برائے مہربانی مُجھے وہ سکھلا دو۔ ماں نے مُجھ سے کہا، ویدوں کی ماہیت (جوہر۔اصل) یہ ہے کہ صرف برہم (خالقِ کائنات) ہی حقیقت ہے۔ اور یہ دُنیا محض وہم وفریب۔ گیتا کی ماہیت ہے کہ دس بار گیتا لفظ دہرانے سے جو حاصل ہوتا ہے، یہ اُلٹ ہو کر تاگی بن جاتا ہے جس کا مطلب ہے تیاگ یعنی دستبرداری۔''

''خُدا کا دیدار حاصل ہونے کے بعد وید، ویدانت، پران اور تنتر سب اُتنے نیچے پڑے رہتے ہیں کہ کچھ کہنا ہی نہیں۔'' (ہاذرا سے) ''میں اوم کی آواز بھی مُنھ سے نہیں نکال سکتا ایسا کیوں ہے۔ میں جب تک سمادھی سے بہت نیچے نہیں آجاتا میں اوم کی آواز نہیں نکال سکتا۔''

''خُدا کے براہِ راست دیدار کے بعد مُجھے وہ سب مُشاہدے ہوئے جو شاستروں کے مُطابق ہونے چاہیے۔ میں ایک بچّے کی طرح، ایک پاگل، ایک غولِ بیابانی کی طرح ایک بے حس جامد کی طرح برتاؤ کرتا تھا۔ شاستروں میں جن کا ذکر کیا گیا ہے، میں نے وہ تصوّرات بھی دیکھے۔ کبھی دیکھتا تھا ساری دُنیا جلتا ہوا انگار ہے۔ کبھی دیکھتا تھا چاروں طرف پارے جیسی جھیل جھلمل جھلمل کر رہی ہے۔ اور کبھی دیکھتا کہ دُنیا پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہے، کبھی دیکھتا کہ روغن موم بتیوں سے ہر جگہ اُجالا ہو رہا ہے۔ اس طرح تم دیکھو گے کہ میرے تجربات شاستروں سے ملتے جلتے ہیں۔''

''مجھ پر یہ بھی انکشاف ہوا کہ خُدا بذاتِ خود کائنات اور اس میں رہنے والے سب زندہ جاوید جیو جنتو اور چوبیس تتو (کائناتی بنیادی حقیقتیں) بن گیا ہے۔ یہ فعل ہے اِرتقا کا اور سب کچھ سمٹ جانے کا[2]۔ چھت پر چڑھ

1. چاندنی: دکھنیشور مندر میں ایک کھُلی بارہ دری ہے جس کی سیڑھیاں نیچے گنگا کی طرف اُترتی ہیں۔ قدیم ہندو مذہب کی ریتی رواج کے مُطابق ایک سنیاسی (فقیر، درویش) کو گھر میں رہنے کی اِجازت نہیں تھی۔

2. ایسا کہا جاتا ہے کہ تخلیق کرتے وقت خُدا خود ہی کائنات اور اُس میں پائی جانے والی الگ الگ صُورتیں اختیار کر لیتا ہے اور پھر قیامت کے وقت یہ سب کچھ خُدا میں ہی سمٹ جاتا ہے۔

کر پھر سیڑھیوں سے نیچے اُترنا۔"

"اوہ ماں! تُمہیں اِس وقت مُجھے کس حالت میں رکھا تھا۔ ایک تجربہ ابھی ختم ہی ہوتا کہ دوسرا آ دھمکتا۔"

"میں ریاضت کرتے وقت بھی ماں کو دیکھتا اور اندر کی طرف رُخ کرکے جب میں سمادھی میں ہوتا تب بھی اُس کو دیکھتا۔ اور جب باہری دُنیا میں آتا تو بھی اُسی کو دیکھتا۔ جب آئینے کی اس طرف دیکھتا تو وہ ہی اور آئینے کی اُس طرف دیکھتا تو بھی وہ ہی ماں دیکھتا۔"

عابدین نے شری رام کرشن جی کی ان باتوں کو بڑے غور سے سُنا۔

مکر جی بھائیوں نے شری رام کرشن جی کو آداب عرض کیا۔ اُن کی گاڑی کمرے کے شمالی جانب والے برآمدے کے پاس کھڑی تھی۔ شری رام کرشن جی شمال کی طرف مُنہ کئے کھڑے رہے۔ ان کی بائیں طرف گنگا سامنے نہایت، باغ اور کوٹھی تھی اور دائیں طرف گیٹ تک جاتی ہوئی سڑک، رات اندھیری تھی۔ ایک عابد مہمانوں کو راستہ دکھانے کی خاطر ایک لالٹین لے آیا تھا۔ ایک ایک کرکے سب بھگتوں (عابدین) نے شری رام کرشن جی کو بندگی کی اور اُن کے قدموں کی دُھول لے کر اپنے ماتھے پر لگائی۔ گھوڑوں کے لئے گاڑی کا بوجھ زیادہ بھاری دکھائی پڑتا تھا۔ شری رام کرشن جی نے کہا، "کیا گاڑی میں کچھ زیادہ لوگ نہیں۔"

جیسے ہی گاڑی دور چلی گئی عابدین نے مڑ کر شری رام کرشن جی کا رحم اور محبت سے بھرا شگفتہ چہرہ دیکھا۔

شکروار 26 ستمبر 1884ء

شری رام کرشن جی کلکتہ میں تشریف لائے تھے۔ یہ دُرگا پُوجا ہندوؤں کا عظیم تہوار کا پہلا دن تھا اور بڑے بڑے شہروں کے ہندو اِسے دھوم دھام سے منا رہے تھے۔ مہاراج ادھر کے گھر مجسّمے کے دیدار کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہ برہموسماج کے بھگت شِوناتھ سے بھی ملنا چاہتے تھے۔

قریب قریب دوپہر کا وقت تھا۔ ہاتھ میں چھاتا لئے 'ایم' برہموسماج کے مندر کے سامنے چہل قدمی کر رہا تھا۔ دو گھنٹے گذر چکے تھے اور ابھی تک شری رام کرشن جی نظر نہیں آئے۔ 'ایم' کبھی کبھی ڈاکٹر مہلناوِش کے دواخانے کی سیڑھیوں پر بیٹھ جاتا اور پُوجا کا جشن مناتے بچّوں اور بوڑھے لوگوں کے ہنسی مذاق کو مزے سے دیکھتا۔

تین بجنے کے تھوڑی دیر بعد شری رام کرشن جی کی گاڑی آ کھڑی ہوئی، جیسے ہی اُنہوں نے گاڑی سے باہر قدم رکھا اُنہوں نے ہاتھ جوڑ کر برہموسماج کے مندر کو پرنام کیا۔ ہاذرا اور کچھ دوسرے عابد بھی اُن کے ساتھ تھے۔ 'ایم' نے جُھک کر شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کی اور اُن کے قدموں کی دُھول لی۔ شری رام کرشن جی نے

اُسے بتایا کہ وہ شوناتھ کے گھر جا رہے ہیں۔ چند منٹوں بعد کچھ برہمو سماج کے اراکین بھی وہاں پہنچ گئے۔ شری رام کرشن جی اُنہیں اپنے ساتھ لے کر شوناتھ کے گھر چل دیئے۔ لیکن شوناتھ گھر پر نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد گوسوامی مہلناوِش اور چند دوسرے برہمو سماج رہنماؤں نے آ کر شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کی اور اُنہیں برہمو مندر کے اندر لے گئے۔

شری رام کرشن جی خوشی کے عالم میں تھے۔ اُنہیں ریاضت والی گدی کے پاس بٹھا دیا گیا۔ برہمو عابدین نے وہاں عبادت کے گیت گائے۔ وِجے اور برہمو عابد سری رام کرشن جی کے سامنے بیٹھ گئے۔

شری رام کرشن جی (مُسکرا کر وِجے سے): ''میں نے سُنا ہے کہ تم نے یہاں سائن بورڈ لگا رکھا ہے کہ دوسرے عقیدے والے لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ نریندر نے بھی مجھے بتایا تھا کہ آپ کو برہمو سماج میں نہیں جانا چاہیے۔ اُس کی بجائے شوناتھ کے گھر جانا بہتر ہوگا۔''

''لیکن میرا کہنا یوں ہے کہ ہم سب اُسی ایک خُدا کی بندگی کرتے ہیں۔ حسد اور بدباطنی کی ضرورت نہیں کچھ لوگوں کا ماننا ہے خُدا 'نراکار' ہے۔ (بغیر شکل وصورت والا) اور کچھ کا کہنا ہے کہ وہ 'ساکار' (شکل وصورت والا) ہے۔ اگر کوئی ساکار خُدا پر یقین رکھتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اُسے ساکار کی عبادت کرنے دو، اور اگر کوئی نراکار پر یقین کرتا ہے تو اُسے نراکار خُدا کی عبادت کرنے دو۔ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اپنی ہی بات پر اَڑے رہنا اچھا نہیں۔ یہ محسوس کرنا کہ صرف میرا مذہب ہی صداقت پر مبنی ہے اور باقی مذاہب جھوٹے ہیں یہ بات اچھی نہیں۔ صحیح رویّہ یہ ہے کہ میرا مذہب مناسب ہے لیکن مُجھے یہ معلوم نہیں کہ دوسرے مذاہب ٹھیک ہیں یا غلط۔ سچے ہیں جھوٹے ہیں میں نہیں جانتا۔ اس لئے میں کہتا ہُوں کہ جب تک خُدا کا دیدار نہ ہو جائے اُس کی اصلی فِطرت کو ہم جان نہیں سکتے۔ کبیر کہا کرتے تھے کہ ساکار خُدا میری ماں ہے اور نراکار خُدا میرا باپ ہے۔ میں کس کی عیب جوئی کرُوں۔ میں کس کی تعریف کروں؟ ترازو کے دونوں پلڑے یکساں وزن کے ہیں۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ حقیقت کیا ہے؟ خُدا نے الگ الگ مذاہب، الگ الگ آرزومندوں، وقت اور ممالک کی سہولت کے مطابق بنائے ہیں۔ جتنے زیادہ عقائد اُتنے ہی زیادہ راستے لیکن راستہ کسی بھی صُورت میں بذاتِ خوُد خُدا نہیں ہوتا۔ دراصل کوئی بھی تہہ دِل سے بندگی کے کسی راستہ کو اختیار کر لے تو وہ خُدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ بالفرض کسی نے ایسا مذہب اختیار کیا ہو جس میں غلطیاں ہیں اور وہ مخلص اور سنجیدہ ہے تو خُدا خوُد اُن غلطیوں کو درست کرے گا۔ فرض کرو ایک آدمی پُرخلوص آرزو کے ساتھ جگن ناتھ پُری کے درشن کے لئے گھر سے نِکلا ہے اور غلطی سے جنوب کی بجائے شمال کی طرف چل پڑا ہے تب یقیناً ہی کوئی راہگیر

اُسے بتادے گا۔ بھلے آدمی اُس راستہ پر مت جاؤ، جنوب کی طرف جاؤ اور وہ آدمی دیر سویر جگن ناتھ پُری پہنچ جائے گا۔"

"اگر کسی دوسرے مذہب میں غلطیاں ہیں، تو ہمیں اُس سے کوئی واسطہ نہیں، خدا جو اِس دُنیا کا مالک ہے اس کی نگہداشت کرے گا۔ ہمارا کام ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے جگن ناتھ پُری تک پہنچ جائیں۔" (برہمو عابد سے) "تمہارا نظریہ دراصل اچھا ہے۔ تم خدا کو بِنا صورت والا بیان کرتے ہو۔ وہ عُمدہ ہے۔ آدمی برف سے ڈھکے کیک کو سیدھا یا ایک سرے سے کھائے کیک ہر حال میں میٹھا لگے گا۔"

"ویدوں میں خدا کو نِراکار اور ساکار (بِنا شکل وصوُرت والا اور شکل وصوُرت والا) بتایا گیا ہے۔ تم اُسے صرف نِراکار (بِنا شکل وصوُرت والا) بتاتے ہو۔ یہ ایک طرفہ بات ہے۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔ اگر تم اُس کا ایک پہلو جانتے ہو تو تم اُس کا دوسرا پہلو بھی جاننے کے قابل بن جاؤ گے۔ خدا خوداُپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتادے گا۔"

وِجے اب بھی سادھارن برہمو سماج کے ساتھ وابستہ تھا۔ وہ اُس تنظیم کا تنخواہ دار واعظ تھا۔ لیکن وہ اُس کے قواعد اور اُصولوں کی تعمیل نہ کر سکا۔ وہ خدا کا ساکار روپ ماننے والوں کے ساتھ گھل مل جاتا اِس وجہ سے برہمو حکام اور وِجے کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں۔ بہت سے برہمو اُس کے طرزِ عمل پر اعتراض کرتے۔ شری رام کرشن جی نے اچانک وِجے کی طرف دیکھا اور اُس کے ساتھ بات چیت کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی (وِجے سے مسکراتے ہوئے): "میں جانتا ہوں کہ تمہارا خدا کو ساکار ماننے والوں سے ملنا جلنا اُن لوگوں کو ناگوار گزرتا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے۔ خدا کے عابد کو اتنی سُوجھ بُوجھ ہونی چاہیے کہ وہ کسی بھی حالت میں ڈگمگائے نہیں۔ اُس کو لوہار کی اہرن کی طرح ہونا چاہیے۔ اِس اہرن کو لگاتار ہتھوڑے سے پیٹا جارہا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہوسکتا ہے برے لوگ تمہیں گالیاں دیں اور تمہیں بُرا بھلا کہیں لیکن اگر تم خدا کے پُر خلوص آرزومند ہو تو تمہیں وہ سب برداشت کرنا ہوگا۔ کیا شیطان لوگوں میں رہ کر خدا کو یاد کرنا ممکن نہیں؟ ذرا پُرانے وقتوں کے رِشیوں (درویشوں) کے بارے میں سوچو تو۔ وہ چاروں طرف سے شیروں، ریچھوں اور دوسرے خونخوار جانوروں کے درمیان رہتے ہوئے جنگلوں میں جاکر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ شیطان لوگوں کی فِطرت شیروں اور ریچھوں کی سی ہے۔ وہ تمہیں چوٹ پہنچانے کے لئے تمہارا پیچھا کریں گے۔"

"اِنسان کو ان چند چیزوں کے بارے میں محتاط رہنا چاہیے۔ سب سے پہلے ایک بارسوخ آدمی جس کے پاس دولت اور نگرانی میں بہت سے لوگ ہیں اُس سے بات چیت کرتے وقت محتاط رہیں۔ وہ جو کہتا ہے شاید

تمہیں اُس کی حامی بھرنا پڑے گی۔ اگر وہ چاہے تو وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دوسرا، ایک کتے سے ہوشیار رہنا چاہیے جب وہ تمہارا پیچھا کرتا ہے اور بھونکتا ہے تو تمہیں چپ چاپ کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اُسے آہستہ آہستہ پچکارتے ہوئے اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہیے۔ تیسرا اگر ایک بیل اپنے سینگ نیچے کئے ہوئے تمہارے پیچھے بھاگتا ہے تو اُسے بھی پچکارتے ہوئے دلاسہ دینا چاہیے۔ چوتھا ایک شرابی، اگر آپ اُس کو غصہ دلاؤ گے تو وہ تمہارے خاندان کے چودہ طبقوں کا نام لے کر تمہیں گالیاں نکالے گا۔ تم اُسے ہیلو انکل کہہ کر اُس کا حال چال پوچھو۔ پھر وہ خوش ہو کر تمہارے پاس بیٹھ کر تمبا کو پینے لگے گا۔''

''شیطان آدمی کے روبرو میں ہوشیار ہو جاتا ہوں۔ کچھ لوگوں کی فطرت ایک ناگ کی طرح ہوتی ہے۔ وہ تمہیں آگاہ کئے بغیر کاٹ دیں گے۔ اُن کے ڈسنے سے بچنے کیلئے آپ کو بہت ہوشیار رہنا ہوگا۔ نہیں تو آپ کا غصہ اِس قدر بھڑک اُٹھے گا کہ آپ بدلے میں اُسے چوٹ پہنچانا چاہیں گے۔ کسی پاک باز انسان سے کبھی کبھار رفاقت کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے آدمی سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔''

وِجے: ''جناب! میرے پاس وقت نہیں، میں یہاں اپنی ذمہ داریوں میں اُلجھا ہوا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''تم دینی اُستاد ہو، دوسرے لوگوں کو چھٹیاں ہیں لیکن ایک دینی اُستاد کو نہیں۔ جب منیجر ایک جاگیر کے کسی خطّے کا نظم و نسق ٹھیک کرتا ہے تو زمیندار اُسے دوسرے خطّے کی طرف بھیج دیتا ہے، اس طرح تمہیں بھی کوئی فرصت نہیں۔'' (سب ہنس دیئے)

وِجے (دونوں ہاتھ جوڑ کر): ''برائے مہربانی مجھے دُعا دیجئے۔''

شری رام کرشن جی: ''اب تم ایک جاہل آدمی کی طرح بات کر رہے ہو۔ صرف خدا ہی دُعائیں دے سکتا ہے۔''

وجے: ''جناب برائے مہربانی ہمیں کچھ ہدایات دیں۔''

شری رام کرشن جی: ''اگر آدمی پُر خلوص ہے تو وہ اس دُنیا میں ہی خدا کو حاصل کر سکتا ہے۔ 'میں' اور 'میرا' جہالت ہے۔ لیکن او خدا، 'تم' اور 'تمہارا' یہی سچا گیان ہے۔''

''میں لوگوں کو ذہنی طور پر دستبرداری کے لئے کہتا ہوں۔ میں اُنہیں دُنیا چھوڑنے کے لئے نہیں کہتا۔ اگر کوئی آدمی دُنیا میں بے لوث طریقے سے رہتا ہے اور پُر خلوص طریقے سے خدا کی طلب کرتا ہے تو وہ اُسے حاصل کر لے گا۔''

وِجے: ''ایک وقت تھا جب میں بھی آنکھیں موند[1] کر خدا کی بندگی کرتا۔ تب میں اپنے آپ سے کہتا،

---

1. اِشاروں کنایوں میں برہمو طریقہ سے خدا کی ریاضت کا ذِکر۔



کیشب چندر سین کے گھر شری رام کرشن سمادھی میں

دکھنیشور میں شری رام کرشن کی آرام گاہ

پنچوٹی۔ شری رام کرشن کی عبادت گاہ

کمارپُکر میں شری رام کرشن کا آبائی گھر

دکھنیشور میں ماں کالی کا مندر

شری رام کرشن مندر بیلور مٹھ

شری رام کرشن مندر کمارپکر

کیا خُدا صِرف اُسی وقت موجود ہوتا ہے جب میں اپنی آنکھیں بند کر کے اُس کا دھیان کرتا ہُوں؟" اور کیا وہ اُس وقت موجود نہیں ہوتا جب میں اپنے اِرد گرد کُھلی آنکھوں سے دیکھتا ہُوں؟ اور جب میں کُھلی آنکھوں سے اپنے اِرد گرد دیکھتا ہُوں تو پاتا ہُوں کہ خُدا سب جگہ موجود ہے۔ وہ سب میں رچی بسی رُوح ہے۔ اِنسان، جانور اور دوسری زندہ جاوید چیزوں میں جیسے درخت اور پودے، سُورج، چاند، زمین اور پانی وغیرہ سب میں وہی خُدا ہے۔"

شری رام کرشن جی رُخصت ہونے والے تھے۔ برہمو بھگتوں نے اُنہیں جھک کر آداب کیا۔ اور اُنہوں نے بھی سب کو دُعا سلام کہی۔ پھر وہ گاڑی میں بیٹھ کر اُدھر کے گھر ماں کالی کے مُجسّمے کے دیدار کے لئے نکل پڑے۔

سنیچر وار، 11/اکتوبر 1884ء

شری رام کرشن جی دکھنیشور باغیچہ مندر میں اپنے کمرے میں چھوٹے تخت پوش پر لیٹے ہوئے تھے۔ تیسرے پہر کے قریب دو بجے کا وقت تھا۔ 'ایم' اور پریہ مکر جی فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ 'ایم' اپنے اسکول کو ایک بجے خیر باد کہہ کر ابھی دکھنیشور پہنچا تھا۔

شری رام کرشن جی نے عابدین کو نفسانی خواہشات اور حرِص کے خطروں سے آگاہ کیا۔

جن لوگوں میں جوانی سے ہی دستبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ جو لڑکپن سے ہی خُدا کی آرزو لئے پھرتے ہیں۔ جو تمام دُنیاوی زندگی سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں، وہ الگ ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بے داغ اُونچے طبقے کے نمایاں افراد ہیں۔ لوگ جو شروع جوانی سے ہی دستبرداری کو عمل میں لاتے ہیں وہ اُونچی سطح سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا معیار بہت اُونچا ہوتا ہے، وہ بے داغ ہوتے ہیں۔"

"سنتھی میں رہنے والا ایک براہمن کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے شری رام کرشن جی کو آداب کیا۔ اُس نے بنارس میں ویدانت کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ خاصا موٹا اور مسکراتے ہوئے چہرے والا شخص تھا۔

شری رام کرشن جی: "ہیلو؟ کیسا مزاج ہے تُمہارا؟ تم کافی عرصے سے یہاں نہیں آئے ایسا کیوں؟"

پنڈت (مسکراتے ہوئے): "دُنیاوی ذمہ داریاں، جناب آپ جانتے ہیں کہ مُجھے بہت کم فرصت ملتی ہے۔"

پنڈت نیچے بیٹھ گیا اور شری رام کرشن جی اُس سے باتیں کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی: "تُم لمبے عرصے تک بنارس میں رہے ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ تُم نے وہاں کیا دیکھا؟ کچھ

دیانند کے بارے میں بتاؤ۔"

پنڈت: "ہاں میں اُن سے ملا تھا۔ آپ بھی اُن سے مِل چکے ہیں۔ میں کرنل آلکاٹ کو بھی مِلا تھا۔ تھیوسوفسٹ لوگ مہاتماؤں (فقیروں) کی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ قمری، شمسی، نجمی، آسمانی خِطّوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ایک تھیوسوفسِٹ اپنے نجمی جسم سے ان سب خِطوں میں جاسکتا ہے۔ الکاٹ نے ایسی بہت سی چیزیں بتائیں۔ اچھا تو آپ بتائیں کہ تھیوسافی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

سری رام کرشن جی: "عبادت ہی ایک ضَروری چیز ہے، خُدا کی محبت بھری بندگی، کیا تھیوسوفسِٹ عبادت کے آرزُومند ہیں؟ اگر ایسا ہے تو وہ بھلے اِنسان ہیں۔ اگر اُن کا مقصدِ زندگی خُدا کو حاصل کرنا ہے تب یہ ٹھیک ہے۔ اگر اِنسان مہاتماؤں، قمری، شمسی، نجمی خِطوں کے سِلسلے میں مصرُوف رہتا ہے تو وہ خُدا کی آرزُو نہیں کرسکتا۔ ہمیں رُوحانی ربط وضبط پر چلتے خُدا کو تڑپتے دِل سے اُس کے قدموں سے محبّت کے لئے دُعا کرنی چاہیے۔ ہمیں دُنیاوی چیزوں سے من ہٹا کر خُدا کی طرف لگانا چاہیے۔"

"تم بے شک شاستروں کی بات کرو۔ فلسفہ کے بارے میں کہو یا ویدانت کے بارے میں لیکن تُمھیں ان سب میں خُدا نہیں ملے گا۔ جب تک تُمھاری رُوح اُسے پانے کے لئے بیقرار نہیں ہو جاتی تم اُسے حاصل نہیں کرسکتے۔ ہمیں شدید رُوحانی ربط وضبط کی ضَرُورت ہے کیا کوئی یکا یک بغیر کسی تیاری کے خُدا کا دیدار کرسکتا ہے؟

"ایک آدمی نے مُجھ سے پُوچھا، میں خُدا کو کیوں نہیں دیکھ پا رہا ہُوں؟ جیسے ہی میرے من میں خیال آیا میں نے اُس سے کہا، تم ایک بڑی مچھلی پکڑنا چاہتے ہو، پہلے اُس کے لئے اِنتظام کرو۔ پانی میں مسالے دار چارہ ڈالو۔ مچھلی پکڑنے کے کانٹے سے لیس ایک ڈنڈا لو، چارے کی خُوشبو سے مچھلی گہرے پانی میں آئے گی۔ پانی کی ہلچل سے تم جان جاؤ گے کہ ایک بڑی مچھلی پھنس گئی ہے۔"

"تم مکھن کھانا چاہتے ہو لیکن صرف یہ دہرانے سے کہ دُودھ میں مکھن ہے تم کیا حاصل کرو گے؟ تُمھیں اس کے لئے کڑی محنت کرنی ہوگی، تبھی تم دُودھ سے مکھن الگ کر پاؤ گے۔ کیا کِسی کے محض یہ دہرانے سے کہ خُدا کا وجُود ہے خُدا کو دیکھا جاسکتا ہے؟ ہمیں ریاضت کی ضرُورت ہے۔"

(پنڈت سے مخاطب) "کبھی کبھار پاک باز لوگوں کی صحبت میں رہنا چاہیے۔ دُنیاداری کا روگ اِنسان میں دائمی مرض اختیار کر گیا ہے۔ پاکدامن محبّت بہت حد تک اس مرض کو کم کردیتی ہے۔ 'میں' اور 'میرا' جہالت ہے۔ سچے گیان سے اِنسان محسوس کرتا ہے اے خُداوند تم اکیلے ہی کارساز ہو۔ تم اور صرف تم ہی میرے اپنے ہو۔ یہ گھر، مکان، یہ عمارتیں، پریوار، رِشتے دار، دوست یہ ساری دُنیا ان سب کے ایک تم ہی مالک ہو۔ یہ سب

کچھ تمہارا ہے، لیکن جہالت سے ہم سوچتے ہیں 'میں' ہی ہر فعل کا کرتا ہوں۔ مکان، عمارتیں، پریوار، بچے، دوست اور جائیداد یہ سب میرے ہیں۔"

"ایک دفعہ ایک اُستاد یہ سب باتیں اپنے ایک شاگرد کو بتا رہا تھا۔ اُس نے کہا، واحد خدا کے علاوہ دوسرا کوئی تمہارا نہیں۔ شاگرد نے کہا، لیکن محترم جناب! میری ماں، میری بیوی اور میرے دوسرے رشتہ دار میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ میری غیر حاضری میں اُنہیں اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ اُنہیں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ وہ مُجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ اُستاد نے کہا، تم یہاں مغالطے میں ہو۔ میں یہ بات ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ تمہارا یہاں اپنا کوئی بھی نہیں۔ یہ گولیاں اپنے پاس رکھ لو۔ گھر جانے پر اِن کو نگل کر بستر پر لیٹ جانا۔ لوگ سمجھیں گے تم مر گئے ہو، لیکن تمہیں باہری دُنیا کی پوری خبر رہے گی اور تم سب کچھ دیکھ، سُن سکو گے۔ میں تمہارے گھر آؤں گا۔"

شاگرد نے بات مان لی۔ اُس نے گولیاں نگل لیں اور بے ہوش ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ اُس کی ماں، بیوی اور دوسرے رشتے داروں نے چلّانا شروع کر دیا۔ ٹھیک اُسی وقت طبیب کے بھیس میں اُستاد وہاں آپہنچا اور اُس نے اُن کے دُکھ کا سبب پُوچھا۔ جب اُنہوں نے ساری بات اُسے بتائی تو اُس نے کہا، اچھا تو اس کے لئے ایک دوا ہے یہ پھر سے زندہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک بات بتا دوں کہ یہ دوائی پہلے اِس کے کسی رشتہ دار کو کھانی ہوگی اور پھر اس کو دوا دی جائے گی۔ لیکن جو رشتے دار اسے پہلے کھائے گا وہ مر جائے گا۔ اور یہاں تو میں اس کی ماں، بیوی اور دوسرے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ یقیناً تم میں سے کوئی ایک رضا کارانہ طور سے دوائی لینے کو تیار ہوگا۔ تب یہ نوجوان دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔

شاگرد نے یہ سب سُنا۔ سب سے پہلے طبیب نے ماں کو بلایا جو مارے غم کے روتے ہوئے فرش پر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اُس نے کہا، تمہیں اور زیادہ رونے دھونے کی ضرورت نہیں، تم یہ دوا کھاؤ اور تمہارا لڑکا زندہ ہو جائے گا۔ لیکن تم مر جاؤ گی۔ ماں نے دوائی ہاتھ میں لے لی اور سوچنے لگی، بہت کچھ سوچ وچار کے بعد روتے ہوئے کہنے لگی، طبیب میرے بچے! میرے اور بھی بچّے ہیں۔ مُجھے اُن کے بارے میں بھی سوچنا ہے۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر میں مر گئی تو اُن کا کیا ہوگا؟ اُن کی پرورش کون کرے گا؟ طبیب نے پھر بیوی کو بُلا کر دوا اُس کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ بھی زار زار رو رہی تھی۔ دوا ہاتھ میں لئے وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔ اُس نے سُن لیا تھا کہ اس دوا کے اثر سے وہ مر جائے گی۔ آخر کار آنکھوں میں آنسُو بھر کر اُس نے کہا، جو اس کی تقدیر میں تھا، سو ہو گیا۔ اگر میں مر گئی تو میرے چھوٹے بچّوں کا کیا ہوگا؟ انہیں کون زندہ رکھے گا؟ میں بھلا دوائی کیسے پی سکتی

ہوُں۔ تب تک شاگرِد پر جو گولیوں کا نشہ تھا وہ اُتر چُکا تھا۔ اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ دراصل کوئی بھی اُس کا اپنا نہیں۔ وہ چھلانگ لگا کر اپنے بستر سے اُٹھا اور اپنے اُستاد کے ساتھ چل دیا۔ گورُو (مرشد) نے اُس سے کہا، ''یہاں صِرف ایک ہی ہے جسے تم اپنا کہہ سکتے ہو اور وہ ہے خُدا۔''

''اس لئے ہمیں اس طریقے سے رہنا چاہیے کہ خُدا کے کمل جیسے قدموں میں ہماری بھگتی اور خُدا سے ہمارا پیار بنا رہے۔ یہ دُنیا جو تم اپنے اِرد گرِد دیکھ رہے ہو یہ صِرف چند دنوں کے لئے ہے۔ اس میں اور کہیں کچھ نہیں۔''

پنڈت (مسکُراتے ہوئے): ''محترم جناب۔ جب میں یہاں ہوتا ہوُں تو میں مکمُل طور پر کنِارہ کشی کا جذبہ محسوس کرتا ہوُں۔ میں سوچتا ہوُں کہ دُنیا چھوڑ کر کہیں دور نکلِ جاؤں۔''

سری رام کرشن جی: ''نہیں، نہیں۔ تم دُنیا کیوں چھوڑو گے؟ صرف من سے اِسے چھوڑ دو، دُنیا میں بے لوث ہو کر رہو۔''

سُریندر اکثر یہاں رات کو ٹھہرنا چاہتا تھا۔ وہ گھر سے اپنا بستر یہاں لے آیا اور ایک دو دن یہاں رہا بھی، تب اُس کی بیوی نے اُس سے کہا، تم دِن کو چاہے جہاں مرضی جاؤ مگر تمہیں ہر گزِ رات باہر نہیں گزُارنی چاہیے۔ بے چارہ سُریندر کیا کر سکتا تھا؟ اب گھر سے دور رات گزُارنے کا اُس کے پاس کوئی طریقہ نہیں۔

سنتھی کا پنڈت چلا گیا۔ شام کا وقت تھا۔ پنچوٹی، مندروں اور دریا پر جھٹپٹا چھا گیا۔ الگ الگ مندروں میں شام کی پوُجا آرتی شروع ہو گئی تھی۔ شری رام کرشن جی نے اپنے کمرے میں لگی دیوی دیوتاؤں کی تصویروں کی بندگی کی۔ وہ چھوٹے تخت پوش پر کسی خیال میں ڈوبے بیٹھے تھے۔ چند ایک بھگت (عابد) فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں خاموشی تھی۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اِشان اور کشوری شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کرتے ہوئے فرش پر آ کر بیٹھ گئے۔ اِشان مذہبی رسومات کا زبردست پیروکار تھا۔ وہ شاستروں میں دی گئی الگ الگ رسُومات اور تقاریب کے اہتمام کا کاربند تھا۔ شری رام کرشن جی نے بات چیت کا سِلسلہ شروع کیا۔ کیا کوئی محض خُدا کا نام دُہرانے سے خُدا کے بارے میں گیان (علم و فضل) حاصل کر سکتا ہے؟ گیان یا علم و فضل کی دو علامتیں ہیں۔ پہلی ہے آرزو یا تڑپ، مطلب خُدا سے عشق۔ تم چاہے لاکھ دلائل یا بحث مُباحثے میں کیوں نہ اُلجھو، اگر تمہارے اندر خُدا کو پانے کے لئے تڑپ یا عشق کی آرزو نہیں تو یہ سب بیکار ہے۔ دوسری علامت ہے کنڈ النی کا بیدار ہونا۔ جب تک کنڈ النی سوئی رہتی ہے تم علم الٰہی (خُدا کے بارے میں گیان) حاصل نہیں کر سکتے۔ تم چاہے گھنٹوں کتابوں

یا فلاسفی کے بحث مُباحثے میں سر کھپاتے رہو اگر تمُہارے اندر خُدا کو پانے کے لئے تڑپ یا بے قراری نہیں تو تمُہیں اس کا کوئی علم نہیں ہو سکتا۔''

کُنڈالنی کے بیدار ہونے پر احساس، عبادت (پُوجا پاٹھ) اور خُدا سے محُبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

''کرم کانڈ[1] کی راہ بڑی مشکل ہے۔ اس سے چاہے کچھ طاقتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ میرا مطلب ہے پُر اسرار علوم کی طاقتیں (سِدھیاں)''

اِشان: ''میں ذرا ہاذرا سے مل لوں۔''

شری رام کرشن جی خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد اِشان ہاذرا کو ساتھ لے کر کمرے میں واپس لوٹ آیا۔ شری رام کرشن جی اب بھی خاموش بیٹھے تھے۔ کچھ دیر بعد ہاذرا نے اِشان کو سرگوشی میں کہا، ''انہیں اکیلے رہنے دو، شاید وہ اب ریاضت کریں گے۔'' دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

شری رام کرشن جی اب بھی خاموش تھے۔ چند لمحوں بعد عابدوں نے دیکھا کہ وہ سچ مچ ریاضت کر رہے تھے۔ پھر اُنہوں نے جاپ کیا۔ اُنہوں نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ پھر اپنی پیشانی پر، پھر اپنے گلے پر، پھر اپنے دِل پر اور آخر میں اپنی ناف پر۔ کیا یہ جسم کے چھ چکروں پر کُنڈالنی کی ریاضت تھی؟

اِشان اور ہاذرا کالی مندر کی طرف چلے گئے تھے۔ شری رام کرشن جی ریاضت میں مُدغم تھے۔ اِس دوران اُدھر وہاں پہنچ گیا۔ تقریباً ساڑھے سات بجے کا وقت تھا۔

تھوڑی دیر بعد شری رام کرشن جی کالی مندر کو چل دیئے۔ اُنہوں نے مجُسمے کی طرف دیکھا۔ ماں کے قدموں سے مُتبرک پھُول اُٹھا کر اپنے سر پر رکھا۔

اُنہوں نے زمین پر مُنھ کے بل لیٹ کر ماں کو بندگی کی اور مجُسمے کے گِرد چکّر لگایا (پر دکھشنا) اُنہوں نے چمر (مور پنکھ) سے اُسے پنکھا کیا۔ وہ رُوحانی ولولے میں مست دکھائی دے رہے تھے۔ باہر آنے پر اُنہوں نے اِشان کو مذہبی رسُومات ادا کرتے دیکھا۔

شری رام کرشن جی (اِشان سے): ''کیا؟ تم ابھی یہاں ہی ہو؟ کیا اب بھی تم مذہبی رسوم میں مصروف رہتے ہو؟ ایک گیت سُنو:

کیوں جاؤں میں 'گیا' یا گنگا، کاشی، کانچی کو یا پر بھاس
آخری سانس تک لیتا رہوں جب نام کالی کا اپنے ہونٹوں سے

---

1. کرم کانڈ: یہاں کرم کانڈ کا مطلب مذہبی رسُوم اور روایات ہے۔

کیا ضرُورت ہے آدمی کو پرستش کی۔ ضرُورت کیا ہے مذہبی رسموں کی اب
اگر وہ دُہراتا ہے نام ماں کا مقدس تین گھنٹوں تک
قریب سے کریں رُسوم گرتعاقب اُس کا
لیکن نکل نہ پائیں گے آگے اُس سے
خیرات، عہد اور تحفے دینا نہیں پسند ہیں
مدن کے من کو
ماں کے مبارک کنول سے پاؤں ہی ہیں
اُس کی دُعا قربانی اُس کی.......................

س: آدمی کو کب تک پُوجا پاٹھ جاری رکھنی چاہیے؟ جب تک خُدا کے کنول نما پاؤں سے اُس کے عشق میں پختگی نہیں آجاتی۔ جب تک خُدا کا نام لیتے لیتے آنکھوں میں سے آنسوؤں کی جھڑی نہیں لگ جاتی اور اُس کے رونگٹے کھڑے نہیں ہو جاتے۔

جب پھل نِکلتے ہیں پُھول گِر جاتے ہیں۔ جب خدائی عشق میں پختگی آجاتی ہے اور وہ اُس کا دیدار کرلیتا ہے تب آدمی رسمیں ترک کر دیتا ہے۔

اتنی مدھم رفتار سے چلتے تم کچھ حاصل نہیں کر پاؤ گے۔ تمھیں پکّے طور پر کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ ایک سال کے پندرہ مہینے گننے سے کیا فائدہ؟ لگتا ہے تم میں کوئی طاقت کوئی ہمت نہیں۔ تم دُودھ میں بھگوئے ہوئے چپٹے چاول کے پتلے گودے کی مانند ہو۔ اُٹھو کچھ کرو، کمر بستہ ہو جاؤ۔

مُجھے وہ گیت پسند نہیں

بھیّا خوشی خُدا سے لپٹ جاؤ
ایک دِن پا ہی لوگے تم اُسے اگر کرتے رہے کوشش یوُں ہی

''میری بلا سے یہ فقرہ 'پا ہی لوگے اُسے اگر تم کرتے رہے کوشش یوُں ہی' تمہیں سخت دستبرداری کی ضرُورت ہے۔ یہی چیز میں ہاذرا سے بھی کہتا ہُوں۔''

''تم مُجھ سے پُوچھتے ہو کہ تمھیں سخت دستبرداری کی ضرُورت کیوں محسوس نہیں ہوتی اس کی ایک وجہ ہے تمّھاری خواہشات اور تُمہارے اندر چھپے ہوئے رُجحانات۔ ہاذرا کے بارے میں بھی یہی سچ ہے۔ ہمارے دیہات کے گِرد و نواح میں۔ میں نے کِسانوں کو دھان کے کھیتوں میں پانی لگاتے دیکھا ہے۔

کھیتوں میں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی مینڈھ بنی ہوتی ہیں تاکہ پانی باہر نکلنے سے روکا جاسکے۔ لیکن یہ مینڈھ مٹّی کی بنی ہوتی ہیں۔ اور ان میں یہاں وہاں اکثر سوراخ ہوتے رہتے ہیں۔ کھیتوں کو پانی لگانے کی غرض سے کام کرتے کرتے کِسان مرنے کی نوبت تک آجاتے ہیں لیکن پانی سوراخوں سے نِکلتا ہی رہتا ہے۔ ہماری خواہشات سوراخوں کی مانند ہیں۔ بے شک تم جاپ اور برت (جبری کفالت) کرتے ہو لیکن وہ سب تُمہّاری خواہشات نما سوراخوں سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اگر خواہشات ختم ہو جائیں تو من قدرتی طور پر خُدا کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جانتے ہو یہ کیسا ہے؟ یہ ایک ترازو کے کانٹے کی طرح ہے۔ کامنی اور کنچن (زر اور زن) کے وزن سے دونوں کانٹے ایک سطر میں نہیں رہ پاتے۔ یہ زر اور زن ہی ہیں جن کی وجہ سے آدمی یوگ [1] کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی جلتی ہوئی موم بتّی کے شعلے کو نہیں دیکھا؟ تھوڑی سی بھی ہوا اسے جھلملا دیتی ہے۔ یوگ کی نوعیت بھی ٹھیک ایسی ہی ہے جیسے کہ بن ہواؤں کے کِسی مقام پر یکسانی حالت میں جلتا ہوا شعلہ۔"

"من مُنتشر ہوتا ہے۔ اِس کا ایک حصّہ ڈھاکہ کو چلا گیا ہے۔ دوسرا حصّہ دِلّی کو اور تیسرا کُوچ بہار کو۔ اس من کو سمیٹ کر کِسی ایک چیز پر مرکوز کرنا ہوگا۔ اگر تمہیں سولہ آنے کا کپڑا درکار ہے تو تمہیں بیوپاری کو پورے سولہ آنے دینے ہوں گے۔ اگر تھوڑی سی بھی رُکاوٹ ہے تو یوگ ممکن نہیں۔ اگر تار برقی تھوڑی کٹی ہوئی ہے تو خبریں ارسال نہیں کی جاسکتیں۔"

بے شک تم دُنیا میں رہو، اُس سے کیا مطلب؟ اپنے اعمال کا پھل خُدا کے حوالے کر دو۔ تم اپنے لئے کچھ مت چاہو۔ مگر یاد رہے عبادت (بھگتی) کی خواہش کو خواہش نہیں کہا جاسکتا۔ تم عبادت کی خواہش رکھو اور اُس کے لئے دُعا کرو۔ عبادت کا تموگُن لاؤ اور اپنی چاہت کے لئے ماں کو زور سے کہو۔"

"خُدا تمہاری اپنی ماں ہے۔ کیا وہ سوتیلی ماں ہے؟ کیا یہ ایک جھوٹا رِشتہ ہے؟ اگر تم اپنی مانگ، اپنی چاہت کے لئے اُسے مجبُور نہیں کروگے تو تم اور کِس کو مجبُور کروگے؟ ماں سے کہو۔

ماں۔ کیا میں تمہارا آٹھ مہینہ کا بچہ [2] ہوں
تمہاری لال آنکھیں مجھے ڈرا نہیں سکتیں۔

---

1. یوگ: (الف) اِنفرادی رُوح اور رُوحِ برتر (کائناتی رُوح) کی ہم آہنگی۔
(ب) وہ طریقہ کار جِس سے دونوں رُوحوں کی ہم آہنگی کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔
2. آٹھ مہینے کا بچہ: قبل از وقت پیدا ہونے والا بچّہ عام طور پر کمزور اور خوفزدہ رہنے والا ہوتا ہے۔

خدا تمہاری اپنی ماں ہے۔ اپنی مانگ پُر زور طریقے سے منواؤ۔ تم کسی کا حصّہ ہو تو تمہیں اُس کی کشش محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ مُجھ میں ماں کالی کا عنصر ہے۔ میں اُس کی طرف کھِچا چلا جاتا ہوں۔"

"آجکل تمہیں دُنیاداری کی ذمہ داریاں نبھانا نہیں پڑتیں۔ کچھ دِن خدا کو ہی یاد کرتے ہوئے گزارو۔ تم نے دیکھ تو لیا کہ دُنیا میں کچھ نہیں رکھا ہے۔"

شری رام کرشن جی نے گیت گایا:

یاد رہے او من تمہارا اپنا کوئی نہیں
بیکار ہے تمہارا دُنیا میں مارا مارا پھرنا
پھندے میں پھنسے ہوئے مایا کے لطیف جال میں اب تم
بھولو نہیں اپنی ماں کے نام کو۔
ایک یا دو دِن کرتے ہیں لوگ تمہاری عزت افزائی سرِ زمین پر
کہہ کر حضور اور آقا تم کو لیکن بہت جلد ہی یہ
قابلِ احترام کیفیت ترک کرنی ہی ہوگی
جب ملک الموت آ دبوچے گا تمہیں
تمہاری محبوب بیوی بھی، زندہ رہتے جِس کی خاطر
رہتے ہمیشہ پریشان ہو تم
تب جا نہ پائے گی ساتھ تمہارے
الوداع کہہ دے گی وہ بھی
بچ کے نکِل جائے گی لاش تمہاری سے
جیسے بھوت پریت ہو کوئی یہ لاش تمہاری"

بات کو جاری رکھتے ہوئے شری رام کرشن جی نے کہا "یہ خود مُختاری اور رہبری کیا ہے جس کے لئے تم اتنے مصروف رہتے ہو۔ میں نے سُنا ہے تم لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے ہو اور یہ کہ وہ لوگ تمہیں ثالث (سرپنچ) مقرر کرتے ہیں۔ تم یہ کام بہت دِنوں تک کر چکے۔ جنہیں اُن کی ضرورت ہے اب اُن کو یہ کام کرنے دو۔ تم اِس وقت خدا کے چرن کملوں میں (کمل جیسے قدموں میں) زیادہ سے زیادہ من لگاؤ۔"

"شمبھو نے بھی کہا تھا، میں ہسپتال اور دواخانے بنواؤں گا۔ وہ خدا کا بھگت تھا۔ میں نے اُس سے کہا،

جب تم خدا سے ملو گے تو کیا تم اُس سے ہسپتال اور دواخانے مانگو گے؟"

"کیشب سین نے مجھ سے پوچھا مجھے خدا کا دیدار کیوں نہیں ہوتا؟ میں نے کہا، تم نام، شہرت اور علم جیسی چیزوں کے چکّر میں رہتے ہو اس لئے تمہیں اُس کا دیدار نہیں ہوتا۔ بچّہ جب تک اپنے لال رنگ کے کھلونے کو چوستا رہتا ہے تب تک ماں نہیں آتی۔ لیکن چند منٹوں بعد جب بچّہ کھلونا پھینک کر چلاتا ہے تو ماں چولھے پر سے چاولوں کا برتن اُتار بچّے کے پاس دوڑی دوڑی آتی ہے۔"

"تم ثالثی (پنچگی) میں مصروف رہتے ہو۔ ماں الٰہی (ماں کالی) اپنے آپ سے کہتی ہے، میرا بچّہ ثالثی کے کام میں مصروف ہے اور بہت خوش ہے۔ اسے خوش ہی رہنے دو۔"

اس دوران اِشان شری رام کرشن جی کے پاؤں پکڑے بیٹھا رہا۔ اُس نے عاجزی سے کہا، "میں اپنی مرضی سے وہ نہیں کرتا۔"

شری رام کرشن جی: "یہ میں جانتا ہوں یہ ماں الٰہی کا ہی کھیل ہے۔ اُسی کی لیلا ہے۔ یہ عظیم جادوگرنی کی مرضی ہے کہ بہت سے لوگ دُنیا میں اُلجھے رہیں، کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسے ہے؟"

"کتنی ہی کشتیاں ہیں دُنیا میں
جو تیرتی اور ڈوبتی رہتی ہیں
او من میرے"

دوبارہ:

"اور اُڑتی ہیں کتنی ہی پتنگیں
اُن میں سے دو-ایک ہی تو ہیں کٹتی
اور تب پیٹتی ہوئی تالیاں ماں ہنس کر
تم لگاتی ہو قہقہہ
او ماں اُنہیں دیکھ کر۔"

"لاکھوں میں سے ایک یا دو کو ہی نجات مِلتی ہے۔ باقی لوگ ماں الٰہی کی مرضی کے مطابق اُلجھنوں میں جکڑے رہتے ہیں۔"

"کیا تم نے آنکھ مچولی کا کھیل نہیں دیکھا؟ دادی ماں کی مرضی ہوتی ہے کہ کھیل جاری رہے۔ اگر سب اُسے چھُو لیں تو سب آزاد ہو جائیں، اِسی لئے وہ نہیں چاہتی کہ سب اُسے چھُو لیں۔"

''میں نے ماں الٰہی سے فریاد کی او ماں! میں نام اور شہرت نہیں چاہتا۔ مُجھے آٹھ پُر اسرار طاقتیں (سِدّھیاں) نہیں چاہیے۔ مُجھے ایک سو جادُوئی طاقتیں درکار نہیں۔ ماں مُجھے دُنیاوی آسائشوں کی خواہش نہیں برائے مہربانی مُجھے یہ بخشش عطا کرو کہ میں تمہارے کنول جیسے قدموں سے سچّی محبت کروں۔''

عابدین نے مسحُور ہو کر شری رام کرشن جی کی باتیں سُنیں۔ اُن کے آتش زدہ بھڑکتے اِلفاظ جیسے اُن کی رُوحوں میں داخل ہو گئے ہوں، اور اُنہیں دستبرداری کی راہ پر زور و شور سے اُکسا رہے ہوں۔

اب وہ سنجیدہ آواز میں اِشان سے بولے۔

شری رام کرشن جی: ''اپنے چاپلوسوں کی باتوں میں آ کر تم اپنے آپ کو مت بھولو۔ چاپلوس لوگ دُنیاوی آدمی کے گرد منڈلاتے ہیں۔ گِدھ گائے کی گلی سڑی لاش کے اِرد گِرد منڈلاتے رہتے ہیں۔''

''دُنیادار لوگوں میں کوئی دم نہیں۔ چاپلوس اُن کے پاس آ کر کہتے ہیں۔ تم بڑے سخی اور دانشمند ہو۔ آپ پاکدامن ہو۔ یہ صرف کوری باتیں ہی نہیں بلکہ ان کو نوکیلے بانس چبھونے جیسے ہیں۔ کِتنی احمقانہ بات ہے کہ وہ رات دن براہمن پنڈتوں کے جھرمٹ میں گھرے اِن کی چاپلوسی کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔''

''دنیادار لوگ تین چیزوں کے غلام ہیں۔ اپنی بیویوں کے غلام، اپنی دولت کے غلام، اپنے آقاؤں کے غلام۔ کیا ان میں کوئی دم ہو سکتا ہے؟''

''ثالثی اور رہبری کِتنی معمولی چیزیں ہیں یہ! خیرات اور دوسروں کا بھلا کرنا؟ یہ سب بہت کر لیا تم نے۔ جن کو اِن چیزوں میں لگاؤ ہے وہ دوسری قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اب وقت ہے کہ تم اپنے من کو خدا کے قدموں میں لگاؤ۔ خدا کو حاصل کر لینے کے بعد سب کچھ مل جاتا ہے۔ پہلے خدا پھر خیرات۔ دوسروں کا بھلا کرنا، دُنیا کا بھلا کرنا اور لوگوں کو آزاد کروانا۔ ان سب باتوں کے بارے میں تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرُورت ہے۔''

''تمہارے ساتھ یہی مصیبت ہے۔ اگر کوئی کِنارہ کش سنیاسی (ہندوفقیر) تُمہیں رُوحانیت کے بارے میں صلاح مشورہ دے تو اچھا ہے۔ ایک دُنیادار آدمی کی نصیحت تمہارے لئے ٹھیک نہیں، وہ دُنیا دار چاہے کوئی پنڈت براہمن یا کسی دوسری ذاتی کا کیوں نہ ہو۔''

''دیوانے ہو جاؤ۔ خدا کے عشق میں دیوانہ ہو جاؤ۔ دُنیا کو جان لینے دو کہ اِشان پاگل ہو گیا ہے اور اب وہ دنیاوی ذِمہ داری نہیں نبھا سکتا۔ تب لوگ تمہاری رہنمائی اور تمہاری ثالثی کے لئے تمہارے پاس

کبھی نہیں آئیں گے۔ اپنی پُوجا پاٹھ (پرستش) کی چیزوں کو ایک طرف پھینکو اور اپنے نام اِشان[1] ہونے کا جواز پیش کرو۔''

اِشان نے اقتباس پیش کیا:

''ماں مُجھے اپنی مُحبت میں دیوانہ بنا دو
کیا ضرورت ہے مُجھے علم یا اِستدلال کی؟''

شری رام کرشن جی: ''پاگل! یہی بات ہے۔ شونا تھ نے ایک دفعہ کہا تھا خدا کے بارے میں زیادہ سوچنے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کیا شعُور کے بارے میں سوچنے سے کبھی کوئی لاشعُور ہو سکتا ہے؟ خدا کی فطرت دائمی، پاکیزگی اور شعُور والی ہے۔ اُس کے شعُور سے آدمی ہر چیز سے باخبر ہو جاتا ہے۔ اس کی فہم و فراست سے ساری دُنیا دانشمند دکھائی دیتی ہے۔''

''بیٹھا ہوا اِشان شری رام کرشن جی کے پاؤں چھُوتے ہوئے اُن کی باتیں غور سے سُن رہا تھا۔ کبھی کبھار وہ مندر میں بسالت پتھر سے بنے ہوئے ماں کالی کے مجسّمے کی طرف ایک نظر دیکھ لیتا۔ چراغ کی روشنی میں وہ مسکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ایسا دِکھائی پڑتا تھا جیسے زندہ جاوید دیوی مجسّمے کی صورت اختیار کئے ہوئے سری رام کرشن جی کے ویدوں کی مانند متبرک الفاظ سُن کر خوش ہو رہی تھی۔

اِشان (مجسّمے کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) ''آپ کے پاک ہونٹوں سے نکلے ہوئے الفاظ دراصل ماں کے ہی الفاظ ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''میں مشین ہُوں اور ماں مُجھے چلانے والی ہے۔ وہ جیسے گھماتی ہے میں گھوم جاتا ہُوں۔ وہ جیسے بلواتی ہے میں ویسے ہی بولتا ہُوں۔ کہتے ہیں کہ کلجگ میں خدائی الہام بغیر کسی بچّے کے منہ سے، کسی پاگل سے یا اس قسم کے آدمی کے علاوہ اور کسی سے نہیں سُنا جا سکتا۔''

شری رام کرشن جی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مندر کے سامنے پلیٹ فارم پر چڑھ کر اُنہوں نے اپنی پیشانی سے زمین کو چھُوتے ہوئے ماں کالی کی بندگی کی۔ عابدین جلد ہی اُن کے گِرد اکٹھے ہوئے اور اُن کے قدموں میں گر پڑے۔ سب نے اُن سے رحمت کی بھیک مانگی۔

اتوار 26/ اکتوبر 1884ء

سہ پہر کا وقت تھا اور بہت سے عقیدت مند شری رام کرشن جی کے کمرے میں حاضر تھے۔ اُن میں من

---

1. اِشان: ہر چیز کو ترک کرنے والے شو جی کا لقب۔

موہن، مہما چرن اور ایم شامل تھے۔ بعد میں اِشان اور ہاذرا بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔

ایک عابد: ''جناب! ہم نے سُنا ہے کہ آپ نے خُدا کو دیکھا ہے اگر ایسا ہے تو برائے مہربانی آپ ہمیں اُس کا دیدار کرائیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہر چیز کا انحصار خُدا کی رضا پر منحصر ہے۔ اِنسان کیا کر سکتا ہے؟ خُدا کا نام لیتے وقت کبھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور بعض اوقات آنکھیں خُشک رہتی ہیں۔ خُدا کی ریاضت کرتے وقت کبھی تو میں اپنے اندر بڑی بیداری محسوس کرتا ہوں اور کبھی کبھی کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔''

''ہمیں محنت کرنی چاہیے تبھی ہم خُدا کا دیدار کر سکتے ہیں۔ ایک دِن وجد کے عالم میں میں نے ہلدار پکر کا نظارہ کیا۔ میں نے چھوٹی ذات کے ایک دیہاتی کو ہری جھاگ کو ایک طرف ہٹا کر پانی لاتے ہوئے دیکھا۔ وہ بار بار پانی کو ہتھیلی پر رکھ کر اُس کا معائنہ کرتا۔ اِس نظارے سے مُجھ پر یہ اِنکشاف ہوا کہ ہری جھاگ جس نے پانی کو ڈھک رکھا ہے کو ایک طرف ہٹائے بغیر پانی کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ یا یُوں کہہ لو کہ محنت کئے بغیر کوئی اُس سے عشق نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُس کا نظارہ کر سکتا ہے۔ محنت کا مطلب ہے ریاضت، پرستش وغیرہ۔ خُدا کا نام دُہرانا اور اُس کی حمد و ثنا کرنا بھی محنت کا کام ہے۔ اس میں خیرات، قربانی اور دوسری اس قسم کی چیزیں شامل کر سکتے ہو۔''

مہما چرن: ''سچ ہے جناب کام کرنا، محنت کرنا یقیناً لازمی ہے۔ تبھی آدمی کامیاب ہو سکتا ہے۔ مطالعہ کے لئے یہاں بہت کچھ ہے۔ مذہبی کِتابوں (شاستروں) کا حساب ہی نہیں۔''

شری رام کرشن جی (مہما چرن سے): ''تم شاستروں کو کہاں تک پڑھ سکتے ہو؟ محض دلائل سے تُمہیں کیا فائدہ؟ کِسی اور چیز سے پہلے خُدا کو جان لو۔ گورُو (مُرشد) کے کہنے پر بھروسہ کرو اور عمل کرو۔ اگر تُمہارا کوئی مُرشد نہیں تو خُدا سے تڑپتے ہوئے دِل سے دُعا کرو۔ وہ خُود ہی تُمہیں بتائے گا کہ تُمہارا گورُو کیسا ہے۔ کون ہے؟''

''کِتابوں سے خُدا کے بارے میں کیا جان لو گے؟ جب تک تم منڈی سے دور ہوتے ہو تو تُمہیں غیر واضح شور و غُل سُنائی دیتا ہے، لیکن اندر پہنچ کر یہ مختلف لگے گا۔ پھر تم ہر چیز کو دیکھ سُن پاؤ گے۔ تم لوگوں کو کہتے سُنو گے، یہ رہے تمہارے آلو مُجھے اِس کی قیمت دو اور انہیں لے جاؤ۔''

''دور فاصلے سے تم سمندر کی گڑگڑاہٹ کا شور سنو گے۔ اس کے نزدیک جانے پر تم بہت سے جہاز، اُڑتے ہوئے پرندے اور اُچھلتی ہوئی لہریں دیکھو گے۔''

''کِتابوں کے مطالعے سے ہمیں خُدا کے بارے میں ٹھیک احساس نہیں ہو سکتا۔ خُدا کا احساس

کِتابوں کے عِلم سے الگ قسم کا ہے۔ خدا کے دیدار کے بعد شاستر اور سائنس صرف کوُڑا کرکٹ نظر آتے ہیں۔"

مہما چرن: "کِس قسم کے عمل سے آدمی خدا کو حاصل کر سکتا ہے؟"

شری رام کرشن جی: "ایسا نہیں کہ کوئی یہ کرنے سے یا وہ کرنے سے اُسے پا سکتا ہے۔ اُس کا دیدار اُس کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔ پھر بھی آدمی کو اپنے دِل میں اُس کی تڑپ لے کر تھوڑا بہت کام کرنا ہی چاہیے۔ اگر اُس کے اندر تڑپ ہے تو اُس پر خدا کی رحمت ہوگی ہی۔ خدا کو حاصل کرنے کے لئے اِنسان کے مناسب حالات کا ہونا ضروری ہے، جیسے پاک باز لوگوں کا ساتھ، سنگ، سوجھ بوجھ اور ایک اچھے مُرشد کی رحمت۔ شاید اُس کا بڑا بھائی اُس کے پریوار کی ذِمہ داری سنبھال لے۔ شاید اُس کی بیوی میں رُوحانی وصف موجود ہوں اور وہ باعصمت ہو۔ شاید اُس نے ابھی شادی نہ کی ہو یا وہ دُنیاداری کے چکر میں ابھی تک نہ پھنسا ہو۔ اگر وہ اِس قسم کی شرائط پوری کرتا ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔"

"تمہیں ذہنی طور پر کِنارہ کشی کرنی چاہیے۔ بے لوث انداز سے صاحب خانہ کی زندگی بسر کرو۔ دُنیا سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ دُنیا میں ایسے رہو جیسے آندھی سے گرا ہوا ایک سوکھا پتا۔ ایسا ایک پتہ کبھی کبھی اُڑتے ہوئے کِسی گھر کے اندر اور کبھی کبھار کسی گندگی کے ڈھیر پر جا گرتا ہے۔ جِس طرف ہوا کا رُخ ہوگا پتہ اُسی طرف اُڑا چلا جاتا ہے۔ کبھی اچھی جگہ اور کبھی بری جگہ۔ خدا نے جب تمہیں دُنیا میں بھیج ہی دیا ہے تو اچھا ہے یہاں ٹِکے رہو۔ پھر جب تمہیں یہاں سے اُٹھا کر وہ کسی بہتر مقام پر بھیج دیتا ہے تو وہاں تمہیں سوچنے کے لئے کافی وقت مل جائے گا کہ تب کیا کرنا ہے۔"

"خدا نے تمہیں دُنیا میں بھیجا ہے تم اس بات کو لے کر کیا کر سکتے ہو؟ سب کچھ اُسی پر چھوڑ دو، اُس کے قدموں میں گِر کر اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دو۔ تب پھر کوئی پریشانی نہیں رہے گی۔ تب تم جان جاؤ گے کہ خدا ہی کارساز ہے۔ سب کچھ اُسی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ سب کچھ رام (خدا) کی مرضی پر منحصر ہے۔"

ایک بھگت (عابد): "یہ 'رام کی مرضی' والی کیا کہانی ہے؟

شری رام کرشن جی: "کِسی گاؤں میں ایک جولاہا رہتا تھا۔ وہ مقدس رُوح انسان تھا۔ ہر کوئی اُس پر بھروسہ کرتا اور اُس سے پیار کرتا۔ وہ اپنا سامان منڈی میں جا کر بیچتا۔ جب کوئی گراہک اُس سے کپڑے کے ایک ٹکڑے کی قیمت پوچھتا تو جولاہا کہتا، رام جی کی مرضی سے سوت کی قیمت ایک روپیہ اور مزدوری چار آنے اور رام جی کی مرضی سے نفع دو آنے ہے۔ رام جی کی مرضی سے کپڑے کی قیمت ایک روپیہ چھ آنے ہے۔ جولاہے پر لوگوں کو اِتنا بھروسہ تھا کہ وہ فوراً اُسے قیمت دے کر کپڑا لے جاتے۔ جولاہا خدا کا سچّا بھگت تھا۔ شام کو کھانا

کھانے کے بعد وہ کئی گھنٹے پُوجا ہال میں بیٹھا خدا کی ریاضت، نام دھن اور اُس کی حمد وثنا کرتا۔ ایک رات دیر تک جولاہا سو نہیں سکا۔ وہ پُوجا ہال میں بیٹھا بیچ بیچ میں تمباکو پیتا رہا تبھی ڈاکوؤں کے ایک جھتے کا وہاں سے گزر ہوا۔ اُن کو سامان اُٹھا کر لے جانے کے لئے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ اُنہوں نے جولاہے سے کہا، ہمارے ساتھ چلو۔ ایسا کہہ کر وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک گھر میں چوری کرنے کے بعد اُنہوں نے سامان جولاہے کے سر پر رکھ کر اُسے لے جانے کے لئے کہا۔ تبھی پولیس آ گئی اور ڈاکو بھاگ گئے لیکن جولاہا سامان کے ساتھ پکڑا گیا۔ رات بھر اُسے حوالات میں رکھا گیا۔ اگلے دن مقدمے کی سماعت کے لئے اُسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ گاؤں والوں کو پتہ چلا تو وہ کچہری گئے۔ اُنہوں نے مجسٹریٹ سے کہا، حضور یہ آدمی کبھی ڈاکہ ڈال ہی نہیں سکتا۔ اس پر مجسٹریٹ نے جولاہے کو اپنا بیان دینے کے لئے کہا۔

جولاہے نے کہا، جناب! رام جی کی مرضی سے میں نے رات کو کھانا کھایا، تب رام جی کی مرضی سے میں پُوجا ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ رام جی کی مرضی سے کافی رات ہو گئی تھی۔ رام جی کی مرضی سے میں خدا کا نام جپتا رہا اور اُس کے گُن گاتا رہا۔ تب رام جی کی مرضی سے ڈاکوؤں کا ایک گروہ اُدھر سے گزرا۔ رام جی کی مرضی سے وہ مُجھے کھینچ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ رام جی کی مرضی سے اُنہوں نے ایک گھر میں ڈاکہ ڈالا اور رام جی کی مرضی سے اُنہوں نے بوجھ میرے سر پر لاد دیا۔ اُس وقت رام جی کی مرضی سے وہاں پولیس آ پہنچی اور رام جی کی مرضی سے مُجھے گرفتار کر لیا گیا۔ پھر رام جی کی مرضی سے پولیس نے مُجھے رات بھر حوالات میں رکھا اور آج صُبح مُجھے رام جی کی مرضی سے آپ کے پاس لایا گیا۔ مجسٹریٹ سمجھ گیا کہ جولاہا ایک پاک باز آدمی ہے اور اُس نے جولاہے کی رہائی کا حکم جاری کر دیا۔ گھر واپس لوٹتے ہوئے اُس نے اپنے دوستوں سے کہا، رام جی کی مرضی سے مُجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔"

"آدمی صاحبِ خانہ ہو یا سادھو (فقیر) ہو یہ رام جی کی مرضی پر منحصر ہے۔ ہر چیز خدا کے حوالے کر دو اور دُنیا میں اپنی ذمہ داریاں نبھاؤ۔ اس کے علاوہ اور تم کیا کر سکتے ہو؟ اگر صاحبِ خانہ جیون مُکتا ہو جائے تو وہ اپنی مرضی سے دُنیا میں رہ سکتا ہے۔ جسے گیان ہو گیا ہو اُسے اِس جگہ یا کسی دوسری جگہ میں فرق نظر نہیں آتا۔ اُسے سب مقام ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ جسے اُس جگہ کا خیال ہے اُسے اِس جگہ کا بھی خیال ہے۔"

"جب میں پہلی بار کیشب سے جے گوپال کے باغیچہ گھر میں مِلا تھا تو میری رائے تھی کہ وہ ہی ایک آدمی ہے جس نے اپنی دُم گرا دی ہے۔ اِس پر لوگ ہنس پڑے۔ کیشب نے اُن کو ہنسنے کے لئے منع کیا۔ اِس بات کا کچھ مطلب ہوگا آؤ اُن سے پُوچھتے ہیں۔ اِس پر میں نے کیشب سے کہا، مینڈک کا بچّہ جب تک اپنی دُم گرا

نہیں دیتا وہ پانی میں ہی رہتا ہے، وہ خُشکی پر ادھر اُدھر گھوم پھر نہیں سکتا۔ مگر جونہی اُس کی دُم گر جاتی ہے وہ اُچھلتا ہوا کنارے پر آ جاتا ہے، پھر وہ پانی میں بھی اور زمین پر بھی رہ سکتا ہے۔ اِسی طرح جب تک آدمی جہالت کی دُم گرا نہیں دیتا وہ صرف دُنیا کے پانی میں ہی رہ سکتا ہے۔ لیکن جیسے ہی اُس کی دُم گر جاتی ہے یعنی اُسے خُدا کا جب علم ہو جاتا ہے تو وہ ایک آزاد رُوح جدھر چاہے گھوم پھر سکتا ہے، یا پھر وہ چاہے تو ایک صاحبِ خانہ کی حیثیت سے بھی رہ سکتا ہے۔"

مہما چرن اور دوسرے بھگت (عابد) شری رام کرشن جی کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔

شری رام کرشن جی: "ایک دفعہ میں ماتھر بابو کے ساتھ دیویندر ناتھ ٹیگور 1 کو ملنے گیا۔ میں نے ماتھر بابو سے کہا تھا، میں نے سُنا ہے دیویندر ٹیگور خُدا میں من لگاتا ہے۔ میں اُس سے ملنا چاہتا ہُوں۔ ماتھر بابو نے کہا، ٹھیک ہے میں آپ کو اُس کے پاس لے چلوں گا۔ ہم دونوں ہندو کالج میں ایک ساتھ پڑھتے تھے اور اُس کے ساتھ میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ہم دیویندر کے گھر چلے گئے۔ ماتھر اور دیویندر کافی عرصہ سے آپس میں نہیں ملے تھے۔ دیویندر نے ماتھر سے کہا، تم تھوڑے بدل گئے ہو، تُمہارا پیٹ موٹا ہو گیا ہے۔ ماتھر نے میرا حوالہ دیتے ہوئے کہا، یہ تم سے ملنے آئے ہیں۔ یہ بدستور خُدا کے دیوانے ہیں۔ میں دیویندر کے جسمانی آثار دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا، ذرا مُجھے اپنا جسم دکھاؤ تو۔ اُس نے اپنی قمیض اُتار دی، میں نے دیکھا اُس کی گوری چٹی چمڑی کا رنگ سرخ تھا، تب اُس کے بال سفید نہیں ہوئے تھے۔"

"پہلے میں نے اُس میں تھوڑا سا غرُور دیکھا تھا اور کیا ایسا ہونا قدرتی نہیں ہے؟ اُس کے پاس اتنی دھن دولت، اتنا علم، نام و شہرت، یہ غرُور دیکھ کر میں نے ماتھر سے کہا، یہ غرُور علم کی نشانی ہے یا جہالت کی؟ جسے خالقِ کائنات کا علم ہو جاتا ہے اُسے کیا میں عالم فاضل ہوں، میں گیانی ہوں، میں امیر ہوں، اس طرح کا غرُور ہو سکتا ہے؟"

دیویندر سے بات چیت کرتے ہوئے اچانک میرے من پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جس سے کون آدمی کیسا ہے میں صاف طور پر دیکھ سکتا ہوں۔ میں اندر ہی اندر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اُس کیفیت میں میں عالم فاضل اور کتابی علم رکھنے والوں کو محض ایک تنکا سمجھتا ہوں۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک عالم فاضل میں دانائی اور دستبرداری نہیں ہے تب وہ سب گھاس پھُوس دکھائی پڑتے ہیں۔ تب یہی لگتا ہے کہ گِدھ بہت اُونچا اُڑتا ہے مگر اُس کی نظر نیچے مُردار کے ڈھیر پر جمی رہتی ہے۔"

---

1. دیویندر ناتھ ٹیگور: رابندر ناتھ ٹیگور کے والد۔

''میں نے دیکھا کہ دیویندر نے اپنی زندگی میں یوگ اور بھوگ 2 دونوں کو ملا رکھا تھا۔ اُس کے بہت سے چھوٹے چھوٹے بچّے تھے۔ پریوار کا ڈاکٹر آیا ہوا تھا۔ ایسا معلوم پڑتا تھا کہ وہ چاہے گیانی تھا مگر دُنیاداری میں گھرا ہوا تھا۔ میں نے اُس سے کہا، سُنا ہے تُم دُنیا میں رہتے ہوئے بھی خُدا پر من لگائے رکھتے ہو۔ اسی لئے میں تمہیں ملنے آیا ہوں۔ مُجھے کچھ خُدا کے بارے میں بتاؤ۔''

اُس نے ویدوں کے چند اقتباسات زبانی سُنائے۔ اس نے کہا یہ کائنات ایک شیشے کے جھاڑ کی مانند ہے۔ اور ہر جیتی جاگتی مخلوق اس میں روشنی کی طرح ہے۔ پنچوٹی میں ایک بار ریاضت کرتے ہوئے میں نے بھی ایسا ہی نظارہ دیکھا تھا۔ دیویندر کی بات میرے اس نظارے سے میل کھاتی تھی۔ تب میں نے سوچا یہ تو ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ میں نے اُسے اپنی بات کی تشریح کے لئے کہا۔ اس خُدا نے اِنسان کی تخلیق اپنے جلال کو آشکار کرنے کے لئے کی ہے نہیں تو اس کائنات کو کون جانتا؟ شیشے کے جھاڑ میں روشنی نہ ہونے سے ہر چیز اندھیری نظر آتی ہے۔ جھاڑ تک بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔''

ہم کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ دیویندر خوش تھا، اُس نے مُجھ سے کہا، آپ کو ہمارے برہمو سماج کے تیوہار پر آنا ہوگا۔ میں نے کہا وہ سب خُدا کی رضا پر منحصر ہے۔ تم میرے من کی کیفیت تو دیکھ ہی رہے ہو۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ مُجھے کب کس حالت میں رکھے۔ دیویندر نے زور دے کر کہا، نہیں آپ کو آنا ہی ہوگا۔ لیکن اپنے بدن پر کپڑا پہنے اور شال اوڑھے آنا۔ کوئی آدمی آپ کو بے سلیقہ لباس کے بارے میں کچھ اناپ شناپ نہ کہہ دے مجھے اس کا بڑا دُکھ ہوگا۔ میں نے کہا نہیں، میں اس بات کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ میں بابو نہیں بن سکتا۔ دیویندر اور ماتھر ہنس دیئے۔

اگلے ہی روز ماتھر کو دیویندر سے لکھی چٹھی موصول ہوئی جس میں میرے تہوار پر جانے کو منع کیا گیا تھا۔ اُس نے لکھا تھا کہ میرا بدن پر کپڑے نہ اوڑھ کر آنا ناشائستہ حرکت ہوگی۔ (سب ہنس دیئے)

''ایک اور بڑا آدمی ہے، کپتان۔ گو وہ دُنیادار ہے لیکن خُدا کا بڑا عاشق ہے۔'' (مہما چرن سے) ''کبھی اُس سے بات کرنا وید، ویدانت، گیتا اور دوسرے شاستر اُسے زبانی یاد ہیں۔ جب تم اُس سے بات چیت کرو گے تو سب معلوم ہو جائے گا۔''

اُس کی بیوی نے مُجھ سے کہا تھا اُسے دُنیا اچھی نہیں لگتی اسی لئے اُنہوں نے ایک بار کہا تھا کہ وہ دُنیا چھوڑ

---

2. یوگ اور بھوگ: ایک ایسا اِنسان جو دُنیادار اور دین دار ہو کر ایک ہی وقت پر دونوں طرح کی زندگی بخوبی طور پر بسر کرے۔

دے گا۔ہاں وہ ایسا بار بار کہا کرتا ہے۔

کپتان نے بھگتوں (عابدین) کے پریوار میں جنم لیا تھا۔اُس کا والد ایک سپاہی تھا۔ میں نے سُنا ہے وہ میدانِ جنگ میں ایک ہاتھ سے شو جی کی پُوجا (پرستش کرنا) کرتا اور دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار رکھتا۔

کپتان فرسُودہ رِیتی رواجوں کا زبردست حامی تھا۔ میرے کیشب چندر کے ہاں آنے جانے کی وجہ سے وہ ایک مہینے تک یہاں نہیں آیا۔ اُس نے مُجھ سے کہا تھا کہ کیشب نے سماجی رسم و رواج کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُس نے انگریزوں کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔ اپنی بیٹی کی شادی دوسری ذات میں کی ہے اور وہ اپنی ذات پات کھو چُکا ہے۔ میں نے کپتان سے کہا، میں ایسی چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ خدا کا نام لیتا ہے میں اُس کے پاس خدا کی باتیں سُننے کے لئے جاتا ہوں۔ میں صرف بیر کھاتا ہوں مُجھے کانٹوں سے کیا کام؟ لیکن کپتان ہٹ دھرمی پر اَڑا رہا، وہ مُجھے کہنے لگا آپ کیشب سے ملنے کیوں جاتے ہو؟ میں نے چِڑ کر کہا میں اُس کے پاس پیسے مانگنے کے لئے تو نہیں جاتا میں وہاں پر خدا کا نام سُننے کے لئے جاتا ہُوں اور تم کیوں وائسرائے کے بنگلے پر جاتے ہو وہ تو ملیچھ [1] ہے۔ تُم اس کے ساتھ کیسے رہتے ہو؟ تب کہیں وہ چُپ ہوا۔''

''لیکن وہ ہے بڑا بھگت۔ پرستش کے وقت وہ کافور سے آرتی [2] کرتا ہے۔ جب وہ کیرتن (خدا کی یاد میں گیت گانا جس میں ڈھولکی کھڑتال وغیرہ ساز بھی بجائے جاتے ہیں) کرتا ہے تو وہ بالکل مختلف آدمی نظر آتا ہے۔ وہ اپنے آپ میں کھویا رہتا ہے۔''

(مہما سے): ''تُم 'اوم' کی تشریح صرف ا۔و۔م کے حوالے سے کرتے ہو۔''

مہما: ''ا۔و۔م کا مطلب ہے تخلیق، نشو نُما اور فنا یعنی تباہ کاری۔''

شری رام کرشن جی: ''لیکن میں اسے تشبیہ دیتا ہُوں گھنٹے کے ٹنکار سے۔ جیسے ٹام [3]: ٹ۔ا۔م یہ لیلا کا نیتہ میں مُدغم ہونا ہے۔ (تخلیق کا قطعیٔ حقیقت میں غرق ہونا) بھاری بھر کم، حساس اور عارضی جسم کا عظیم سبب میں مدغم ہونا۔ بیداری، خواب اور گہری نیند کا تُریا (ادراک، عقل، فہم) میں جذب ہونے جیسا ہے۔ گھنٹے کا بجنا یُوں ہے جیسے بھاری وزن کا بڑے سمندر میں گرنا، لہریں اُٹھنے لگتی ہیں۔ قطعیٔ حقیقت سے نسبت و متعلقہ کا

---

1. ملیچھ: غیر مہذب (عیسائیوں کے ہیدھن اور مُسلمانوں کے کافر لفظ کی مطابقت کرنے والا)
2. آرتی: خدا کی پرستش کرتے وقت دُھوپ۔ دیپ جلا کر خدا کی ستائش کرنا۔
3. ٹام: او کا تلفظ کرنا جیسے انگریزی لفظ ڈآن میں آ (aw) کی آواز ہوتی ہے۔

اُبھرنا، غیر مستقل، حساس اور بھاری بھرکم اجسام کا عظیم سبب سے ظہُور میں آنا۔ تریا سے گہری نیند، خواب اور بیداری کی کیفیت کا ظہُور میں آنا۔ یہ لہریں بحرِ اعظم سے اُٹھتی ہیں اور بحر اعظم میں مُدغم ہو جاتی ہیں۔ قطعیٗ حقیقت سے متعلقہ اور متعلقہ سے قطعیٗ حقیقت۔ اس لئے میں اسے گھنٹے کی ٹنکار (ٹ۔آ۔م) سے نسبت دیتا ہوُں۔ میں نے ان تمام چیزوں کا صاف صاف مشاہدہ کیا ہوا ہے۔ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ شعُور کا ایک لامحدود سمندر موجزن ہے۔ اسی میں یہ سب کھیل شروع ہوتے ہیں اور اسی میں مُدغم ہو جاتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ اس میں سے متعلقہ سطح کی سب چیزیں نکلتی ہیں اور اسی میں واپس سمٹ جاتی ہیں۔''

مہما: ''جن کو ان چیزوں کا اِنکشاف کیا گیا اُنہوں نے شاستر نہیں لکھے۔ وہ اپنے تجربوں میں مستغرق تھے۔ وہ کب لکھ پاتے یہ سب؟ لکھنے کے لئے کچھ حِساب کتاب رکھنا ضرُوری ہے۔ دوسروں نے اِن چیزوں کو روشن ضمیر انسانوں سے سیکھا اور کتابیں لکھ ڈالیں۔''

سنیچر 6 ر دسمبر 1884ء

اَدھر کلکتہ کے شمالی علاقے میں سوبھا بازار میں رہائش پذیر تھا۔ تقریباً ہر روز اپنے دفتر میں دشوار گزار محنت کا کام ختم کرنے کے بعد شام کو گھر لوٹتے وقت وہ شری رام کرشن جی کو ملنے جایا کرتا۔ کلکتہ سے وہ کرائے کی گاڑی پکڑ کر دکھشنیشور جاتا تھا۔ صِرف شری رام کرشن جی کا دیدار ہی اُس کے لئے باعثِ خُوشی تھا۔ لیکن شری رام کرشن جی جو کچھ کہتے اَدھر کم ہی سنتا کیونکہ شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کرنے کے بعد مندروں میں چلا جاتا پھر اُنکے کہنے پر وہ فرش پر بچھی چٹائی پر لیٹ جاتا اور جلد ہی گہری نیند میں سو جاتا۔ نو، دس بجے اُسے اُٹھا دیا جاتا اور وہ گھر لوٹ جاتا۔ وہ اپنے آپ کو بہت خُوش نصیب سمجھتا کہ اس نے دکھشنیشور کے درویش کے دیدار کئے ہیں۔ اَدھر کے بلانے پر شری رام کرشن جی اکثر اُس کے گھر چلے جاتے۔ اُن کا وہاں جانا ایک مذہبی تہوار کا باعث بن جاتا۔ بڑی تعداد میں عقیدت مند جمع ہو جاتے اور اَدھر اُنہیں پر تکلف دعوت دیتا۔

شری رام کرشن جی اپنے مصاحبوں کے ساتھ اَدھر کے گھر پہنچے۔ ہر کوئی خوش تھا۔ اَدھر نے ٹھاٹ باٹ کی دعوت کا انتظام کر رکھا تھا۔ بہت سے اجنبی بھی وہاں موجود تھے۔ اَدھر کے بلانے پر بہت سے دوسرے ڈپٹی مجسٹریٹ بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ شری رام کرشن جی کو دیکھنے اور اُن کی پاکیزگی کو پرکھنا چاہتے تھے۔ ان میں بنکم چندر چٹرجی بھی شامل تھا جو شاید اُنیسویں صدی کے آخری پڑاؤ کی بنگالی ادب کی بہت بڑی شخصیت تھا۔ وہ جدید بنگالی ادب کی بنیاد ڈالنے والے اراکین میں سے ایک تھا۔ اُس نے سماجی اور مذہبی موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ بنکم انگلینڈ اور ہندوستان کے آپسی میل جول کی پیداوار تھا۔ اُس ... کی جدید

ترجمانی کی ہے اور وہ سماجی اصلاحات کی زوردار حمایت کرتا تھا۔

شری رام کرشن جی عابدین کے ساتھ خوشی خوشی بات چیت کر رہے تھے۔ اُدھر نے اپنے چند دوستوں کا ان سے تعارف کروایا۔

اُدھر (بنکم کا تعارف کراتے ہوئے) ”جناب یہ بڑا عالم فاضل ہے اور اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ آپ سے ملنے آیا ہے۔ بنکم بابو۔ اس کا نام ہے۔“

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ”بنکم[1]! تم اتنے ٹیڑھے کیوں ہو؟“

بنکم: ”جناب! جوتوں کی ٹھوکروں سے، ہمارے گورے آقاؤں کی ٹھوکروں نے میرے جسم کو ٹیڑھا بنا دیا ہے“

شری رام کرشن جی: ”نہیں، نہیں، شری کرشن اپنے بے حد پیار کی وجہ سے ٹیڑھے ہوئے تھے۔ رادھا کے پیار میں اُن کا جسم تین جگہ سے مڑا ہوا تھا۔ کچھ لوگ سری کرشن کی صورت کو ایسے بیان کرتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ اُن کے چہرے کا رنگ گہرا نیلا کیوں ہے؟ اور وہ اتنے چھوٹے قد کے کیوں تھے؟ اُن کے اپنے ہی ہاتھوں کی پیمائش کے مطابق صرف ساڑھے تین ہاتھ لمبے۔ خدا دور سے دیکھنے پر ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ ایسے ہی سمندر کا پانی دور سے دیکھنے پر نیلا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر تم سمندر کے پاس جا کر ہاتھوں میں پانی لے کر دیکھو گے تو یہ تمہیں نیلا ہرگز نہیں دکھائی دے گا۔ یہ بالکل صاف شفاف لگے گا۔ اسی طرح سورج بھی دور سے چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔ اگر تم اسے نزدیک جا کر دیکھو گے تو یہ چھوٹا نہیں لگے گا۔ جب کوئی آدمی خدا کی اصلی فطرت جان لیتا ہے تو وہ اُسے نہ تو نیلا دکھائی دیتا ہے۔ اور نہ ہی چھوٹے قد کا۔ لیکن وہ بہت دور کا نظارہ ہے۔ یہ سوائے سمادھی میں مدغم ہونے سے کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ جب تک 'میں' اور 'تم' کا احساس باقی ہے تب تک نام اور صورت بھی قائم رہیں گے۔ ہر چیز خدا کی لیلا (کھیل) ہے۔ اُسی کے کھیل کا نظارہ ہے۔ جب تک آدمی میں 'میں' اور 'تم' کا تصور بنا رہتا ہے تب تک وہ مختلف صورتوں میں خدا کا مشاہدہ کرتا رہے گا۔“

بنکم: ”آپ پرچار (تبلیغ) کیوں نہیں کرتے؟“

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ”یہ انسان کا بے جا غرور ہے جس سے وہ تبلیغ کرنے کا خیال کرتا ہے۔ آدمی ہے کیا بس ایک ادنیٰ سی مخلوق۔ واحد خدا ہی پرچار کرے گا۔ خدا جس نے سورج چاند بنا کر اس کائنات کو روشن کیا ہے۔ کیا پرچار کرنا کوئی معمولی بات ہے، خدا جب اپنے آپ کو تم پر ظاہر نہیں کرتا اور تمہیں

---

1. بنکم: ٹیڑھا یا مڑا ہوا۔

پرچار کرنے کا فرمان نہیں دیتا تو تم پرچار نہیں کر سکتے۔ بے شک تمہیں لیکچر بازی کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ تمہیں حکمنامہ تو مِلا نہیں اور تم چیخ چیخ کر اپنا گلا خراب کر رہے ہو۔ لوگ تمہاری بات صرف دو چار دن سنیں گے اور پھر اس بابت سب بھول جائیں گے۔ یہ دوسرے جذبات کی طرح ہی ہے۔ جب تک تم بولتے رہو گے لوگ تمہاری تعریف کئے جائیں گے جوں ہی تم چپ ہوئے سب کچھ ختم۔ اگر خدا اپنے آپ کو تم پر آشکار کرتا ہے اور تمہیں حکمنامہ بخشتا ہے تو پھر تم لوگوں میں لیکچر کر سکتے ہو۔ لوگوں کو تعلیم دے سکتے ہو۔ نہیں تو تمہاری بات کون سنے گا؟"

ملاقات کرنے آئے سب لوگ سنجیدگی سے سُن رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (بنکم سے): "مجھے معلوم ہے کہ تم بہت بڑے پنڈت ہو اور تم نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ذرا مجھے آدمی کے فرائض کے بارے میں بتاؤ تو۔ مرنے کے بعد آدمی کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ کیا تم پرلوک (مرنے کے بعد دوسری زندگی، آئندہ زندگی) میں یقین رکھتے ہو نا؟"

بنکم: "پرلوک؟ (آئندہ زندگی) وہ کیا ہے؟"

شری رام کرشن جی: "یہ سچ ہے جب آدمی گیان (علم الٰہی) حاصل کرنے کے بعد وفات پاتا ہے تو اُسے کسی دوسری دُنیا میں (پرلوک) نہیں جانا پڑتا۔ اُس کا دوبارہ جنم نہیں ہوتا لیکن جب تک اُسے گیان نہیں ہوتا۔ خدا کا دیدار نہیں ہوتا اُسے دوبارہ واپس اسی سرزمین پر جنم لے کر آنا ہوگا، وہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ ایسے آدمی کے لئے ہی آئندہ زندگی (پرلوک) ہے۔ گیان حاصل کر لینے پر اور خُدا کا دیدار کر لینے کے بعد آدمی نجات پا لیتا ہے۔ اُسے پھر اس سرزمین پر جنم لے کر واپس نہیں آنا پڑتا۔ اُبلا ہوا دھان بونے سے پودا نہیں اُگتا۔ اسی طرح علم الٰہی کی آگ میں اُبلے ہوئے آدمی کو تخلیق کے اس کھیل میں اپنا کردار نہیں نبھانا پڑتا۔ اُبلے ہوئے دھان کو بونے سے کیا فائدہ؟"

(بنکم سے مسکراتے ہوئے) "اچھا تو آدمی کے فرائض کے بارے میں تمہارا کیا کہنا ہے؟"

بنکم: "اگر آپ مجھے اُن کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کہوں گا کہ وہ فرائض ہیں کھانا پینا، سونا اور موج مستی کرنا (نفسی خواہشات کا پورا کرنا)"

شری رام کرشن جی (بے چین ہو کر): "تم بہت بیہودہ ہو۔ تم دن رات جو کرتے ہو وہی تمہارے مُنھ سے نکلتا ہے۔ آدمی جو کھاتا ہے اُسی کا ڈکار آتا ہے۔ ہرا ناریل کھانے سے ہرے ناریل کا ڈکار آتا ہے۔ تم دن رات زن اور زر میں اُلجھے رہتے ہو، اس لئے تمہارے مُنھ سے وہی بات نکلتی ہے۔ دُنیاوی چیزوں کے بارے

میں لگاتار سوچتے رہنے سے آدمی خود غرض اور مکار بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس خدا کے بارے میں سوچتے رہنے سے آدمی سادہ، بھولا بھالا بن جاتا ہے۔ خدا کا دیدار کر لینے کے بعد کوئی بھی ایسی باتیں نہیں کہتا جیسے کہ تم نے ابھی کہا ہے۔ کسی پنڈت کو علم و فضل سے کیا حاصل اگر وہ خدا کی ریاضت نہیں کرتا۔ اگر وہ بلا امتیاز ہے، اور اگر اُس میں دستبرداری کا جذبہ نہیں ہے؟''

''اس میں کوئی شک نہیں کہ پنڈت نے بہت سی کتابوں اور شاستروں کا مُطالعہ کیا ہوا ہے۔ وہ بہت سے کلمے پڑھ لیتا ہے یا اُس نے بہت سی کتابیں لکھ رکھی ہیں۔ لیکن اگر وہ عورت سے وابستہ ہے، اگر وہ دولت اور نام و شہرت کو ہی اصلی مقصد سمجھتا ہے تو کیا تم اُسے پنڈت کہو گے؟ اگر اُس کا من خدا پر مرکوز نہیں تو پھر وہ کیسا پنڈت؟''

''کئی لوگ عابدین کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ دن رات خُدایا، خُدایا کہتے رہتے ہیں۔ یہ پاگل ہیں، یہ اپنی سوجھ بوجھ کھو چکے ہیں۔ مگر ہم کتنے چالاک ہیں! ہم کیسے کیسے موج اور مستی کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس دھن دولت ہے، شہرت ہے، عیش و آرام ہے۔ کوا بھی سوچتا ہے کہ وہ ایک چالاک پرندہ ہے لیکن صبح سویرے اُٹھتے ہی وہ دوسروں کی غلاظت سے پیٹ بھرتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں ہو وہ کتنی اینٹھ کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے؟ بڑا سیانا بنتا ہے۔'' (سبھی چپ ہو گئے)

سری رام کرشن جی نے بات جاری رکھی۔ جو لوگ خدا کی ریاضت کرتے ہیں وہ ایک ہنس کی طرح ہیں۔ وہ دن رات دُنیاوی چیزوں سے چھٹکارا پانے کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ وہ خدا کے کمل جیسے قدموں کے آبِ حیات کے سوا کسی چیز کا نظارہ نہیں لیتے، اُنہیں دُنیا کے سب مزے کڑوے محسوس ہوتے ہیں۔ اگر تم ہنس کو دُودھ اور پانی کا مُرکب پیش کرو گے تو ہنس دُودھ کو پی لے گا اور پانی کو رہنے دے گا۔ آپ نے ہنس کی چال نہیں دیکھی؟ وہ سیدھا ایک ہی سمت میں جائے گا۔ اصلی بھگت بھی سیدھے خدا کی طرف ہی چلتے جاتے ہیں۔ وہ اور کچھ نہیں چاہتے اُنہیں اور کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔''

(بنکم سے نرم لہجے میں) ''میری بات کا برا مت ماننا۔''

بنکم: ''جی میں یہاں میٹھی باتیں سُننے نہیں آیا ہُوں۔''

شری رام کرشن جی (بنکم سے): ''صرف زن اور زر (کامنی اور کنچن) ہی سنسار ہے۔ اِسی کا نام مایا ہے۔ وہ خدا کو دیکھنے یا اُس کے بارے میں سوچنے نہیں دیتی۔ ایک یا دو بچّوں کی پیدائش کے بعد میاں اور بیوی کو بھائی بہن کی طرح زِندگی بسر کرنی چاہیے اور آپس میں صرف خدا کے بارے میں ہی بات چیت کرنی

چاہیے۔تب دونوں کے من خدا کی طرف کھچے چلے جائیں گے اور بیوی خاوند کے لئے رُوحانی منزل پر مددگار ثابت ہوگی۔حیوانی جذبات کو ترک کئے بغیر رُوحانی سعادت کا مزہ نہیں لوٹا جا سکتا۔ایسے جذبات سے چھُٹکارا پانے کے لئے خدا سے دُعا کرنی ہوگی اور یہ پُر خلوص التجا ہونی چاہیے۔خدا ہمارا اندرُونی ناظم ہے۔وہ 'انتریامی' (اندر کی بات جاننے والا) ہے۔اگر ہماری دُعا پُر خلوص ہے تو وہ یقیناً ہی سُنے گا۔"

"اور دھن دولت! میں پنچوٹی میں گنگا کے کنارے بیٹھ کر کہا کرتا۔روپیہ مٹّی ہے اور مٹّی ہی روپیہ ہے، پھر میں دونوں کو پانی میں پھینک دیتا۔"

بنکم: "روپیہ بے شک مٹّی ہے، جناب! اگر چار پیسے ہوں گے تو آپ غریب کی مدد کر سکتے ہیں۔اگر روپیہ مٹّی ہے تو پھر کوئی کسی کو خیرات نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ دوسروں کا بھلا کر سکتا ہے۔"

شری رام کرشن جی: "خیرات! دوسروں کا بھلا! تمہاری کیا ہمت ہے کہ تم دوسروں کا بھلا کر سکو؟ انسان کتنی شیخی بھگارتا ہے لیکن اُس کے سوتے ہوئے اگر کوئی اُس کے مُنھ میں گندہ پانی ڈال دے تو اُسے معلوم تک نہ ہوگا پانی اُس کے مُنھ سے اُچھل کر باہر آ رہا ہے۔کہاں گئی اُس کی شیخی، غرور اُس کا فخر؟"

"اگر صاحب خانہ (گرہستی انسان) اچھا بھگت ہے تو وہ بے لوث ہو کر اپنی ذِمہ داریوں کو انجام دیتا ہے۔اپنے کام کا پھل، نفع نقصان، سکھ دُکھ خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور دن رات عبادت کے لئے دُعا کرتا رہتا ہے۔وہ اور کچھ نہیں چاہتا۔اسی کا نام ہے 'نِس کام کرم' (کسی قسم کے صِلہ کی خواہش رکھے بغیر کام کرتے رہنا) بے لوث ہو کر فرض ادا کرنا۔ایک سنیاسی (ہندو فقیر، تارک الدنیا) کو بھی اپنے سب کام بے لوث جذبے کے تحت ہی کرنے چاہیے۔لیکن صاحب خانہ کی طرح اُسے دُنیاوی فرائض ادا نہیں کرنا پڑتے۔"

"اگر کوئی صاحب خانہ بے لوث جذبے سے خیرات دیتا ہے تو وہ در حقیقت دوسروں کی نِسبت اپنا ہی بھلا کر رہا ہوتا ہے۔وہ خدا کی ہی خدمت کر رہا ہوتا ہے، وہ خدا جو ساری مخلُوق میں موجود ہے اور جب وہ خدا کی خدِمت کرتا ہے تو اصل میں وہ دوسروں کی نہیں بلکہ اپنی ہی خدِمت کرتا ہے۔اگر کوئی اِنسان ساری مخلُوق کی نِسبت خدا کی خدمت کرتا ہے۔نہ صرف اِنسانوں کے ذریعے ہی، بلکہ جانوروں اور دوسرے جیو جنتوؤں کے ذریعہ بھی۔اگر وہ نام، شہرت اور مرنے کے بعد جنّت کی خواہش نہیں رکھتا۔اگر وہ خدِمت کرنے والوں سے کوئی صِلہ نہیں چاہتا۔اگر وہ اس جذبے سے اپنا کام سرانجام دیتا ہے تو واقعی وہ بے غرض اور بے لوث کام کو سرانجام دیتا ہے۔اس طرح بے غرضی سے کام کر کے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے اس کو کرم یوگ کہتے ہیں۔یہ بھی خدا کو پانے کا ایک راستہ ہے۔لیکن یہ بہت مشکل ہے اور کلجگ میں موزُوں نہیں۔"

''اس لئے میں کہتا ہُوں کہ جو کوئی بے غرضی سے کام کرتا ہے اور جو رحم دِل اور سخی ہے وہ صرف بھلائی ہی کرتا ہے۔ دوسروں کی مدد کرنا، دوسروں کا بھلا کرنا یہ صِرف خدا کا ہی کام ہے۔ جس نے کہ اِنسان کے لئے سُورج، چاند بنائے، جس نے کہ اِنسان کے لئے ماں باپ، پھل اور اناج بنائے ہیں۔ ماں باپ کا پیار خدا کا ہی دیا ہوا پیار ہے۔ یہ پیار خدا نے ان کو اس لئے دیا ہے تا کہ اس کی تخلیق محفُوظ رہے۔ رحم و کرم جو کہ تُم مہربان اِنسانوں میں دیکھتے ہو یہ خدا کا ہی دیا ہوا ہے۔ یہ رحم خدا نے انسانوں کو اس لئے بخشا ہے تا کہ بے بس اور لاچار لوگوں کی حِفاظت ہو سکے۔ تُم سخی ہو یا نہیں وہ اپنا کام کِسی نہ کِسی طریقے سے کروا ہی لے گا۔ اس کا کام کبھی رُک نہیں سکتا۔''

''تو پھر آدمی کا فرض کیا ہے؟ اور وہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ اُس کا فرض ہے کہ وہ خدا کی پناہ میں جائے اور اُس کے دیدار کی خاطر تڑپتے ہوئے دل سے دُعا کرے۔''

(بنکم سے): ''کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خدا کو بغیر کِتابوں اور شاستروں کے مطُالعہ کے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ سوچتے ہیں کہ سب سے پہلے آدمی کو دُنیا اور اُس کی مخلُوق کے بارے میں جاننا چاہیے۔ سائنس کا مطُالعہ کرنا چاہیے۔ اُن کا خیال ہے کہ اُس کی مخلُوق کو جانے بغیر خدا کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے سائنس آئی ہے یا خدا تمہارا کیا خیال ہے؟''

بنکم: ''میرا بھی یہی خیال ہے کہ آدمی کو دُنیا کی مُختلف چیزوں کی جانکاری ہونی چاہیے۔ دُنیا کے بارے میں کچھ جانے بغیر ہم خدا کو کیسے جان سکتے ہیں؟ پہلے ہمیں کِتابوں سے سبق لینا چاہیے۔''

شری رام کرشن جی: ''تم سب لوگوں کا یہی رونا ہے، لیکن پہلے خدا ہے اور بعد میں تخلیق۔ خدا کو جان لیا تو سب جان لیا پھر تُمہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جاننے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ویدوں میں ایسا ہی ذکر ہے۔ تم کسی شخص کی پارسائی کا ذِکر تبھی تک کرتے ہو جب تک وہ تُمہیں مِلا نہیں ہوتا، جوں ہی وہ تمہارے سامنے آتا ہے تُمہاری سب بات چیت ختم ہو جاتی ہے۔ اُس کا ساتھ مِلتے ہی تُم خُوشی سے جھُوم اُٹھتے ہو۔ محض اُس سے بات چیت کرنے سے ہی تمہُارے اندر بیحد جوش بھر جاتا ہے۔ پھر تم اُس کی پارسائی کا ذکر تک نہیں کرتے۔''

''پہلے خدا کو جانو بعد میں اُس کی تخلیق اور دوسری چیزوں کے بارے میں سوچو۔ ایک کو جان لیا تو سب جان لیا۔ ایک کا ہندسہ لکھنے کے بعد اُس کے ساتھ پچاس صِفر جوڑ لو تو تمہُارے پاس ایک بڑی رقم بن جائے گی لیکن ایک کا ہندسہ مٹا دینے سے کچھ باقی نہیں رہ جائے گا۔ یہ وہ ایک ہے جو بہت کا پیدا کرنے والا ہے۔ پہلے ایک بعد میں انیک (زیادہ) پہلے خدا پھر اُس کی مخلُوق اور دنیا۔''

''خُدا سے تڑپتے ہوئے دِل سے دُعا کرو۔ اگر یہ دُعا پُر خلوص ہے تو وہ یقیناً سُنے گا۔ شاید وہ تمہیں کسی ایسے آدمی سے ملادے گا جس کے ساتھ رہتے ہوئے تمہیں رُوحانی منزل پر گامزن رہنے کے لئے مدد مل سکے۔ ممکن ہے کوئی کہہ دے ایسا ایسا کرو تو خدا مل جائے گا۔''

''گُورو (مُرشد) کی بات پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ گُورو ہی سچّدانند ہے۔ سچّدانند ہی گُورو ہے۔ (مُرشد ہی خالقِ کائنات ہے، خالقِ کائنات ہی مُرشد ہے) اُس کی بات پر بچّے کی طرح یقین کرنے سے خُدا کو پایا جاسکتا ہے۔ پاکھنڈی، خود غرض یا جھگڑالو من سے خُدا کو نہیں پایا جاسکتا۔ آدمی کو پُر خلوص ہونا چاہیے اور اُسے خُدا پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ خُدا پُر خلوص لوگوں کے بہت قریب ہے مگر پاکھنڈیوں سے کوسوں دور۔''

''خُدا کو پانے کے لئے ایک بچّے کی سی تمنّا ہونی چاہیے۔ ماں کی غیر موجودگی میں بچّہ پریشان ہو جاتا ہے۔ تُمہیں چاہئیے اُس کے ہاتھ میں مٹھائی دے کر اُسے بہلانے کی کوشش کرو لیکن اُسے اُلّو نہیں بنایا جاسکتا۔ وہ صِرف یہی کہتا ہے۔ نہیں، میں ماں کے ہی پاس جاؤں گا۔ خُدا کے لئے اِسی قسم کی تمنّا ہونی چاہیے۔ آہ۔ کتنی تڑپ! بچّہ ماں کے لئے کتنی بے قراری محسوس کرتا ہے۔ بچّہ ماں کو کسی بھی طرح نہیں بھُولتا وہ جِسے دُنیا کی سب خوشیاں پھیکی لگتی ہیں وہ جسے باقی کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ جیسے پیسہ، نام، شہرت، دُنیا کی سب آسائشیں، نفسانی خوشی وغیرہ وہ جو ماں کی ایک جھلک پانے کے لئے غم زدہ ہو جاتا ہے وہ اسی کے لئے ماں پھر سب کام کاج چھوڑ دوڑی دوڑی چلی آتی ہے۔''

''اصلی بات وہی بے قراری ہے، کوئی بھی راہ اختیار کرو، آپ چاہے ایک ہندُو، ایک مُسلمان، ایک عیسائی، ایک سکھ، ایک ویشنو یا ایک برہمو ہیں۔ کسی بھی راستے سے جاؤ بے قراری ہی اصلی بات ہے۔ خُدا تو ہمارے اندر کی سب بات جانتا ہے۔ اگر ہم غلط راستے سے بھی جاتے ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر تم صِرف اُس کے لئے بے قرار رہو۔ وہ تُمہیں ٹھیک راستے پر لے آئے گا۔''

برہمو سماج کے ترلوکیہ نے گیت گانا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شری رام کرشن جی کھڑے ہو گئے اور باہری دُنیا کے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ وہ سمادھی میں کھو کر اندرونی دُنیا میں مدغم ہو گئے۔ بھگت لوگ اُن کے گرد دائرے میں کھڑے ہو گئے۔ بھیڑ کو چیرتے ہوئے بنکم سری رام کرشن جی کے قریب آ گیا اور اُنہیں غور سے دیکھنے لگا۔ اُس نے کسی کو سمادھی کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

چند منٹوں بعد شری رام کرشن جی تھوڑے ہوش میں آ گئے اور مستی کے عالم میں رقص کرنے لگے۔ یہ

کبھی نہ بھولنے والا منظر تھا۔ بنکم اور اُس کے انگریزی تعلیم یافتہ دوست اُن کو حیرت کی نِگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے۔ کیا اسی کا نام پریم آنند ہے؟ (خدا کی مستی میں ڈوبنے والا نشہ) بھگت لوگ بھی انہیں تعجّب بھری آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

گانا اور رقص ختم ہوا شری رام کرشن جی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور باقی سب اُن کے گرد جا بیٹھے۔

بنکم (شری رام کرشن جی سے): ''جناب! عشقِ الٰہی کو کیسے فروغ دیا جا سکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''بے قراری سے۔ جیسے ایک بچّہ اپنی ماں کے لئے بے قراری محسوس کرتا ہے، بچّہ اپنی ماں سے جُدا ہونے کے بعد پریشان ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے لئے بڑی آرزُومندی سے روتا ہے۔ اگر خدا کے لئے اسی طرح کوئی رو سکتا ہے تو وہ اُس کا دیدار پا سکتا ہے۔''

''صُبح کے طلوُع ہوتے ہی مشرقی اُفق لال ہو جاتی ہے۔ اُس وقت سمجھا جاتا ہے کہ سُورج نِکلنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو خدا کیلئے بے قرار دیکھا جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اُسے خدا کا دیدار ہونے میں اب دیر نہیں۔''

(شری رام کرشن جی بنکم سے): ''آؤ میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ سطح پر تیرتے رہنے سے تمہیں کیا ملے گا؟ پانی میں غوطہ لگاؤ۔ گہرے پانی میں نیچے رتن پنہاں ہیں۔ سطح پر ہاتھ پاؤں چلانے سے کیا حاصل، اصلی رتن بھاری ہوتا ہے۔ وہ سطح پر نہیں تیرتا۔ یہ نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے، اصلی رتن پانے کے لئے تمہیں گہرا غوطہ لگانا پڑے گا۔''

بنکم: ''جناب! ہم کریں بھی تو کیا؟ ہم کارک سے بندھے ہوئے ہیں۔ یہ ہمیں ڈوبنے نہیں دیتا۔'' (سب ہنس پڑے)

شری رام کرشن جی: ''خدا کو یاد کرنے سے سب گُناہ ختم ہو جاتے ہیں اُس کا نام لینے سے موت کا پھندا کٹ جاتا ہے۔ غوطہ لگانا ہوگا نہیں تو رتن نہیں ملے گا۔''

بنکم نے شری رام کرشن جی کو جھک کر آداب کیا۔ وہ رُخصت ہونے والا تھا۔

بنکم: ''جناب! میں اتنا بے وقوف نہیں جتنا آپ نے مُجھے سمجھا ہے۔ میں نے آپ سے ایک گذارش کرنی ہے۔ مہربانی کر کے اپنے مقدّس قدموں کی دُھول سے میرے گھر کی رونق بڑھائیں۔''

شری رام کرشن جی: ''اچھی بات ہے، اگر خدا کی رضا ہوئی تو میں آ جاؤں گا۔''

بنکم نے اُن سے رُخصت لی مگر وہ خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ وہ جب دروازے کے پاس پہنچا تو

اُسے معلوم ہوا کہ اُس کا شال کمرے میں رہ گیا ہے۔ وہ قمیض پہنے ہوئے تھا۔ ایک بھلے آدمی نے آکر اُسے اُس کا شال سونپ دیا۔

اُدھر نے شری رام کرشن جی اور عابدین کو دعوت سے نوازا۔ شام ڈھلنے کے دیر بعد عابدین شری رام کرشن جی کی رُوحانی مُسرت میں مست سی صورت کو اپنے دِلوں میں بسائے اور اُن کی دانشمندانہ باتوں کو یاد کرتے ہوئے گھر واپس لوٹے۔

چونکہ بنکم نے شری رام کرشن جی کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ شری رام کرشن جی نے کچھ دنوں بعد گریش اور 'ایم' کو اُس کے گھر کلکتہ میں بھیجا تھا۔ بنکم کی ان دونوں کے ساتھ سری رام کرشن جی کے بارے میں کافی بات چیت ہوئی۔ اُس نے اُن کو بتایا تھا کہ وہ شری رام کرشن جی سے دوبارہ ملنا چاہتا ہے مگر اُس کی یہ خواہش پُوری نہ ہو سکی۔



چند قریبی عقیدت مند

بُدھوار 11/مارچ 1885ء

اسکول سے چھُٹی کے بعد 'ایم' بلرام کے گھر گیا اور اُس نے شری رام کرشن جی کو عابدوں اور شاگردوں کے بیچ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ چہرے پر میٹھی سی مسکراہٹ ہے اور وہی مسکراہٹ عابدوں کے چہرے پر بھی جھلک رہی ہے۔ 'ایم' کو شری رام کرشن جی کے پاس بیٹھنے کو کہا گیا۔

شری رام کرشن جی (گریش سے): ''تم یہ بات نریندر سے کر کے دیکھنا وہ کیا کہتا ہے؟''

گریش: ''نریندر کا کہنا ہے کہ خدا لامحدود ہے، ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم جو چیزیں یا لوگ دیکھتے ہیں۔ وہ سب اس کے جزہیں۔ Infinity لامحدود کے جز کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔''

شری رام کرشن جی: ''خدا چاہے کتنا بھی بڑا یا لامحدود کیوں نہ ہو وہ اگر چاہے تو اُس کی ماہیت انسان میں آشکار ہو سکتی ہے۔ اور ہوتی بھی ہے۔ خدا کے اِنسانی اَوتار کو قیاس آرائی کے ذریعہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُسے خود ایسا محسوس ہونا چاہیے اور وہ خود اس کا براہِ راست مشاہدہ کرے۔ قیاس آرائی سے صرف اُس کی تھوڑی سی جھلک مل سکتی ہے۔ گائے کے سینگ، ٹانگیں یا دُم چھونے سے ہمیں دراصل گائے کو ہی چھُوتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے لئے گائے میں ضروری چیز دودھ ہے، جو اُس کے تھن میں ہے۔ خدا کا انسانی اَوتار (انسان کے جامہ میں) لے کر آنا تھن کی مانند ہے۔ پیار محبت اور بھگتی (عبادت) کی تعلیم دینے کی خاطر خدا وقت وقت پر انسانی جامہ پہن کر آتا رہتا ہے۔''

گریش: ''نریندر کا کہنا ہے، خدا کے متعلق مکمل طور پر جان لینا کیا کبھی ممکن ہے؟ وہ تو لامحدود ہے۔''

شری رام کرشن جی (گریش سے): ''خدا کے بارے میں سب کچھ جان بھی کون سکتا ہے؟ خدا کے کسی چھوٹے یا بڑے پہلو کو سمجھ لینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اور خدا کی بابت ہر چیز جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اُس کا دیدار کر لینا ہی کافی ہے۔ خدا کے اوتار کو دیکھنا ہی خدا کو دیکھنا ہے۔ اگر کوئی گنگا کے پاس جا کر گنگا کے پانی کو چھو لیتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نے گنگا کو دیکھا اور چھوا ہے۔ ایسا کہنے کے لئے اُسے ہریدوار سے لے کر گنگا ساگر تک دریا کو چھونے کی ضرورت نہیں۔'' (ہنسی)

''اگر میں تمہارے پاؤں چھوتا ہوں تو یقیناً ہی تمہیں ہی چھو رہا ہوں۔'' (ہنسی) ''اگر کسی آدمی نے سمندر کے کنارے جا کر اُس کے تھوڑے سے پانی کو چھولیا تو اُس نے یقیناً سمندر کو چھولیا۔ عنصر کے طور پر آگ سب جگہ موجود ہے مگر لکڑی میں اس کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے۔''

گریش (مسکراتے ہوئے): ''میں آگ کی تلاش میں ہوں، میں اُسی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں پر مجھے آگ ملے گی۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''ہاں آگ بطور ایک عنصر بہ نسبت اور چیزوں کے لکڑی میں زیادہ موجود ہے۔ اگر تمہیں خدا کی تلاش ہے تو اُسے آدمی میں تلاش کرو، اُس کا ظہور آدمی میں بجائے اور چیزوں کے زیادہ ہے۔ اگر تمہیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جس پر وجد کا عالم طاری ہو۔ جس میں محبت جھلک رہی ہو۔ جو خدا کے عشق میں دیوانہ ہو اور اُس کی محبت کے نشے میں چور ہو تو یقین جانو کہ اُس کے ذریعہ خدا خود ظہور پذیر ہوا ہے۔''

'ایم' سے مخاطب: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا ہر چیز میں موجود ہے مگر اُس کی طاقت کا ظہور مختلف چیزوں میں مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ خدا کی طاقت کا سب سے زیادہ ظہور ایک اوتار کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور پھر چند ایک اوتاروں میں خدا کی طاقت کا مکمل ظہور ہوتا ہے۔''

گریش: ''نریندر کا کہنا ہے کہ خدا ہماری باتوں اور خیالوں سے بہت پرے ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''بحیثیت مجموعی یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ بلاِشک اس من سے اُسے جانا نہیں جاسکتا۔ مگر صاف اور سچے من سے اُسے ضرور ہی جانا جاسکتا ہے۔ زن اور زر سے بے نیاز ہوتے ہی من و ذہن فوری طور پر پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ پاکیزہ من اور پاکیزہ ذہن ایک ہی چیز ہے۔ خدا کو پاک من سے جانا جاسکتا ہے، کیا قدیم زمانے کے عارف اور روشن ضمیر اِنسانوں نے خدا کا دیدار نہیں کیا تھا؟ اُنہوں نے اپنی اندرُونی آگاہی کے ذریعے سب جگہ رچے بسے شعُور کو دیکھا تھا۔''

گریش: ''نریندر دلیل بازی میں مُجھ سے ہار گیا۔''

شری رام کرشن جی: ''نہیں، اُس نے مُجھ سے کہا تھا گریش آدمی کو اوتار کہہ کر جب اِتنا بھروسہ کرتا ہے تو اُس پر میں اور کیا کہتا۔ اس طرح کے بھروسے پر کچھ کہنا بھی نہیں چاہیے۔''

''نریندر ایک بُلند کردار لڑکا ہے۔ اُسے ہر چیز میں کمال حاصل ہے۔ چاہے وہ موسیقی ہو، چاہے گانا ہو اور چاہے تحصیلِ علم ہو اور پھر اُس کو اپنے ہوش وحواس پر ضبط حاصل ہے۔ وہ ایک سچّا، باشعُور اور غیر

جانبدار لڑکا ہے۔ کسی اِنسان میں اتنے اوصاف۔'' ('ایم' سے مخاطب) ''تُمہارا کیا کہنا ہے کیا وہ عام طور سے اچھا نہیں ہے؟''

'ایم': ''ہاں جناب وہ اچھا ہے۔''

شری رام کرشن جی ('ایم' کی طرف مُنھ کر کے) ''اس میں (گریش) بڑی سنجیدگی اور بھروسہ ہے۔''

'ایم' نے گریش کی طرف دیکھا اور وہ اس کے اس قدر اعتقاد پر تعجب کرنے لگا۔ گریش نے ابھی تھوڑے عرصے سے ہی شری رام کرشن جی کے پاس آنا شروع کیا تھا اور وہ اُن کی رُوحانی طاقت کا پہلے ہی سے قائل ہو گیا تھا۔ 'ایم' کو یوں دکھائی پڑتا کہ وہ پرانا واقف کار دوست اور رِشتہ دار ہے جو زبردست رُوحانی بندھن کے رِشتہ سے اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ شری رام کرشن جی کی بھگت مالا میں گریش ایک انمول جواہر ہے۔ (شری رام کرشن جی کے بھگتوں میں گریش کا اعلیٰ مقام ہے)

آہستہ آہستہ شام کا دُھندلکا چھانے لگا۔ کلکتہ پر شام کا سایہ طاری ہو گیا۔ اسی لمحے اس بڑے مصروف شہر کا شور و غُل مدھم ہو گیا۔ گھنٹوں اور شنکھوں کی آواز نے بہت سے ہندو گھروں میں شام کی پوجا (پرستش) کا باضابطہ اعلان کیا۔ خدا کے عابدوں نے اپنے دُنیاوی فرائض کو خیر باد کہا اور اپنے من کو خدا کی دُعاؤں اور ریاضت میں جوڑ دیا۔ دن اور رات کا یہ ملن یہ پُر اسرار جھٹپٹے کا وقت، ایسے موقعوں پر شری رام کرشن جی پر وجد کا سا عالم چھا جاتا تھا۔

کمرے میں بیٹھے ہوئے عابدین شری رام کرشن جی کو ماں الٰہی (ماں کالی) کا نام گُنگناتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد شری رام کرشن جی ماں کالی سے دُعا کرنے لگے۔ لگاتار خدا سے راز و نیاز میں محو رہنے والی رُوح (اِنسان) کو بھلا دُعا کی کیا ضرُورت ہے؟ کیا وہ گمراہ فانی اِنسانوں کو دُعا کا طریقہ کار سمجھانا نہیں چاہتے تھے؟ ماں کالی سے مخاطب ہو کر اُنہوں نے کہا، ''ماں! میں نے اپنے آپ کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ میں نے تمہارے قدموں میں پناہ لے رکھی ہے۔ مُجھے جسمانی آرام و آسائش کی ضرُورت نہیں۔ مجھے نام و شہرت کی چاہت نہیں۔ میں آٹھ پُر اسرار طاقتوں (سدھیوں) کا متلاشی نہیں۔ مجھ پر رحم و کرم فرماؤ اور مُجھے اپنی پاک محبت عطا کرو۔ ایسی محبت جس میں خواہشات کی بو نہ ہو۔ ایسی محبت جس میں غرض مندی نہ ہو۔ ایک عابد کی محبت جو محض محبت ہی کی خاطر ہوتی ہے۔ اے ماں! مُجھ پر اتنی نوازش اور کر دو کہ میں تمہاری چندھیا دینے والی دُنیاوی مایا میں بھٹک نہ جاؤں۔ اور کہ میں

تمہاری پُراسرار مایا کے جادوئی اثر سے زن اور زر سے وابستہ نہ ہو جاؤں۔ ماں تمہارے سوا میرا اور کوئی نہیں جسے میں اپنا کہہ سکوں۔ مجھے پرستش کرنا نہیں آتی اور نہ ہی مجھ میں ذاتی ضبط ہے۔ نہ ہی مجھ میں عبادت کا جذبہ ہے، اور نہ ہی علم وفضل۔ مہربان ہو کر مجھے اپنے بے پناہ رحم وکرم سے اپنے کمل جیسے قدموں کی شفقت دے دو۔"

اُن کی رُوح کی گہرائیوں سے کی گئی اِس دُعا کے ہر ایک لفظ نے عابدین کے دِلوں کو متحرک کر دیا۔ اُن کی سریلی آواز اور بچّوں جیسی سادگی نے اُن کے دلوں کو چھو لیا۔

گریش نے شری رام کرشن جی کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور وہ بھی اُسی رات کو۔

شری رام کرشن جی: "کیا تمہارے خیال میں دیر نہیں ہو جائے گی؟"

گریش: "نہیں جناب آپ جب چاہیں واپس آئیں۔ مجھے ایک جھگڑا نپٹانے کی خاطر رات کو تھیٹر جانا ہوگا۔"

شام کے نو بج رہے تھے جب شری رام کرشن جی گریش کے گھر جانے کو تیار ہوئے چونکہ بلرام نے اُن کے لئے رات کے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی نے بلرام کو کہا کہ میرے لئے تیار کئے گئے کھانے کو تم گریش کے گھر بھجوا دو میں وہیں مزے سے اسے کھا لوں گا۔ وہ بلرام کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔

جیسے ہی شری رام کرشن جی بلرام کے گھر کی دوسری منزل سے نیچے اُتر رہے تھے وہ رُوحانی مستی میں چور ہو گئے۔ وہ یوں نظر آتے تھے جیسے کہ اُنہوں نے شراب پی رکھی تھی۔ نارائن اور 'ایم' اُن کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور رام، چونی اور دوسرے عابد اُن کے پیچھے تھے۔ جونہی وہ نِچلی منزل پر پہنچے وہ پوری طرح مستی میں کھو چکے تھے۔ نارائن اُن کا ہاتھ پکڑنے کے لئے آگے بڑھا تا کہ اُن کے قدم کہیں لڑکھڑا نہ جائیں اور وہ گِر نہ پڑیں۔ اس بات پر شری رام کرشن جی نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ چند منٹوں بعد اُنہوں نے نارائن کو بتایا کہ اگر تُم نے میرا ہاتھ پکڑا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں نشے کی حالت میں ہُوں، میں اپنے آپ چلوں گا۔"

گریش کا گھر دور نہیں تھا۔ شری رام کرشن جی نے بوس پاڑہ گلی کو پار کیا۔ اچانک وہ تیز تیز چلنے لگے۔ عابدین پیچھے رہ گئے تھے۔ اُسی وقت نریندر دُور سے آتا دکھائی دیا۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو شری رام کرشن جی نریندر کا خیال کرتے ہی یا پھر محض اس کے نام لینے پر بھی خوشی سے جھوم اُٹھتے۔ مگر اس وقت

اُنہوں نے اپنے عزیز شاگرد سے بات تک نہیں کی۔ جیسے ہی شری رام کرشن جی اور عابدین گریش کے گھر کی گلی میں پہنچے تو وہ بولنے کے قابل ہو گئے۔ اُنہوں نے نریندر سے پُوچھا۔ میرے بچّے کیا تم ٹھیک ہو؟ میں اُس وقت تم سے بات نہ کر سکا۔ شری رام کرشن جی کے منُہ سے نکلے ہر لفظ میں بے پناہ محبت کا اظہار تھا۔

شری رام کرشن جی کے استقبال کے لئے گریش دروازے پر کھڑا تھا۔ جیسے وہ گھر کے اندر داخل ہوئے، گریش اُن کے قدموں سے لپٹ گیا اور ایک چھڑی کی مانند فرش پر لیٹ گیا۔ شری رام کرشن جی کے کہنے پر وہ اُن کے قدموں کو اپنی پیشانی سے چھوتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ شری رام کرشن جی کو دوسری منزل کے دیوان خانے میں لے جایا گیا۔ عابدین اُن کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے نیچے بیٹھ گئے۔ وہ ان کے مُنھ سے نکلی ہوئی ہر بات کو سُننے کے شائق تھے۔

جیسے ہی شری رام کرشن جی اپنی مخصُوص جگہ پر بیٹھنے لگے تو اُن کو نزدیک ہی پڑا ہوا ایک اخبار دکھائی دیا۔ اُنہوں نے اشارے سے کسی آدمی کو اخبار ہٹانے کو کہا، چونکہ اخبار دنیاوی حالات، گپ شپ اور شرمناک واقعات سے بھرا پڑا ہوتا ہے۔ وہ اسے غیر متبرک سمجھتے تھے۔ اخبار کو ہٹانے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

شری رام کرشن جی کے بہت سے بھگت (عابد) نریندر، گریش، رام، ہری پد، چونی، بلرام اور ُایم' کمرے میں موجود تھے۔ نریندر خُدا کے انسانی جسم میں اوتار لینے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ لیکن گریش کا اُس سے اختلاف تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ قادرِ مطلق آقا (خالقِ کائنات) اپنی پُراسرار طاقت سے کسی رُوحانی مقصد کی خاطر اس روئے زمین پر انسانی جامہ پہن کر رُونما ہوتا ہے۔

شری رام کرشن جی نے گریش سے کہا، ''میں تمہاری اور نریندر کی انگریزی میں بحث سُننا چاہتا ہوں۔''

بحث مُباحثہ شروع ہوا۔ مگر وہ بنگالی میں بات چیت کرنے لگے۔ نریندر نے کہا، ''خدا لامحدود (Infinity) ہے، اُس کو پورے طور پر سمجھنا تمہارے لئے کیسے ممکن ہے؟ وہ ہر انسان کے اندر رہائش پذیر ہے۔ ایسا نہیں کہ اُس کا صرف ایک ہی شخص کے ذریعے آشکار ہو۔''

شری رام کرشن جی (نرمی سے): ''میں نریندر سے بالکل متفق ہوں۔ خدا ہر جگہ موجود ہے مگر پھر بھی تمہیں یاد رہے کہ مختلف انسانوں میں اُس کی الگ الگ طاقت کا ظہور ہوتا ہے۔ کہیں تو جہالت کی

طاقت کا ظہور ہے اور کہیں علم و فضل کی طاقت کا ظہور۔ الگ الگ لوگوں میں خدا کی طاقت کا الگ الگ درجہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے سب لوگ برابر نہیں ہیں۔"

رام: "ان فضول دلیلوں سے کیا حاصل؟"

شری رام کرشن جی (اونچی آواز میں): "نہیں، نہیں ان سب کے کچھ معنی ہیں۔"

گریش (نریندر سے): "تم کیسے جانتے ہو کہ خدا انسانی جامہ اختیار نہیں کر سکتا؟"

نریندر: "خدا باتوں اور خیالوں سے پرے ہے۔"

شری رام کرشن جی: "نہیں یہ سچ نہیں ہے۔ اُسے واضح عقل جو کہ نفسِ پاک (Pure self) کی طرح ہے سے جانا جا سکتا ہے۔ پرانے زمانے کے روشن ضمیر انسانوں نے اپنی واضح عقل سے نفسِ پاک کو اچھی طرح جان لیا تھا۔"

گریش (نریندر سے): "جب تلک خدا خود اِنسانی جامے میں آکر لوگوں کو تعلیم نہیں دیتا، اُن لوگوں کو پوشیدہ رُوحانی پہلوؤں کے بارے میں کون بتائے گا؟ لوگوں کو رُوحانی تعلیم اور عشق الٰہی سے روشناس کرانے کے لئے خدا انسانی جامہ پہنتا ہے نہیں تو اُن کو یہ سبق کون دے گا؟"

نریندر: "کیوں؟ خدا ہمارے دل میں رہتا ہے، وہ ہمیں اندر سے ہی سب کچھ بتا دے گا۔"

شری رام کرشن جی: "ہاں ہاں، وہ ہمارا اندرُونی راہبر بن کر ہمیں سب بتا دے گا۔"

آہستہ آہستہ نریندر اور گریش گرما گرم بحث مُباحثہ میں اُلجھ گئے۔ اگر خدا لامحدود ہے تو اُس کے ٹکڑے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں ہیملٹن کا کیا کہنا ہے؟ ہربرٹ سپنسر (Spencer) کیا کہتا ہے۔ ٹائنڈال (Tyndal) اور ہکسلے (Huxely) اور دوسرے لوگ کیا کہتے ہیں؟

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): "مجھے تمہاری اس بحث مُباحثے میں کوئی مزہ نہیں آرہا۔ میں بھلا دلیل بازی میں کیوں پڑوں؟ میں صاف صاف دیکھ رہا ہوں کہ خدا ہی سب کچھ ہے۔ وہ خود ہی ہر چیز بنا ہوا ہے۔ مجھے جو کچھ بھی دکھائی پڑتا ہے وہ سب خدا ہی ہے، وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ میں ایسی حالت میں مبتلا ہوں جہاں من اور شعُور دونوں اس طرح متحد ہو گئے ہیں کہ اُن کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔"

"لیکن اندرُونی شعُور کے بیدار ہوئے بغیر کوئی بھی ہر سو رچے بسے شعُور کو جان نہیں سکتا۔ اِنسان تب تک دلیل بازی کرتا ہے جب تک وہ خدا کو جان نہیں لیتا۔ لیکن محض باتوں سے ہی کام نہیں چلے گا۔

میں اپنی بات بتاؤں؟ میں صاف طور پر دیکھتا ہُوں کہ خُدا ہی سب کچھ ہے۔ اپنے اندرُونی شعُور کو خُدا کی رحمت سے بیدار کرنا چاہیے۔ اسی بیداری کی وجہ سے آدمی سمادھی میں چلا جاتا ہے۔ وہ اکثر بھُول جاتا ہے کہ اُس کا کوئی جسم بھی ہے۔ اُسے سوائے خُدا کے اور کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ دُنیاوی باتیں اُسے درد پہنچاتی ہیں۔ اندرُونی شعور کے بیدار ہونے پر ہر جگہ رچے بسے شعُور کو جانا جاسکتا ہے۔"

بحث مُباحثہ ختم ہوا۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو بتایا: "میں نے دیکھا ہے کہ آدمی دلائل کے ذریعہ خُدا کے بارے میں ایک قِسم کا علم اور ریاضت کے ذریعہ دوسرے قِسم کا علم حاصل کرتا ہے۔ لیکن وہ تیسری قِسم کا عِلم تب حاصل کرتا ہے جب خُدا خود اپنے عابد پر اپنا آپ ظاہر کرتا ہے۔ اگر خُدا خود اپنے عابد کو پیغمبر کی فِطرت سے روشناس کرتا ہے کہ وہ انسانی جامے میں کیسے کھیل کھیلتا ہے تو پھر عابد کو اس مسئلے کے بارے میں جاننے یا کسی قِسم کی تشریح کی ضرُورت نہیں رہتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیُونکر ہے؟ اندازہ کرو کہ کوئی آدمی اندھیرے کمرے میں ہے وہ دیا سلائی جلاتا ہے تو اچانک ہی روشنی ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح اگر خُدا ہمیں اپنی روشنی عطا کر دیتا ہے تو ہمارے سارے شک وشکوک دور ہو جاتے ہیں۔ کیا خدا کو کبھی محض باتوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے؟"

شری رام کرشن جی نے نریندر کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ اُنہوں نے اُس کی صحت کے بارے میں پُوچھا اور اُس سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔

نریندر (شری رام کرشن جی سے): "میں تین یا چار دِن تک ماں کالی کی ریاضت کرتا رہا ہُوں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

شری رام کرشن جی: "میرے بچّے! سب کچھ بھلے وقت میں ہوتا ہے۔ کالی برہم (خالقِ کائنات) کے عِلاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ جس کو خالقِ کائنات کہتے ہیں اصل میں وہ ماں کالی ہی ہے۔ وہ قوتِ اوّلین ہے۔ جب وہ قوتّ بے حرکت ہوتی ہے تو میں اسے برہم کہتا ہُوں۔ اور جب وہ تخلیق کار، پروردِگار اور فنا کار ہوتی ہے تو میں اُسے شکتی یا کالی کہہ کر پُکارتا ہُوں۔ جِسے تم برہم کہتے ہو میں اُسے کالی کہتا ہُوں۔"

کافی رات گزُر چکی تھی۔ گریش نے ہری پد کو ٹیکسی لانے کے لئے کہا کیُونکہ اُسے تھیٹر جانا تھا۔

گریش: "مُجھے تھیٹر جانا ہے، میں آپ کو یہیں چھوڑے جا رہا ہُوں۔"

شری رام کرشن جی: "نہیں نہیں، تمہیں دونوں کام کرنے ہیں۔"

گریش: "میں سوچ رہا ہُوں کہ تھیٹر نوجوانوں کے حوالے کر دوں۔"

شری رام کرشن جی: ''نہیں، نہیں سب ٹھیک ہے۔ تُم بہت لوگوں کی بھلائی کر رہے ہو۔''

نریندر نے کانا پُھوسی کرتے ہوئے کہا، ''ایک لمحہ پہلے یہ (گریش) ان کو (شری رام کرشن جی) خدا کہہ رہا تھا اور اب یہ تھیٹر کی طرف متوجّہ ہو گیا ہے۔''

نریندر شری رام کرشن جی کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اُنہوں نے اُسے غور سے دیکھا اور اچانک وہ اپنے محبُوب شاگِرد کے اور نزدیک بیٹھ گئے۔ نریندر کو خدا کے اِنسانی جامہ پہننے پر یقین نہیں تھا لیکن اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سری رام کرشن جی کا دل تو اپنے محبُوب شاگِرد کی محبُت سے ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اُنہوں نے نریندر کو کہا: ''جب تلک آدمی خدا کے بارے میں دلیل بازی کرتا رہتا ہے وہ اُسے حاصل نہیں کر سکتا۔ تم دونوں بحث مُباحثہ کر رہے تھے مُجھے یہ پسند نہیں۔''

''جتنا تم خدا کے نزدیک پہنچتے ہو اتنی ہی دلیل بازی اور بحث کم ہوتی جاتی ہے۔ اور جب تُم اسے حاصل کر لیتے ہو سب شور و غلُ سب آوازیں سب دلیل بازی اور سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ تب تم سمادھی میں چلے جاتے ہو اور خاموشی میں اس کی رفاقت حاصل کر لیتے ہو۔''

شری رام کرشن جی نے نزاکت سے نریندر کے جِسم کو سہلایا اور بڑے پیار سے اُس کی تھوڑی چھوتے ہوئے اوم، ہری اوم، ہری اوم کے مُتبرک الفاظ اپنی شیریں زبان سے نکالے۔ وہ بہت جلدی سے باہری دُنیا سے بے نیاز ہوتے جا رہے تھے۔ اِن کا ہاتھ نریندر کے پاؤں پر تھا۔ اب بھی وہ اسی موڈ میں نریندر کا جِسم سہلا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ اُن کے من میں تبدیلی آنے لگی۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر نریندر سے کہا، ''مہربانی کر کے تُم ایک گیت سُناؤ، تب میں ٹھیک ہو جاؤں گا نہیں تو میں پاؤں پر کیسے کھڑا ہو پاؤں گا۔''

پھر شری رام کرشن جی باہری دُنیا سے بالکل بے بہرہ ہو گئے۔ اُنہیں کمرے میں کوئی بھی دِکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُن کا محبُوب نریندر بھی نہیں جو کہ ان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُن کو یہ بھی معلُوم نہیں تھا کہ وہ خود کہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ مکمّل طور سے خدا میں مدغم ہو چکُے تھے۔ وہ زور سے چلاتے ہوئے اچانک کھڑے ہو گئے۔ ''میں رُوحانی عِشق کے نشے میں مدہوش!'' جیسے ہی وہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھے تو وہ بڑبڑانے لگے۔

اب نریندر نے گانا شروع کیا:

''اے مالک! چھٹ گئے ہیں سارے غم میرے

آپ کے چہرے کا دِیدار کیے
اور آپ کی خوبصورتی کے طلسم نے
کر دیا ہے فریفتہ میرے من کو
آپ کا کر کے مشاہدہ ساتوں جہان
بھول جاتے ہیں کبھی نہ ختم ہونے والے
اپنے غم سارے
تب میں کہوں کیا اپنے بارے میں
اک مسکین اور عاجز سی رُوح ہوں میں۔''

گیت سُنتے ہی شری رام کرشن جی دوبارہ گہری سمادھی میں کھو گئے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور جسم پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

مستی کے عالم سے اُبھرتے ہوئے اُنہوں نے اپنے گِرد و نواح میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے باغیچے والے مندر میں کون لے جائے گا؟'' وہ ایک بچّے کی مانند لگ رہے تھے جو کہ اپنے ساتھی کی غیر موجودگی میں پریشان ہو جاتا ہے۔

دیر شام ہو چُکی تھی۔ رات اندھیری تھی۔ شری رام کرشن جی کو دکھنیشور لے جانے والی گاڑی کے پاس عابدین کھڑے تھے۔ اُنہوں نے سری رام کرشن جی کو آہستہ سے گاڑی میں بٹھا دیا کیونکہ شری رام کرشن جی اَب بھی مستی کے عالم میں تھے۔ گاڑی گلی میں سے گزرنے لگی۔ اور وہ سب حسرت بھری نِگاہوں سے گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

جلد ہی عابد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چلے۔ جنوبی مست ہوا کے جھونکے اُن کے چہروں کو چھوتے ہوئے گزر رہے تھے۔ کچھ لوگ گیت کے بول گنگنا رہے تھے۔

''اے مالک! چھُٹ گئے ہیں سارے غم میرے
آپ کے چہرے کا دیدار کیے
اور آپ کی خوبصورتی کے طلسم نے
کر دیا ہے فریفتہ میرے من کو''

سنیچروار 9ر مئی 1885ء

سہ پہر کے قریب تین بجے تھے۔ شری رام کرشن جی بلرام کے دیوان خانے میں خُوش وخرّم مزاج میں تشریف فرما تھے۔ بہت سے عابد بھی وہاں موجود تھے مگر بلرام وہاں نہیں تھا۔ وہ آب وہوابدلنے مونگیر گیا ہوا تھا۔ اُس کی بڑی بیٹی نے شری رام کرشن جی اور اُن کے بھگتوں کو دعوت پر بلایا۔ شری رام کرشن جی کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے چلے گئے۔

شری رام کرشن جی بار بار 'ایم' سے پُوچھے جا رہے تھے، ''مُجھے بتاؤ، کیا میں فراخ دِل آدمی ہُوں؟''

بھاؤناتھ (ہنستے ہوئے): ''آپ اُس سے کیا پُوچھتے ہیں وہ تو بس خاموش ہی رہے گا۔''

ایک بھگت: ''جناب آدمی خُدا کی رحمت کیسے حاصل کرسکتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''خدا کی فطرت ایک بچّے کی طرح ہے۔ ایک بچّہ اپنے دامن میں قیمتی ہیرے لے کر بیٹھا ہے۔ بہت سے لوگ اُس کے پاس سڑک سے گزرتے ہیں۔ اُن میں سے بہت لوگ اُس سے ہیرے لینے کی فرمائش کرتے ہیں مگر وہ اِن ہیروں کو ہاتھوں میں چھپا لیتا ہے۔ اور اپنا مُنھ دوسری طرف پھیر کر کہتا ہے۔ نہیں میں ایک بھی ہیرا نہیں دُوں گا۔ لیکن کسی دوسرے آدمی کا اُدھر سے گزرنا ہوتا ہے وہ بچّے سے ہیرے لینے کو نہیں کہتا مگر تب بھی بچّہ اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہوا ہیرے قبُول کرنے کے لئے اُس سے منت سماجت کرتا ہے۔''

''بغیر دستبرداری کے خُدا کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ میری بات کون مانے گا؟ میں ایک رفیق، ایک ہمدرد اِنسان کی تلاش میں تھا جو کہ میرے جذبات کو سمجھ سکتا۔ جب بھی میں کوئی اچھا بھگت دیکھتا ہُوں تو میں اپنے آپ سے کہتا ہُوں شاید وہ میری بات مان لے مگر بعد میں دیکھتا ہُوں کہ وہ دوسری ہی قسم کا آدمی ہے۔''

''ایک دفعہ ماتھر بابو وجد آفرین حالت میں مُبتلا تھا۔ اُس کا رویّہ ایک شرابی جیسا تھا اور وہ اپنے کام کاج کی دیکھ بھال نہیں کرسکتا تھا۔ یہ دیکھ کر سب کہہ اُٹھے، اگر اس کا یہی حال رہا تو اس کی جائیداد کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ اس پر چھوٹے پجاری[1] نے ضرُور کوئی جادو ٹونہ کر دیا ہے۔''

''شروع شروع میں جب نریندر نے یہاں آنا شروع کیا تو میں نے ایک باراُس کے سینے کو چھُودیا اور وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ ہوش آنے پر وہ رو پڑا اور مُجھ سے کہنے لگا، آپ نے میرے ساتھ ایسا

1. چھوٹا پُجاری: شری رام کرشن جی جو کہ اُس وقت ماں کالی کے مندر میں پُجاری تھے۔''

کیوں کیا؟ میرا ایک باپ ہے، میری ایک ماں ہے، یہ 'میں' اور 'میرا' جہالت کی پیداوار ہے۔''

نریندر: ''بغیر کسی ثبوت کے میں کیسے یقین کرلوں کہ خدا انسانی جسم اختیار کرلیتا ہے۔''

گریش: ''صرف یقین کر لینا ہی کافی ہے، ان سب چیزوں کے یہاں موجود ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ یقین ہی واحد ثبوت ہے۔''

ایک بھگت: ''ہمارے باہر ایک باہری دُنیا موجود ہے، کیا فلاسفر اس کو ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر اُن کا کہنا ہے کہ اس بات پر اُنہیں یقین کامل ہے۔''

گریش (نریندر سے مخاطب): ''اگر خدا تمہارے سامنے بھی آجائے تو تُمہیں پھر بھی یقین نہیں ہوگا، اگر خدا خود کہے کہ وہ انسانی جامہ پہنے آیا ہے۔ تو تم شاید اُسے جھوٹا اور دغا باز کہہ دو گے۔''

جوگن (مسکراتے ہوئے): ''وہ (یعنی سری رام کرشن جی) نریندر کی بات قبول نہیں کرتے۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''جادو ملک کے باغیچے والے گھر میں نریندر نے مجھے کہا تھا، خدا کی شکل وصورتیں جو آپ دیکھتے ہیں وہ محض من گھڑت ہیں یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا اور میں نے اُسے کہا لیکن وہ صورتیں بولتی بھی ہیں۔ نریندر نے جواب دیا، ''ہاں تم چاہے ایسا ہی سوچو۔ میں مندر میں جا کر ماں کے سامنے خوب رویا۔ میں نے ماں سے کہا، یہ سب کیا ہے ماں؟ کیا یہ سب جھوٹ ہے؟ نریندر نے یہ کیسے کہہ دیا؟ اُسی وقت مجھے الہام ہوا۔ میں نے غیر منقسم شعور کو اپنے روبرو پایا اور کہ اُسی شعور کو (Divine Being) خدا کی شکل میں دیکھا اُس نے مجھے بتایا کہ اگر تمہاری بات درست نہیں ہے تو وہ حقیقت کے ساتھ کیسے میل کھاتی ہے؟ تب میں نے نریندر سے کہا، ''بدمعاش! تم نے میرے اعتقاد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ دوبارہ پھر کبھی یہاں مت آنا۔''

بحث مباحثہ چلتا رہا۔ نریندر دلیل بازی کرتا رہا۔ اُس وقت اُس کی عمر بائیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔

نریندر (گریش، 'ایم' اور دوسرے بھگتوں سے): ''میں شاستروں کی باتوں پر کیسے یقین کرلوں؟ مہانِروان تنتر ایک جگہ کہتا ہے کہ جو آدمی خالق کائنات کا علم الٰہی حاصل نہیں کرتا اُسے دوزخ نصیب ہوتی ہے اور وہی شاستر دوسری جگہ کہتا ہے کہ ماں الٰہی پاروتی کی ریاضت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ 'منو' نے اپنے بارے میں منوسمہتا (Manusamhita) میں لکھا ہے۔ موسیٰ نے (Pentateuch) پینٹا ٹیوچ میں اپنی موت کے بارے میں لکھا ہے۔

''سانکھیہ فلاسفی کے مطابق خدا کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کیونکہ اُس کی ہستی کا کوئی ثبوت نہیں۔ پھر

اسی فلاسفی کا کہنا ہے کہ ہمیں ویدوں کے مطابق چلنا چاہیے۔ کیونکہ ویدوں کی ایک دائمی حقیقت ہے۔''

''لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ شاستر کا سچ نہیں ہے۔ دراصل میں اُنہیں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے مجھے سمجھائیں۔ لوگوں نے شاستروں کی اپنی اپنی سوچ کے مطابق تشریح کی ہوئی ہے۔ ہم کون سی تشریح کو قبول کریں؟ سفید روشنی لال رنگ کے شیشے میں سے گزر کر لال دکھائی دیتی ہے اور سبز رنگ کے شیشے سے گزرنے پر سبز دکھائی دیتی ہے۔''

ایک بھگت: ''گیتا میں تو خدا کی کہی ہوئی باتوں کا ذِکر ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں گیتا شاستروں کی آتما (رُوح-سار) ہے۔ ایک سنیاسی اپنے پاس چاہے کوئی کتاب رکھے نہ رکھے لیکن وہ ایک چھوٹی (پاکٹ) گیتا ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے۔''

ایک بھگت: ''گیتا میں کہی گئی باتیں کرشن جی کی کہی ہوئی باتیں ہیں۔''

نریندر: ''ہاں کرشن یا کسی اور شخص کی ہی کیوں نہ ہوں۔''

شری رام کرشن جی نریندر کی یہ بات سن کر دنگ رہ گئے۔

شری رام کرشن جی: ''یہ ایک اچھی بحث ہے۔ شاستروں کی دو طرح کی وضاحت ہے۔ ایک لفظی اور دوسری حقیقی۔ ہمیں صرف حقیقی معنی ہی قبول کرنا چاہیے۔ جو خدا کے کہے ہوئے کے مطابق ہیں۔ ایک چِٹھی میں لکھی ہوئی باتیں اور چِٹھی لکھنے والے کی باتوں میں بہت فرق ہے۔ شاستر ہیں، چِٹھی کی باتیں، خدا کی باتیں اُن کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں، میں ایسی کسی بھی بات کو نہیں مانتا جو ماں کالی کی بات سے نہیں ملتی۔''

دوبارہ اوتار (پیغمبر) کی بات چل پڑی۔

نریندر: ''خدا پر بھروسہ رکھنا ہی کافی ہے۔ پھر وہ کس کے ساتھ لٹکا ہوا ہے، یا کیا کر رہا ہے، مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ کائنات لامحدُود ہے اور اَوتار بھی لامحدُود۔''

جیسے ہی شری رام کرشن جی نے نریندر کی یہ بات سنی اُنہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے اُسے نمسکار کر کے کہا۔ ''واہ۔''

'ایم' نے بھاوَناتھ کے کان میں کچھ کہا۔

بھاوَناتھ: '''ایم' کہتا ہے جب تک میں نے ہاتھی کو دیکھا ہی نہیں، میں کیسے جان سکتا ہوں کہ وہ سوئی کی ناک سے گزر سکتا ہے؟ خدا کو میں جانتا ہی نہیں وہ آدمی کے روپ میں اوتار لے سکتا ہے یا

نہیں۔ میں دلیل بازی سے یہ بات کیسے سمجھوں؟''

شری رام کرشن جی: ''خدا کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ وہ جادو چلا دیتا ہے۔ جادوگر چاقو نِگل کر پھر اُسے باہر نکال دیتا ہے۔ وہ پتھر، کنکر سب کھا جاتا ہے۔''

ایک بھگت: ''برہمو سماج والے کہتے ہیں دُنیا میں کام کرنا ہی انسان کا فرض ہے۔ وہ اپنا کام کاج کیوں چھوڑ دے؟''

گریش: ''ہاں میں نے اُن کے ایک اخبار میں ایسا کچھ پڑھا ہے لیکن خدا کو جاننے کے لئے جتنے بھی ضروری کام ہیں وہ ہی ختم نہیں ہوتے پھر اوپر سے دوسرے دُنیاوی کام۔''

شری رام کرشن جی نے ذرا مُسکرا کر 'ایم' کی طرف دیکھ کر اِشارہ کیا جیسے کہہ رہے ہوں کہ گریش جو کہتا ہے ٹھیک ہے۔

'ایم' سمجھ گیا کہ دُنیاوی فرائض (کام کاج) والا یہ سوال بہت مُشکل قسم کا ہے۔

پُورن آ پہنچا۔

شری رام کرشن جی: ''ہمارے یہاں ہونے کی خبر تم کو کس نے دی؟''

پُورن: ''شاردا نے۔''

شری رام کرشن جی (بھگت عورتوں سے): ''اس کو کچھ کھانے کو دے دو۔''

نریندر گانے کی تیاری کر رہا تھا۔ شری رام کرشن جی اور دوسرے بھگت اُس کی موسیقی سُننے کے لئے بے تاب تھے۔

''شِو تیری ہر وقت کڑ کنے کو تیار بجلی
حکمراں ہے مرغزاروں پر پہاڑوں پر فلک پر
او۔ دیوتاؤں کے خُدا، اور کال کے قاتل!
او۔ خلا عظیم، دھرم کے بادشاہ
شِو پاکدامن تم ہو خُوش نصیب
دے دو مُجھے نجات، بخش دو میرے گُناہ''

نارائن کی فرمائش پر نریندر نے گایا:

''آ اَو آ اَو ماں، گڑیا میری رُوح کی

شادمانی میرے دِل کی
آؤ میرے دل کے کمل میں اور بیٹھو تا کہ دیکھ سکوں چہرہ تیرا
افسوس! اے پیاری ماں اُٹھا رہا ہوں میں جو دُکھ جنم سے
لیکن سب برداشت کیا ہے میں نے۔ جانتی ہو تم، تجھی پر رہی نگاہ میری
کھول دو میرے دل کا کمل پیاری ماں۔ دے دو مجھے دیدار اپنا۔"

شری رام کرشن جی سمادھی میں تھے۔ وہ اپنے پاؤں نیچے لٹکائے ہوئے تکیے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کا چہرہ شمال کی طرف دیوار کے سہارے جُھکا ہوا تھا۔ بھگت لوگ اُن کے آس پاس بیٹھے تھے۔ آہستہ آہستہ شری رام کرشن جی باہری ہوش وحواس میں لوٹے۔

دیر شام ہوگئی تھی۔ دیوان خانے میں چراغ جل رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (وجد کی حالت میں): "یہاں اور کوئی نہیں ہے، اسی لیے میں تمہیں بتلا رہا ہوں۔ وہ آدمی جو رُوح کی گہرائی سے خُدا کی تلاش میں ہے یقیناً اُسے حاصل کرے گا، اُسے کرنا ہی چاہیے۔ صرف وہی جو خُدا کے لیئے بے قرار ہے اور جس کو اُس کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے بے شک وہ اُسے پا ہی لے گا۔"

سنیچر وار 13/ جون 1885ء

سہ پہر کے قریب تین بجے شری رام کرشن جی دوپہر کے کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔ ایک پنڈت فرش پر بچھائی گئی چٹائی پر بیٹھا تھا۔ کمرے کے شمالی دروازے کے نزدیک ایک براہمن عورت کھڑی تھی جس کی ایک ہی بیٹی تھی جو حال ہی میں وفات پا چکی تھی وہ سخت غمزدہ تھی۔ کمرے میں کشوری بھی بیٹھا ہوا تھا۔ 'ایم' بھی وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے شری رام کرشن جی کو آداب عرض کی۔ 'ایم' کے ساتھ دیویجا اور چند دوسرے عقیدت مند بھی تھے۔

شری رام کرشن جی کی طبیعت ناساز تھی۔ اُنہیں گلے میں جلن کی تکلیف تھی۔ موسم گرما کے دِن تھے۔ 'ایم' کی طبیعت خراب تھی۔ اور پچھلے کچھ عرصہ سے وہ شری رام کرشن جی کے ہاں نہیں آ رہا تھا۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): "تم کیسے ہو؟ تمہیں مل کر اچھا لگا۔ پچھلے دِنوں تمہارا بھیجا ہوا پھل 'بل' اچھا تھا۔

'ایم': ''اب میں تھوڑا بہتر ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''بہت گرمی ہے، کبھی کبھار تھوڑی برف کا استعمال کر لیا کرو۔ میں خود بھی بہت زیادہ گرمی محسوس کر رہا ہوں۔ اسی لئے میں نے کافی مقدار میں آئس کریم کھائی ہے، جس کی وجہ سے میرا گلا دُکھ رہا ہے۔ لعاب سے بدبو آتی ہے۔''

''میں نے ماں کالی سے کہا ہے ماں مُجھے ٹھیک کرو، میں اَب کے اور آئس کریم نہیں کھاؤں گا۔ پھر میں نے کہا کہ میں برف بھی نہیں کھاؤں گا۔ میں یہ چیزیں ہرگز نہیں کھاؤں گا لیکن کبھی کبھی میں بھُول جاتا ہوں میں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میں اتوار کے دِن مچھلی نہیں کھاؤں گا، مگر ایک اتوار کو میں نے مچھلی کھالی لیکن جان بُوجھ کر میں اپنے وعدے سے مکرتا نہیں۔''

ایک بھگت کچھ برف لے آیا ہے۔ سری رام کرشن جی 'ایم' سے بار بار پُوچھے جا رہے ہیں کیا میں برف کھالوں؟

'ایم' نے عاجزی سے کہا، ''ماں کالی کو پُوچھے بغیر آپ برف مت کھائیں۔'' سری رام کرشن جی نے برف نہیں کھائی۔ سری رام کرشن جی اوتار کے بارے میں بات کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): ''کیا تم جانتے ہو کہ خدا خود انسانی جامہ کیوں پہنتا ہے؟ (اوتار کیوں لیتا ہے) کیونکہ انِسانی جسم اختیار کرنے سے ہم اُس کی باتیں سُن سکتے ہیں۔ اس جسم کے ذریعے وہ کھیل کھیلتا ہے۔ وہ انسانی جسم اختیار کر کے رُوحانی سعادت کا مزہ لیتا ہے۔ لیکن اپنے دوسرے بھگتوں (عابدین) کے ذریعے خدا صرف ایک چھوٹے سے جُز کی شکل میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک بھگت کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کسی چیز کو بہت زیادہ چوسنے کے بعد تھوڑا بچا کھچا رَس، جیسے کسی پھُول کو چُوسنے پر ایک آدھ قطرہ شہد مل جائے۔'' ('ایم' سے) ''کیا تم یہ بات سمجھ گئے ہو نا؟''

'ایم': ''ہاں جناب، بہت اچھی طرح۔''

شری رام کرشن جی: ''کچھ جنم ذات (پیدائشی) رُجحانات ہوتے ہیں۔ پچھلے جنموں میں بہت سے اچھے کاموں کو انِجام دینے کے بعد آدمی جب آخری بار جنم لیتا ہے تو وہ بھولا بھالا سا انِسان پیدا ہوتا ہے اور ایک سر پھرے کی طرح عمل کرتا ہے۔''

''میں تُمہیں سچائی بتاؤں۔ سب کچھ خدا کی رضا سے ہوتا ہے۔ اُن کی 'ہاں' سے سب کام ہوتے ہیں۔ اور اُن کی 'نا' سے ہونے والے کام بھی بند ہو جاتے ہیں۔''

''براہمن عورت اب بھی شمالی دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ وہ بیوہ تھی۔ اُس کی اکلوتی بیٹی کی شادی کلکتہ کے ایک بہت اُونچے طبقے کے زمیندار سے ہوئی تھی جسے راجہ کا خِطاب حاصل تھا۔ جب کبھی بیٹی ماں سے ملنے آتی تو وہ باوردی پیادوں کی نگرانی میں آتی۔ تب ماں کے دل میں فخر محسوس ہوتا۔ چند دن پہلے اس کی بیٹی اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئی اور اَب وہ اُس کے غم میں آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ پچھلے چند دنوں سے وہ پاگلوں کی طرح اپنے گھر باغ بازار سے شری رام کرشن جی کے پاس دوڑی چلی آ رہی تھی۔ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ آیا شری رام کرشن جی کے پاس اُس کے رنج و غم کے علاج کا کوئی چارہ ہے۔ شری رام کرشن جی نے دوبارہ بات چیت شروع کر دی۔

شری رام کرشن جی ('ایم' سے): ''بات یہ ہے کہ خُدا ہی سچ ہے باقی سب غیر حقیقی انسان، کائنات، گھر بچّے یہ سب جادُوگر کا اِندر جال ہے۔ جادوگر اپنی چھڑی گھماتا جاتا ہے اور کہتا ہے آؤ پُر فریب اُمیدو، آؤ گڑ بڑ گھوٹالو، تب وہ سامعین کو کہتا ہے، برتن کا ڈھکنا کھولو، دیکھو پرندے آسمان میں کیسے اُڑتے ہیں۔ لیکن جادوگر ہی واحد حقیقت ہے، اُس کا جادو جھوٹ ہے۔ جھوٹ تھوڑی دیر تک رہتا ہے اور پھر غائب۔''

'خُدا ایک سمندر کے موافق ہے، جیو جنتو اُس کے بلبلے ہیں۔ وہ وہیں سے پیدا ہوتے ہیں اور وہیں مر جاتے ہیں۔ بچّے ایک بڑے بلبلے کے گرد چند ایک چھوٹے بلبلوں کی طرح ہیں۔ خُدا ہی سچ ہے۔ اُس سے محبّت کرنا سیکھو۔ اُس کو حاصل کرنے کے ذرائع ڈھونڈو، رونے دھونے سے تمہیں کیا ملے گا؟''

سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ براہمن عورت نے کہا، ''کیا میں اَب گھر واپس جاؤں؟'' شری رام کرشن جی نے نرم لہجے میں اُس سے کہا، ''کیا تم اب جانا چاہتی ہو؟ گرمی بہت ہے، تم ابھی کیوں جانا چاہتی ہو۔ تھوڑا ٹھہر کر عابدین کے ساتھ گاڑی میں چلے جانا۔''

کپتان اپنے بچّوں کے ساتھ آ پہنچا۔

شری رام کرشن جی نے کِشوری سے کہا، ''بچّوں کو مندر دکھلاؤ۔'' وہ کپتان سے باتیں کرنے لگے۔ وہ شمال کی طرف مُنہ کئے چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے تھے۔ اور اُنہوں نے کپتان کو اُسی تخت پوش پر اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔

ایک بھگت: ''بنکم نے کرشن جی کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''سُنا ہے کہ بنکم کہتا ہے ہمیں نفس پرست ہونا چاہیے۔''

ایک بھگت: ''اُس نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ مذہب کا مقصد جسمانی، نفسیاتی اور رُوحانی صلاحیتوں کا اظہار کرنا ہے۔''

کپتان: ''میں سمجھ گیا، اُس کا ماننا ہے کہ خواہش نفسی وغیرہ آدمی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ یہ نہیں مانتا کہ شری کرشن جی نے اس سرزمین پر اپنی لیلا (کھیل، مایا) دکھائی ہے اور کہ خدا نے انسانی جامہ اختیار کر کے (آدمی کی شکل اختیار کرنا، اوتار لینا) برندابن میں رادھا اور گوپیوں کے ساتھ کھیل کھیلا تھا۔ (راس رچائی تھی)''

شری رام کرشن جی: ''لیکن یہ باتیں اخبار میں تو نہیں لکھی گئیں وہ اِن پر کیسے یقین کرے۔''

''ایک آدمی نے اپنے دوست سے کہا، کل میں شہر کے کسی علاقے سے گزُر رہا تھا میں نے ایک مکان کو دھماکے سے گرتے دیکھا۔ ذرا رُکو دوست نے کہا، مجھے اس اخبار میں دیکھنے دو۔ لیکن اس واقعہ کا ذِکر اخبار میں نہیں تھا اس پر اُس آدمی نے کہا یہ بات تو اخبار میں نہیں لکھی ہے۔ اُس کے دوست نے جواب دیا، میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو آدمی نے کہا لیکن جب تک یہ خبر اخبار میں نہیں چھپتی میں اِس کا اعتبار نہیں کرتا۔'':

''ونکم کیسے یقین کرے کہ خدا آدمی کی شکل میں کھیل کھیلتا ہے۔ وہ اپنی انگریزی تعلیم سے یہ حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ بیان کرنا مشکل ہے کہ خدا کیسے پوری طرح سے اِنسانی جامے کی صوُرت میں جنم لیتا ہے۔ کیا ایسا نہیں؟ ذاتِ لامحدُود انسانی جامہ میں صرف ساڑھے تین ہاتھ لمبا قد!''

کپتان: ''کرشن جی خود خدا ہیں اُن کا ذِکر کرتے ہوئے ہمیں ایسے کلمات جیسے مکمُل (پورا، Whole) اور جزو (Part) استعمال کرنے پڑتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''Whole اور Part ایسے ہیں جیسے آگ اور اُس کی چنگاریاں۔ خدا کا اُوتار اپنے عابدوں کے لئے ہوتا ہے نا کہ گیانیوں (عالم فاضلوں) کی خاطر۔''

شری رام کرشن جی اس قسم کی باتیں کپتان اور عابدوں کے ساتھ کر رہے تھے کہ تبھی برہمو سماج کے جے گوپال اور ترلوکیہ وہاں آپہنچے۔ اُنھوں نے سری رام کرشن جی کو آداب عرض کی اور بیٹھ گئے۔ شری رام کرشن جی نے مسکُراتے ہوئے ترلوکیہ کی طرف دیکھا اور بات چیت جاری رکھی۔

شری رام کرشن جی: ''اَنا کی وجہ سے ہم خدا کا دیدار نہیں کر پاتے۔ خدا کی حویلی کے دروازے پر بڑا سا ٹنڈ (درخت کا ٹکڑا) پڑا ہوا ہے۔ بغیر ٹنڈ پر سے چھلانگ لگائے ہم حویلی میں داخل نہیں ہوسکتے۔''

''ایک دفعہ یہاں ایک آدمی رہتا تھا۔ اُس نے بھُوتوں کو قابو میں کرنے کی طاقت حاصل کرلی۔ ایک دن اُس کے بلُانے پر ایک بھُوت حاضر ہوگیا۔ بھُوت نے کہا اب تم بتاؤ مُجھے کیا کرنا ہے۔ لمحہ بھر کے لئے بھی اگر تم مجھے کام نہ دوگے تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ آدمی کو بہت سے کام سرانجام دینے تھے۔ اور اُن سب کو ایک ایک کرکے کرنے والا بھُوت تھا ہی۔ آخرکار بھُوت کے کرنے کے لئے اُس کے پاس کوئی کام نہ رہا۔ 'اب میں تمہاری گردِن توڑنے والا ہوں۔' بھُوت نے کہا۔ آدمی نے کہا، ایک منٹ کے لئے رُکو میں ابھی واپس لوٹتا ہوں۔ وہ دوڑتے دوڑتے اپنے مُرشد کے پاس گیا اور کہا حضُور! میری جان خطرے میں ہے، یہ میری مشکل ہے اور کہا اب مُجھے کیا کرنا چاہیے؟ مُرشد نے کہا، ایسا کرو بھُوت سے کہو اِس بل پڑے بال کو سیدھا کردو۔ بھُوت دن رات بال کو سیدھا کرتا رہا لیکن اُلٹے بل پڑے ہوئے بال کو کیسے سیدھا کرتا۔ بال کا بل جُوں کا تُوں ہی رہا۔''

''اِسی طرح اَنا ابھی غائب اور پھر دوسرے ہی پل دوبارہ چلی آتی ہے۔ جب تک آدمی اَنا سے قطع تعلق نہیں کرلیتا تب تک خدا کی رحمت حاصل نہیں کرسکتا۔''

''ایک نابالغ کے لئے ہی ایک سرپرست تعینات کیا جاتا ہے۔ ایک لڑکا اپنی جائیداد کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اسی لئے بادشاہ اُس کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ جب تک ہم اَنا سے قطع تعلق نہیں کرلیتے خدا ہماری ذمہ داری نہیں لیتا۔''

''ایک بار لکشمی اور نارائن بیکنٹھ (جنت) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نارائن اچانک اُٹھ کھڑے ہوئے لکشمی اُن کے پاؤں دبا رہی تھی اُس نے کہا، سوامی کہاں جارہے ہیں آپ؟ نارائن نے جواب دیا، میرا ایک بھگت سخت خطرے میں مبُتلا ہے، مُجھے اُس کو بچانا ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ چلے گئے لیکن جلد ہی واپس لوٹ آئے۔ لکشمی نے پوُچھا، سوامی! آپ اتنی جلدی واپس کیوں لوٹ آئے؟ نارائن مسکرائے اور کہنے لگے بھگت میری محبت میں ڈوبا ہوا سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ کچھ دھوبی گھاس پر اپنے کپڑے سکھا رہے تھے۔ اور وہ بھگت انجانے میں کپڑوں کو روندتے ہوئے چلا جارہا تھا۔ اس پر دھوبیوں نے اُس کا پیچھا کیا اور لاٹھیوں سے اُسے پیٹنے والے تھے کہ میں اُسے بچانے کیلئے بھاگ کر گیا۔ لیکن آپ واپس کیوں لوٹ آئے؟ لکشمی نے پوُچھا۔ نارائن ہنس دیئے اور کہنے لگے، میں نے دیکھا اُن کو مارنے کے لئے بھگت خود اینٹ اُٹھا رہا ہے۔ (سب ہنس دیئے) اسی لئے میں واپس لوٹ آیا۔''

ترلوکیہ: ''اَنا سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ لوگ صرف سوچتے ہیں کہ وہ اُس سے

آزاد ہیں۔"

شری رام کرشن جی: "گوری اپنے آپ کو 'میں' نہیں کہتا تاکہ وہ اَنانیت محسوس نہ کرے اُس کے بجائے وہ اپنے آپ کو 'یہ' کہتا ہے۔ میں نے اُس کی مثال کی پیروی کی اور 'میں' کے بجائے 'یہ' کہنے لگا۔ بجائے اس کے کہ میں کہوں 'میں' نے کھایا ہے۔ میں کہہ دیتا 'اس' (اپنی طرف اِشارہ کر کے) نے کھایا ہے۔ ماتھر نے یہ دیکھ کر ایک دن کہا، پتا بزرگوار، یہ کیا ہے؟ آپ ایسے بات کیوں کرتے ہیں؟ اُن کو اس طریقے سے بولنے دیں، اُن میں تو اپنی اَنا ہے۔ آپ اس اَنا سے بالاتر ہیں، آپ کو اُن لوگوں کی طرح بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"ریاضت کے دوران ہمیں خدا کے سب اوصاف کا ذکر کر دینا چاہیے۔ ہاذرا نے ایک دِن نریندر سے کہا تھا، خدا لامحدود ہے، اُس کی شان و شوکت کا کوئی اندازہ نہیں۔ کیا وہ تمہاری مٹھائی اور کیلے کھائے گا؟ یا تمہارا گانا سنے گا، یہ سب تمہارے من کی بُھول ہے۔ سُنتے ہی نریندر دس ہاتھ نیچے دھنس گیا۔ میں نے ہاذرا سے کہا تم کیسے چنڈال ہو، اگر چھوٹے بھگتوں سے ایسی بات کروگے تو اِن کا کیا ہوگا۔ عبادت کے بغیر کوئی آدمی کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کی بے حد شان و شوکت ہے، لیکن پھر بھی وہ (خدا) بھگتوں کے ماتحت ہے۔ ایک امیر آدمی کا دربان دیوان خانے میں گیا۔ جہاں اُس کا مالک اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں کپڑے سے ڈھکی ہوئی کوئی چیز تھی۔ وہ بڑا ہچکچا رہا تھا۔ مالک نے اُس سے پُوچھا، دربان! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ ہچکچاتے ہوئے دربان نے کپڑے کے نیچے سے ایک شریفہ (Custard Apple) نکال کر مالک کے سامنے رکھا اور کہنے لگا جناب میری تمنا ہے کہ آپ یہ شریفہ کھائیں۔ مالک اپنے دربان کی عقیدت سے مُتاثر ہوا۔ بڑی محبّت سے اُس نے پھل اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا، یہ بہت عمدہ شریفہ ہے۔ کہاں سے توڑ کر اسے لائے ہو، اِس کو لانے کی خاطر تُمہیں بہت تکلیف اُٹھانی پڑی ہوگی۔"

"جب تک دنیاوی خواہشات کی آرزومندی ہے تب تک اِنسان کرم (کام) سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ جب تک خواہش باقی ہے تب تک وہ کام کرتا رہے گا۔"

"ایک پرندہ گنگا میں لنگر ڈالے ایک جہاز کے مستول پر کھویا کھویا سا بیٹھا تھا۔ آہستہ آہستہ جہاز نے چلنا شروع کیا، جب پرندہ ہوش میں آیا تو اُسے چاروں طرف کہیں بھی کِنارہ نہیں دکھائی دیا۔ کِنارے کی

کھوج میں وہ شمال کی طرف اُڑا۔ بہت دُور جا کر تھک گیا، پھر بھی اُسے کِنارہ نہیں ملا۔ تب کیا کرے۔ لوٹ کر پھر آکر مستول پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ پرندہ پھر اُڑا۔ اب کی بار وہ مشرق کی طرف گیا۔ اُس طرف بھی اُسے کہیں کِنارہ نہیں مِلا۔ چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ تب بہت تھک کر پھر جہاز کے مستول پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کچھ آرام کرکے جنوب کی طرف گیا۔ مغرب کی طرف گیا مگر اُس نے دیکھا کہ کہیں بھی کِنارہ نہیں ہے۔ تب لوٹ کر اُسی مستول پر بیٹھ گیا، اس کے بعد وہ پھر نہیں اُڑا اور بے فکر ہو کر بیٹھا رہا۔ تب اُس کے من میں کوئی پریشانی یا کسی قسم کی فکر نہیں رہی اور پھر اُس نے اُڑنے کی کوشش بھی نہیں کی۔''

کپتان: ''آہا، کیسی مثال ہے۔''

''دُنیا دار لوگ خوشی حاصل کرنے کی خاطر چاروں طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اُنہیں یہ خُوشی کہیں نہیں ملتی اور آخر میں وہ تھک جاتے ہیں۔ جب زن اور زر کی وابستگی سے اُنہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تبھی اُن میں نفس کشی اور دست کشی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ تر لوگ زن اور زر سے لطف اندوز ہوئے بغیر دست کشی نہیں کرتے۔ مگر دُنیا میں لطف اُٹھانے کے لئے رکھا بھی کیا ہے۔ سارا سکھ اور مزہ ناپائیدار ہے۔ عارضی ہے، ابھی ہے، ابھی نہیں۔''

''دُنیا بادلوں سے گھرے ہوئے آسمان کے موافق ہے۔ جس سے لگا تار بارش برستی رہتی ہے۔ اور سُورج کبھی کبھار ہی دکھائی دیتا ہے۔ دُنیا میں زیادہ دُکھ ہی ہیں۔ زن اور زر کے بادلوں کی وجہ سے آدمی سُورج کو دیکھ نہیں سکتا۔ کچھ لوگ مُجھ سے سوال پوچھتے ہیں، خُدا نے ایسی دُنیا بنائی ہی کیوں؟ کیا ہمارے لئے کوئی راستہ نہیں؟ میں اُن سے کہتا ہوں، راستہ کیوں نہیں ہوگا؟ خُدا کی پناہ میں جاؤ اور اُسے پُر اشتیاق دل سے اپنے موافق چلنے والی ہوا کے لئے دُعا کرو تا کہ حالات تمہارے حق میں ہو جائیں۔ اگر تم شوق سے خُدا کو پکارو گے تو وہ یقیناً تمہاری سُنے گا۔''

شام ہو چکی تھی۔ شری رام کرشن جی کے کمرے میں لیمپ اور اگربتی جلا دی گئی۔ مُختلف مندروں اور عمارتوں میں چراغ روشن کر دیئے گئے۔ نہابت میں ساز بجنے لگے۔ جلد ہی مندروں میں آرتی شروع ہو جائے گی۔

شری رام کرشن جی: ''چھوٹے تخت پوش پر بیٹھ گئے۔ الگ الگ دیوی دیوتاؤں کے نام گُنگنانے کے بعد اُنہوں نے ماں کالی کی ریاضت کی۔ شام کی پُوجا آرتی ختم ہوئی۔ شری رام کرشن جی بیچ بیچ میں

بھگتوں سے باتیں کرتے ہوئے کمرے میں چہل قدمی کرنے لگے۔

ابھی ابھی نریندر آ پہنچا اُس کے ساتھ سرت اور ایک دو نو جوان بھگت تھے۔ سب نے شری رام کرشن جی کو آداب عرض کی۔

سریندر کو دیکھتے ہی شری رام کرشن جی کی محبت ٹھاٹیں مارنے لگی۔ اُنہوں نے بڑی نزاکت سے نریندر کی ٹھوڑی کو چھو لیا جیسے کہ کوئی بچہ چھوٹے بچّے کو پیار جتاتے ہوئے چھو لیتا ہے۔ اُنہوں نے محبت بھرے لہجے میں کہا، ''آہا تم آ گئے ہو۔''

منگلوار 28/جولائی 1885ء

شری رام کرشن جی نندہ بوس کی حویلی میں اُس کی اکٹھی کی ہوئی ہندو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں دیکھنے کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے وہ براہمن عورت کے گھر چلے گئے۔ جو کہ اپنی بیٹی کی وفات سے غمزدہ تھی۔ اینٹوں سے بنا یہ ایک پُرانا مکان تھا۔ اس میں داخل ہو کر شری رام کرشن جی بائیں طرف گوشالہ سے ہوتے ہوئے گزرے۔ وہ عابدین کے ساتھ چھت پر جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں لوگ قطاروں میں کھڑے تھے۔ وہ سب شری رام کرشن جی کی ایک جھلک پانے کو بے قرار تھے۔

براہمنی (براہمن عورت) کی ایک بہن تھی۔ وہ دونوں بیوہ تھیں۔ اُن کے بھائی بھی اپنی بیوی بچّوں کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ براہمنی شری رام کرشن جی کی مہمان نوازی کے لئے سارا دن انتظام کرنے میں مصروف رہی۔ جب شری رام کرشن جی نندہ بوس کے گھر میں تھے تو وہ بے قراری سے بار بار باہر جا کر دیکھتی کہ کب شری رام کرشن جی آئیں۔ اُنہوں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ نندہ بوس کے گھر سے ہوتے ہوئے اُس کے گھر آئیں گے۔ اُن کے آنے میں دیر ہوتے دیکھ کر براہمنی سوچ رہی تھی کہ شاید وہ اب نہیں آئیں گے۔

شری رام کرشن جی ایک قالین پر بیٹھے تھے۔ 'ایم'، نارائن، جوگن، دیویندر اور دوسرے چند ایک عابدین چٹائی پر بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹا نرین اور کچھ دوسرے بھگت لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ براہمنی کی بہن نے شری رام کرشن جی کے پاس آ کر اُن کو آداب کہا۔ وہ کہنے لگی ''بہن یہ جاننے کے لئے کہ آپ کے آنے میں دیر کیوں ہو گئی ہے، نندہ بوس کے ہاں گئی ہے۔ وہ ابھی واپس لوٹ آئے گی۔''

نچلی منزل سے آواز سُنائی دی اور وہ پُکار اُٹھی۔ ''وہ آ گئی ہے، بہن۔'' یہ کہہ کر وہ نیچے چلی گئی۔ لیکن آنے والی براہمنی نہیں تھی۔

شری رام کرشن جی عابدین کے درمیان بیٹھے مُسکرا رہے تھے۔

'ایم' (دیویندر سے): ''کیا شاندار نظارہ ہے، بچّے، بُوڑھے، آدمی اور عورتیں یہ سب لوگ شری رام کرشن جی کی ایک جھلک پانے اور اُن کی باتیں سُننے کے لئے بے قرار قطاروں میں کھڑے ہیں۔''

دیویندر (شری رام کرشن جی سے): 'ایم' کہتا ہے کہ یہ جگہ نندہ کے گھر سے بہتر ہے۔''

شری رام کرشن جی مُسکرا دیئے۔

براہمنی کی بہن چلا اُٹھی۔ یہ آ گئی بہن۔

براہمنی نے آ کر شری رام کرشن جی کو آداب کیا۔ وہ مارے خُوشی کے پھُولی نہیں سما رہی تھی۔ اُس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ رُندھے ہوئے گلے سے اُس نے کہا، میرے لئے بڑی خُوشی کا مُقام ہے شاید میں اس خُوشی سے کہیں مر ہی نہ جاؤں۔ ذرا بتاؤ تو میں کیسے زندہ رہ پاؤں گی۔ جب میری بیٹی چنڈی باوردی پیادوں اور ہتھیاروں سے لیس گلی کے دونوں طرف کھڑے محافظوں کے ہمراہ مجھے ملنے آتی تھی تب بھی مجھے اس قدر خُوشی نہیں ہوتی تھی۔ اب مُجھے اُس کے مرنے کا کوئی غم نہیں۔ مُجھے ڈر تھا کہ شری رام کرشن جی آئیں گے ہی نہیں۔ تب میں نے سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ تمام چیزیں جو میں نے اُن کی آؤ بھگت اور تفریح کے لئے بنوائی ہیں گنگا میں پھینک دُوں گی۔ اور میں پھر اُن سے کبھی نہ بولوں گی۔ وہ جہاں جائیں گے میں وہاں جا کر اُنہیں دور سے ہی دیکھ لُوں گی۔ اور چلی آؤں گی۔ مُجھے جا کر سب کو بتانے دو کہ میں کتنی خُوش ہُوں۔ مُجھے جا کر یوگن کو اپنی خُوشی بتانے دو۔

خوشی کے نشے میں سرشار اُس نے کہا۔ ''ایک مزدور نے لاٹری میں ایک لاکھ روپے جیتے جُونہی اُس نے یہ خبر سنی وہ مارے خُوشی کے مر گیا۔ ہاں سچ وہ مر ہی گیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ساتھ بھی ایسا واقعہ نہ ہو جائے۔ مجھے دُعائیں دو نہیں تو میں یقیناً مر جاؤں گی۔''

براہمنی بھگتوں کو دیکھ کر بہت خوش تھی، اُس نے کہا، ''آپ سب کو یہاں دیکھ کر مُجھے بڑی خُوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں چھوٹے نرین کو لے آئی ہوں نہیں تو ہمیں اس کے بغیر کون ہنسائے گا۔''

وہ اس قسم کی باتیں کر ہی رہی تھی کہ اُس کی بہن نے اُوپر آ کر کہا، ''بہن اب نیچے بھی چلی آؤ نہیں تو میں اکیلے سارا کام کیسے سنبھال پاؤں گی۔ کیا میں یہ سب کر سکوں گی؟''

لیکن براہمنی خُوشی کے مارے پاگل ہو رہی تھی۔ وہ سری رام کرشن جی اور اُن کے عابدین پر سے اپنی نگاہیں ہٹا نہیں پا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑے احترام سے شری رام کرشن جی کو دوسرے کمرے میں لے گئی اور اُس نے مٹھائیوں وغیرہ سے اُن کی خاطر تواضع کی۔ عابدین کی مہمان نوازی چھت پر ہی کی گئی۔

شام کے قریب آٹھ بجے تھے۔ شری رام کرشن جی رُخصت ہونے کو تیار تھے۔ جب وہ دروازے تک پہنچے تو براہمنی نے اپنی بھاوج کو اُنہیں آداب کرنے کو کہا۔ اُس کے بعد براہمنی کے ایک بھائی نے اُن کے قدموں کی دُھول لے کر اپنے ماتھے پر لگائی۔ اُس کا حوالہ دیتے ہوئے براہمنی کہنے لگی، یہ میرے بھائیوں میں سے ایک ہے۔ یہ تھوڑا سا احمق ہے۔ شری رام کرشن جی نے کہا، ''نہیں، نہیں یہ سب بھلے مانس ہیں۔''

ایک آدمی نے چراغ سے راستہ دکھایا، کئی جگہوں پر اندھیرا تھا۔ شری رام کرشن جی گوشالہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ عابد اُن کے آس پاس کھڑے ہو گئے۔ 'ایم' نے شری رام کرشن جی کو آداب عرض کی۔ وہ 'گنو' کی ماں کے گھر جانے والے تھے۔

شری رام کرشن جی گنو کی ماں کے گھر دیوان خانے میں بیٹھے تھے۔ یہ ایک منزلے پر ہے، اس کمرے کو گانے بجانے والے استعمال کرتے تھے۔ شری رام کرشن جی کی خوشی کے لئے کئی نوجوان کبھی کبھار ساز بجا دیتے۔ شام کے ساڑھے آٹھ بجے کا وقت تھا، چاند کی چاندنی گلیوں، گھروں اور آسماں کو منوّر کر رہی تھی۔ یہ پُورنماشی کے بعد کا دِن تھا۔ (چودھویں کے چاند کے بعد کا پہلا دِن)

براہمنی بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ کبھی دیوان خانے میں اور کبھی گھر کے اندرونی کمروں میں چکّر لگا رہی تھی۔ ہر چند منٹوں بعد وہ دیوان خانے کے دروازے پر آتی اور شری رام کرشن جی کا دیدار کر لیتی۔ پڑوس میں رہنے والے کچھ بچّے بھی کھڑکیوں سے جھانک کر شری رام کرشن جی کو دیکھ لیتے۔ علاقے کے بچّے اور بوڑھے لوگوں کا ہجُوم اُن کو دیکھنے کے لئے اُمڑ پڑا۔

چھوٹے نرین نے لڑکوں کو گلی کی کھڑکیوں پر چڑھتے دیکھا۔ اُس نے اُنہیں کہا، ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔'' شری رام کرشن جی نے نرمی سے کہا، ''انہیں یہاں ہی رہنے دو۔'' سری رام کرشن جی بیچ بیچ میں ہری اوم، ہری اوم کہتے جاتے تھے۔

کچھ دیر بعد براہمنی نے شری رام کرشن جی کو آ کر کہا، ''آپ اندر چلیئے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیوں؟''

براہمنی: ''وہاں چائے پانی کا انتظام کیا گیا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ سب یہاں لے آؤ۔''

براہمنی: ''گنو کی ماں نے آپ سے گذارش کی ہے کہ آپ اپنے قدموں کی دُھول سے کمرے کو مقدّس کریں۔ پھر یہ کمرہ بنارس بن جائے گا اور یہاں مرنے پر کسی بھی آدمی کو بعد میں (جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد دوسرے جہان میں جانے پر) کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

شری رام کرشن جی: ''براہمنی اور گھر کے نوجوان لوگوں کے ہمراہ کمرے میں تشریف لے آئے۔ عابد لوگ چاند کی چاندنی میں باہر چہل قدمی کر رہے تھے۔ 'ایم' اور وِنود گھر کے جنوب کی طرف گلی میں گھوم رہے تھے۔ اور اپنے محبوب آقا (شری رام کرشن جی) کی زندگی کے مُختلف واقعات کو یاد کر رہے تھے۔

شری رام کرشن جی بلرام کے گھر واپس لوٹ آئے۔ وہ دیوان خانے کے مغرب کی طرف چھوٹے کمرے میں آرام فرمار ہے تھے۔ کافی دیر ہو چکی تھی قریب قریب پونے گیارہ بج رہے تھے۔

شری رام کرشن جی نے یوگن سے کہا، ''ذرا میرے پاؤں تو دباؤ' 'ایم' اُن کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ جب یوگن اُن کے پاؤں دبا رہا تھا تو اُنہوں نے اچانک کہا، مُجھے بھوک لگی ہے۔ میں حلوا کھاؤں گا۔''

براہمنی شری رام کرشن جی اور عابدین کے ساتھ ساتھ بلرام کے گھر بھی آ پہنچی۔ اُس کا بھائی ڈھول بجانا جانتا تھا۔ شری رام کرشن جی نے کہا، اگلی بار نریندر یا کسی دوسرے گانے والے کے ساتھ براہمنی کے بھائی کو بھی بلا لیا جائے گا۔''

شری رام کرشن جی نے تھوڑا سا حلوا کھایا۔ یوگن اور دوسرے عابدین کمرے سے باہر چلے گئے۔ 'ایم' شری رام کرشن جی کے پاؤں دبا رہا تھا۔ وہ دونوں آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (براہمنی اور اُس کے رِشتہ داروں کا حوالہ دیتے ہوئے): ''آہا، کتنے خوش تھے وہ لوگ۔''

'ایم': ''کتنی حیرانگی کی بات ہے، اسی قِسم کا ایک واقعہ یسوع مسیح کے زمانے میں دو بہنوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ بھی دونوں بہنیں تھیں اور وہ یسوع مسیح سے عقیدت رکھتی تھیں۔ اُن کے نام تھے 'مارتھا' اور 'میری' (Martha and Mary)''

شری رام کرشن جی (اشتیاق سے): ''مُجھے اُن کی کہانی سُناؤ۔''

'ایم': ''آپ کی طرح ہی یسوع مسیح اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ اُن کے گھر چلے گئے، اُن کا

دیدار کرتے ہی ایک بہن بیحد خُوشی اور جذبات میں محو ہوگئی۔ دوسری بہن اکیلے ہی یسوع مسیح کو کھانا کھلانے کی تیاری میں مشغُول تھی۔ اُس نے اُن سے شِکایت کرتے ہوئے کہا، حضُور! آپ خُود ہی دیکھ لیں میری بہن کِتنی غلط ہے۔ وہ تو آپ کے کمرے میں بیٹھی ہے اور میں اکیلے ہی یہ سارا کام کر رہی ہوں۔ یسوع مسیح نے کہا، تمہاری بہن خُوش نصیب ہے کیُونکہ اِنسان کو زندگی میں جو کچھ چاہیے (خُدا سے محبت) وہ اُس نے پالیا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''اچھا، یہ سب دیکھ کر تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟''

'ایم': ''میں محسوس کرتا ہوں کہ یسوع مسیح، چیتنیہ دیو اور آپ تینوں ایک ہی ہیں۔ یہ تینوں رُوپ اُسی (خدا) کے تو ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں، ہاں، ایک، ایک دراصل 'یہ' ایک ہی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ واحد وہ ہی ہے جو یہاں رہتا ہے۔'' یہ کہہ کر سری رام کرشن جی نے اپنے جسم کی طرف انگلی سے اِشارہ کیا۔

'ایم': ''اُس دن آپ خُدا کے سرزمین پر اوتار لے کر آنے کی بات کہہ رہے تھے۔''

شری رام کرشن جی: ''بتاؤ تو میں نے کیا کہا تھا۔''

'ایم': ''آپ نے ہمیں بتایا تھا کہ ہم اپنے ذہن میں اُفق اور اُس سے پرے پھیلے ہوئے ایک میدان کا تصوّر کریں جو بغیر کسی رُکاوٹ کے پھیلتا جاتا ہے مگر درمیان میں ایک دِیوار کی وجہ سے ہم اُس میدان کو دیکھ نہیں پا رہے۔ اُس دیوار میں ایک گول نما سوراخ ہے۔ اُس سوراخ سے ہم لامحدود میدان کا کچھ حصّہ دیکھ پاتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''مُجھے بتاؤ تو وہ سوراخ کیا ہے؟''

'ایم': ''وہ سوراخ ہیں آپ۔ جس کے ذریعہ ہر چیز، بغیر کنِارے کا وہ لامحدود میدان دیکھا جاسکتا ہے۔''

شری رام کرشن جی خُوش ہو کر 'ایم' کی پیٹھ تھپتھپانے لگے اور کہنے لگے، ''تُم نے اُسے سمجھ لیا، اچھا ہوا۔''

'ایم': ''اسے سمجھنا سچ مچ بہت مشکُل ہے۔ مکمُل برہم (خالقِ کائنات) ہوتے ہوئے اس چھوٹے سے جسم میں وہ کیسے رہ سکتا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے ہمیں یسوع مسیح کے بارے میں بھی بتایا تھا۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا بتایا تھا؟''

'ایم': ''آپ جادو ملک کے باغیچے والے گھر میں یسوع مسیح کی تصویر دیکھتے ہی سمادھی میں چلے

گئے تھے۔آپ نے دیکھا تھا کہ وہ اس تصویر سے باہر نکل کر آپ کے جسم میں شامل (مدغم) ہو گئے تھے۔''

شری رام کرشن جی نے تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد 'ایم' سے کہا، ''میرے گلے میں جو کچھ ہوا ہے ممکن ہے اس کا کوئی مطلب ہو گا (اپنے گلے میں زخم کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) یہ اس لئے ہوا ہے تا کہ میں سب لوگوں میں غیر سنجیدہ نہ بن جاؤں۔تا کہ میں ہر جگہ جا کر ناچنا گانا شروع نہ کر دوں۔''

شری رام کرشن جی مچھر دانی کے اندر لیٹ گئے۔'ایم' اُنہیں پنکھا کرنے لگا۔شری رام کرشن جی نے کروٹ بدلی، اُنہوں نے 'ایم' کو بتایا کہ خُدا کیسے اِنسانی جسم میں اوتار لیتا ہے۔اس کے علاوہ اُنہوں نے 'ایم' کو رُوحانی مقصد کے بارے میں بتایا۔

شری رام کرشن جی: ''شروع شروع میں، 'میں' بعض ایسے دور سے گزرا ہوں جب مجھے الٰہی صورتوں کے دیدار نہیں ہوتے تھے۔اب بھی اُنہیں میں اکثر دیکھ نہیں پاتا۔''

'ایم': ''خُدا اپنا کھیل کھیلنے کے لئے جن صُورتوں کا انتخاب کرتا ہے اُن سب میں سے اِنسان کی صُورت (شکل) میں اُس کا کھیل مجھے اچھا لگتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''تو بس ٹھیک ہے، اور تم مجھے دیکھ ہی رہے ہو۔''

اتوار 9 راگست 1885ء

شری رام کرشن جی دکھنیشور میں اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔شام کے آٹھ بج رہے تھے۔شری رام کرشن جی، مہماچرن سے باتیں کر رہے تھے۔راکھل، 'ایم' اور مہماچرن کے دو ایک ہمنوا بھی کمرے میں موجود تھے۔مہماچرن رات باغیچے کے مندر میں گزارنے والا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''چھوٹے لڑکے جو یہاں آتے ہیں ان کو دو چیزیں جان لینا کافی ہو گا۔ان کو جان لینے کے بعد انہیں زیادہ ریاضت اور ربط وضبط نہیں کرنا پڑے گا۔پہلی کہ میں کون ہوں؟ اور دوسری وہ کون ہیں؟ بہت سے چھوٹے لڑکے اندرُونی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''وہ سب جو اندرونی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔مُجھے دوبارہ شمال مغربی جانب اِنسانی جامہ پہن کر آنا پڑے گا۔''

مہماچرن نے شاستروں سے کچھ اقتباسات پڑھے۔اُس نے تنتر کی چند ایک عارفانہ رسُومات بیان کیں۔

شری رام کرشن جی: ''اچھا تو کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سمادھی میں مُدغم ہونے کے بعد میری رُوح کھلے

آسمان، لامحدود خلا میں ایک پرندے کی طرح پرواز کرتی ہے۔"

"ایک دفعہ رِشی کیش سے ایک سادھو یہاں آیا۔ اُس نے مُجھے بتایا کہ سمادھی پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ مُجھے معلوم ہے آپ نے اُن پانچوں کا مشاہدہ کیا ہوا ہے۔ اِن سمادھیوں میں ہم رُوحانی لہروں کی حرکت کو ایک چیونٹی، ایک مچھلی، ایک بندر، ایک پرندے یا ایک سانپ کی حرکت جیسی محسوس کرتے ہیں۔ کبھی کبھی رُوحانی لہر ریڑھ کی ہڈی کے اندر سے ایک چیونٹی کی طرح رینگتی ہوئی اُوپر کی طرف جاتی ہے۔"

"بعض اوقات سمادھی میں محو ہونے پر رُوح سعادت کے سمندر میں مچھلی کی طرح تیرتی ہے۔"

"بعض اوقات میں کروٹ بدل کر لیٹا ہوا ہوتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ رُوحانی لہر مُجھے بندر کی طرح دھکیل رہی ہے اور خُوشی خُوشی میرے ساتھ کھیل رہی ہے۔ میں چپ چاپ پڑا رہتا ہوں۔ رُوحانی لہر اچانک بندر کی طرح اُچھل کر سہسرار (Sahasrara) چکّر تک پہنچ جاتی ہے اس لئے میں اُچھل کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔"

"اور پھر کبھی کبھی رُوحانی لہر ایک پرندے کی طرح ایک شاخ سے دوسری شاخ پر پھُدکتی ہوئی اُونچی اُٹھتی ہے جس مقام پر یہ جا کر ٹھہرتی ہے وہاں آگ سی محسوس ہوتی ہے۔ یہ ایک چکّر سے دوسرے چکّر تک آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سَر تک پہنچ جاتی ہے۔"

"کبھی کبھی رُوحانی لہر سانپ کی طرح حرکت کرتی ٹیڑھے میڑھے راستے سے چلتی ہوئی سَر تک پہنچ جاتی ہے اور میں سمادھی میں چلا جاتا ہوں۔"

"جب تک ہماری کُنڈالنی جاگ نہیں جاتی، ہمارا رُوحانی شعُور بیدار نہیں ہو سکتا۔ کنڈالنی مول دھارا میں رہتی ہے۔ جب یہ جاگتی ہے تو یہ سُشمنا ناڑی سے گزرتی ہوئی سوادھیشٹھان، منی پور اور دوسرے چکّروں سے گھومتی ہوئی آخر میں سر تک پہنچ جاتی ہے۔ اس حرکت کو مہاوایو، عظیم رُوحانی لہر سے منسُوب کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سمادھی میں اس کا اختتام ہو جاتا ہے۔"

"محض کتابوں کے مُطالعہ سے ہمارا رُوحانی شعُور بیدار نہیں ہوتا۔ ہمیں خدا سے دُعا کرنی چاہیے، کُنڈالنی تبھی اُوپر اُٹھتی ہے (جاگتی ہے) جب کوئی آرزومند خدا کے لے بے قراری محسوس کرتا ہے۔ صرف مطالعے کی بنا پر یا اِدھر اُدھر کی سنی سُنائی باتوں کے بل بوتے پر علم و فضل کی باتیں کرنے سے کیا حاصل؟"

"من کی اس حالت میں پہنچنے سے پہلے مُجھ پر یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ کُنڈالنی کیسے جاگتی ہے۔ مختلف چکّروں کے کمل کیسے کھل اُٹھتے ہیں۔ اور کیسے ان سب کا خاتمہ سمادھی میں پہنچنے پر ہو جاتا ہے۔ یہ

بڑا پوشیدہ راز ہے۔ میں نے بائیس تیئس سال کا ایک لڑکا ہُو بہُو میری شکل کا سشمنا ناڑی میں داخل ہوتا ہوا کملوں سے راز و نیاز میں مصروف اپنی زبان سے اُنہیں چھُوتے ہوئے دیکھا۔ وہ جسم کے نِچلے حصّے کے چکّر سے آغاز کرتے ہوئے جنسی عضُو کے چکّر، ناف کے چکّر، اور دوسرے کئی چکّروں سے گزُرتا چلا گیا۔ اُن چکّروں کے مُختلف کمل چار پتّیوں والے، چھ پتّیوں والے، دس پتّیوں والے وغیرہ، مُرجھائے پڑے تھے۔ اُس کے چھُوتے ہی وہ کمل کھِل کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔''

''جب وہ دِل تک پہنچا، مُجھے خوب یاد ہے۔ وہاں کے کمل کو جیسے ہی اُس نے اپنی زبان سے چھُوتے ہوئے اس سے راز و نیاز کیا، بارہ پتّیوں والا کمل جس کا سر جُھکا ہوا لٹک رہا تھا۔ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کی پتیاں کھِل اُٹھیں۔ پھر وہ گلے کے کمل جو کہ سولہ پتّیوں والا ہے میں آیا اور دو پتّیوں والے ماتھے کے کمل میں اور آخر میں ہزار پتّیوں والا کمل کھِل اُٹھا۔ تب سے میں اس حالت میں ہوں۔''

شری رام کرشن جی مہما چرن کے نزدیک نیچے فرش پر بیٹھ گئے۔ 'ایم' اور کچھ دوسرے عابدین اُن کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ راکھل بھی کمرے میں تھا۔

شری رام کرشن جی (مہما چرن سے): ''تمہیں اپنی رُوحانی معلُومات کے متعلق بتانے کی بہت دنوں سے میری مرضی تھی، مگر میں بتا نہیں سکا۔ آج بتانے کو جی چاہتا ہے۔''

''میری جو حالت تُم بتلاتے ہو، صرف ریاضت کرنے سے ہی ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں (اپنی طرف اِشارہ کرتے ہوئے، یعنی مُجھ میں) کوئی خاص بات ہے۔''

راکھل، 'ایم' اور دوسرے سب لوگ یہ دیکھنے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے کہ سری رام کرشن جی کیا کہنے والے ہیں۔

شری رام کرشن جی: ''خُدا نے مجھ سے باتیں کیں، میں نے صرف اُس کا دِیدار ہی نہیں کیا بلکہ اُس سے باتیں کیں۔ پیپل کے پیڑ کے نیچے میں نے اُسے گنگا سے باہر نِکلتے دیکھا۔ پھر ہم بہت ہنسے۔ میرے ساتھ کھیلتے ہوئے اُس نے میری اُنگلیاں مروڑیں پھر اُس نے مُجھ سے باتیں کیں۔''

''میں لگاتار تین دِن تک روتا رہا۔ جو کچھ ویدوں، پُورانوں، تنتروں اور دوسرے شاستروں میں ہے، اُس نے مُجھے سب کچھ دِکھلا دیا۔''

''ایک دِن اُس نے مُجھے اپنی مایا بھی دِکھلا دی۔ کمرے کے اندر ایک چھوٹی سی جیوتی (دیئے کی روشنی) لگاتار بڑھنے لگی اور آخر کار اُس نے ساری دُنیا کو ڈھانپ لیا۔''

''پھر اُنہوں نے مُجھے دکھلایا جیسے بہت بڑا تالاب کائی (پانی کی سطح پر جما ہوا گھاس) سے بھرا ہوا ہے۔ ہوا سے کچھ کائی ہٹ گئی اور پانی دکھائی دینے لگا۔ مگر آنکھ جھپکتے ہی کائی چاروں طرف سے ناچتی ہوئی آ گئی اور اُس نے پانی کو ڈھک لیا۔ اُس نے مجھے دِکھلایا کہ پانی سچدّانند (خالقِ کائنات) ہے اور کائی مایا۔ مایا کے کارن کوئی سچدّانند کو دیکھ نہیں سکتا۔ اگر ایک بار دیکھتا بھی ہے تو پل بھر کے لئے پھر مایا اُسے ڈھک لیتی ہے۔''

''عقیدت مندوں کے یہاں آنے سے پہلے ہی خدا مجھے اُن کی فِطرت بتا دیتا ہے۔ میں نے پنچوٹی کے نزدیک پیپل کے پیڑ کے نیچے سے بُکل کے پیڑ تک چیتنیہ کی ٹولی کو ناچتے گاتے دیکھا۔ اُن میں 'میں' نے بلرام کو دیکھا تھا، نہیں تو بھلا مجھے مِصری اور یہ سب کون دیتا؟ ('ایم' کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) اور میں نے اِس کو بھی دیکھا۔''

''کیشب سین سے ملاقات ہونے سے پہلے اُسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے کیشب اور اُس کی ٹولی کو سمادھی میں دیکھا تھا۔ کمرے میں ٹھساٹھس بھرے ہوئے آدمی میرے سامنے بیٹھے تھے۔ کیشب کو میں نے دیکھا۔ اُن لوگوں میں مور کی طرح پنکھ پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ پنکھ کا مطلب اُس کے پیروکار۔ میں نے کیشب کے سر پر لعل رنگ کا جواہر دیکھا وہ اُس کے رجوگُن کی نشانی ہے۔ کیشب اپنے شاگردوں سے کہہ رہا تھا شری رام کرشن جی کو سنو وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے ماں الٰہی (ماں کالی) سے کہا، ماں یہ لوگ تو انگریزی طرز کے ہیں۔ میں اِن سے کیوں بات کروں؟ پھر ماں نے مُجھے سمجھایا، کلجُگ میں ایسا ہی ہوگا۔ کیشب اور اُس کے پیروکار یہاں سے (یعنی مُجھ سے) ہری اور کالی کا نام سیکھے ہیں۔''

(اپنی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) ''یہاں کوئی تو خاص چیز ہے، کچھ عرصہ پہلے ایک نوجوان گوپال سین میرے پاس آیا کرتا تھا۔ میرے اندر جو رہتا ہے اُس نے گوپال کے اُوپر پیر رکھ دیا۔ وہ وجد کے عالم میں کہنے لگا، تمہیں یہاں لمبے عرصہ تک اِنتظار کرنا پڑے گا۔ میں دُنیاداروں میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ وہ مُجھ سے رخصت ہو گیا۔ بعد میں، میں نے سُنا اُس کی موت ہو گئی ہے۔ شاید وہی نتیہ گوپال ہے۔''

''مُجھے بہت سے حیرت انگیز دیدار ہوئے ہیں۔ میں نے غیر منقسم سچدانند (برہم) کا دِیدار بھی کیا ہے۔ اُس کے اندر میں نے دو ٹولیاں دیکھیں جن کے درمیان باڑ لگی ہوئی تھی۔ ایک طرف تھا کیدار، چُونی اور دوسرے عابدین جو ساکار خدا کو مانتے تھے (خدا کی شکل وصُورت میں یقین رکھنا) دوسری طرف تھی تابندہ کھلی جگہ جیسے لال اینٹوں کے گردوغبار کے ڈھیر اس کے اندر نریندر سمادھی میں مدغم بیٹھا ہوا

تھا۔ اُسے ریاضت میں ڈوبے دیکھ کر میں نے زور سے پکارا، اونریندر! اُس نے تھوڑی آنکھیں کھولیں، میں سمجھ گیا کہ وہی دوسرے روپ میں سملہ [1] (کلکتہ) میں، کائیست پریوار کے یہاں پیدا ہو کر رہا ہے۔ میں نے فوراً ماں کالی سے کہا، ماں اسے مایا میں جکڑے رکھنا نہیں تو یہ سمادھی میں ہی اپنے جسم کو خیر باد کہہ دیگا۔ کیدار ساکار خدا میں یقین رکھتا ہے، اُس نے اندر جھانک کر دیکھا اور کانپتا ہوا بھاگ گیا۔"

"اس لئے میں سوچتا ہوں کہ اس جسم کے اندر خود ماں کالی رہتی ہے۔ اور بھگتوں کو لے کر کھیل رہی ہے۔ جب پہلے پہل میرے من کی یہ سرفراز حالت ہوئی تب روشنی سے میرا سینہ چمکتا رہتا تھا۔ تب میں نے ماں کالی سے کہا، اپنے آپ کا ظاہری انکشاف نہ کرنا، آپ اندر ہی رہیں۔ اس لئے اب میرا چہرہ بجھا سا رہتا ہے۔ اگر میرا جسم اب بھی تابندہ ہوتا تو لوگ مجھے بہت اذیت پہنچاتے۔ یہاں ہر وقت ہجوم اکٹھا ہو جاتا، اب باہری چمک دمک نہیں ہے۔ اس سے تماش بین بھاگ جاتے ہیں۔ جو اصلی بھگت ہیں وہی میرے ساتھ رہیں گے۔ جانتے ہو یہ بیماری کیوں ہوئی، اس کا مطلب یہی ہے۔ جن کی بھگتی (عبادت) میں خود غرضی ہے میری بیماری دیکھ کر وہ بھاگ جائیں گے۔"

میری ایک خواہش تھی، میں نے ماں سے کہا، ماں میں بھگتوں کا راجہ ہوں گا۔ پھر میرے من میں یہ خیال آیا کہ جو دل سے خدا کو پکارے گا اُسے یہاں آنا ہی ہوگا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو وہی ہو رہا ہے۔ اب وہی لوگ یہاں آتے ہیں۔"

"اس جسم میں کون رہتا ہے۔ میرے والدین جانتے تھے۔ والد نے 'گیا' کے مقام پر ایک خواب دیکھا تھا۔ خواب میں آکر رگھوویر (شری رام چندر جی) نے کہا تھا، میں تمہارے ہاں بیٹا بن کر آؤں گا۔"

"اس جسم میں خدا ہی رہتا ہے۔ زن اور زر سے ایسی دست کشی، کیا میں اسے خود سرانجام دے سکتا تھا۔ میں نے خواب میں بھی عورت کا استعمال نہیں کیا۔"

"ناگٹے نے مجھے ویدانت سکھایا۔ تین ہی دن میں میں سمادھی میں چلا گیا۔ مادھوی بیل کے نیچے میری سمادھی دیکھ کر اُس نے کہا، ارے یہ کیا ہے۔ پھر اُس نے سمجھا تھا اس جسم میں کون ہے۔ تب اُس نے مجھ سے کہا، مجھے تم چھوڑ دو۔ طوطہ پوری (ناننگا سادھو، ناگا) کی یہ باتیں سن کر میں وجد کی حالت میں کھو گیا اور میں نے اسے کہا، آپ تب تک یہاں سے نہیں جا سکتے جب تک کہ میں ویدانت کی سچّائی کو جان نہیں لیتا۔"

---

1. سملہ : کلکتہ کا وہ علاقہ جہاں نریندر (وویکانند سوامی) پیدا ہوا تھا۔

''رات دن میں اُس کے ساتھ رہا۔ہم صرف وِیدانت کی بات کرتے۔ براہمنی[1] اکثر مجھے کہا کرتی ویدانت پر دھیان مت دو، اس سے خدا کی عبادت میں نقصان ہوتا ہے۔''

''میں نے ماں کالی سے کہا، ماں مجھے ایک امیر آدمی چاہیے اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اس جسم کی حفاظت کیسے کر سکوں گا؟ میں عارفوں (سادھوؤں) اور بھگتوں کو اپنے ساتھ کیسے رکھ سکوں گا؟ اس لئے ماتھر بابو چودہ سال تک میری خدمت کرتا رہا۔''

''وہ جو میرے اندر رہتا ہے مجھے پیشتر ہی بتا دیتا ہے کہ میرے پاس کس قسم کے عابد آنے والے ہیں۔ جب میں گورنگا کو دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ گورنگا کے عابدین آنے والے ہیں۔ جب میں ماں کالی کو دیکھتا ہوں تو جان جاتا ہوں کہ سکتہ (شکتی کو ماننے والے) عابدین آنے والے ہیں۔''

''شام کی پرستش کے وقت میں روتے روتے اپنے کمرے کی چھت پر جا کر چلّایا کرتا۔ او۔ تم سب کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ، دیکھ لو ایک ایک کر کے وہ سب یہاں اکٹھے ہو رہے ہیں۔''

''میں نے ہر قسم کی سادھنا (ریاضت و عبادت) کر رکھی ہے جیسے گیان یوگ، کرم یوگ اور بھگتی یوگ۔ عمر درازی کے لئے ہٹھ یوگ[2] بھی کر رکھا ہے۔ اس جسم میں کوئی دوسرا بھی (خدا) رہتا ہے۔ نہیں تو سمادھی کے بعد پھر میں عابدین کے ساتھ کیسے رہ سکتا تھا۔ خدا کے عشق کا مزہ کیسے لے سکتا تھا۔ کنور سنگھ کہتا تھا سمادھی سے واپس لوٹا ہوا آدمی کبھی میں نے نہیں دیکھا۔ تم نانک ہو۔''

''میرے چاروں طرف دنیادار ہیں۔ چاروں طرف زن اور زر۔ پھر بھی میری یہ حالت ہے۔ سمادھی اور وجد۔ اسی لئے پرتاپ نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا تھا، خدا کی پناہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کسی بھوت پریت کا سایہ ہے۔''

راکھل: ''ایم' اور دوسرے عابدین شری رام کرشن جی کے بے مثال مشاہدات کے بارے سُن کر وفورِ جذبات سے خاموش رہ گئے۔''

لیکن کیا مہما چرن نے شری رام کرشن جی کے اس اِشارے کو سمجھا؟ ان سب باتوں کو سُن کر بھی وہ

---

1. براہمنی: بھیروی براہمنی کی طرف اشارہ، ایک براہمن راہبہ جو شری رام کرشن جی کی ایک رُوحانی مُرشد تھی۔
2. ہٹھ یوگ: یوگ جس کا مقصد ہماری جسمانی صحت اور بہبودگی ہے۔
3. پرتاپ: پرتاپ چندر مجمدار۔ برہمو سماج کا ایک معزز رُکن۔

کہہ رہا تھا۔ یہ سب آپ کے پچھلے جنموں کے اچھے اعمال کے کارن (قسمت۔مقدر) ہوا ہے۔ مہما چرن اب بھی یہی سوچتا ہے کہ شری رام کرشن جی ایک سادھو یا محض خدا کے بھگت ہیں۔ شری رام کرشن جی نے سر ہلا کر مہما چرن کی بات کی تائید کی اور کہا، ''ہاں یہ پچھلے جنموں کے اعمال کا ہی صلہ ہے۔ خدا ایک امیر اور اونچے طبقے کے فرد کی مانند ہے جس کی بہت سی حویلیاں ہیں۔ یہاں (اپنی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) اُس کا ایک دیوان خانہ ہے۔''

صُبح کے ایک بجے کا وقت تھا اور یہ چاند کے اندھیرے پکھ کا چودھواں دن تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایک دو بھگت گنگا کے کنارے کنکریٹ پُشتے پر ٹہل رہے تھے۔ شری رام کرشن جی اُٹھ کر باہر آ گئے۔ وہ عابدین سے کہنے لگے۔ ناننگے عارف نے مجھے بتایا تھا کہ اِس وقت یعنی آدھی رات کو انحد کی آواز کو سُنا جا سکتا ہے۔

صُبح سویرے مہما چرن اور 'ایم' شری رام کرشن جی کے کمرے میں فرش پر لیٹ گئے۔ راکھل چارپائی پر سو گیا۔ کبھی کبھار شری رام کرشن جی پانچ سال کے چھوٹے بچّے کی طرح کپڑے اُتار کر ننگے بدن اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے۔

شکروار 28/اگست 1885ء

صُبح ہو گئی تھی۔ شری رام کرشن جی جاگ اُٹھے تھے اور وہ ماں کالی کی ریاضت کر رہے تھے۔ اُن کی بیماری کی وجہ سے بھگت اُن کے مُنھ سے ماں کالی کا سُہانا نام سُن نہیں پائے۔

شری رام کرشن جی چھوٹے تخت پوش پر بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے 'ایم' سے پُوچھا، ''اچھا ذرا بتاؤ تو مُجھے یہ بیماری کیوں ہے؟''

'ایم': جب تک لوگوں کی طرح آپ میں یہ سب باتیں نہیں ہُوں گی تو آپ کے پاس آنے کے لئے اُن کی ہمت کیسے ہو گی؟ لیکن وہ یہ جان کر حیران ہیں کہ ایسی بیماری ہوتے ہوئے بھی آپ خدا کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں۔''

شری رام کرشن جی (مُسکرا کر): ''بلرام نے بھی یہی کہا تھا۔ اگر آپ بیمار ہو سکتے ہیں تو پھر ہم اپنی بیماری کی وجہ سے پریشان کیوں ہُوں گے۔ پانچ عناصروں کے جال میں پھنس کر برہم (خالقِ کائنات) بھی رو پڑتا ہے۔''

'ایم': ''اپنے بھگتوں کا دُکھ دیکھ کر یسوع بھی ایک عام آدمی کی طرح روئے تھے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا ہوا تھا؟''

'ایم: ''میری اور مارتھا دو بہنیں تھیں۔ لیزارُس اُن کا بھائی تھا، یہ تینوں یسُوع کے عقیدت مند تھے۔ لیزارُس کا انتقال ہو گیا۔ یسُوع اُن کے گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک بہن میری دوڑتی ہوئی گئی اور اُن کے قدموں پر گر کر رونے لگی۔ اُس نے کہا، پربھو! اگر آپ یہاں ہوتے تو میرا بھائی نہ مرتا۔ اُس کا رونا دیکھ کر یسُوع بھی رو دیئے تھے۔ پھر یسُوع لیزارُس کی قبر پر گئے اور اُس کا نام لے کر پکارا، لیزارُس زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا۔''

شری رام کرشن جی: ''لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

'ایم: ''کیونکہ آپ ایسا کرنا ہی نہیں چاہتے۔ یہ معجزے ہیں اس لئے ان میں آپ کو دِلچسپی نہیں۔ ان کا استعمال کرنے پر آدمی کی توجّہ جسم کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے۔ اُس کا دھیان خدا کی عبادت کی طرف نہیں جاتا۔ اس لئے آپ معجزے نہیں کرتے۔ مگر یسوع اور آپ میں بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''اور کیا ملتا ہے؟''

'ایم: ''آپ اپنے عقیدت مندوں کو نہ تو برت (روزہ) کرنے کے لئے کہتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسری سخت عبادت کے لیے۔ کھانے پینے کے لئے بھی کوئی پابندی نہیں۔ یسُوع کے عقیدت مندوں نے کبھی سبھاتھ کا احترام نہیں کیا۔ اس لئے اس پر یسُوع نے کہا تھا۔ اُنہوں نے کھا پی کر سب اچھا کیا ہے۔ جب تک وہ دولہے میاں کے ساتھ ہیں تب تک وہ مزے تو کریں گے ہی۔''

شری رام کرشن جی: ''اس کا کیا مطلب ہے؟''

'ایم: ''یسُوع کے کہنے کا مطلب ہے کہ جب تک اُن کے شاگرد خدا کے اوتار کے ساتھ رہیں گے وہ بھلا غمزدہ کیوں ہوں گے؟ لیکن جب خدا کے اوتار اپنی بہشت کی قیام گاہ میں لوٹیں گے تب اُن لوگوں کے غم اور دُکھ تکلیفوں کے دن آئیں گے۔''

شری رام کرشن جی (مسکُراتے ہوئے): ''ہم دونوں میں اور کیا ملتا جلتا ہے؟''

'ایم: ''جی، جس طرح آپ کہتے ہیں، لڑکوں نے ابھی تک کامنی اور کنچن (زر اور زن) کو نہیں چھوا، وہ آپ کی ہدایت کو ذہن نشین کر لیں گے۔ جیسے نئی ہانڈی میں دُودھ رکھنا، دہی جمائی ہانڈی میں رکھنے سے دودھ بگڑ سکتا ہے۔ یسُوع بھی اسی طرح کہتے تھے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا کہتے تھے؟''

'ایم': ''پرانی بوتل میں شراب رکھنے سے بوتل پھوٹ سکتی ہے۔ پرانے کپڑے میں نیا پیوند لگانے پر کپڑا جلدی پھٹ جاتا ہے۔''

''آپ جیسا کہتے ہیں، 'میں اور ماں کالی ایک ہیں' اِسی طرح وہ بھی کہتے ہیں 'پِتا (والد) اور میں ایک ہیں۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''اور کچھ؟''

'ایم': ''آپ جیسا کہتے ہیں سنجیدہ ہو کر پکارنے سے وہ (خدا) سنے گا، یسوع بھی کہتے تھے۔ سنجیدہ ہو کر کھٹکھٹاؤ، دروازہ ضرور کھلے گا۔''

شری رام کرشن جی: ''اچھا، اگر خدا نے دوبارہ اوتار لیا ہے تو کیا وہ اس کا مکمل جزوی یا کسری اوتار ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اس کا مکمل ظہور ہے۔''

'ایم': ''جی میں تو مکمل، جزوی یا کسری یہ اچھی طرح سمجھتا بھی نہیں، مگر جیسا آپ نے کہا تھا، چہار دیواری میں ایک گول چھید۔ یہ خوب سمجھ گیا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا بتاؤ تو ذرا؟''

'ایم': ''چہار دیواری کے اندر ایک گول چھید ہے۔ اُس چہار دیواری کے اُس طرف کے میدان کا کچھ حصہ دکھائی پڑتا ہے۔ اسی طرح آپ کے اندر اُس لامحدود کا کچھ حصہ دیکھنے میں ملتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''سچ ہے تم پانچ یا چھ میل دور تک سبزہ زار دیکھ سکتے ہو۔''

'ایم' نے شری رام کرشن جی کو آداب عرض کیا اور اُن سے رُخصت لی۔ شری رام کرشن جی نے اُس سے نرمی سے کہا، ''کل صبح جلدی آنا۔ برسات کے دنوں تپتا سورج صحت کے لئے مضر ہے۔''

منگلوار 1ر ستمبر 1885ء

شری رام کرشن جی غسل کرنے والے تھے۔ کمرے کے جنوبی برآمدہ میں ایک بھگت اُن کے جسم پر تیل کی مالش کر رہا تھا۔ گنگا میں نہا لینے کے بعد 'ایم' نے آکر شری رام کرشن جی کو آداب عرض کیا۔

نہانے کے بعد تولیے میں لپٹے سری رام کرشن جی نے دور سے ہی مندر کے دیوی دیوتاؤں کو سلام کیا، بیماری کی وجہ سے وہ مندروں تک چل کر نہیں جا سکتے تھے۔

مقدّس جنم اشٹمی کا دن، آج شری رام کرشن جی کا جنم دِن تھا۔ رام اور دوسرے عقیدتمند شری رام کرشن جی کے لئے نئے کپڑے لائے تھے وہ اُنہیں پہن کر اچھے لگ رہے تھے۔ اُنہوں نے دوبار دیوی

دیوتاؤں کو سلام کیا۔

صبح کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ کلکتہ سے آہستہ آہستہ عابدین پہنچنا شروع ہو گئے۔ بلرام، نریندر، چھوٹا گوپال اور کاٹوا سے ایک ویشنو بھگت آیا تھا۔ راکھل اور لاٹو شری رام کرشن جی کے پاس رہ رہے تھے۔ کچھ دنوں سے ایک پنجابی عابد پنچوٹی میں رہائش پذیر تھا۔ وہ باغیچے کی پگڈنڈی کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ شری رام کرشن جی نے کہا، ''میں اس کے لئے کشش کا باعث نہیں۔ اُس کا زاویۂ نگاہ ایک عارف جیسا ہے۔ وہ مُجھے لکڑی کی طرف خشک دکھائی دیتا ہے۔''

شری رام کرشن جی اور اُن کے عابدین اُن کے کمرے میں لوٹ آئے۔

کوٹوا کا ویشنو بھگت شری رام کرشن جی سے سوال کر رہا ہے وہ بھینگی آنکھوں والا آدمی ہے۔

ویشنو بھگت: ''جناب! کیا آدمی دوبارہ جنم لیتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''گیتا میں کہا گیا ہے کہ مرتے وقت آدمی کے من کا جس طرف رُجحان ہو گا اُسی کے مُطابق اُس کا دوبارہ جنم ہوتا ہے۔ راجہ بھرت کا مرتے وقت ہرن کی طرف خیال تھا اور اُسے ہرن بن کر جنم لینا پڑا۔''

ویشنو بھگت: ''اگر مُجھے کوئی چشم دید گواہ یہ بات بتائے تبھی مُجھے دوبارہ جنم پر یقین ہو گا۔''

شری رام کرشن جی: ''محترم جناب، میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں اپنی بیماری کا علاج نہیں کر پا رہا ہوں۔ اور تم مُجھے کہہ رہے ہو کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟''

''تم جس قسم کی باتیں کر رہے ہو اُن سے تمہارے من کی کم ظرفی صاف جھلکتی ہے، خدا سے عشق کرنا سیکھو۔ تمہیں خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہی اِنسان کا جنم ملا ہے۔ تم باغیچے میں آم کھانے کے لئے آئے ہو۔ تمہیں یہ جاننے کی کیا ضرورت ہے کہ باغیچے میں کتنی ہزار شاخائیں اور کتنی لاکھ پتیاں ہیں؟ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے، اس بات کے لئے پریشان ہونا کتنی احمقانہ بات ہے؟''

گریش گھوش ایک دو دوستوں کے ہمراہ گاڑی سے آ پہنچا۔ وہ شراب پیئے ہوئے تھا۔ وہ روتے روتے کمرے میں داخل ہوا۔ شری رام کرشن جی کے پاؤں پر سر رکھ کر وہ رو پڑا۔

شری رام کرشن جی نے بڑے لاڈ پیار سے اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اُنہوں نے ایک عابد کو اُس کے لئے حقّہ تیار کرنے کو کہا۔

گریش نے سر اُٹھایا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر شری رام کرشن جی سے کہا۔ آپ پورے برہم (خالقِ

کائنات) ہیں، اگر یہ بات سچ نہیں ہے تو پھر باقی سب کچھ جھوٹ ہے۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ یہ بات اُس نے کچھ اس لہجے میں کہی کہ تمام عابدین کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے۔

گریش نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میرے آقا! مجھے یہ مراد بخشو کہ میں سال بھر آپ کی خدمت کرتا رہوں۔ نجات کیا چیز ہے۔ یہ تو ماری ماری پھرتی ہے۔ اس پر میں تھوکتا ہوں۔ کیا آپ کو سال بھر کے لئے میری خدمت قبول ہے۔"

شری رام کرشن جی: "یہاں پاس بیٹھے ہوئے لوگ بھلے نہیں ہیں۔ تمہاری بات پر کچھ لوگ نکتہ چینی کریں گے۔"

گریش: "مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کہہ دیجئے۔"

شری رام کرشن جی: "ٹھیک ہے، تمہارے گھر جب جاؤں گا تب خِدمت کرنا۔"

گریش: "نہیں، نہیں، میں یہیں آپ کی خِدمت کروں گا۔"

گریش بضد تھا، سری رام کرشن جی نے کہا، "جیسے خُدا کی مرضی۔"

شری رام کرشن جی کے گلے کی تکلیف کا حوالہ دیتے ہوئے گریش نے کہا۔ "آپ کہہ دیجئے ٹھیک ہو جا۔ اچھا میں اسے جھاڑ دیتا ہوں۔ کالی۔ کالی۔"

شری رام کرشن جی: "مجھے تکلیف پہنچے گی۔"

گریش: "گلے، تندرست ہو جاؤ (اُس نے جھاڑ پھونک کرنے والے کی طرح گلے پر پھُونک ماری) کیا آپ ٹھیک نہیں ہوئے؟ اس بار اگر آپ تندرست نہیں ہوئے تو اَب یقیناً ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے قدموں میں میری ذرا سی بھی عقیدت ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ آپ ٹھیک ہو گئے ہیں۔"

شری رام کرشن جی (غصّے سے): "مجھے اکیلا چھوڑ دو، یہ سب باتیں مُجھ سے نہیں کہی جا سکتیں۔ بیماری سے اچھے ہونے کی بات میں ماں سے نہیں کہہ سکتا۔"

"تو ٹھیک ہے خُدا کی مرضی ہوئی تو میں اچھا ہو جاؤں گا۔"

گریش: "آپ مُجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔ سب آپ کی مرضی سے ہو گا۔"

شری رام کرشن جی: "شرم آنی چاہیے تمہیں پھر کبھی دوبارہ ایسا مت کہنا۔ میں اپنے آپ کو کرشن بھگت مانتا ہُوں۔ اپنے کو کرشن نہیں کہتا۔ تم جو چاہو سوچو، تم اُپنے گورُو (مرشد) کو بھلے ہی خُدا سمجھو لیکن

جیسے تم بات کر رہے ہو، یہ غلط ہے۔ اس طرح کی بات تمہیں دوبارہ نہیں کرنی چاہیے۔''

گریش: ''آپ کہیئے کہ آپ اچھے ہو جائیں گے۔''

شری رام کرشن جی: ''اچھا اگر تمہیں اسی سے خوشی ہوتی ہے تو۔''

گریش اب بھی شراب کے نشے میں دھت تھا۔ بیچ بیچ میں وہ شری رام کرشن جی سے کہتا، ''اچھا جناب! کیا بات ہے کہ اب کی بار آپ بہشتی خوبصورتی (دیو خوبصورتی) لے کر پیدا نہیں ہوئے؟''

کچھ دیر بعد اُس نے پھر کہا، ''اب کی بار لگتا ہے بنگال کو نجات ملے گی۔''

ایک عابد نے اپنے آپ سے کہا، ''صرف بنگال ہی کو کیوں؟ اب تو ساری دنیا کو نجات ملے گی۔''

عابدین سے مخاطب ہو کر گریش نے کہا۔ ''یہ یہاں کیوں ہیں؟ کیا تم میں سے کوئی اس کا مطلب سمجھتا ہے؟ یہ لوگوں کو نجات دلانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اُن کی تکلیفوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُنہوں نے انسانی جامہ پہنا ہے۔''

کوچوان گریش کو پکار رہا تھا۔ گریش اُٹھ کر اُس کی طرف چل دیا۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے کہا۔ ''وہ کہاں جا رہا ہے۔ اُس پر نظر رکھو۔ میں سوچتا ہوں کہ کہیں وہ کوچوان کو نہ مارے۔'' 'ایم' گریش کے ہمراہ چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد گریش واپس لوٹ آیا۔ اُس نے شری رام کرشن جی سے دُعا کی۔ ''میرے مالک مُجھے پاکیزگی بخشو جس سے مُجھ میں گناہ کا نام ونشان تک نہ رہے۔''

شری رام کرشن جی: ''تم پاک تو ہو ہی، تم میں اتنا یقین اور عقیدت ہے۔ تم تو مزے میں ہو نا؟''

گریش: ''جی نہیں، من خراب ہوتا ہے، بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو میں نے اِتنی شراب پی رکھی ہے۔''

کچھ دیر بعد گریش نے پھر کہا۔ ''میرے آقا! میں حیران ہوں کہ مُجھ جیسے آدمی کو بھی (برہم) خالقِ کائنات کی خِدمت کرنے کا امتیازی حق نصیب ہوا ہے۔ میں نے ایسی کون سی غضبناک ریاضت کی ہے جس کی مُجھے یہ مراعات ملی ہے۔''

شری رام کرشن جی نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ بیماری کی وجہ سے اُنہوں نے بہت کم کھایا۔

شری رام کرشن جی کے من کی فِطرت خُدائی شعور کی سطح پر پرواز کرتے رہنے کی تھی۔ زبردستی اُنہیں جسم کی طرف من کو لے آنا پڑتا تھا۔ مگر بچّے کی طرح وہ اپنے جسم کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ایک بچّے کی

طرح اُنہوں نے اپنے عقیدت مندوں سے کہا، ''میں نے تھوڑا سا کھانا کھایا ہے، اب میں آرام کروں گا۔ تم لوگ ذرا تھوڑی دیر کے لئے باہر جاؤ۔'' شری رام کرشن جی نے تھوڑا آرام کیا۔ عقیدت مند کمرے میں لوٹ آئے۔

کاٹوا کا ویشنو بحث کر رہا تھا۔

شری رام کرشن جی (ویشنو سے): ''یہ سُوں سُوں کا شور بند کرو۔ جب پانی مِلا ہوا مکھن گرم کیا جاتا ہے تب اس کی ایسی آواز ہوتی ہے۔ ایک دفعہ خُدا کے کیف کا مزہ لینے کے بعد بحث کی خواہش پنکھ لگا کر اُڑ جاتی ہے۔ کتابوں سے حوالہ دینے سے کیا حاصل؟ پنڈت صرف شلوک (آیات) پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔''

ڈاکٹر راکھل شری رام کرشن جی کی صحت کا معائنہ کرنے آیا۔ شری رام کرشن جی نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔ ''آیئے تشریف رکھیئے۔''

ویشنو سے بات چیت جاری رہی۔

شری رام کرشن جی: ''آدمی کو اپنا وقار اور چوکسی کو قائم رکھنا چاہیے۔ جس آدمی کا رُوحانی شعوُر بیدار ہے، اُسی میں یہ وقار اور چوکسی برقرار رہتی ہے اور وہی آدمی کہلاتا ہے۔ رُوحانی شعوُر کی بیداری کے بغیر انسانی جنم بے کار ہے۔''

بچّے کی طرح شری رام کرشن جی ڈاکٹر کو کہہ رہے تھے۔ ''بھئی میرا گلا ٹھیک کیجئے۔''

ڈاکٹر: ''آپ مجھے ٹھیک کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''ڈاکٹر خود نارائن ہے۔ میں ہر آدمی کی عزت کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر شری رام کرشن جی کے گلے کا معائنہ کر رہا تھا۔ اُنہوں نے ڈاکٹر کو بتایا۔ ڈاکٹر سرکار نے میری زُبان کو ایسا دبایا جیسے گائے کی زُبان کو دباتے ہیں۔

بچّے کی طرح شری رام کرشن جی نے ڈاکٹر کے کُرتے کو بار بار کھینچتے ہوئے کہا، ''بھئی میرا گلا ٹھیک کردو۔ لیرینگوسکوپ (Laryngoscope) (گلا دیکھنے کا آئنہ) کو دیکھ کر اُنہوں نے مسکُراتے ہوئے کہا، ''میں سمجھ گیا، تم اس میں عکس دیکھو گے۔''

نریندر نے گیت گایا مگر شری رام کرشن جی کی بیماری کی وجہ سے اُس میں زیادہ موسیقی نہیں تھی۔



شری رام کرشن شیام پکر میں

اتوار 18 اکتوبر 1885

ڈاکٹروں نے واضح طور سے شری رام کرشن جی کی بیماری کی تشخیص کر دی کہ یہ کینسر ہے۔ دکھنیشور میں ان کے علاج کے لئے کوئی معقول تیمارداری کا انتظام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی لگاتار دیکھ بھال کے لئے ایک ڈاکٹر کی ضرورت تھی جو باغیچہ مندر میں نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ کلکتہ میں رہنے والے عقیدتمندوں کے لئے روزانہ دکھنیشور آ کر ان کی تیمارداری کرنا مشکل تھا۔ اس لئے بزرگ عقیدتمندوں نے ان کے لئے باغ بازار کلکتہ میں دو منزلہ چھوٹا سا گھر کرائے پر لے لیا اور شری رام کرشن جی کو وہاں لے جایا گیا۔ مگر انہیں وہ جگہ پسند نہ آئی۔ وہ بلرام کے گھر چلے گئے۔ چند دنوں بعد کلکتہ کے شمالی علاقے شیام پکر میں ایک بنا مکان کرائے پر لے لیا گیا۔ شری رام کرشن جی کو وہاں لے جایا گیا اور وہاں ڈاکٹر مہندر لعل سرکار کے زیرِ علاج رکھا گیا۔ نئی عمارت کی دوسری منزل پر دو بڑے اور دو چھوٹے کمرے تھے۔ ان میں سے ایک بڑا کمرہ دیوان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ دوسرے میں شری رام کرشن جی رہنے لگے۔ دوسرے دو چھوٹے کمروں میں سے ایک عابدین کے سونے کے لئے اور دوسرا ماں شاردا کے لئے رکھا گیا۔ چھت سے باہر جانے والے راستے میں چھوٹی سی چکور نما خالی جگہ تھی جہاں پر ماں شاردا دن بھر رہ کر شری رام کرشن جی کے لئے کھانا تیار کرتی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ ڈاکٹر سرکار اپنے بیٹے امرت اور ہیم کے ساتھ وہاں آ پہنچے۔ نریندر اور دوسرے عقیدتمند بھی وہاں موجود تھے۔ ایک طرف شری رام کرشن جی امرت سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اس سے پوچھا، کیا تم ریاضت کرتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ ریاضت میں آدمی کیا محسوس کرتا ہے؟ من جیسے بہتی ہوئی تیل کی دھارا سا بن جاتا ہے۔ یہ صرف ایک ہی چیز کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اور وہ چیز ہے خدا۔ من اور کسی بھی چیز سے باخبر نہیں رہتا۔

شری رام کرشن جی عقیدتمندوں سے باتیں کر رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سے): ''تمہارا بیٹا خدا کے اوتار میں یقین نہیں کرتا۔ ٹھیک ہے کوئی بات

نہیں اگر وہ اس میں یقین نہیں کرتا تو۔

تُمہارا بیٹا اچھا لڑکا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوگا۔ کیا کسی شاندار قسم کے آم کے پیڑ پر کھٹے آم لگ سکتے ہیں؟ کِتنا یقین کامل ہے اسے خدا میں۔ وہی آدمی اصل میں آدمی ہے۔ جس کا من خدا میں لگا رہتا ہے۔ آدمی وہی آدمی ہے جس کا رُوحانی شعوُر بیدار ہو چکا ہے اور جسے پُختہ یقین ہے کہ خدا ہی حقیقت ہے باقی سب مایا (وہم وفریب)۔ تُمہارا بیٹا خدا کے اوتار میں یقین نہیں کرتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہی ماننا کافی ہے کہ خدا ہے۔ ساری کائنات اور جیو جنتُو اسی کا اظہار کر رہے ہیں جیسے ایک امیر آدمی اور اس کا باغ۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دس اُوتار ہیں اور کچھ چوبیس جب کہ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے خدا کے اَن گنت اُوتار ہیں۔ تُم جہاں کہیں بھی اُن کی قوّت کا خاص اظہار دیکھو۔ سمجھو وہاں خدا نے خود اُوتار لیا ہے۔ میری یہی رائے ہے۔

ایک اور بات ہے۔ جو کچھ بھی تم دیکھ رہے ہو سب خدا ہی ہے۔ وہ جو حقیقت قطعی ہے اسی کا ایک متعلقہ پہلو بھی ہے اور جو متعلقہ پہلو ہے وہی حقیقت قطعی ہے۔ ہم حقیقت قطعی کو در کنار کر کے اس کے متعلقہ پہلو کو نہیں جان سکتے۔ اس متعلقہ پہلو کے سہارے ہم قدم بہ قدم آگے بڑھتے ہوئے حقیقت قطعی تک رسائی حاصل کر پاتے ہیں۔ جب تک ''میں'' کا شعوُر قائم ہے ہم متعُلقہ پہلو سے پرے نہیں جاسکتے۔''

ڈاکٹر: ''آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔''

ڈاکٹر سرکار کا ماننا ہے کہ خدا نے اِنسان بنائے اور انہیں حکُم دیا کہ ہر ایک رُوح کو لامحدُود ترقی کرنی چاہئے وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے برتر ہے۔ اس لئے وہ خدا کے اُوتار ہونے کو نہیں مانتا تھا۔

ڈاکٹر: ''میں لامحدُود ترقی میں یقین رکھتا ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو صرف پانچ چھ سال زندگی بسر کرنے سے کیا فائدہ؟ میں تو اس کے بجائے گلے میں پھندہ ڈال کر پھانسی چڑھ جاؤں گا۔

اُوتار پھر کیا ہے۔ جو آدمی غلاظت خارج کرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، اس کے آگے سر جھکانا۔ یہ بے وقوفی ہے لیکن تم اگر یہ کہو کہ آدمی خدا کی روشنی کا عکس ہے میں ماننے کو تیار ہوں۔''

گریش (مسکُراتے ہوئے): ''مگر تم نے خدا کی جیوتی (روشنی) کبھی دیکھی ہی نہیں۔''

ڈاکٹر سرکار جواب دینے سے پہلے ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ ایک دوست جو اس کے نزدیک بیٹھا

ہوا تھا اس نے اس کے کان میں کچھ کہا۔

ڈاکٹر (گریش سے): ''تم نے بھی تو روشنی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔''

گریش: ''میں دیکھتا ہوں۔ وہ جیوتی (روشنی) میں دیکھتا ہوں۔ میں ثابت کردوں گا کے شری کرشن جی خدا کے اوتار ہیں۔ نہیں تو میں اپنی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ سب فضول بات چیت ہے۔ ایک بیمار آدمی کی سی بکواس ہے۔ بیمار آدمی کہتا ہے میں پانی کا تالاب پی جاؤں گا۔ میں ہانڈی بھر بھات کھاؤں گا۔ ڈاکٹر کہتا ہے ہاں، ہاں جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے پھر جو کچھ تم کہو گے ویسا ہی کیا جائے گا۔ گیان (علم و فضل) کی کچھ علامتیں ہیں۔ اور یہ حاصل ہو جانے کے بعد سب دلیل بازی ختم ہو جاتی ہے۔''

ڈاکٹر: ''کیا کوئی آدمی مستقل طور پر علم و فضل کو قائم رکھ سکتا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ سب خدا ہی خدا ہے۔ تو پھر آپ پرم ہنس کا کام کیوں کرتے ہیں؟ یہ لوگ آکر آپ کی تیمارداری کیوں کرتے ہیں؟ آپ چپ کیوں نہیں رہتے؟''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''پانی تو پانی ہی رہتا ہے چاہے وہ کھڑا رہے یا لہروں کی شکل میں اِدھر اُدھر ہلے جلے۔ وہ ہی پاک من اور پاک فراست (عقل) بن کر ہمارے اندر رہ رہا ہے۔ میں مشین ہوں اور وہ مشین کو چلانے والا۔ میں گھر ہوں اور وہ اس میں رہنے والا۔''

ڈاکٹر: ''میں آپ سے ایک بات کہوں۔ آپ مجھے پھر ایسا کیوں کہتے ہیں کہ میری بیماری ٹھیک کردو؟''

شری رام کرشن جی: ''جب تک ''میں'' پن کے گھڑے کا احساس ہے (انا کے ہونے کا احساس ہے) میں اسی موافق باتیں کرتا رہوں گا۔ چاروں طرف پانی سے بھرے ہوئے ایک عظیم سمندر کا تصوّر کرو۔ اس میں گھڑا ہے، گھڑے کے اندر اور باہر پانی ہے۔ لیکن جب تک گھڑا ٹوٹے گا نہیں دونوں کا پانی (سمندر کا پانی اور گھڑے کے اندر کا پانی) ایک نہیں ہو سکتا۔ اسی خدا نے میرے اندر یہ ''میں'' پن کے گھڑے کا احساس رکھ دیا ہے۔''

ڈاکٹر: ''تو یہ ''میں'' جو آپ کہہ رہے ہیں یہ سب کیا ہے؟ اس کا بھی تو مطلب سمجھانا ہوگا۔ کیا خدا ہمارے ساتھ کوئی مذاق کر رہا ہے؟''

گریش: ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مذاق نہیں کر رہا؟''

شری رام کرشن جی: ''اس ''میں'' کو اُسی (خدا) نے ہی ہم سب میں بنائے رکھا ہے۔ یہ سب اس

کی لیلا ہے۔اس کا کھیل ہے۔ایک راجہ کے چار بیٹے ہیں۔وہ چاروں شہزادے ہیں۔لیکن جب وہ کھیلتے ہیں تو ایک وزیر بن جاتا ہے، دوسرا پولس آفیسر وغیرہ وغیرہ۔راجہ کا لڑکا ہو کر بھی وہ پولس آفیسر کا کھیل کھیل رہا ہے۔"

(ڈاکٹر سے): "سنو اگر تم آتما (رُوح) کو جان لو گے تو اس سچائی کو جان لو گے جس کے بارے میں میں نے کہا ہے۔خدا کا دیدار کر لینے کے بعد سب شک وشکوک دور ہو جاتے ہیں۔"

ڈاکٹر: "کیا یہ ممکن ہے کہ سب شک وشکوک سے چھُٹکارا پالیا جائے؟"

شری رام کرشن جی: "جو کچھ میں نے تمہیں بتایا وہ مُجھ سے سیکھ لو۔اگر تم کچھ زیادہ جاننا چاہتے ہو تو تنہائی میں خدا سے دعا کرنا۔اس سے پُوچھنا اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

ڈاکٹر خاموش رہا۔

شری رام کرشن جی: "اچھا، تمہیں دلیل بازی پسند ہے۔تو تھوڑی سی ویدانت کی دلیل کے بارے میں سنو۔ایک جادُوگر بادشاہ کے پاس اپنا جادُو دکھانے آیا۔جب جادُوگر تھوڑا سا دُور ہٹا تو بادشاہ نے دیکھا کہ ایک گھوڑسوار اس کی طرف چلا آرہا ہے۔وہ بڑے سج دھج کا لباس پہنے ہوئے مختلف ہتھیاروں سے لیس تھا۔بادشاہ اور حاضرین سوچنے لگے کہ جو واقعہ اُنہوں نے اپنے سامنے دیکھا ہے اس میں سچائی کیا ہے۔صاف ظاہر تھا کہ گھوڑا تو اصل نہیں تھا۔نہ ہی لباس اور ہتھیار۔آخر بغیر کسی شک وشبہ کی گنجائش کے انہیں معلوم ہو گیا کہ وہاں سوار ہی اکیلا کھڑا تھا اور کچھ نہیں۔مطلب یہ کہ محض برہم ہی سچ ہے اور دُنیا غیر حقیقی۔اگر تم اُس کا تجزیہ کرو تو باقی کچھ نہیں رہ جاتا۔"

ڈاکٹر: "مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔"

شری رام کرشن جی: "لیکن اس مایا (وہم وفریب) سے چھٹکارا پالینا اتنا آسان نہیں۔علم وفضل (گیان) کے بعد بھی یہ چمٹی رہتی ہے۔ایک آدمی نے خواب میں ایک شیر دیکھا۔تب وہ جاگ پڑا اور خواب ختم ہو گیا لیکن اس کا دِل زور زور سے دھڑکتا رہا۔

ایک کھیت پر کچھ چور آئے۔وہاں آدمی کی شکل کا گھاس پھُوس سے بنایا پتلا لوگوں کو ڈرانے کی غرض سے کھڑا کیا گیا تھا۔چور مارے ڈر کے کھیت میں گھُس نہیں رہے تھے۔پھر بھی ان میں سے ایک چور اس پتلے کے نزدیک گیا۔اس نے دیکھا یہ تو گھاس سے بنا ہوا پتلا تھا۔اس نے واپس آکر اپنے دوستوں سے کہا، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔لیکن پھر بھی اُنہوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔وہ کہنے لگے کہ ان

کے دِل دھڑک رہے ہیں۔ تب ہٹدر چور نے پتلے کو زمین پر گرا دیا اور کہنے لگا، یہ دیکھو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دیکھو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ہی ہے نیتی نیتی کا عمل (ویدانت کے ایک عقیدے کے مطابق وہ یہ بھی نہیں ہے۔ وہ یہ بھی نہیں ہے)۔"

ڈاکٹر: "یہ تو بڑی شاندار بات ہے۔"

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): "کیسی بات ہے؟"

ڈاکٹر: "شاندار۔"

شری رام کرشن جی: "پھر تو میرا شکریہ ادا کرو (اُنہوں نے تھینک یو انگریزی میں کہا)۔"

ڈاکٹر: "کیا آپ جانتے ہیں میرے من میں کیا ہے؟ میں اتنی تکلیف اٹھا کر آپ کو یہاں دیکھنے آتا ہُوں۔"

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار کو): "کُچھ کھانے پینے کے لئے کہا۔ عابدین نے اس کو مٹھائی پیش کی۔"

ڈاکٹر (مسکراتے ہوئے): "اب میں مٹھائی کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہُوں۔ آپ نے جو تعلیم دی اس کے لئے نہیں۔ میں وہ شکریہ الفاظ میں کیوں ادا کرُوں۔"

22 اکتوبر 1885

دُرگا پُوجا کے چند دِنوں بعد آج جمعرات کی شام تھی۔ شری رام کرشن جی دُوسری منزل پر اپنے کمرے میں بستر پر دراز تھے۔ ان کے ہمراہ ڈاکٹر سرکار، اِشان اور چند دوسرے عقیدتمند بھی تھے۔ اگرچہ ڈاکٹر سرکار بہت مصرُوف طبیب تھا۔ پھر بھی وہ لمبا عرصہ، کئی بار چھ یا سات گھنٹے شری رام کرشن جی کے ساتھ گذارتا تھا۔ اسے شری رام کرشن جی سے بہت محبت تھی اور وہ عابدین کو اپنا عزیز دوست سمجھتا تھا۔ کمرے میں ایک لیمپ جل رہا تھا۔ باہر چاندنی کی جگمگاہٹ تھی۔

صاحب خانہ عابد اِشان سے مخاطب ہو کر شری رام کرشن جی نے کہا۔ خوش نصیب ہے وہ گرہستی جو دُنیاوی فرائض سرانجام دیتا ہوا خدا کے کمل جیسے قدموں سے محبت بنائے رکھتا ہے۔ وہ دراصل عظیم شخصیت ہے۔ وہ اس آدمی کی طرح ہے جو سر پر دو من کا وزن اٹھائے رکھنے کے ساتھ برات کو جاتے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ رُوحانی طاقت کے بغیر آدمی ایسی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور پھر ایسا آدمی کیچڑ میں رہنے والی مچھلی کی طرح ہے جو کیچڑ میں رہتے ہوئے بھی بے داغ ہے۔ یا پھر ایک گرہستی (صاحب خانہ

دریائی مُرغابی کی طرح ہے جو لگاتار پانی میں غوطہ لگاتی ہے اور ایک ہی جھٹکے سے سارا گیلا پن جھٹک دیتی ہے۔

تم اگر پُوچھو کہ گرہست آشرم کے گیانی اور سنیاس آشرم کے (گیانی) (گھر میں رہنے والے خدا شناس اور ایک درویش) میں کوئی فرق ہے یا نہیں تو اس کا جواب ہے کہ اصل میں دونوں ایک ہی جماعت (طبقہ) کے رکُن ہیں۔ یہ بھی گیانی ہے اور وہ بھی گیانی۔ دونوں کا مُشاہدہ ایک جیسا ہے۔ لیکن گرہستی گیانی کے لئے ایک ڈر بنا رہتا ہے۔ زن اور زر کے درمیان رہتے وہ ڈر سے پورے طور پر چُھٹکارا نہیں پا سکتا۔ تُم چاہے جتنے بھی ہوشیار کیوں نہ بنو کالک بھرے کمرے میں رہتے ہوئے جسم کو تھوڑا سا داغ دھبہ لگ ہی جاتا ہے۔

چاول کے دانے جب بھُونے جاتے ہیں تب دو۔ چار بھاڑ کے باہر چٹک کر گر پڑتے ہیں وہ چمیلی کے پھول کی طرح بالکل بے داغ ہوتے ہیں۔ جو دانے کڑاہی میں رہتے ہیں وہ بھی اچھے ہوتے ہیں لیکن اتنے بے داغ نہیں جتنے کہ چمیلی کے تازہ پھُول۔ دُنیا سے دستبردار ہونے والا فقیر اگر رُوحانی فراست حاصل کر لیتا ہے تو وہ ٹھیک چمیلی کے پھول کی طرح بے داغ ہوتا ہے۔ لیکن جو آدمی علم وفضل حاصل کر کے دُنیا کی گرم کڑاہی میں رہتا ہے وہ تھوڑا بہت داغدار تو ہوگا ہی۔ (سب ہنستے ہیں)

اگرچہ دُنیا میں رہنے والے گیانی (عارف) کو تھوڑا بہت داغ لگ بھی جائے تو بھی اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ بِلا شک چاند میں کالے دھبّے تو ہیں لیکن وہ چاند کی روشنی کے لئے رُکاوٹ نہیں بنتے۔

ڈاکٹر: ''اعضا حواس Sense organs پر قابو پانا بہت مُشکل ہے۔ یہ اُن اڑیل گھوڑوں کی طرح ہیں جن کی آنکھوں پر پٹی باندھنی چاہئے۔ کُچھ گھوڑوں کے لئے ایسا کرنا لازمی ہے تا کہ وہ بالکل بھی نہ دیکھ پائیں۔''

شری رام کرشن جی: ''آدمی کو ہرگزِ ڈرنے کی ضرُورت نہیں۔ اگر اسے ایک بار خدا کی رحمت نصیب ہو جائے تو۔ اگر اسے ایک بار خدا کا دیدار ہو جائے تو۔ اگر ایک بار اسے آتم گیان (رُوح کا علم) ہو جائے تو۔ پھر چھ کے چھ نفسانی دُشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

نارد اور پرہلاد جیسی کامل ہستیوں کو آنکھیں ڈھانپنے کی ضرُورت نہیں ہوتی۔ دھان کے کھیتوں کی مینڈھ پر سے چلتے وقت ایک بچہ اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر چلے تو کبھی لاپرواہی سے اس کا ہاتھ چھُوٹ سکتا

ہے اور وہ گہری کھائی میں گر سکتا ہے۔ مگر اس کے برعکس اگر باپ بچّے کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے تو بچّہ کبھی بھی کھائی میں گر نہیں سکتا۔"

ڈاکٹر: "مگر ایک باپ کے لئے یہ مُناسب نہیں کہ وہ اپنے بچّے کا ہاتھ پکڑ رکھے۔"

شری رام کرشن جی: "بات ایسی نہیں۔ نہایت اونچے طبقے کے عارفین کی فطرت بچّوں جیسی ہوتی ہے۔ خدا کے مدِ مقابل وہ بچّوں جیسے ہیں۔ ان میں گھمنڈ نہیں ہوتا۔ ان کی سب طاقت خدا کی طاقت ہے اُن کے باپ کی طاقت ہے۔ وہ کسی بھی چیز کو اپنا نہیں کہتے وہ اسی یقین پر قائم رہتے ہیں۔"

ڈاکٹر: "کیا گھوڑے کی آنکھوں پر پٹی باندھنے سے پہلے آپ گھوڑے کو دوڑا سکتے ہیں؟ کیا نفس پر قابو پانے سے پہلے خدا کے دیدار کئے جا سکتے ہیں؟"

شری رام کرشن جی: "تم جو کہہ رہے ہو وہ گیان کا راستہ ہے۔ اس راستہ پر چل کر بھی خدا کو پایا جا سکتا ہے۔ گیانی (عارف) کہتے ہیں کہ پہلے من کو صاف و پاک کرنا ضروری ہے۔ پہلے ریاضت ہونی چاہئے پھر علم الٰہی (گیان) حاصل ہوتا ہے۔

لیکن خدا کو بھگتی (عبادت) کی راہ پر چل کر بھی پایا جا سکتا ہے۔ اگر ایک بار خدا کے کمل جیسے قدموں سے محبت ہو جائے۔ اگر اس کی حمد و ثنا میں دِل لگ جائے تو پھر نفس کو قابو نہیں کرنا پڑتا۔ پھر اعضا حواس خود قابو میں آ جاتے ہیں۔

فرض کرو کسی کا بیٹا مر گیا ہے اور وہ اس کا ماتم منا رہا ہے تو کیا وہ اسی دن کسی سے جھگڑا کر سکتا ہے؟ کیا وہ دعوت میں کھانے کے لئے جا سکتا ہے؟ کیا وہ لوگوں کے سامنے اس دن غرور کر سکتا ہے یا نفس پرستی کی حوس کا شکار ہو سکتا ہے؟

اگر پتنگا کہیں روشنی دیکھ لے تو کیا پھر وہ کبھی اندھیرے میں رہ سکتا ہے؟"

ڈاکٹر (مسکراتے ہوئے): "نہیں وہ اندھیرے میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔ وہ آگ کے شعلوں پر کود کر بھلے ہی خاک کیوں نہ ہو جائے۔ مگر وہ اندھیرے میں نہیں رہ سکتا۔"

شری رام کرشن جی: "نہیں۔ بھگت (عابد) پتنگے کی طرح جل کر نہیں مرتے۔ بھگت جس اُجالے کو دیکھ کر اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ جواہر (منی، قیمتی پتھر) کا اُجالا ہے۔ وہ چاہے جگمگاتا ہوا اُجالا ہے مگر وہ ٹھنڈک اور آسائش دینے والا ہے۔ اس اُجالے سے جسم جلتا نہیں بلکہ اس سے راحت اور سکون ملتا ہے۔

سُوجھ بُوجھ اور علم و فضل کے راستے پر چل کر بھی خدا کے دیدار کئے جا سکتے ہیں لیکن یہ بہت ہی مُشکل

راستہ ہے۔ میں جسم نہیں، نہ میں من ہوں، نہ عقل۔ میں سکھ دکھ اور بیماری سے پرے ہوں۔ میں مجسّم ست چیت آنند (سچّدانند، خالقِ کائنات) ہوں۔ میں سکھ اور دکھ سے پرے ہوں۔ میرے لئے خوشی اور غمی برابر ہیں۔ میں اعضا حواس کے قابو میں نہیں ہوں۔ ایسی باتیں کہنا بہت آسان ہے مگر ان کو عملی جامہ پہنانا بہت مشکل ہے۔ مثال کے طور پر میرا ہاتھ کانٹا لگنے سے زخمی ہو جاتا ہے اور اس سے خون بہنے لگتا ہے۔ تو میرے لئے یہ کہنا واجب نہیں کہ مجھے کانٹا نہیں چبھتا۔ میں ٹھیک ہوں۔ اس سے پہلے مجھے کانٹے کو علم و فضل کی آگ میں جلا دینا چاہئے۔''

ڈاکٹر (عابدین سے): ''اگر اُنہوں نے (شری رام کرشن جی نے) کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ اتنا علم و فضل حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ فراڈے (Faraday) قدرت سے راز و نیاز میں رہتا تھا اس لئے اس نے سائنس کی بہت سی معلومات کو دریافت کیا۔ محض کتابوں کے پڑھ لینے سے وہ اِتنا کچھ نہ سیکھ پاتا۔ حِسابی گُر صرف دماغ میں اُلجھن پیدا کرتے ہیں اور اصل تحقیقات کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ایسا وقت بھی تھا جب میں پنچوٹی میں زمین پر لیٹ کر ماں کالی کو پکارا کرتا تھا۔ تب میں نے ماں سے کہا تھا۔ ماں جو کرم کانڈیوں نے کرم کے ذریعے (مذہبی رسوم ادا کرنے والوں نے مذہبی رسوم کی عبادت سے) جو یوگیوں نے یوگ کے ذریعے اور جو گیانیوں نے گیان کے ذریعے (عارفین نے علم و فضل کے ذریعے) حاصل کیا ہے مجھے وہ سب دکھا دو۔ میں کتنی بے قراری سے ماں سے باتیں کیا کرتا ان کے بارے میں اب کیا بتاؤں؟ آہ، میں کیسے دور سے گذرا ہوں۔ میری نیند بالکل ہی غائب ہو گئی تھی۔''

بات چیت جاری رکھتے ہوئے اُنہوں نے کہا: ''میں نے کِتابوں کا مطالعہ نہیں کیا لیکن لوگ میری عزت کرتے ہیں کیونکہ میں ماں کا نام لیتا ہوں۔ سمبھو ملک نے میرے متعلق کہا تھا۔ یہ ایک عظیم ہیرو ہے جس کے پاس نہ ڈھال ہے نہ تلوار (قہقہہ)۔''

(ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر): ''یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ خدا ایک وقت ایک محدود انسانی جامے میں بھی موجود ہے اور کائنات میں ہر سو پھیلی ہوئی رُوح بھی ہے۔ حقیقت قطعی اور متعلقہ پہلو اس کے دو رُخ ہیں۔ ہم اپنی تھوڑی سی عقل کی بنا پر تاکیدگی سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خدا انسانی شکل و صورت اختیار نہیں کر سکتا؟ کیا ہم کبھی اپنی کم ظرف فراست سے ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں؟

اس لئے جن فقیروں، درویشوں نے خدا کو پالیا ہے ہمیں ان کی باتوں پر یقین کرنا چاہئے۔ فقیر،

درویش ہمیشہ خدا کے ہی بارے میں سوچتے رہتے ہیں جیسے کہ ایک وکیل اپنے مقدمے کو لے کر سوچتا رہتا ہے۔

سادہ لوح ہوئے بغیر جلدی کسی کو خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ دُنیاوی جھنجھٹوں میں الجھے ہوئے من سے خدا کوسوں دور ہے۔ دُنیاوی دانائی بہت سے شکوک اور گھمنڈ پیدا کرتی ہے جیسے علم کا گھمنڈ، دولت کا گھمنڈ وغیرہ وغیرہ (ڈاکٹر کی طرف اِشارہ کر کے) مگر یہ تو بھولا بھالا ہے۔

خدا کے متلاشی لوگوں کے لئے لگاتار پاک اِنسانوں کی رفاقت لازمی ہے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے لوگ دائم المرض ہو گئے ہیں۔ اُنہیں پاک اِنسانوں کی ہدایات بجالانی چاہئے۔ اُنہیں صِرف سُننے سے کیا ہوگا۔ اُنہیں دوا تو لینی ہی ہوگی مگر خوراک کا بھی پرہیز رکھنا ہوگا۔ خوراک تو ضروری ہے۔''

ڈاکٹر: ''ہاں خوراک ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے بیمار کو شفا ملتی ہے۔''

گریش (ڈاکٹر سے): ''تم تین چار گھنٹے سے یہاں ہو، تمہارے مریضوں کا کیا ہوگا؟''

ڈاکٹر: ''اچھا تو سولی پر لٹکا دو میری ڈاکٹری اور میرے مریضوں کو۔ میں آپ کے پرم ہنس کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دوں گا''۔ (سب ہنس پڑے)

(گریش، 'ایم' اور دوسرے عقیدتمندوں سے): ''دوستو! تم مجھے اپنے میں سے ہی ایک سمجھو۔ یہ بات میں ڈاکٹر کی حیثیت سے نہیں کہہ رہا ہوں لیکن اگر تم مجھے اپنا سمجھو تو میں تمہارا ہوں۔''

(شری رام کرشن جی سے): ''جو بیماری آپ جھیل رہے ہیں وہ ایک مریض کو لوگوں سے بات کرنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن میری بات الگ ہے۔ جب میں یہاں آؤں آپ میرے ساتھ بات چیت ضرور کیجئے''۔ (سب ہنس پڑے)

شری رام کرشن جی: ''میری بیماری ٹھیک کر دو۔ میں خدا کا نام نہیں لے سکتا۔ نہ ہی اس کی حمد وثنا کر سکتا ہوں۔''

ڈاکٹر: ''ریاضت کرنا ہی کافی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں اُکتا دینے والی یکسانی زِندگی کیوں جیوں؟ مجھے الگ الگ طریقے سے بنائی گئی مچھلی کھانا پسند ہے۔ جیسے مچھلی کی کڑی، تلی ہوئی مچھلی، اچاری مچھلی وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی میں رسم ورواج کے مطابق خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ کبھی کبھی اس کی حمد وثنا کر لیتا ہوں۔ کبھی میں اس کی ریاضت کرتا ہوں، کبھی اس کا نام لیتا ہوں اور کبھی کبھی اس کے نام پر ناچنے لگتا ہوں۔''

ڈاکٹر: ''میں بھی تو یکسانی قسم کا آدمی نہیں ہُوں۔''

شری رام کرشن جی: ''تُمہارا لڑکا خدا کے اوتار (پیغمبر) پر یقین نہیں کرتا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ خدا کے نرآکار روپ (بنا شکل وصُورت) پر یقین ہونے سے بھی اسے پایا جا سکتا ہے اور اس کے ساکار رُوپ (شکل وصُورت اختیار کیئے ہوئے) کو ماننے سے بھی اس کا دیدار کیا جا سکتا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لئے دو چیزیں ضرُوری ہیں ایک یقین اور دوسری اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کے حوالے کر دینا۔ آدمی فِطرت سے جاہل ہے، غلطیاں کرنا اس کا قُدرتی فعل ہے۔ تم کوئی بھی راستہ اختیار کرو، تمُہیں تڑپتے دِل سے دُعا کرنی ہوگی۔ وہ ہمارے اندر کی رُوح کا حاکم ہے۔ اگر تمُہاری دُعا پر خلوص ہے تو وہ یقیناً تمُہاری دُعا سنے گا۔ دِل میں آرزُو لے کر چاہے تم ساکار (شکل وصُورت والا خدا) راستے سے چلو یا نرآکار (بغیر شکل وصورت کے خدا) راستے سے تم اسے پا ہی لو گے۔

تُمہارا بیٹا امرت بہت اچھا لڑکا ہے۔''

ڈاکٹر: ''وہ آپ کا شاگرد ہے۔''

شری رام کرشن جی (مسکُراتے ہوئے): ''اس دُنیا میں میرا کوئی بھی شاگرد نہیں۔ برعکس اس کے میں ہر شخص کا شاگرد ہوں۔ سب خدا کے بچّے ہیں۔ سب اس کے نوکر ہیں۔ میں بھی خدا کا بچّہ ہوں۔ میں بھی اس کا نوکر ہوں۔ چندا ماما ہر بچّے کا ماما ہے۔''

سنیچروار 24 اکتوبر 1885

دوپہر ایک بجے کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی شیام پُکر کے مکان کی دوسری چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سرکار، نریندر، مہما چرن، 'ایم' اور دوسرے عقیدتمند کمرے میں تھے۔ ہومیو پیتھک طرز کی دوا کا ذِکر کرتے ہوئے شری رام کرشن جی نے ڈاکٹر سرکار سے کہا تمُہارا یہ طرزِ علاج بہت اچھا ہے۔

ڈاکٹر: ''ہومیوپیتھی کے مطابق ڈاکٹر کو بیماری کی علامتوں کی شناخت طبّی کِتابوں کی مدد سے کرنی ہوتی ہے۔ یہ مغربی موسیقی کی مانند ہے۔ گلوکار کو آرکیسٹرا کا پیچھا کرنا پڑتا ہے۔''

گریش گھوش کہاں ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اسے تکلیف مت دُینا وہ پچھلی رات سو نہیں پایا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''ہاں تو۔ میں جب سمادھی میں ہوتا ہُوں تو میں سِدھی کی شراب پیئے نشے کی سی حالت میں ہوتا ہُوں۔ اس کے بارے میں تمُہیں کیا کہنا ہے؟''

ڈاکٹر (ایم سے): ''سمادھی کی حالت میں نسوں کے مرکز کام کرنا بند کر دیتے ہیں اس لئے ہاتھ

پاؤں سُن ہو جاتے ہیں، پھر ٹانگیں لڑکھڑانے لگتی ہیں، ساری طاقت دماغ کی طرف چلی جاتی ہے، زندگی اعصابی نظام پر مُستعمل ہے۔ نسوں کا ایک مرکز گردن کے نیچے ہے جسے میڈولا اُوبلانگیٹا (Medulla Oblongata) کہتے ہیں۔ یہاں چوٹ لگنے سے موت ہوسکتی ہے۔''

مہما چکرورتی کُنڈالنی کی بات کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ سُشمنا ناڑی ریڑھ کی ہڈی کے اندر لطیف حالت میں گذرتی ہے۔ اِسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ یہ شو کا فرمان ہے۔

ڈاکٹر: ''شِو نے آدمی کا بلوغت (Maturity) عُمر کا معائنہ کیا۔ مگر یُورپ والوں نے گربھ (بچہ دانی میں جسم تیار ہونے سے پہلے کی حالت) سے لے کر جوانی کی عُمر تک کا معائنہ کیا ہوا ہے۔ کامپیریٹو ہسٹری (Comparative History) کی جانکاری لازمی ہے۔ بھیلوں کی تواریخ پڑھنے سے پتہ چلا ہے کہ کالی بھیل ذاتی کی ایک عورت تھی وہ خوب لڑی تھی''۔ (سب ہنس دیئے)

''آپ ہنسئے نہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ علم تشریح الاعضا کی کامپیریٹو اسٹڈی سے لوگوں کو کس قدر فائدہ پہنچا ہے۔ پہلے لبلبہ (خوراک ہضم کرنے والی شکتی پیدا کرنے والا رس) اور پت The Difference between Pancreatic juice and bile میں فرق کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن بعد میں کلاڈ برنارڈ نے خرگوش کے معدے، جگر اور جسم کے دوسرے حصّوں کا معائنہ کرکے دیکھا کہ پت کا فعل لبلبہ کے فعل سے مختلف ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں چھوٹے چھوٹے جانوروں کی طرف بھی دھیان دینا چاہئے۔ صرف آدمی کے بارے میں مطالعہ کافی نہیں۔ اسی طرح الگ الگ مذاہب کے درمیان باہمی تعلقات کے بارے میں مطالعہ بہت فائدہ مند ہے۔''

ان کی (شری رام کرشن جی) باتوں کا اثر سیدھا دِل پر کیوں ہوتا ہے؟ اُنہوں نے مُختلف مذاہب کی صداقت کا مشاہدہ کیا ہوا ہے۔ اُنہوں نے ہندو، عیسائی، مُسلمان، سکتہ اور ویشنو وغیرہ سب مذاہب کی ریاضت کر کے دیکھا ہے۔ شہد کی مکھی جب الگ الگ قسم کے پھُولوں سے شہد اکٹھا کرتی ہے تبھی اس کے چھتے میں اچھا شہد تیار ہوتا ہے۔

شری رام کرشن جی نے نریندر کو گیت گانے کے لئے کہا۔ نریندر نے گایا۔

او بادشاہوں کے بادشاہ! مجھے دکھلا دو اپنی جھلک تمُ
تمہاری رحمت کا بھکاری ہوں میں

مُجھ پر کرو نظرِ کرم

مُجھے دکھلا دو اک جھلک اپنی

نچھاور ہے میری زندگی تیرے قدموں پر

دُنیا کی جلتی بھٹّی میں جُھلسا

افسوس! گُناہ سے داغدار ہے دِل میرا

مایا جال میں پھنسا بس مرا ہوا سا ہُوں میں

خُدا رحم دل، میری غش کھاتی رُوح کو کر دے تازہ دم

دے کر تو اپنی رحمت کا آبِ حیات

شری رام کرشن جی: اور وہ گیت سُناوٴ۔ جو کچھُ ہے سب تُم ہی تم ہو۔

ڈاکٹر: ''آہا۔''

نریندر نے وہی گیت گایا

گیت ختم ہوا۔ ڈاکٹر سرکار مسحُور ہو گیا۔ کچھ دیر بعد دونوں ہاتھ جوڑے بڑی عاجزی سے اس نے شری رام کرشن جی سے کہا۔ مُجھے جانے کی اجازت دیجئے، کل پھر آوٴں گا۔

ڈاکٹر سرکار رُخصت ہوا۔ شام کا وقت تھا۔ چودھویں کے چاند کے بعد کی پہلی رات تھی۔ شری رام کرشن جی کھڑے کھڑے سمادھی میں کھو گئے۔ نتیہ گوپال تعظیم سے ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔

شری رام کرشن جی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ نتیہ گوپال، دیویندر، کالی پد اور دوسرے بہت سے عقیدتمند ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔

چند نوجوان عقیدتمند شری رام کرشن جی کی تیمارداری کے لئے یہاں رہیں گے۔ 'ایم' بھی آج رات یہاں ہی ٹھہرے گا۔

اتوار، 25 اکتوبر 1885

صُبح کے تقریباً ساڑھے چھ بجے تھے جب 'ایم' شیام پکُر پہونچا۔ اس نے شری رام کرشن جی کی خیریت معلوم کی۔ 'ایم' کو سری رام کرشن جی کی صحت کے بارے میں بتانے کے لئے روز ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا تھا۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو کہا۔ ڈاکٹر کو بتانا کہ رات کے آخری پہر (صُبح سویرے) میں میرے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے اور مُجھے کھانسی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ بھی پُوچھنا کہ کیا میں نہا سکتا ہُوں؟

سات بجے کے بعد 'ایم' ڈاکٹر سرکار کے گھر پہونچا اور اس نے شری رام کرشن جی کی حالت کے بارے میں اسے بتایا۔ ڈاکٹر کے بُزرگ اُستاد اور دو ایک دوست وہاں موجود تھے۔ ڈاکٹر نے بزرگ استاد سے کہا۔ جناب رات تین بجے سے میں پرم ہنس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں بالکل بھی سو نہیں سکا ہوں۔ اب بھی مجھے انہیں کی فکر ہے۔

ڈاکٹر کے ایک دوست نے ڈاکٹر سے کہا۔ سُنا ہے کہ کچھ لوگ پرم ہنس (شری رام کرشن جی) کو خدا کا اوتار کہتے ہیں۔ تم تو انہیں روز دیکھتے ہو۔ اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ڈاکٹر: ''بطور اِنسان میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں۔''

'ایم' (ڈاکٹر کے دوست سے): ''ڈاکٹر سرکار کی بڑی نوازش ہے کہ یہ ان کا عِلاج کر رہے ہیں۔''

ڈاکٹر: ''نوازش؟ اس کا کیا مطلب ہے؟''

'ایم': ''ہم سب پر آپ کی بڑی نوازش ہے میں شری رام کرشن جی پر نہیں کہہ رہا۔''

ڈاکٹر: ''دیکھو، تم نہیں جانتے کہ پرم ہنس کی خاطر میرا کتنا نقصان ہو رہا ہے۔ میں ہر روز دو تین بیماروں کو نہیں دیکھ پاتا۔ اس کے دوسرے دن جب میں اپنے طور پر ان کے گھر جاتا ہوں میں ان سے فیس نہیں لے سکتا۔ خود جا کر فیس لوں بھی کیسے؟''

'ایم' نے ڈاکٹر سے شری رام کرشن جی کو دیکھنے کے لئے آنے کو کہا اور گھر واپس لوٹ گیا۔

دوپہر کو قریب تین بجے 'ایم' شری رام کرشن جی کے پاس آیا اور ڈاکٹر کی ساری بات سُنائی۔

'ایم': ''ڈاکٹر سرکار نے مجھے بتایا کہ وہ صبح تین بجے جاگ پڑا اور تب سے وہ آپ ہی کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ میں تقریباً آٹھ بجے اس سے مِلا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اب بھی میں پرم ہنس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

شری رام کرشن جی (ہنستے ہوئے): ''دیکھو، وہ انگریزی پڑھا لکھا ہے۔ میں اُسے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ میری غور و فکر کرے۔ لیکن وہ اپنی مرضی سے سب کچھ کر رہا ہے۔''

'ایم': ''اس نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ اِنسان کے ناطے وہ آپ کا بہت احترام کرتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا اور کوئی بات چیت ہوئی؟''

'ایم': ''میں نے پوچھا آج بیماری کے لئے کوئی اور تجویز ہے۔ ڈاکٹر نے کہا تجویز کو بلا مارو۔ آج مجھے پھر جانا پڑے گا (شری رام کرشن کا ہنسنا) اس نے یہ بھی کہا۔ تم لوگ نہیں جانتے میرے کتنے پیسوں پر

ہر روز پانی پھر رہا ہے۔ روز دو تین جگہ جانا نہیں ہو پاتا۔"

نریندر ناتھ سمیت کمرے میں بہت سے عابدین موجود تھے۔ وِجے کرشن گوسوامی شری رام کرشن جی کے دِیدار کے لئے آپہونچا۔ اس نے بڑے احترام سے ان کے قدموں کی دُھول لے کر اپنے ماتھے پر لگائی۔ اس کے ساتھ بہت سے برھمو بھگت بھی تھے۔ وِجے نے برھموسماج سے ناطہ توڑ لیا تھا اور اب وہ آزادانہ طور پر ریاضت کر رہا تھا۔ شری رام کرشن جی اس کی پارسائی اور عبادت کے بہت دلدادہ تھے۔ وہ بھلے ہی شری رام کرشن جی کا شاگرد نہ تھا پھر بھی وِجے ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس نے کافی عرصہ ڈھاکہ میں گذارا تھا۔ حال ہی میں وہ مغربی ہندوستان کے بہت سے مُقدّس مقامات کا دورہ کرنے کے بعد کلکتہ آیا تھا۔

مہما چکرّورتی (وِجے سے): "جناب! آپ نے بہت سے مُقدّس مقامات اور نئے ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ ہمیں بتائیں آپ نے کیا کیا دیکھا؟"

وِجے: "کیا کہوں؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ جہاں ہم ابھی بیٹھے ہوئے ہیں یہیں سب کچھ ہے۔ اِدھر اُدھر بھٹکنا بےکار ہے۔ دوسرے مقامات پر جہاں جہاں بھی میں گیا ہوں میں نے اِن کا (شری رام کرشن جی کا) کہیں دو فیصدی، کہیں پانچ، دس یا زیادہ سے زیادہ بیس فیصدی اَنش (حصّہ، ظہور) ہی دیکھا ہے۔ مگر خدا کا پورا سو فیصدی ظہور تو یہاں ہی دیکھ رہا ہوں۔"

مہما چرن: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ ہی چکر لگواتے ہیں اور یہ ہی ہمیں ایک جگہ پر بیٹھائے رکھتے ہیں۔"

شری رام کرشن جی (نریندر سے): "دیکھ وِجے کی کیسی حالت ہو گئی ہے۔ یہ بالکل ہی بدل گیا ہے۔ مانو گاڑھے دُودھ کی طرح ہو گیا ہو جس میں سے سارا پانی اُبل کر سُوکھ گیا ہے۔ دیکھو میں پرم ہنس کی گردن اور پیشانی دیکھ کر اسے پہچان سکتا ہوں۔ ہاں، میں ایک پرم ہنس کو پہچان سکتا ہوں۔"

مہما چرن (وِجے سے): "جناب! لگتا ہے آپ آج کل بہت کم کھانا کھاتے ہیں۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟"

وِجے: "تم شاید ٹھیک ہی کہتے ہو۔ (شری رام کرشن جی سے) میں نے آپ کی بیماری کے بارے میں سُنا اور آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ دوبارہ ڈھاکہ میں....

شری رام کرشن جی: "ڈھاکہ کے بارے میں کیا؟"

وِجے نے کوئی جواب نہ دیا وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا۔

وِجے: ''ان کو (یعنی شری رام کرشن جی کو) سمجھنا مشکل ہے۔ جب تک وہ خود اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں، صرف یہاں پر ہی خدا کا سو فیصدی ظہُور ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیدار نے کہا۔ دوسرے مقامات پر مُشکل سے کھانے کو کچھ ملِتا ہے۔ مگر یہاں تو پیٹ بھر جاتا ہے۔''

مہما چرن: ''پیٹ بھر ہی کیوں، یہاں تو پیٹ سے باہر اُچھلتا ہے۔''

وِجے (شری رام کرشن جی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر): ''آپ کون ہیں، یہ میں سمجھ گیا ہوُں۔ آپ کو مُجھے بتلانے کی ضرُورت نہیں۔''

شری رام کرشن جی (مستی کے عالم میں): ''اگر ایسا ہے تو یہی سہی۔''

وِجے نے کہا میں سمجھ گیا۔ یہ کہہ کر وہ شری رام کرشن جی کے پاؤں پر گر پڑا اور اس نے ان کے قدموں کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ شری رام کرشن جی ایک تصویر کی طرح بے حس و حرکت گہری سمادھی میں کھوئے ہوئے تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر عابدین گہرے جذبات میں مبتُلا ہو گئے۔ عِقیدتمندوں میں کسی کی آنکھ سے آنسوُ بہہ رہے ہیں اور کوئی مقدّس گیت گانے لگا ہے۔ سب کی آنکھیں شری رام کرشن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اُنہوں نے شری رام کرشن جی کو اپنے رُوحانی انکشاف کے مطُابق الگ الگ زاویہ نِگاہ سے دیکھا۔ کوئی اُنہیں بھگت دیکھتا ہے کوئی فقیر اور کوئی اِنسانی جامہ پہنے ہوئے خود خدا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔

آنکھوں میں آنسو بھرے مہما چرن نے گایا—

دیکھو، دیکھو رُوحانی عِشق کا مُجسمہ۔ اور بیچ بیچ میں وہ اس طرح گانے لگا جیسے کہ اس نے برھم (خالِق کائنات) کا دیدار کر لیا ہو۔

مُطلق و برتر ایک اور انیک سے پرے سچّدانند

نو گوپال رو رہا تھا۔ بھوپتی نے گایا:—

مُقدّس ہو برھم، مُطلق، لامحدُود، بے پایاں

بہت اُونچے سے بھی اُونچا۔ گہری گہرائیوں سے بھی گہرا

تم روشنی ہو سچائی کی، چشمہ ہو محُبت کا، مسکن ہو سعادت کا

اپنی تمام گوناگوں خوبیوں سے یہ کائنات حمد وثنا کرنے کے انداز میں
مسحور کررہی نظم ہو جیسے تیرے انتھک خیال میں
خوبصورتی اس کی چھلک رہی ہے چارسو۔
اوہ! تو عظیم اور اوّلین شاعر! تیرے خیال کے تال پر
ہوتے ہیں طلوع سورج اور چاند اور چل پڑتے ہیں اپنے پس منظر کی طرف
صاف شفاف سے کردار ہیں ستارے
چمکتے ہیں جیسے چھوٹے سے ٹکڑے ہوں گوہر کے
جن پر لکھا ہے گیت تیرا نیلے وسیع آسمان میں
چھ موسموں کا سال ہے، ہم آہنگ خوشگوار دھرتی سے
وقت کے خاتمے تک کررہا ہے اعلان تیری شان و شوکت کا
ظاہر ہے تیرے رنگ برنگے پھولوں سے تیرا بے عیب حسن
ساکت پانی کی خاموشی کررہی ہے ظاہر تیرا گہرا پُرسکون وقار
بجلی کی کڑک کررہی ہے بے نقاب ہم پر تیرے طوفان کا خوف
کیا ہے تیرے اصل کی گہرائی سچ مچ، کیسے بھانپ سکتا ہے یہ احمق من
حیرت زدہ کررہا ہے ریاضت تیری یگ یگ سے
لاکھوں سے اوپر لاکھوں سورج، چاند اور ستارے
او مالک! وجد میں مستغرق، تجھے جھک کر کہتے ہیں سلام
دیکھ کر تیری تخلیق، آدمی اور عورتیں رو رہے ہیں خوش ہو کر
اوہ، ہر شے میں موجود، کررہے ہیں ریاضت تیری دیوتا اور فرشتے
نیکی کے منبع ہو تم، ہمیں کر سرفراز اپنے علم وفضل سے
عطا کر اپنی عقیدت، عطا کر پاکیزہ محبت اور سکون کامل
دے دو پناہ ہمیں اپنے مقدّس قدموں میں۔

کافی دیر بعد شری رام کرشن جی اپنے ہوش وحواس میں واپس لوٹے۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''نشے کے اس عالم میں مجھے نہ جانے کیا ہو جاتا ہے۔اب مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔اس وقت جیسے بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ میں پھر میں نہیں رہتا۔اس عالم کے بعد پھر گنتی نہیں گنی جاتی۔ گننے کی کوشش کروں تو ایک۔ آٹھ۔ نو (9-8-1) اس طرح کی گنتی ہوتی ہے۔''

نریندر: ''سب ایک ہی ہے، اس لئے۔''

شری رام کرشن جی: ''نہیں، ایک اور دو سے پرے۔''

مہما چرن: ''ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ نہ تو ایک ہے، نہ ہی دو۔''

شری رام کرشن جی: ''وہاں دلیل بازی ختم ہو جاتی ہے۔علم و فضل کی معرفت اسے پایا نہیں جا سکتا۔ وہ شاستروں، ویدوں، پرانوں اور تنتروں سے پرے ہے۔''

یہ سب باتیں چل رہی تھیں کہ ڈاکٹر سرکار شری رام کرشن جی کو دیکھنے کے لئے کمرے میں آپہونچا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔اس نے انہیں بتایا کہ کل رات تین بجے سے میری آنکھ نہیں لگی۔بس آپ کی ہی فکر تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو سردی لگ جائے۔آپ کے بارے میں اور بھی بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''مجھے کھانسی ہو رہی ہے اور گلے میں بھی سوجن ہے۔سویرے تڑکے میرے منہ میں پانی آ گیا تھا۔میرا پورا بدن ٹوٹ رہا ہے۔''

ڈاکٹر: ''ہاں صبح مجھے سب خبر ملی ہے۔''

مہما چرن نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر اپنے دورے کی بابت بتاتے ہوئے کہا کہ لنکا میں کوئی آدمی ہنستا ہوا نظر نہیں آتا۔ڈاکٹر سرکار نے کہا، ہو سکتا ہے مگر مجھے اس کی تفتیش کرنی ہوگی (سب ہنس پڑے)۔

بات چیت نے زندگی کے فرائض کی جانب رخ موڑا۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ڈاکٹر کا کام بہت عمدہ ہے۔ڈاکٹر اگر دوسروں کا دکھ دیکھ کر مفت میں ان کا علاج کرے تو وہ اونچی شخصیت کا انسان ہے۔تب اس کا کام بہبودگی کا کام کہلاتا ہے۔لیکن اگر کوئی ڈاکٹر صرف پیسوں کی خاطر کام کرتا ہے تو وہ ظالم اور سنگدل بن جاتا ہے۔''

ڈاکٹر: ''آپ بجا فرماتے ہیں۔بلاشک اگر کوئی ڈاکٹر اس نظریہ سے کام کر رہا ہے تو وہ سراسر غلط ہے۔لیکن میں آپ کے سامنے شیخی بگھارنا نہیں چاہتا۔''

شری رام کرشن جی: ''لیکن ڈاکٹری میں اگر بے غرض اور بے لوث نظریے سے دوسروں کا بھلا کیا جائے تب تو بہت اچھا۔''

دُنیادار چاہے جو بھی کام کرے بیچ بیچ میں اس کے لئے پارسا لوگوں کی رفاقت ضروری ہے۔ اگر آدمی خدا سے عشق کرتا ہے تو وہ خود ہی پارسا لوگوں کی صحبت ڈھونڈے گا۔

ڈاکٹر سرکار نے پُوچھا، کیا کوئی آج گانا گائے گا؟

نریندر نے گیت گایا—

ماں مُجھے اپنے پیار میں دیوانہ کردے
کیا ضرُورت ہے مُجھے علم وعقل کی؟
میں تمہارے پیار کا پی کر جام چاہُوں گا دھت ہونا نشے میں
او ماں، تم جو بھگتوں کے دلوں کو چرا لیتی ہو
ڈبو دو مُجھے گہرہ اپنے پیار کے سمندر میں
یہاں اس دُنیا میں، تیرے پاگل خانے میں
لگاتا ہے قہقہے کوئی، کوئی روتا ہے، کیف میں رقص کرتا ہے کوئی
یسُوع مسیح، بدُھ، موسیٰ، گورنگا
تیرے پیار کی پی کرے ہو گئے نشے میں چت
ماں کب ہوگی عطا خُوش نصیبی مجھ کو
ان کی مُبارک صحبت پاکر

عقیدتمندوں پر ایک عجیب سی تبدیلی آگئی۔ وہ پاگل ہو اُٹھے۔ ان پر رُوحانی وجد طاری ہوگیا۔ پنڈت اپنے علم وفضل کی اَنا کو درکنار کر کے کھڑا ہوگیا اور چلا اٹھا۔

ماں مجھے اپنے پیار میں دیوانہ کردے۔

کیا ضرُورت ہے علم وعقل کی؟ سب سے پہلے وِجے رُوحانی نشے میں چور اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سری رام کرشن جی اپنی دردناک اور مہلک بیماری کو بھُول کر کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر جو کہ ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ نریندر کے گیت کے جادو سے مریض اور ڈاکٹر دونوں اپنے آپ کو بھول گئے۔ چھوٹا نرین اور لاٹو گہری سمادھی میں کھو گئے۔ کمرہ برقی لہر سے بھر اٹھا۔ ہر کسی نے خدا کی

موجودگی کو محسوس کیا۔ ڈاکٹر سرکار جو ایک ممتاز سائینسداں تھا، اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گیا۔ اس نے دیکھا جو بھگت سمادھی میں کھو چکے تھے وہ بیرونی دُنیا سے بالکل بے خبر تھے۔ سب کے سب بے حِس و حرکت یوں کھڑے دکھائی دے رہے تھے جیسے کہ سب کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئی ہوں۔ کچھ دیر بعد ہوش و حواس میں واپس لوٹنے پر کئی ہنس رہے تھے اور کئی رو رہے تھے۔ کوئی باہر سے آنے والا کمرے میں داخل ہونے پر یہی سوچتا کہ کچھ شرابی لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد عابدین کے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے پر شری رام کرشن جی نے دوبارہ بات چیت شروع کی۔ شام کے قریب آٹھ بجے تھے۔

شری رام کرشن جی: ''تم نے ابھی ابھی رُوحانی کیف کا اثر دیکھا ہے۔ اس بارے میں تمہاری سائنس کیا کہتی ہے؟ تم کیا سوچتے ہو کہ یہ سب ڈھونگ ہے؟''

ڈاکٹر: ''میں تو کہوں گا کہ یہ سب قدرتی تھا۔ جہاں اتنے لوگوں نے اُس کا مشاہدہ کیا ہے یہ ڈھونگ نہیں ہو سکتا۔ (نریندر سے) جب تم نے یہ سطریں گائیں—

ماں مجھے اپنے پیار ے میں دیوانہ کر دے
کیا ضرورت ہے مجھے علم و عقل کی''

میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایا۔ میں کھڑے ہو کر اُچھلنے کو تھا۔ پھر مشکل سے جذبات کو دبانا پڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ نہیں، مجھے اپنے جذبات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سے مسکراتے ہوئے): ''تم سمیرو پربت کی طرح اٹل اور بے حرکت ہو۔ تم ایک سنجیدہ رُوح شخص ہو۔ اگر ہاتھی ایک چھوٹے سے تالاب میں اُترتا ہے تو چاروں طرف پانی میں اُتھل پتھل مچ جاتی ہے مگر جب وہ کسی بڑی جھیل میں داخل ہوتا ہے تو کہیں کچھ نہیں ہوتا۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔''

ڈاکٹر: ''آپ کو باتوں میں کوئی نہیں ہرا سکتا۔''

پھر دوسری باتوں پر چرچا ہونے لگی۔ شری رام کرشن جی دکھنیشور میں اپنے وجد کی باتیں سُنانے لگے۔ اُنہوں نے ڈاکٹر کو غصّہ، نفس اور دوسرے جنُونی جذبات کو ضبط کرنے کے طریقے بتائے۔

ڈاکٹر: ''میں نے سُنا ہے کہ ایک دفعہ آپ بے ہوش و حواس سمادھی کے عالم میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے تو ایک بدکار آدمی نے اپنے بُوٹ سے آپ کو ٹھوکر ماری تھی۔''

شری رام کرشن جی: ''تم نے یہ بات 'ایم' سے سنی ہوگی۔ اس آدمی کا نام چندر ہلدار تھا۔ وہ کالی گھاٹ میں کالی مندر کا پجاری تھا۔ وہ اکثر ماتھر بابو کے گھر آیا کرتا۔ ایک دن میں وجد کے عالم میں زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ چندر ہلدار پہلے ہی سے سوچا کرتا تھا کہ یہ ماتھر بابو کا چہیتا بننے کی خاطر ایسا ڈھونگ کیا کرتا ہے۔ اس نے کمرے میں آ کر اپنے بُوٹ سے مُجھے کئی بار ٹھوکریں ماریں۔ میرے سارے جسم پر کالے نشان پڑ گئے تھے ہر کوئی اس بارے میں ماتھر بابو کو بتانا چاہتا تھا مگر میں نے سب کو منع کر دیا۔''

ڈاکٹر: ''یہ بھی خدا ہی کی مرضی ہے۔ اس سے آپ نے لوگوں کو سکھا دیا کہ غُصّے پر کیسے قابُو پایا جاتا ہے اور معافی کیسے کہتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی کے سامنے وِجے کے ساتھ دوسرے ہمابدین کی بات چیت ہو رہی تھی۔

وِجے: ''میں محسُوس کرتا ہُوں کہ میرے ساتھ ساتھ کوئی اور بھی چل رہا ہوتا ہے۔ وہ مُجھے بتلا دیتا ہے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔''

نریندر: ''ایک محافظ فرِشتے کی طرح۔''

وِجے: ''ڈھاکہ میں میں نے ان (شری رام کرشن جی) کو دیکھا ہے۔ میں نے ان کے جسم کو بھی چھوا تھا۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ شاید کوئی اور ہوگا۔''

نریندر: ''میں نے بھی ان کو بہت بار دیکھا ہے (وِجے سے) میں کیسے کہوں کہ آپ کی بات پر مُجھے یقین نہیں ہوتا۔''

منگل وار، 27 اکتوبر 1885

شام کے ساڑھے پانچ بجے تھے جب ڈاکٹر سرکار شیام پُکر والے گھر میں شری رام کرشن جی کو دیکھنے آیا۔ ڈاکٹر سرکار نے ان کی نبض دیکھی اور دوائی لکھ دی۔ بہت سے عقیدتمند وہاں موجود تھے جن میں نریندر، گریش، ڈاکٹر دکاری، چھوٹا نرین، راکھل، ایم، سرت اور سیام باسو شامل تھے۔

ڈاکٹر سرکار نے شری رام کرشن جی کی بیماری کے بارے میں بہت کم بات چیت کی۔ وہ اُنہیں دوا کی پہلی خوراک لیتے دیکھتا رہا۔ شری رام کرشن جی اب سیام باسو کے ساتھ گفتگو کرنے لگے۔ ڈاکٹر سرکار جانے کی تیاری میں تھا۔ اس نے کہا تو اب آپ سیام باسو سے بات چیت کر رہے ہیں۔ میں اب چلتا ہُوں۔

شری رام کرشن جی اور ایک بھگت بول اُٹھے۔ کیا تُم گانا سُنو گے؟

ڈاکٹر سرکار (شری رام کرشن جی سے): ''میں گانا تو ضرور سنُوں گا۔ آپ گاتے گاتے جو بچّے کی طرح ناچنے لگتے ہیں۔ آپ کو اپنے جذبات کو دبانا ہوگا۔''

ڈاکٹر پھر بیٹھ گیا۔ نریندر نے اپنی سریلی آواز میں تان پورا اور مردنگ کے ساتھ گانا شروع کیا۔

گھنے اندھیرے میں او ماں تمہاری خوبصورتی چمکتی ہے
اور اسی لئے یوگی کرتے ہیں ریاضت پہاڑ کی اندھیری گپھا میں
لامحدود تاریکی کی گود میں، مہانروان کی اوپر اُٹھتی لہروں میں
بہتا ہے لازوال، پُر وقار سکوُن
خلا کی صورت لئے تاریکی کی چادر میں ملبوس
بیٹھی ہوئی تنہا سمادھی کے مندر میں، ماں۔ تم کون ہو؟
خوف بکھیرتے تمُہارے کنول جیسے قدموں سے شعلہ فشاں تمہَارے پیار کی کڑکتی بجلیاں
تمہارا چہرہ چمک رہا ہے ہر سو خوفناک اور بلند قہقہوں سے

ڈاکٹر سرکار نے 'ایم' کو بتایا کہ یہ گیت ان (شری رام کرشن جی) کے لئے خطرناک ہے۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے پوچھا۔ ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے؟ 'ایم' نے جواب دیا۔ ڈاکٹر کو ڈر ہے کہ یہ گیت کہیں آپ کو سمادھی میں نہ لے جائے۔

اس دوران شری رام کرشن جی اپنے باہری ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر اُنھوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا، نہیں نہیں، میں سمادھی میں کیوں چلا جاؤں گا۔ یہ کہتے کہتے وہ گہرے وجد میں کھو گئے۔ ان کا بدن بے حِس ہو گیا۔ ان کی آنکھیں گڑ گئیں۔ زُبان چُپ ہو گئی۔ وہ بیرُونی دُنیا سے بالکل بے خبر پتھر سے تراشے ہوئے بت کی طرح بیٹھ گئے۔ حواسِ خمسہ، من اور اَنا نے ان کے اندر کی طرف رُخ موڑ لیا۔ اب وہ پُوری طرح مختلف آدمی دکھائی پڑتے تھے۔

نریندر نے اپنے گانے میں رُوح اور من کو پھُونکتے ہوئے گانا جاری رکھا

کتنا بے نظیر جمال، کِتنا دلفریب چہرہ دیکھ رہا ہوں میں
داخل ہوا ہے میری رُوح کا فرماں روا مُجھ غریب کی جھونپڑی میں

اُمڈ پڑے ہیں چشمے میرے پیار کے ہر سو
بتا مجھے، میرے محبُوب، او تو میرے دِل کے آقا
پیش کروں تیرے کمل جیسے قدموں کے آگے کون ساماں و زر؟
لے لے تو میری زندگی، میری رُوح اور پیش بھی کیا کر سکتا ہُوں میں؟
لے لے تو جو کچھ بھی ہے میرا، قبول کر لے سب، نوازش ہو گی تیری۔

گانے کے دوران شری رام کرشن جی بیرونی دُنیا کے ہوش و حواس میں واپس لوٹ آئے۔ جب نریندر نے گانا ختم کیا تو شری رام کرشن جی نے سب پر سعادت کا جادُو بکھیرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ عقیدت مند حیرت زدہ ان کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر دردناک بیماری کا کوئی آثار نہ تھا۔ ان کا چہرہ آسمانی نور سے منوّر تھا۔

شری رام کرشن جی نے ڈاکٹر سے کہا۔ یہ جُھوٹی انکساری چھوڑ دو، خُدا کے نام میں تمھیں شرم کیوں آنے لگی؟ شرم، نفرت اور ڈر کے رہتے خُدا نہیں ملتا۔ یہ محاورہ کِتنا درست ہے۔ یہ احمقانہ باتیں چھوڑو۔ میں بڑا آدمی ہوں۔ کیا مُجھے خُدا کا نام لے کر ناچنا چاہئے۔ یہ بات جب بڑے بڑے آدمی سُنیں گے تب مُجھے کیا کہیں گے؟ اگر وہ کہیں، دیکھو ڈاکٹر تو اب خُدا کا نام لے کر ناچنے لگا تو یہ میرے لئے بڑے ہی شرم کی بات ہوگی۔ ایسی احمقانہ باتیں چھوڑو۔

ڈاکٹر: ''لوگ کیا کہیں گے اس کی مُجھے رتی بھر پرواہ نہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں، میں تمہارے مضبوط ارادے کے بارے میں جانتا ہُوں۔'' (سب ہنس پڑے)

علم اور جہالت سے اوپر اُٹھو تبھی تم خُدا کو پا سکو گے۔ بہت کچھ جاننے کا نام ہے جہالت، علم و فضل کا غرور بھی جہالت ہے۔ ایک خُدا ہی سب میں موجود ہے۔ یہی مُستقل یقین گیان (علم الٰہی ہے) اور یہی علم و فضل ہے۔ خُدا کو خاص طور سے جاننے کا نام ہے وگیان (بڑھیا علم) خُدا علم و فضل اور جہالت دونوں سے پرے ہے۔

شیام باسو: ''جناب! جب انسان علم و فضل اور جہالت دونوں سے پرے چلا جاتا ہے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''نِتیہ شدھ بودھ رُوپم۔ ابدی اور پاک شعُور، میں آپ کو یہ بات کیسے سمجھاؤں؟ ایک نوجوان لڑکی نے ایک دفعہ اپنی سہیلی سے پُوچھا، اچھا تو میری پیاری سہیلی آج کل تمہارا خاوند یہاں ہے۔ بتاؤ تو ان کے ساتھ رہنے میں تمہیں کیا مزہ آتا ہے؟ سہیلی نے جواب دیا۔ یہ تو تُم تبھی سمجھو گی جب تمہیں خاوند ملے گا۔ اس وقت بھلا میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟

برہم کیا ہے منہ سے بتایا نہیں جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ کھیلنے اور راز و نیاز میں جو مزہ آتا ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ بات صرف وہی جانتا ہے، جس نے اسے پالیا ہے۔''

شری رام کرشن جی نے ڈاکٹر سرکار سے پھر کہا۔ دیکھو، غرُور، اَنا کے گئے بغیر علم الٰہی (گیان) نہیں ہو سکتا۔ ایک کہاوت ہے۔

کب ہوُں گا میں آزاد؟

جب ختم ہو جائے گی ''میں'' میری۔

''میں اور میرا'' جہالت ہے۔ ''تم اور تمہُارا'' یہی گیان ہے۔ ایک سچّا بھگت کہتا ہے، اوخُدا تم ہی کارساز ہو۔ واحد تُم ہی سب کچھ کرنے والے ہو۔ میں تو صرف آلہ کار ہوں۔ جیسا تم مُجھ سے کرواتے ہو میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ یہ دھن دولت، یہ جائیداد، نہیں نہیں، یہ ساری کائنات تیری ہی ملکیت ہے۔ یہ گھر اور یہ رشتہ دار صرف تُمہارے ہیں۔ میرے نہیں۔ میں صِرف تمہُارا خادم ہوُں۔ تمہُارے حکُم کے مُطابق ہی تمہاری خدِمت کرنے کا مُجھے حق ہے۔

جِن لوگوں نے چند ایک کتابیں پڑھ رکھی ہیں اِن میں غرُور آ جاتا ہے۔ ایک دفعہ کالی کرشن ٹیگور سے خُدا کے بارے میں بات ہوئی۔ اس نے کہا، وہ سب مُجھے معلوم ہے۔ میں نے کہا جو دہلی سے ہو کر آیا ہے وہ کہتا پھرتا ہے کہ میں دہلی سے آیا ہوُں، میں دہلی سے آیا ہوُں۔ کیا ایک بھلا آدمی سب سے کہتا پھرے گا کہ میں ایک بھلا آدمی ہوں؟

شیام: ''مگر کالی کرشن ٹیگور آپ کی بہت عزت کرتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''جھوٹا غرُور کیسے آدمی کا دماغ خراب کر دیتا ہے۔ دکھنیشور باغیچے والے مندر میں ایک بھنگن عورت تھی۔ اس کو کیا ہی غرُور تھا۔ اس کے پاس چند زیور تھے۔ ایک دن کچھ لوگ اس کے بغل سے گذر رہے تھے۔ بھنگن نے ان سے کہا، اے ہٹ جاؤ راستے سے۔ اگر ایک بھنگن ایسی بات کر سکتی ہے تب دوسرے لوگوں کے غرُور کی بات کیا کہیں؟''

شیام: ''جناب! اگر خدا ہی سب کچھ کرتا ہے تو پھر آدمی کو اس کے گناہوں کی سزا کیوں ملتی ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''تم تو ایک سُنار جیسی بات کر رہے ہو۔''

نریندر: ''دوسرے الفاظ میں شیام بابو کی سوچ ایک سُنار کی سی حساب رکھنے والی سوچ ہے جو کہ اپنے نازک ترازو پر چیزوں کا تول کرتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''میں کہتا ہوں میرے احمق بچّے تو آم کھا اور خوش ہو جا۔ تمھیں کیا پڑی ہے گنتی کرنے کی کہ باغ میں کتنے درخت ہیں۔ اس کی شاخیں کتنی ہیں اور ان درختوں کے کتنے لاکھ پتے ہیں؟ تُم تو آم کھانے کے لئے باغ میں آئے ہو۔ آم کھاؤ اور مزے کرو۔''

(شیام بابو سے): ''تُم خدا کی پرستش کے لئے دُنیا میں انسان بن کر پیدا ہوئے ہو۔ اس لئے اس کے پاک قدموں کی شفقت پانے کی کوشش کرو۔ تمھیں دوسری فالتو چیزوں کو جاننے کی کیا ضرورت ہے؟ فلسفے کی باتیں کرنے سے تمھیں کیا ملے گا؟ دیکھو آدھ پاؤ شراب سے ہی تمھیں نشہ ہو جاتا ہے۔ پھر شراب کی دُکان میں کتنے گیلن شراب پڑی ہے، اس کا حساب لگا کر تم کیا کرو گے؟''

ڈاکٹر: ''بالکل صحیح۔ خدا کے شراب خانے میں کتنی شراب ہے، کچھ پتہ ہی نہیں۔ اس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔''

شری رام کرشن جی (شیام بابو سے): ''تم اپنا مختار نامہ خدا کو کیوں نہیں سونپ دیتے؟ اپنی سب ذمہ داریاں اس کے حوالے کر دو۔ اگر تم کسی ایماندار آدمی کو ذمہ داریاں سونپ دو تو کیا وہ اپنی طاقت کا ناجائز استعمال تمہارے خلاف کرے گا؟ تمہارے گناہوں کی سزا وہ تمھیں دے گا یا نہیں، یہ بات صرف خدا ہی جانتا ہے۔''

ڈاکٹر: ''اس کے من میں کیا ہے، یہ وہ جانے۔ آدمی حساب لگا کر کیا کرے گا۔ وہ حساب سے پرے ہے۔''

شری رام کرشن جی (شیام بابو سے): ''تم کلکتے والے بس یہی ایک راگ الاپتے رہتے ہو۔ تم سب یہی کہتے ہو کہ سب کو یکساں نہ بنا کر خدا برائی کا داغدار بن گیا ہے کیونکہ اس نے کسی کو سکھ میں رکھا ہے اور کسی کو دُکھ میں۔ یہ بدمعاش جو اپنے اندر دیکھتے ہیں وہی خدا میں بھی دیکھتے ہیں۔''

شیام بابو: ''ہم نے لطیف جسم (حساس جسم) کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا ہے۔ کیا کوئی ہمیں یہ نازک جسم دکھا سکتا ہے؟ کیا کوئی ہمیں بتا سکتا ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے ٹھوس جسم کو چھوڑ کر یہ لطیف

جسم باہر چلا جاتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''سچے عقید تمندوں کو کیا غرض کہ وہ تمہیں یہ سب بتلائیں؟ کوئی بے وقوف انہیں مانے یا نہ مانے، ان کا اس سے کیا بنتا بگڑتا ہے۔ ان کو کبھی یہ خیال تک نہیں آتا کہ کیا وہ کسی بڑے آدمی کو قابو میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔''

شیام بابو: ''ٹھوس جسم اور حساس جسم میں کیا فرق ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''پانچ عناصر سے بننے والا جسم ٹھوس جسم کہلاتا ہے۔ من، اَنا، ذی شعور کی صلاحیتیں اور ادراک (عقل، فہم، چت) کو لے کر حساس جسم ہے۔ ایک غیر مستقل جسم بھی ہے جس کے ذریعے آدمی خدا کی سعادت کا مزہ لیتا ہے اور اس سے بات چیت کرتا ہے۔ ان سب سے پرے ہے مہا کارن۔ ایک بڑا سبب۔ اسے زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

صرف باتیں سُننے سے کیا ہوگا؟ کچھ کرو بھی۔ کون سا سوت چالیس نمبر کا ہے اور کون سا سُوت اکتالیس نمبر کا؟ یہ سب سُوت کا بیوپار کیے بنا کیا کبھی کہا جا سکتا ہے۔ جن کا سُوت کا بیوپار ہے ان کے لئے سوت کی پہچان کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ اس لئے کہتا ہوں کچھ ریاضت کرو، تب تم یہ سب جان جاؤ گے۔ ٹھوس جسم، حساس جسم اور غیر مستقل جسم اور مہا کارن۔ جب تم دُعا کرو تو صرف اس کے پاک قدموں کی محبت کے لئے دُعا کرو۔''

''میں نے ماں کالی سے صرف اس کے پیار کی دُعا مانگی تھی۔ میں نے اس کے پاک قدموں میں پھول چڑھائے اور اس سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ماں یہ رہی تیری جہالت اور یہ رہا تیرا علم۔ تم یہ دونوں لے لو اور مجھے صرف اپنی پاک محبت دے دو۔ یہ رہی تمہاری پاکیزگی اور یہ رہی تمہاری ناپاکی، تم یہ دونوں لے لو اور مجھے صرف اپنی پاک محبت دے دو۔ یہ رہی تمہاری پارسائی اور یہ رہے تمہارے گناہ، یہ رہی تمہاری اچھائی اور یہ رہی تمہاری بُرائی۔ یہ سب لے لو اور مجھے اپنی پاک محبت دے دو۔ یہ رہا تمہارا دھرم اور یہ رہا تمہارا ادھرم تم یہ دونوں لے لو اور مجھے اپنی پاک محبت دے دو۔''

''دھرم کا مطلب ہے نیک کام کرنا جیسے خیرات دینا۔ اگر تم دھرم، نیکی کو قبول کرتے ہو تو تمہیں ادھرم، بے انصافی بھی قبول کرنی ہوگی۔ اگر تم پارسائی قبول کرتے ہو تو تمہیں گناہ بھی قبول کرنا ہوگا۔ اگر تم علم قبول کرتے ہو تو تمہیں جہالت بھی قبول کرنی ہوگی۔ اگر تم پاکیزگی قبول کرتے ہو تو تمہیں ناپاکی بھی قبول کرنی ہوگی۔ جیسے آدمی کو روشنی کی اگر خبر ہے تو وہ اندھیرے کی خبر بھی رکھتا ہے۔ اگر وہ بھلائی جانتا

ہے تو اسے گناہ کی بھی خبر ہے۔''

''خوش نصیب ہے وہ آدمی جو خدا کے کنول جیسے قدموں سے پیار کرتا ہے۔ بے شک وہ ماس کھاتا ہے۔ لیکن اگر آدمی دُنیا سے وابستہ ہے بے شک وہ اُبلی ہوئی سبزیوں اور چاول پر انحصار کرتا ہے تو ـــــ''

ڈاکٹر: ''وہ بد بخت ہے۔ میں یہاں ایک بات کہوں گا۔ بدھ نے ایک دفعہ ماس کھایا تھا اور ان کو دردِ شکم ہو گیا۔ درد سے چھٹکارا پانے کی خاطر وہ افیون لیتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ نروان کا مطلب جانتے ہو کیا ہے؟ بدھ افیون کھانے کے بعد بے ہوش پڑے رہتے، انہیں باہری دُنیا کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی۔ بس یہی نروان ہو گیا۔''

بدھ دیو کی یہ انوکھی تشریح سُن کر سب ہنس دیئے۔ پھر دوسری بات چیت ہونے لگی۔

شیام: ''جناب! فلسفیانہ دین ''تھیوسافی'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ چیلے (شاگرد) بناتے پھرتے ہیں وہ ہلکے درجے کے لوگ ہیں۔ اور جو لوگ سِدھی یعنی الگ الگ قسم کی طاقتیں چاہتے ہیں تاکہ گنگا کے پانی پر چل سکیں اور ایک آدمی جو دور دراز ملک میں رہتا ہے اس کا حال بتا سکیں۔ ایسے لوگ بھی ہلکے درجے کے ہیں۔ اِن سب لوگوں کے لئے خدا کی پاک محبت کو پالینا بہت مُشکل ہے۔''

شیام بابو: ''مگر تھیوسافی دین کے لوگ دوبارہ ہندو مذہب کی بنیادیں اِستوار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''میں ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔''

شیام: ''مرنے کے بعد رُوح کہاں جاتی ہے۔ چندر لوک میں (کرہ فلک قمر) یا کرہ نجمی (سِتاروں) میں یا کسی اور خطہ میں۔ یہ سب باتیں تھیوسافی سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''ہو گا۔ لیکن میرا نظریہ کیسا ہے جانتے ہو؟ ایک دفعہ ہنومان سے ایک آدمی نے پُوچھا تھا، آج کون سا وار (دِن) ہے؟ ہنومان نے جواب دیا، میں وار، تاریخ، سِتاروں کا مُقام یہ کُچھ نہیں جانتا۔ میں تو بس شری رام چندر جی کو یاد کیا کرتا ہُوں۔ میرا بھی ٹھیک ایسا ہی نظریہ ہے۔''

شیام بابو: ''تھیوسافی کے پیرو کار مہاتماؤں (فقیروں) کے وجود میں یقین رکھتے ہیں۔ کیا آپ بھی ان پر یقین رکھتے ہیں؟''

شری رام کرشن جی: ''اگر تُم میری بات پر بھروسہ کرو تو۔ ہاں مُجھے یقین ہے مگر یہ سب باتیں اس

وقت رہنے دو۔ میری بیماری کچھ ٹھیک ہونے پر پھر آنا۔ اگر تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے تو تمہارے لئے ایسا کوئی راستہ نکل آئے گا جس سے تمہیں من کا سکون مل جائے گا۔ تم نے تو دیکھا ہوگا کہ میں روپے پیسے یا کپڑوں کا کوئی تحفہ نہیں لیتا۔ ہم یہاں کوئی چندہ بھی نہیں لیتے۔ اس لئے یہاں لوگ چلے آتے ہیں''۔

(سب ہنستے ہیں)

(ڈاکٹر سے): ''اگر تم برا نہ مانو تو تم سے ایک بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ تم نے سب تو کیا، روپیہ، شہرت، عزت، لیکچر، مگر اب تھوڑا سا من خدا میں بھی لگاؤ اور یہاں کبھی کبھی آیا کرو۔ خدا کی باتیں سُن کر تمہارے رُوحانی جذبات کو وسعت ملے گی۔''

کچھ دیر بعد ڈاکٹر رُخصت ہونے کو اٹھا۔ اسی وقت گریش چندر گھوش کمرے میں آپہونچا۔ اس نے نیچے جھک کر شری رام کرشن جی کو آداب کیا اور بیٹھ گیا۔ اسے دیکھ کر ڈاکٹر سرکار خُوش ہوا اور دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر (گریش کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے): ''میرے یہاں ہوتے ہوئے یہ نہیں آئے گا۔ جوں ہی میں جانے کو تیار ہوا، یہ آ کر حاضر ہوگیا۔'' (سب ہنستے ہیں)

گریش اور ڈاکٹر سرکار سائنس ایسوسیشن کے بارے میں بات چیت کرنے لگے، جس کو ڈاکٹر نے قائم کیا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''مُجھے ایک دِن وہاں لے چلو گے؟''

ڈاکٹر: ''اگر آپ وہاں جائیں گے تو خدا کے حیرت انگیز کارنامے دیکھ کر آپ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے۔''

شری رام کرشن جی: ''اوہ، واقعی ٹھیک کہا تم نے۔''

ڈاکٹر (گریش سے): ''اور چاہے سب کام کرو، مگر ان کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش مت کرو۔ ایسے بھلے آدمی کو کیوں بگاڑ رہے ہو؟''

گریش: ''میں اور کر بھی کیا سکتا ہُوں؟ جنہوں نے اس سنسار ساگر اور شک وشکوک کے ساگر سے مُجھے پار کیا، میں کیسے ان کی عزت افزائی نا کروں؟ ان میں ایک بھی چیز ایسی نہیں جِسے میں مقدّس نہیں مانتا۔''

ڈاکٹر: ''تم کیا سوچتے ہو کہ میں اِن کے قدموں کی دُھول نہیں لے سکتا؟ یہ دیکھو۔''

ڈاکٹر نے شری رام کرشن جی کو آداب کیا اور اپنی پیشانی سے ان کے پاؤں چھو لئے۔

گریش: ''اس مقدس گھڑی فرشتے بھی مبارک دے رہے ہیں۔''

ڈاکٹر: ''تو قدموں کی دُھول لینے میں حیرانگی کی کیا بات ہے؟ میں تو سب کے قدموں کی دُھول لے سکتا ہوں۔ آپ سب مُجھے اپنے قدموں کی دُھول دیجئے۔ ڈاکٹر نے سب عقیدتمندوں کے پاؤں چھو لئے۔''

نریندر (ڈاکٹر سے مخاطب): ''اُنہیں ہم لوگ خُدا کی طرح مانتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو یہ کیونکر ہے؟ سبزی کی تخلیق اور جانور کی تخلیق کے درمیان ایک نقطہ ہے جہاں یہ طے کرنا مشکل ہے کہ یہ خاص چیز سبزی ہے یا ایک جانور۔ اسی طرح ایک مُقام ہے انسانی دُنیا اور خُدا کی دُنیا کے درمیان جہاں یہ کہنا مُشکل ہے کہ یہ مخلوق آدمی ہے یا خُدا۔''

ڈاکٹر: ''خُدا کی بات پر تشبیہ کام نہیں کرتی۔''

نریندر: ''میں انہیں خُدا تو کہہ نہیں رہا، میں یہ کہہ رہا ہُوں کہ یہ خُدا جیسے آدمی ہیں۔''

ڈاکٹر: ''اپنے اس طرح کے جذبات کو دبا کر رکھنا چاہیئے۔ اِن کا اظہار کرنا اچھا نہیں۔ افسوس! میرے جذبات کو کوئی نہیں سمجھ سکا۔ میرے قریبی دوست بھی مُجھے سخت گیر اور ظالم سمجھتے ہیں۔ اور تُم لوگ بھی شاید ایک دِن مُجھے جوتے مار کر بھگا دو گے۔''

شری رام کرشن جی: ''ایسا مت کہو۔ یہ لوگ تُمہیں کتنا پیار کرتے ہیں۔ جیسے سونے کے کمرے میں نئی نویلی دُلہن اپنے دُولہے میاں کا اِنتظار کرتی ہے ٹھیک اسی طرح یہ لوگ بھی تُمہارے آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔''

گریش: ''سب لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر: ''میرا لڑکا، یہاں تک کہ میری بیوی بھی مُجھے سخت دِل آدمی سمجھتی ہے۔ میرا قصُور بس اِتنا ہے کہ میں اپنے جذبات کا مظاہرہ نہیں کرتا۔''

گریش: ''تُمہارے لئے یہ اچھا ہوگا کہ تُم کم از کم اپنے دوستوں پر رحم کھا کر اپنے دِل کے دروازے کھول دو ورنہ تُم تو جانتے ہو کہ وہ تُمہارا پار نہیں پا سکتے (تُمہیں سمجھ نہیں سکتے)۔''

ڈاکٹر: ''کیا آپ میری بات پر یقین کریں گے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرے جذبات تُم سے بھی زیادہ مچل جاتے ہیں، میں تنہائی میں رویا کرتا ہُوں۔''

(شری رام کرشن جی سے): ''اچھا تو کیا میں آپ کو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ آپ جب وجد میں ہوتے ہیں تو آپ لوگوں کے بدن پر اپنا پاؤں رکھ دیتے ہیں، یہ اچھا نہیں ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''مجھے اس وقت یہ ہوش تھوڑے ہی رہتا ہے کہ میں کسی کے بدن پر پاؤں رکھ رہا ہوں۔''

ڈاکٹر: ''یہ اچھا نہیں، اتنا تو محسوس ہوتا ہوگا؟''

شری رام کرشن جی: ''مجھے سمادھی میں کیا ہوتا ہے، یہ تم کو میں کیسے بتاؤں؟ اس عالم کے بعد سوچتا ہوں کہ شاید میری بیماری کی وجہ سمادھی ہی ہو۔ دراصل خدا کا خیال مجھے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ یہ سب میری رُوحانی دیوانگی کا نتیجہ ہے۔ میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔''

ڈاکٹر: ''یہ (شری رام کرشن جی) مان گئے ہیں۔ اپنے کئے پر یہ پشیمان ہو رہے ہیں۔ اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ گناہگارانہ فعل ہے۔''

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''تم بہت چالاک ہو۔ جواب کیوں نہیں دیتے؟ ساری بات ڈاکٹر کو سمجھاؤ۔''

گریش (ڈاکٹر سے): ''جناب! آپ نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اِنہیں اس بات پر پچھتاوا نہیں کہ اِنہوں نے سمادھی کے عالم میں عقیدتمندوں کے بدن کو چھوا ہے، اِن کا اپنا بدن ہمیشہ پاکیزہ ہے جسے گناہ نہیں چھو سکتا۔ وہ دوسرے لوگوں کی بھلائی کے لئے انہیں چھوتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ سوچتے ہیں کہ ان کو یہ بیماری دوسرے لوگوں کے گناہوں کو لینے سے ہوئی ہے۔''

''آپ اپنی ہی بات سوچیے۔ ایک بار آپ کو دردِ شکم ہو گیا تھا۔ اس وقت کیا آپ کو افسوس نہیں ہوتا تھا کہ رات کو اتنی اتنی دیر جاگ کر کیوں پڑھتا رہا۔ مگر اس کا مطلب کیا یہ ہوا کہ رات کو دیر تک پڑھنا کوئی بُری بات ہے۔ اس طرح وہ بھی (شری رام کرشن جی) ممکن ہے محسوس کرتے ہوں کہ وہ بیمار ہو گئے ہیں، لیکن اس سے انہیں کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ اُنہوں نے دوسروں کی بھلائی کے لئے انہیں چھو کر کوئی غلطی کی ہے۔''

ڈاکٹر سرکار کو تھوڑی سی پریشانی محسوس ہوئی اور اُس نے گریش سے کہا۔ میں تم سے ہار گیا۔ مجھے اپنے قدموں کی دُھول لینے دو۔ (گریش کے قدموں کی دُھول لیتے ہوئے) اس نے گریش کو سلام کیا۔

ڈاکٹر (نریندر سے): ''کوئی کچھ بھی کہے، گریش کی عقلمندی کو ماننا پڑتا ہے۔''

نریندر (ڈاکٹر سے): ''اس بات کو تم دوسرے نقطہ نگارہ سے دیکھو۔ تم اپنی ساری زندگی بغیر اپنی صحت و آرام و آسائش کا خیال کئے سائنس کی تحقیقات میں صرف کر سکتے ہو۔ مگر خدا کے متعلق سائنس سب سائینسوں سے بڑھ کر ہے۔ کیا ان (شری رام کرشن جی) کے لئے یہ قدرتی نہیں کہ وہ اپنی صحت کی پرواہ کئے بغیر خدا کا دیدار کریں؟''

ڈاکٹر: ''جن مذہبی اصلاح کاروں نے یہ کہا کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں صرف وہی سچ ہے افسوسناک بات ہے۔''

گریش (ڈاکٹر سے): ''جناب! اب تم بھی وہی غلطی کر رہے ہو۔ تم ان پر الزام لگا رہے ہو۔ تم ان میں نقص نکال رہے ہو۔ اس لئے تم پر بھی الزام لگایا جا سکتا ہے۔''

ڈاکٹر سرکار چپ رہا۔

نریندر (ڈاکٹر سے): ''ان کی جو ہم پرستش کرتے ہیں وہ خدا کی ہی پرستش ہے۔ ان سب باتوں کو سن کر شری رام کرشن جی بچّوں کی طرح ہنس دیئے۔''

ویروار، 29راکتوبر 1885

صبح کے قریب دس بجے تھے جب شری رام کرشن جی کی صحت کی خبر دینے کے لئے 'ایم' ڈاکٹر سرکار کے گھر سنکھاری تولا کلکتہ میں پہونچا۔ اس کے بعد وہ دونوں ڈاکٹر کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر بہت سے مریضوں کو دیکھتے ہوئے جانے لگا۔ وہ پاتھریا گھاٹ میں ٹیگور خاندان کے ایک مکان میں گیا۔ وہاں کچھ دیر ہوگئی۔ گاڑی میں آکر وہ 'ایم' سے شری رام کرشن جی کی بیماری اور اس کی روک تھام کے متعلق بات چیت کرنے لگا۔

ڈاکٹر: ''تم لوگوں کی کیا مرضی ہے کہ شری رام کرشن جی کو دکھنیشور بھیج دیا جائے؟''

'ایم': ''نہیں جناب! ایسا کرنا ان کے عقید تمندوں کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ سری رام کرشن جی کے کلکتہ میں رہنے سے وہ ہمیشہ ان کے پاس آجا سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر: ''مگر یہاں رہنا تو کافی مہنگا ہے۔''

'ایم': ''عقیدتمندوں کو اس کی پرواہ نہیں۔ وہ صرف یہی چاہتے ہیں کہ کسی بھی طریقے سے ان کی خدمت کی جائے۔ جہاں تک خرچ کی بات ہے، شری رام کرشن جی کلکتہ میں رہیں یا دکھنیشور میں، وہ تو برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن اگر وہ دکھنیشور چلے جاتے ہیں تو عقیدتمندوں کے لئے ان کے پاس آنا

جانا مشکل ہو جائے گا اور اس سے انہیں بڑی پریشانی ہو گی۔"

ڈاکٹر سرکار اور 'ایم' شیام پُکر پہونچ گئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ شری رام کرشن جی عقیدتمندوں کے ساتھ کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر بھادڑی بھی وہیں پر تھا۔

ڈاکٹر سرکار نے شری رام کرشن جی کی نبض دیکھی اور اُن کی صحت کے بارے میں پُوچھا۔ پھر خدا کا ذِکر ہونے لگا۔

ڈاکٹر بھادری: "اصلی بات جانتے ہو کیا ہے؟ یہ سب خواب کی طرح غیر حقیقی ہے۔"

ڈاکٹر سرکار: "کیا سب کچھ وہم و فریب ہے؟ مگر کِس قِسم کا وہم و فریب ہے اور کیوں ہے اور سب لوگ وہم و فریب جان کر بھی پھر بات چیت کیوں کرتے ہیں؟ خدا سچ ہے اور اس کی تخلیق غیر حقیقی ہے۔ میں یہ یقین نہیں کر سکتا۔"

شری رام کرشن جی: "یہ ایک اچھا نظریہ ہے خدا کو آقا سمجھنا اور اپنے آپ کو اس کا خادم۔ جب تک یہ احساس ہے کہ جِسم حقیقی ہے۔ جب تک "میں" اور "تم" کا احساس ہے تب تک آقا اور خادم کا رِشتہ بنائے رکھنا اچھا ہے۔ "میں" وہی "ہُوں" یہ سوچنا اچھا نہیں۔

اچھا میں تُمہیں ایک اور بات بتاؤں؟ کسی کمرے کو چاہے تُم ایک کِنارے سے دیکھو یا اسے درمیان سے دیکھو، کمرہ وہی ہے۔"

ڈاکٹر بھادری (ڈاکٹر سرکار سے): "یہ سب ویدانت میں ہے۔ شاستر پڑھو تب تُم سمجھ جاؤ گے۔"

ڈاکٹر سرکار: "کیوں؟ کیا اُنہوں نے (مطلب شری رام کرشن جی نے) یہ ساری دانائی شاستر پڑھ کر حاصل کی ہے؟ وہ بھی میرے نِقطہ نظر سے متفق ہیں۔ کیا شاستروں کو پڑھے بغیر آدمی عقلمند نہیں ہو سکتا؟"

شری رام کرشن جی: "پر میں نے کِتنے شاستر سُنے ہیں۔"

ڈاکٹر سرکار: "صرف سُننے سے بہت سی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ آپ نے صرف سُنا ہی نہیں۔ پھر دوسری بات چیت ہونے لگی۔"

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سے): "میں نے سُنا ہے تُم کہتے ہو کہ میں پاگل ہوں اسی لئے یہ لوگ (ایم اور دوسرے لوگوں کی طرف اِشارہ کر کے) تمہارے پاس نہیں آنا چاہتے۔"

ڈاکٹر سرکار (شری رام کرشن جی کی طرف دیکھ کر): "میں آپ کو پاگل کیوں کہوں گا؟ مگر ہاں میں نے آپ کی اَنا کی بات ضُرور کہی تھی۔ آپ لوگوں کو اپنے پاؤں کی دُھول لینے کی اجازت کیوں دیتے ہیں۔"

'ایم': ''نہیں تو وہ لوگ رونے لگتے ہیں۔''

ڈاکٹر سرکار: ''یہ ان کی بھول ہے۔ اُنہیں سمجھانا چاہئے۔''

'ایم': ''لوگوں کو شری رام کرشن جی کے پاؤں کی دُھول لینے پر تمہیں کیوں اعتراض ہے؟''

ڈاکٹر سرکار: ''مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ تب تمہیں ہر کسی کے پاؤں کی دُھول لینی چاہئے۔''

'ایم': ''لیکن کچھ انسانوں میں دوسروں کی نسبت خدا کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔ پانی ہر جگہ ہے، مگر ایک جھیل، دریا اور سمندر میں اس کی مقدار زیادہ ہے۔ کیا تم سائنس کے نئے گریجویٹ کو وہی عزت دو گے جو تم فراڈے (Faraday) کو دیتے ہو؟''

ڈاکٹر سرکار: ''میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں مگر تم انہیں خدا کیوں کہتے ہو؟''

'ایم': ''ہم ایک دوسرے کو دُعا سلام اس لئے کرتے ہیں کیونکہ خدا سب کے دِل میں رہتا ہے۔ تم نے اس موضوع پر کبھی زیادہ دھیان نہیں دیا۔''

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''میں نے تمہیں پہلے بتایا ہے کہ کچھ لوگوں میں دوسروں کی نسبت خدا کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔ زمین سورج کی کرنوں کو ایک طریقے سے، پیڑ دوسرے طریقے سے اور ایک آئینہ اور بھی الگ طریقے سے منعکس کرتا ہے۔ تم آئینے میں دوسری چیزوں کی نسبت بہتر عکس دیکھتے ہو۔''

ڈاکٹر سرکار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب خاموش بیٹھے تھے۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''دیکھو، تمہیں اس سے (یعنی مجھ سے) پیار ہے۔ تم نے مجھے کہا تھا کہ تم مجھے پیار کرتے ہو''۔

ڈاکٹر سرکار: ''آپ قدرت کے بچّے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں۔ لوگوں کو آپ کے پاؤں میں ہاتھ لگاتے دیکھ کر مجھے دُکھ ہوتا ہے۔ میں سوچتا ہوں ایسے بھلے آدمی کو بھی یہ لوگ بگاڑ رہے ہیں۔ کیشب سین کو اس کے چیلوں (شاگردوں) نے ایسے ہی بگاڑا تھا۔ آپ کو بتلاتا ہوں۔ سنو''۔

شری رام کرشن جی: ''تمہاری بات میں کیا سنوں، تم لالچی، بندہ نفس اور گھمنڈی ہو''۔

ڈاکٹر بھادڑی (ڈاکٹر سرکار سے): ''مطلب یہ کہ تم ایک مجسم جیو ہو، An embodied being نفسانیت، غرور، دھن دولت کا لالچ، نام وشہرت کی تمنّا، یہ مجسّم جیو کی خصوصیات ہیں۔ تمام مخلوق میں یہی خصوصیات پائی جاتی ہیں''۔

ڈاکٹر سرکار (شری رام کرشن جی سے): ''اگر آپ اس طریقے سے بات کریں گے تو میں صرف آپ کے گلے کا معائنہ کر کے چلا جایا کروں گا۔ شاید آپ بھی یہی چاہتے ہیں۔ اس حالت میں ہم کسی بھی چیز پر بات چیت نہیں کریں گے لیکن اگر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں تو میں وہی کہوں گا جو مجھے ٹھیک لگے گا''۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''گیتا، بھاگوت اور ویدانت پڑھو۔ پھر تم یہ سب باتیں سمجھ جاؤ گے۔ کیا خدا اپنی مخلوق میں موجود نہیں ہے؟''

ڈاکٹر سرکار: ''کسی ایک خاص چیز میں نہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے، اُسے تلاش نہیں کیا جا سکتا۔''

بات چیت نے دوسری طرف رُخ موڑا۔ شری رام کرشن جی پر ہمیشہ ہی وجد طاری رہتا ہے۔ جس کو دیکھ کر ڈاکٹر نے بتایا کہ اس سے ان کی بیماری بگڑ سکتی ہے۔ ڈاکٹر سرکار نے شری رام کرشن جی کو کہا۔ آپ اپنے جذبات دبا کر رکھا کریں۔ میرے جذبات بھی بڑی ہلچل مچا دیتے ہیں۔ میں آپ سے زیادہ ناچ سکتا ہوں۔

چھوٹا نرین (مسکراتے ہوئے): ''جذبات اگر کچھ اور بڑھ جائیں تب تم کیا کرو گے؟''

ڈاکٹر سرکار: ''ان کو دبانے کی میری طاقت بھی ساتھ ہی بڑھتی جائے گی۔

شری رام کرشن جی اور 'ایم': ''ابھی تم ویسا کہہ سکتے ہو۔''

'ایم': ''اگر تم پر وجد طاری ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟''

کچھ دیر بعد روپے پیسے کی بات چیت چل پڑی۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''میں تو اس کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟ یہ ڈھونگ نہیں ہے۔''

ڈاکٹر: ''میرا بھی یہی حال ہے۔ آپ کی بات تو الگ ہے۔ میرا روپیوں والا صندوق تو خالی ہی پڑا رہتا ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''جادو ملک بھی غافل آدمی ہے۔ کھانا کھاتے وقت کبھی کبھی وہ خیالوں میں اتنا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اِسے معلوم ہی نہیں پڑتا کہ کھانا اچھا ہے یا بُرا۔ جب کوئی اسے کہتا ہے کہ یہ کھانا مت کھاؤ، یہ اچھا نہیں ہے تو جادو ملک کہہ اٹھتا ہے۔ ایں! کیا یہ کھانا اچھا نہیں ہے؟ ایسا کیونکر ہے؟

کیا شری رام کرشن جی یہ تو نہیں کہہ رہے تھے کہ خدا کی ریاضت کی وجہ سے غافل ہونا اور دُنیاداری کی سوچ میں غرق ہو کر غافل ہونے میں بہت فرق ہے؟''

ڈاکٹر سرکار کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے شری رام کرشن جی نے مُسکرا کر عابدین سے کہا ''جب کسی چیز کو اُبالا جائے تو وہ نرم ہو جاتی ہے۔ پہلے یہ (ڈاکٹر سرکار) بہت سخت تھا اب یہ اندر سے نرم ہوتا جا رہا ہے''۔

ڈاکٹر سرکار: ''جب کوئی چیز اُبالی جاتی ہے تو وہ باہر سے نرم ہو جاتی ہے مگر مُجھے لگتا ہے کہ اس جنم میں میرے ساتھ ایسا ہونے والا نہیں۔'' (سب ہنس دیئے)

ڈاکٹر سرکار رُخصت ہونے کو تھا۔ وہ شری رام کرشن جی سے کہہ رہا تھا۔

ڈاکٹر: ''لوگ آپ کے پاؤں چھُو کر آپ کو دُعا سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ انہیں منع نہیں کر سکتے؟''

شری رام کرشن جی: ''کیا سب لوگ ناقابِل تقسیم سچِدّانند کو سمجھ سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر سرکار: ''جو صحیح راستہ ہے کیا آپ وہ راستہ لوگوں کو نہیں بتائیں گے؟''

شری رام کرشن جی: ''لوگوں کے الگ الگ ذوق و شوق ہیں اور پھر رُوحانی زندگی کے لئے سب لوگ برابر کے حقدار نہیں ہوتے۔''

ڈاکٹر سرکار: ''وہ کِس طرح؟''

شری رام کرشن جی: ''الگ الگ ذوق و شوق میں کیا فرق ہے۔ جانتے ہو؟ کوئی مچھلی کا شوربا پسند کرتا ہے تو کِسی کو تلی ہوئی مچھلی اچھی لگتی ہے۔ کوئی اُن کی ترکاری بنا کر کھاتا ہے تو کوئی پلاؤ بنا کر۔ اِسی طرح حقداری کا فرق بھی ہے۔ میں لوگوں کو کہتا ہُوں کہ پہلے کیلے کے پیڑ پر نشانہ لگاؤ۔ پھر دیپک کی لو پر، بعد میں اُڑتی ہوئی چڑیا پر۔''

شام کا دھندلکا چھا رہا تھا۔ شری رام کرشن جی خدا کی ریاضت میں مستغرق تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ اپنی دردناک بیماری کو بھُول گئے۔ چند عقیدتمند ان کے نزدیک بیٹھے ان کو پُر شوق نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے ہوش وحواس میں واپس لوٹے۔ پھر اُنہوں نے 'ایم' سے سرگوشی میں کہا، ''دیکھو میرا من مکمل طور سے ناقابِل تقسیم برھم میں جذب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے بہت سی چیزیں دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر کو رُوحانی بیداری ہو جائے گی۔ مگر اس میں کچھ وقت لگے گا۔ اب زیادہ کچھ اس سے کہنے کی ضرُورت نہیں۔ اس عالم میں میں نے ایک اور آدمی کو دیکھا۔ من میں آیا کہ اسے بھی

اپنی طرف متوجّہ کرلوں۔ اس کے بارے میں میں تُمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

شکروار، 30 اکتوبر 1885

قریب ساڑھے دس بجے 'ایم' ڈاکٹر سرکار کے گھر پہونچا۔ وہ دوسری منزل کے دیوان خانے کی ڈیوڑھی میں رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر سرکار کے سامنے شیشے کا ایک بڑا سا پیالہ تھا جس میں سنہری مچھلیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی ڈاکٹر سرکار پیالے میں الائچی کے دانے ڈال دیتا۔ پھر وہ چڑیوں کی طرف آٹے سے بنی گولیاں پھینک دیتا۔ 'ایم' اس کو دیکھتا رہا۔

ڈاکٹر (ایم سے مسکراتے ہوئے): "دیکھو یہ مچھلیاں میری طرف دیکھ رہی ہیں جیسے عقیدتمند خدا کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ چارہ جو میں نے پانی میں ڈالا ہے اس کی طرف اُنہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ اِس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف عبادت کرنے سے کیا فائدہ، تمہیں علم بھی چاہیے۔"

ڈاکٹر سرکار اور 'ایم' دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف شیلفوں میں کتابیں بھری پڑی تھیں۔ ڈاکٹر نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ 'ایم' نے کتابوں پہ نگاہ ڈالی۔ اس نے کینن فرار کی لائف آف جیسس (Life of Jesus) اٹھا کر اس کے چند ایک صفحے پڑھے۔ ڈاکٹر سرکار نے 'ایم' کو بتایا کہ کیسے پہلا ہومیو پیتھک ہسپتال باوجود مخالفت کے شروع کیا گیا تھا۔ اس نے 'ایم' کو اس بارے میں کلکتہ سے نکلنے والے جرنل آف میڈیسن 1876 کے شمارے میں چھپی چٹھیوں کو پڑھنے کے لئے کہا۔ ڈاکٹر سرکار کو ہومیو پیتھی میں کافی دلچسپی تھی۔

ایم نے ایک اور کتاب منگیر (Munger) کی نیوتھیالوجی اٹھائی۔ ڈاکٹر سرکار نے دیکھ لیا۔

ڈاکٹر سرکار: "منگیر نے نفیس بحث اور دلائل کی بنیاد پر نتیجے اخذ کئے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں۔ تم جیسے کسی بھی بات پر محض اس لئے یقین کر لیتے ہو کہ یہ بات چیتنیہ، بدھ یا یسوع مسیح نے کہی ہے۔"

ایم (مسکراتے ہوئے): "ہمیں چیتنیہ، بدھ یا یسوع مسیح پر یقین نہیں کرنا چاہئے مگر ہمیں منگیر پر یقین کر لینا چاہئے۔"

ڈاکٹر: "تمہاری مرضی، تم جو بھی کہو۔"

'ایم': "ہاں، کسی نہ کسی کا نام ثبوت کے لئے لینا ہی پڑتا ہے۔ اس لئے منگیر کا بھی نام ٹھیک ہے۔"

(ڈاکٹر مسکرا دیا)

ڈاکٹر سرکار 'ایم' کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوگیا۔ گاڑی شیام پُکر کی جانب روانہ ہوئی۔ دوپہر کا وقت، وہ دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ ڈاکٹر بھادڑی جو کہ شری رام کرشن جی کے پاس کبھی کبھار آیا کرتا تھا، کے بارے میں بات چل پڑی۔

ایم (مسکراتے ہوئے): ''آپ کے لئے بھادڑی نے کہا ہے کہ آپ کو اینٹ اور پتھر سے دوبارہ جنم شروع کرنا ہوگا''۔

ڈاکٹر سرکار: ''وہ کیسے؟''

'ایم': ''چونکہ تم فقیروں اور فلکی اجسام وغیرہ میں یقین نہیں رکھتے۔ شاید بھادڑی تھیوفسٹ ہے۔ اس کے علاوہ تم خدا کے اوتار پر یقین نہیں کرتے۔ اس لئے انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا ہے کہ اب کی بار مرنے کے بعد تم انسان بن کر پیدا تو ہوگے نہیں۔ تم ایک جانور یا پیڑ پودا بن کر بھی پیدا نہیں ہوگے۔ تم کو اینٹ اور پتھر سے شروع کرنا ہوگا۔ پھر بہت سے جنموں کے بعد آدمی بنو تو بنو۔''

ڈاکٹر سرکار: ''ارے باپ رے۔''

'ایم': ''اور بھادڑی نے یہ بھی کہا کہ سائنس کو لے کر تمہارا جو علم ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ وہ ابھی ابھی ہے اور ابھی ابھی نہیں۔ انہوں نے اس بارے میں ایک مثال دی ہے۔ جیسے دو کنوئیں ہیں۔ اِن میں سے ایک زمین دوز چشمے سے پانی حاصل کرتا ہے۔ دوسرے کے پاس ایسا چشمہ نہیں۔ وہ بارش کے پانی سے بھرتا ہے۔ پہلے کنوئیں کا پانی دیر تک قائم رہتا ہے۔ تمہاری سائنس کا علم بارش کے پانی کی طرح ہے۔ یہ جلد خشک ہو جاتا ہے۔''

ڈاکٹر سرکار (ذرا مسکرا کر): ''اچھا، یہ بات ہے۔''

گاڑی کارنوالس اسٹریٹ پہونچ گئی۔ ڈاکٹر سرکار نے ڈاکٹر پرتاپ مجمدار کو اپنے ساتھ لے لیا۔ پرتاپ نے سری رام کرشن جی سے کل ملاقات کی تھی۔ وہ سب جلد ہی شیام پُکر آ پہنچے۔

شری رام کرشن جی اسی دو منزلہ کمرے میں بیٹھے تھے۔ ان کے نزدیک کئی عقیدتمند بھی موجود تھے۔ پرتاپ ڈاکٹر بھادڑی کا داماد تھا۔ شری رام کرشن جی اس کے سُسر کی تعریف کر رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (پرتاپ سے): ''آہا، کتنا بڑا آدمی بن گیا ہے وہ خدا کی ریاضت کرتا ہے اور اپنے چال چلن میں پاکیزگی سے عمل پیرا ہے۔ اس کے علاوہ وہ خدا کے نِراکار اور ساکار دونوں روپوں کو مانتا ہے۔''

(ڈاکٹر سرکار سے): ''تمہیں معلوم ہے ڈاکٹر بھادڑی تمہارے بارے میں کیا کہہ رہا تھا؟ اس نے کہا ہے کیوں کہ تم ان باتوں پر یقین نہیں کرتے اِس لئے اگلے کلپ (Next Cycle) میں اینٹ اور پتھر کے رُوپ میں جنم لے کر تمہیں شروعات کرنی ہوگی۔'' (ڈاکٹر اور سب لوگ ہنستے ہیں)

ڈاکٹر سرکار (مُسکراتے ہوئے): ''اچھا، مان لیجئے کہ اینٹ اور پتھر سے ہی اپنی زندگی کا آغاز کر کے بہت سے جنموں کے بعد میں اِنسان بن جاؤں پر یہاں (شری رام کرشن جی کے پاس) آنے سے تو مُجھے پھر ایک بار اینٹ اور پتھر سے سفر شروع کرنا پڑے گا۔'' (ڈاکٹر اور سب لوگ ہنس دیئے)

شری رام کرشن جی بیماری کے باوجود رُوحانی وجد میں کھوئے رہتے ہیں اسی متعلق بات چیت ہونے لگی۔

پرتاپ: ''کل میں نے آپ کو وجد کے عالم میں دیکھا تھا۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ اپنے آپ ہو گیا تھا مگر اتنا شدید نہیں تھا۔''

ڈاکٹر سرکار: ''وجد میں مستغرق ہو جانا اور باتیں کرنا آپ کے لئے ٹھیک نہیں۔''

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار سے): ''کل میں نے تمہیں سمادھی میں دیکھا۔ میں جان گیا کے تم علم کی کان ہو مگر یہ سارا علمِ خشک قسم کا ہے۔ تمہیں الٰہی سعادت کا آنند (شادمانی) نہیں مِلا (پرتاپ سے ڈاکٹر سرکار کے بارے میں) اگر اسے ایک بار رُوحانی سعادت کا آنند مل جائے تو اسے ہر جگہ اُوپر نیچے وہی آنند نظر آئے گا۔ پھر میں جو کچھ کہتا ہوں وہی ٹھیک ہے۔ اور دوسرے جو کچھ کہتے ہیں وہ ٹھیک نہیں، وغیرہ باتیں پھر یہ بالکل نہیں کرے گا اور اس کی تیز طرار، تیکھی اور نوکیلی باتیں بھی چھُوٹ جائیں گی۔''

عقیدت مند چپ ہیں۔

شری رام کرشن جی اچانک رُوحانی وجد میں کھو گئے اور وہ ڈاکٹر سرکار سے مخاطب ہوئے۔ ''مہندر بابو۔ پیسے کے پیچھے تمہارا یہ کیا پاگل پن ہے؟ بیوی سے اتنا لگاؤ کیوں؟ نام و شہرت کی اتنی خواہش کیوں؟ یہ سب چیزیں اب ترک کر دو اور پُوری دلچسپی سے اپنے من کو خُدا کے ساتھ جوڑ کر خُدا کی سعادت کا آنند لو۔''

ڈاکٹر سرکار بغیر کچھ بولے چُپ چاپ بیٹھا رہا اور عقیدتمند بھی خاموش رہے۔

شری رام کرشن جی: ''نانگٹا مجھے گیانی کی ریاضت کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہے۔ اُوپر نیچے سب جگہ پانی سے بھری پڑی ہے۔ آدمی جیسے ایک مچھلی ہے۔ اسی پانی میں مزے سے تیر رہا ہے۔ ریاضت کرتے وقت تم اسے آمنے سامنے دیکھ سکو گے۔

جانتے ہو گیانی کی ریاضت کا ایک اور طریقہ کار ہے؟ لامحدود آسمان کا تصوّر کرو۔ اس میں ایک پرندہ اپنے پر پھیلائے خُوشی خُوشی پرواز کر رہا ہے۔ ایسے ہی من آسمان ہے اور رُوح ایک پرندہ۔ پرندہ پنجرے میں قید نہیں من آسمان میں اڑ رہا ہے۔ اس کی خُوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔"

عقیدتمند چپ چاپ ریاضت کی باتیں سُنتے رہے۔ کچھ دیر بعد پرتاپ نے دوبارہ بات چیت شروع کی۔

پرتاپ (ڈاکٹر سرکار سے): "سنجیدگی سے سوچا جائے تو ہر چیز پر چھائی سی لگتی ہے۔"

ڈاکٹر سرکار: "تم اگر پرچھائی کی بات کرتے ہو تو اس کے لئے تین چیزیں ضُروری ہیں۔ سُورج، شئے اور پرچھائی۔ بغیر کسی شے کے پرچھائی کیسے ہوسکتی ہے؟ اور تم کہتے ہو کہ خدا ایک حقیقت ہے اور اس کی مخلوق جھوٹ۔ میں کہتا ہوں مُخلوق بھی حقیقت ہے۔"

پرتاپ: "بہت خُوب۔ جیسے تم آئینے میں عکس دیکھتے ہو اسی طرح من کے آئینے میں یہ کائنات دکھائی دے رہی ہے۔"

ڈاکٹر سرکار: "مگر کسی شئے کے وجود کے بغیر اس کا عکس کیسے ہوسکتا ہے؟"

نریندر: "بھلا کیوں۔ خدا تو ایک شئے ہے۔"

ڈاکٹر سرکار چُپ رہا۔

شری رام کرشن جی: "ایک بات تم نے بہت اچھی کہی۔ سمادھی خدا کو من کے ساتھ جوڑنے سے ہوتی ہے۔ یہ بات صرف تم نے ہی کہی، تُمہارے علاوہ اور کسی نے نہیں کہی۔

شونا تھ نے کہا تھا کہ آدمی خدا کے بارے میں زیادہ سوچنے سے اپنا دماغ خراب کر لیتا ہے۔ دوسرے معنوں میں آدمی عالم گیر شعُور کی ریاضت سے اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے۔ ذرا سوچو تو، جس کی فطرت ہی باشعُور ہے اور جس کا شعُور دُنیا کو شعُور عطا کرتا ہے اس کی ریاضت کرنے سے بھلا کوئی کیسے اپنے ہوش وحواس کھوسکتا ہے؟

اور تمہاری سائنس کیا کہتی ہے؟ اس چیز کو اس چیز کے ساتھ ملانے سے وہ چیز بنتی ہے۔ وہ چیز اُس چیز کے ساتھ ملانے سے یہ چیز بنتی ہے۔ ان چیزوں پر غور وفکر کرنے سے۔ دُنیاوی چیزوں کی طرف زیادہ رغبت ہونے سے آدمی اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے۔"

ڈاکٹر سرکار: "ان چیزوں میں آدمی خدا کو دیکھ سکتا ہے۔

'ایم': ''اگر ایسا ہے تو خدا کو ایک آدمی میں واضح طور سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس سے زیادہ بہتر ایک فقیر میں۔ فقیر میں اس کا آشکار صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔''

ڈاکٹر سرکار: ''ہاں، آدمی میں بلاشک۔''

شری رام کرشن جی: ''جن کے شعُور سے بے جان چیز بھی جاندار دکھائی دیتی ہے، ہاتھ پاؤں اور جسم حرکت کرتے ہیں، ذرا سوچو تو خدا کی ریاضت کرنے سے کوئی بھلا اپنے ہوش و حواس کھو دیتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ خدا ہی اسے چلا رہا ہے۔ اُبلتے پانی سے ہاتھ جل گیا، پر پانی سے کبھی کچھ نہیں جلتا۔ پانی کے اندر جو حرارت ہے، جو آگ ہے اسی سے ہاتھ جل گیا۔ اِنسان سوچتا ہے کہ اعضا حواس اپنے آپ کام کر رہے ہیں۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کے اندر وہ ہی رہتا ہے جس کی فطرت باشعُور ہے۔''

ڈاکٹر سرکار کھڑا ہو گیا۔ وہ رُخصت ہونے کو تھا۔ شری رام کرشن جی بھی کھڑے ہو گئے۔

ڈاکٹر سرکار: ''لوگ اسی وقت خدا کو یاد کرتے ہیں جب انہیں کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ محض ایک مذاق ہوتا ہے جب وہ کہتے ہیں او مالک، تو ہی، تو ہی۔ آپ خدا کا ذِکر اس لئے کرتے ہیں کیوں کہ آپ کے گلے میں تکلیف ہوئی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''میں اور کیا کہوں؟''

ڈاکٹر سرکار: ''کیوں؟ کہیں گے کیوں نہیں؟ ہم اِن کی گود میں رہتے ہیں، اِن کی گود میں کھاتے پیتے ہیں۔ بیماری ہونے پر ان سے نہیں کہیں گے تو کس سے کہیں گے؟''

شری رام کرشن جی: ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ کبھی کبھی کہتا ہُوں مگر کہیں کچھ ہوتا نہیں۔''

ڈاکٹر چلا گیا۔ 'ایم' شری رام کرشن جی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ ہوئی اپنی بات چیت کا ذِکر کر رہا تھا۔

'ایم': ''ڈاکٹر کہتا تھا کہ کیا میں کسی بات پر محض اس لئے یقین کر لوں کہ یہ بات چیتنیہ، بُدھ یا یسوع مسیح نے کہی ہے۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ اس کے بارے میں (یعنی سری رام کرشن جی کے بارے میں) سوچ رہا ہے۔ اس کا اعتماد بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک دم کیا کبھی غرُور ختم ہوتا ہے؟ اتنا علم، اتنی شہرت اور اتنی دھن دولت ہے اس کے پاس، مگر جو میں کہتا ہُوں اس کی بے ادبی نہیں کرتا۔''

سنیچروار، 31 اکتوبر 1885

صُبح کے قریب 11 بجے تھے۔ شری رام کرشن جی عابدین کے ساتھ کمرے میں بیٹھے تھے۔ وہ مِصرا نام کے ایک عیسائی عقیدتمند سے باتیں کر رہے تھے۔ مِصرا شمال مغربی ہندوستان میں ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ وہ کوایکر (Quaker) فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عمر پینتیس سال کی ہوگی۔ بے شک وہ یورپی طرز کے لِباس میں ملبوس تھا مگر اندر ایک سنیاسی کی طرح گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ایک بھائی کی شادی کے دن دوسرے دو بھائی مر گئے تھے اور اُسی دِن سے مِصرا نے دُنیا سے قطع تعلق کر لیا۔

مِصرا: ''ایک رام ہی ساری مخلوق میں بسا ہوا ہے۔''

شری رام کرشن جی (چھوٹے نرین سے اس طریقے سے کہہ رہے ہیں تاکہ مِصرا بھی سن سکے): ''رام ایک ہے مگر اس کے ہزار نام ہیں۔ عیسائی اسے گاڈ (God) کہتے ہیں، ہندوُ اسے رام، کرشن، ایشور اور دوسرے کئی ناموں سے پُکارتے ہیں۔

مصرا: ''یسوع میری کا بیٹا نہیں ہے۔ وہ خود خدا ہے۔ (عقیدتمندوں سے) یہ (شری رام کرشن جی کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) ابھی تو ایسے دکھائی دے رہے ہیں مگر یہ خود خدا ہیں۔ آپ لوگوں نے انہیں پہچانا نہیں۔ میں پہلے ہی اپنے تصوّر میں اِن کے دیدار کر چُکا ہوں۔ اب میں انہیں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا تُمہیں کچھ خُفیہ نظارے (Visions) دکھائی دیتے ہیں؟''

مِصرا: ''جناب، جب میں گھر میں رہتا تھا تب مُجھے جیوتی (روشنی) دکھائی دیتی تھی۔ پھر میں نے یسُوع کا دیدار کیا۔ اس کی خوبصُورتی کو اب میں کیسے بیان کروں؟ اس کی خوبصُورتی کے آگے عورت کی خوبصُورتی خاک ہے۔''

کچھ دیر بعد عقیدتمندوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے مِصرا نے پتلون کھول کر اندر پہنی ہوئی گیروے رنگ کی کوپین[1] دکھائی۔

شری رام کرشن جی نے برآمدے سے اپنے کمرے میں آ کر کہا۔ ''میں نے اس (مِصرا) کو عظیم

---

1. کوپین: سنیاسیوں (فقیروں) کا لنگوٹ جس میں کمر کے اِرد گِرد ایک رسی یا موٹا سا دھاگہ باندھ دیا جاتا ہے جس میں آگے اور پیچھے کی طرف خفیہ انگوں کو ڈھکنے کی خاطر ایک پٹی کے جیسا کپڑا ٹھونس دیا جاتا ہے۔

شخصیت کے انداز میں کھڑے دیکھا۔'' جیسے ہی اُنہوں نے یہ بات کہی، وہ سمادھی میں کھو گئے۔ وہ مغرب کی جانب منہ کئے کھڑے تھے۔

تھوڑی سی ہوش آنے پر شری رام کرشن جی نے مِصرا پر اپنی نظر گاڑ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ وہ اب بھی کیف آور عالم میں تھے۔ اُنہوں نے مِصرا سے ہاتھ ملائے اور دوبارہ ہنسنے لگے۔ اپنے ہاتھوں میں مِصرا کا ہاتھ لے کر اُنہوں نے کہا: ''تم جو چاہتے ہو وہ مِل جائے گا''۔

مِصرا (ہاتھ جوڑ کر): ''اُس دن سے میں نے اپنا من، اپنے پران (رُوح)، اپنا جسم سب کچھ آپ کے حوالے کر دیا ہے۔''

شری رام کرشن جی اب بھی وجد کی حالت میں ہنستے جا رہے تھے۔

ڈاکٹر سرکار آ پہنچا۔ اس سے نگاہیں ملتے ہی شری رام کرشن جی دوبارہ سمادھی میں چلے گئے۔ اپنا وجد کم ہونے پر اُنہوں نے کہا ''پہلے تو خدائی مستی کی شادمانی اور پھر سچّد انند کا کیف۔ سبب کا سبب''۔

ڈاکٹر: ''ہاں۔''

شری رام کرشن جی: ''میں بے ہوش نہیں ہوں۔'' ڈاکٹر سمجھ گیا کہ شری رام کرشن جی رُوحانی سعادت میں مدہوش ہیں اس لئے اس نے جواب میں کہا، ''نہیں نہیں، آپ بالکل ہوش میں ہیں۔''

شری رام کرشن جی ہنس کر گانے لگے—

میں معمولی شراب نہیں پیتا
لیکن دائمی کیف سے بھرپُور شراب
جیسے ہی میں اپنی ماں کالی کا نام پُکارتا ہُوں
اس سے میرا من متوالا ہو جاتا ہے
لوگ سمجھتے ہیں میں شرابی ہوں۔

جیسے ہی یہ گیت ڈاکٹر نے سُنا، اس پر بھی وجد طاری ہو گیا۔ شری رام کرشن جی دوبارہ گہری رُوحانی کیفیت میں کھو گئے۔ اُنہوں نے اپنا پاؤں ڈاکٹر کی گود میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش وحواس میں واپس لوٹنے پر اُنہوں نے پاؤں پیچھے ہٹا لیا اور ڈاکٹر سے کہنے لگے، ''آہا، تم نے پچھلے دِن کتنی شاندار بات کہی تھی۔ ہم خدا کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی بیماری کی بات ان سے نہیں کہیں گے تو اور کس سے کہیں گے؟ اگر میں نے دعا مانگی تو اُنہی سے مانگوں گا۔'' یہ کہتے ہوئے شری رام کرشن جی کی آنکھوں

میں آنسو بھر آئے۔ وہ دوبارہ وجد میں کھو گئے اور اسی حالت میں ڈاکٹر سے کہنے لگے ''تم بہت پاکدامن ہو نہیں تو میں اپنا پاؤں تمہاری گود میں نہ رکھتا۔'' بات جاری رکھتے ہوئے اُنہوں نے کہا ''سکون اُسی کو ہے جس نے خدا کی سعادت کا ضائقہ لیا ہے۔ یہ دُنیا کیا ہے؟ اس میں ہے کیا؟ روپیہ، پیسہ، شُہرت، جسمانی آرام و آسائش میں کیا رکھا ہے۔ او من، جس نے رام کو نہیں پہچانا، اس نے پھر پہچانا ہی کیا؟''

شکروار، 6 نومبر 1885

آج کالی پُوجا کا دِن تھا۔ ماں الٰہی کی پرستش کا دِن۔ صُبح نو بجے نئے کپڑوں میں ملبوس شری رام کرشن جی شیام پکر کی عارضی رہائش گاہ کی دوسری منزل کے جنُوبی کمرے میں کھڑے تھے۔ اُنہوں نے کلکتہ کے ٹھنٹھانیہ میں پھولوں، ہرے ناریل، چینی اور دوسری مٹھائیوں کے ساتھ ماں کالی کی پُوجا کرنے کے لئے 'ایم' کو کہا۔ گنگا میں نہانے کے بعد 'ایم' نے پُوجا کی اور ننگے پاؤں شیام پکر واپس لوٹ آیا۔ وہ اپنے ساتھ پرساد لے آیا تھا۔ شری رام کرشن جی نے جوتے اتارے اور بڑی تعظیم کے ساتھ تھوڑا سا پرساد کھایا اور تھوڑا اپنے سر پر رکھ دیا۔

شری رام کرشن 'ایم' کے ساتھ کمرے میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنے سلیپر پہن لئے۔ دردناک بیماری کے باوجود ان کا شگفتہ چہرہ پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

شری رام کرشن جی: ''اور یہ گانا بھی بہت اچھا ہے۔ دھوکے کی بنیاد ہے یہ دُنیا۔''

'ایم': ''جی ہاں۔''

شری رام کرشن جی اچانک چونک پڑے۔ اپنے سلیپر اتار کر اُنہوں نے ایک طرف رکھ دیئے۔ وہ بے حس و حرکت کھڑے ہو گئے اور گہری سمادھی میں کھو گئے۔ آج ماں کالی کی پُوجا کا دِن تھا۔ شاید اسی لئے انہیں بار بار سمادھی ہو رہی تھی۔ کافی دیر بعد اُنہوں نے ٹھنڈی سانس بھری اور بڑی مُشکل سے اپنے جذبات پر قابو پایا۔

قریب دس بجے کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی تکیئے کے سہارے جھکے ہوئے اپنے بستر پر بیٹھے تھے۔ عقیدتمندان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ رام، راکھل، نرنجن، کالی پد، 'ایم' اور بہت سے دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔

شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو بتایا کہ آج ماں کالی کی پُوجا کا دِن ہے۔ ان کی پرستش کے لئے کچھ

بندوبست کرنا اچھا ہوگا۔ تُم اس بارے میں عقیدتمندوں سے بات کرو۔

ایم نے دیوان خانے میں جا کر شری رام کرشن جی کا فرمان عقیدتمندوں کو سُنایا۔ کالی پد اور دوسرے لوگ انتظامات میں مصروف ہو گئے۔

نئے چاند کی اندھیری رات تھی۔ شری رام کرشن جی کے دو منزلہ کمرے میں عابدین نے سات بجے ماں کالی کی پرستش کا اہتمام کیا۔ پھُول، چندن، بِل پتر، لعل ہبسکس (Hibuscus)، کے پھُول پرستش کی دوسری چیزیں شری رام کرشن جی کے سامنے رکھ دی گئیں۔ عقیدتمند ان کے اِرد گرِد بیٹھ گئے۔ چند دوسرے لوگوں کے علاوہ سرت، ششی، رام، گریش، چُونی لعل، ایم، راکھل، نرنجن اور چھوٹا نرین وہاں موجود تھے۔

شری رام کرشن جی نے ایک بھگت کو اگر بتی (دھُوپ) لانے کو کہا۔ چند منٹوں بعد اُنہوں نے پرستش کے لئے لائی ہوئی سب چیزیں ماں کالی کو پیش کیں۔ 'ایم' اُن کے بہت نزدیک بیٹھا تھا۔ 'ایم' کی طرف دیکھتے ہوئے اُنہوں نے عابدین کو تھوڑی ریاضت کرنے کو کہا۔ سب نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

پہلے گریش نے پھُولوں کی مالا شری رام کرشن جی کے شری چرنوں پر (مقدّس قدموں پر) چڑھائی۔ 'ایم' نے پھُول اور چندن پیش کئے۔ پھر راکھل، رام اور سب عقیدتمند باری باری ان کو پھُول وغیرہ پیش کرنے لگے۔

نرنجن شری رام کرشن جی کے قدموں پر پھُول چڑھا کر چلا اٹھا برھم مائی، برھم مائی۔ اور پھر ان کے قدموں پر سر رکھ کر نیچے لیٹ گیا (دنڈوت پرنام کرنے لگا)۔ عقیدتمند زور زور سے کہہ رہے تھے "جے ماں، خوش آمدید ماں"۔

دیکھتے ہی دیکھتے شری رام کرشن جی سمادھی میں کھو گئے۔ عقیدتمندوں کی آنکھوں کے سامنے شری رام کرشن جی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی ہوئی۔ ان کا چہرہ آسمانی نور سے جگمگا اٹھا۔ ان کے دونوں ہاتھ اس طرح اوپر اٹھے ہوئے تھے جیسے کہ وہ اپنے عقیدتمندوں کو مرادیں بانٹ رہے ہوں اور ان کو یقین دہانی دے رہے ہوں۔ یہ وہی انداز تھا جو ہم ماں الٰہی کے مجسّموں میں دیکھتے ہیں۔ ان کا بدن بے حس و حرکت تھا۔ انہیں بیرونی دُنیا کا کوئی ہوش و حواس نہ رہا۔ وہ شمال کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ کیا شری رام کرشن جی کے اندر خود جگن ماتا (خُدا، جِسے کامل جہان کی ماں بھی کہا جاتا ہے) Divine Mother of the Universe کا آشکار ہوا ہے؟ سبھی حیران ہو کر ایک ٹک نگاہوں سے شری رام

کرشن جی میں جگن ماتا کی زندہ جاوید مورتی کا دیدار کر رہے تھے۔

عقیدتمند بھجن (خدا کے گیت) گانے لگے۔ پہلے ایک گاتا ہے، اس کے پیچھے سب ایک ہی سُر میں اسے دہراتے جاتے ہیں۔

آہستہ آہستہ شری رام کرشن جی باہری دُنیا کے ہوش وحواس میں واپس لوٹے۔ خدائی مستی میں چوُر اُنہوں نے عقیدتمندوں سے ''او ماں شیاما'' گیت گانے کو کہا۔ اُنہوں نے گیت گایا۔ اس کے بعد شری رام کرشن جی نے ان کو ایک اور گیت کے لئے کہا۔ ''دیکھو دیکھو میری ماں کھیل رہی ہے شو سے''۔

عقیدتمندوں کو خُوش کرنے کے لئے شری رام کرشن جی نے تھوڑی سی کھیر کھائی۔ لیکن جلد ہی وہ سمادھی میں کھو گئے۔

کچھ دیر بعد عقیدتمند شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کر کے پرساد لے کر دیوان خانے میں چلے گئے اور سب ایک ساتھ مزے سے پرساد کھانے لگے۔

شام کے نو بج چکے تھے۔ شری رام کرشن جی نے عابدین کو کہلا بھیجا کہ وہ سریندر کے گھر پہونچ کر ماں کالی کی پرستش میں شامل ہو جائیں۔

شری رام کرشن جی کے سریندر کے ہاں شملہ اسٹریٹ پہونچنے پر گرمجوشی سے خیر مقدّم کیا گیا۔ سریندر انہیں دوسری منزل کے دیوان خانے میں لے گیا۔ سارے گھر میں جشن کا سا ماحول تھا۔ عابدین کا گیت سنگیت سب کی خُوشی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی کے محبُوب شاگردِ سریندر کے ہاں دعوت کا جشن منانے کے بعد دیر رات گذرُے لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔



شری رام کرشن جی کاشی پور میں

بدھوار، 23 دسمبر 1885

شکروار 11 دسمبر کو شری رام کرشن جی کو کلکتہ شہر سے باہر کاشی پور کے ایک خوبصورت مکان میں لے جایا گیا۔ باغیچے میں پانچ ایکڑ زمین پر بنے اس مکان میں پھلدار پیڑوں اور پھولوں کے پودوں کی بہتات تھی۔ یہیں پر شری رام کرشن جی کی زندگی کا آخری پردہ گرا۔

دکھنیشور میں بہت عرصہ پہلے چلائی گئی رُوحانی خدِمات کو مکمل طور سے سرانجام دینے کا کام اُنہوں نے کاشی پور میں بڑے زور و شور سے شروع کر دیا۔ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان کی جسمانی زندگی کا خاتمہ نزدیک آتا جا رہا ہے، اُنہوں نے اپنا رُوحانی خزانہ ہر کسی کو آزادانہ طور سے لُٹانا شروع کر دیا۔ وہ پھل بیچنے والوں میں سے اس ایک شخص کی طرح تھے جو اپنے پھل منڈی میں لاتے ہیں۔ پہلے تو وہ قیمتوں میں مول تول کرتے رہتے ہیں مگر سورج ڈھلتے ہی جب منڈی بند ہونے کو آتی ہے تو وہ بلا امتیاز پھل بانٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں پر ان کے شاگردوں نے ان کی عظیم رُوحانی طاقت کا مظاہرہ دیکھا۔ یہاں ان لوگوں نے شری رام کرشن جی کی زندگی کے خاتمہ کی پیشین گوئی کو پایہ تکمیل تک پہنچتے دیکھا۔ ''میں جانے سے پہلے ہر چیز کا کھُلے عام اعِلان کر جاؤں گا۔ جب بہت سے لوگ یہ جان جائیں گے اور وہ سرگوشیوں میں اس جسِم کی عظمت کا ذکر کرنے لگیں گے تب ماں اسے واپس اٹھا لے گی۔ آخری وقت میں عقیدتمند اندرونی اور بیرونی حلقوں میں بٹ جائیں گے۔'' اُنہوں نے اس قسم کی بہت سی دوسری پیشین گوئیاں کی تھیں۔ اُنہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ نوجوان شاگردوں کی ایک ٹولی نریندر کی زیر قیادت دُنیا سے دستبردار ہو کر خدا کو حاصل کرنے اور انِسانیت کی خدمت کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دے گی۔'' نوجوان عقِیدتمندوں نے شری رام کرشن جی کی تیمارداری کے لئے باغیچہ گھر میں ٹھہرنے کا بندوبست کر لیا تھا۔ اگرچہ ان میں بہت سے کبھی کبھار اپنے گھر کا چکّر لگا آتے تھے۔ صاحب خانہ شری رام کرشن جی کو دیکھنے قریب قریب ہر روز آیا کرتے اور ان میں سے اکثر وہیں پر رات گذارا کرتے تھے۔

تئیس دسمبر کی صُبح شری رام کرشن جی نے عقِیدتمندوں سے بنا کسی روک رُکاوٹ کے اپنی محبّت کا اظہار کیا۔ کالی پد کے سینے کو چھو کر اُنہوں نے کہا 'مُخدا کرے تمہاری اندرُونی رُوح جاگ اٹھے''۔

اُنہوں نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اسے پیار کرتے ہوئے کہا ''جِس کسی نے بھی خُدا کو دِل کی گہرائیوں سے پُکارا ہوگا یا جس نے بھی ہر روز صُبح شام اس کی عبادت کی ہوگی اسے یہاں آنا ہی ہوگا''۔ آج صُبح دو خواتین عقیدتمندوں پر ان کی رحمت برس پڑی۔ شری رام کرشن جی نے سمادھی کے عالم میں اپنے پاؤں سے انہیں چھُولیا۔ اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ ایک نے روتے ہوئے کہا'' آپ کی اتنی مہربانی!'' آج شری رام کرشن جی نے پیار کی لوٹ مچا رکھی تھی۔ وہ سنتھی کے گوپال کو دُعا دینا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے عابدین کو کہا'' گوپال کو یہاں بلالاؤ''۔

شام ہو چلی تھی۔ شری رام کرشن جی ماں کالی کی ریاضت میں محو تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ چند عابدین سے بات چیت کرنے لگے۔ کالی، چُونی لعل، ایم، نو گوپال، ششی، نرنجن اور دوسرے چند لوگ وہاں موجود تھے۔

شری رام کرشن جی: ''مُجھے بتاؤ کہ میری بیماری ٹھیک ہونے میں کِتنا وقت لگے گا؟''

'ایم': ''بیماری تھوڑی سی بگڑ چکی ہے۔ اسے ٹھیک ہونے میں کچھ دن تو لگیں گے ہی۔''

شری رام کرشن جی: ''کِتنا عرصہ؟''

'ایم': ''شاید پانچ سے چھ مہینے تک''۔

یہ سُن کر شری رام کرشن جی ایک بچّے کی مانند بے صبر ہو گئے اور کہنے لگے'' اتنا وقت؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟''

'ایم': ''جناب میرا مطلب مکمّل تندرُستی سے ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''تو یہ بات ہے۔ میری پریشانی دُور ہوئی۔ مُجھے ایک بات بتاؤ گے؟ یہ غیبی نظارے، یہ وجد کا عالم اور سمادھی، ان سب کے باوجود بھی میں اس قدر بیمار ہوں؟''

'ایم': ''بلاشک آپ اتنی تکلیف میں ہیں۔ لیکن اس کا بھی کوئی مطلب ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''کیا مطلب؟''

'ایم': ''آپ کی حالت میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ نرا کار (غیر مجسّم خُدا) کی طرف جُھکاؤ ہو رہا ہے۔ آپ کے علم کی اَنا (غرُور) بھی غائب ہو رہی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''ہاں، میری تعلیم کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اب اور نہیں کہا جاتا۔ میں ہر چیز میں خُدا کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی کبھی سوچتا ہُوں، میں کس کو تعلیم دوں؟ دیکھو نا، میں ایک کرائے کے مکان میں رہ رہا

ہوں۔ یہاں ہر قسم کے عقیدتمند آرہے ہیں۔ مجھے ششادھر یا کرشن پرسنا[1] کی طرح سائن بورڈ تو نہ لٹکانا پڑے گا کہ اِتنے وقت سے اتنے وقت تک لیکچر ہوگا۔'' (شری رام کرشن جی اور 'ایم' ہنس پڑے)

'ایم': ''اس بیماری کا ایک اور بھی مقصد ہے۔ شاگردوں کی یہ آخری چھان بین ہے۔ اِن چند دنوں میں اِن عقیدتمندوں نے وہ سب کچھ پالیا ہے جسے وہ پانچ سال تک تپسیا (کڑی عبادت) کر کے بھی نہیں پا سکے۔ ان کا پیار، ان کی بھگتی (عبادت) دِن دوگنی رات چوگنی ہوتی جارہی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''شاید یہ سچ ہی ہو۔ لیکن نرنجن تو واپس گھر لوٹ گیا۔ (نرنجن سے) تو بتا تجھے کیا معلوم پڑتا ہے۔''

نرنجن: ''بلاشبہ پہلے تو میں آپ کو صرف پیار کرتا تھا مگر اب میرے لئے آپ کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔''

'ایم': ''ایک دن میں نے دیکھا تھا یہ نوجوان کتنے بلند کردار ہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''کہاں؟''

'ایم': شیام پکر والے مکان کے کونے میں کھڑے کھڑے میں نے دیکھا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بڑی بڑی مشکلیں دور کر کے آپ کی خدمت کے لئے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

یہ بات سنتے ہی شری رام کرشن جی وجد میں کھو گئے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہے اور پھر سمادھی میں کھو گئے۔

باہری دُنیا کے ہوش وحواس میں لوٹنے کے بعد وہ 'ایم' سے کہہ رہے تھے ''ساکار سے سب نِراکار میں جارہا ہے (ہر وجود والی چیز اپنا وجود کھو رہی ہے)، جو کچھ میں نے دیکھا وہ سب تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اچھا یہ نراکار (بغیر وجود کے خُدا) کی طرف میرا رُجحان اس بات کی علامت تو نہیں کہ میرے جسم کے فنا ہونے کا وقت قریب آچکا ہے؟''

ایم (حیرت زدہ ہو کر): ''جی، ایسا ہی ہوگا۔''

شری رام کرشن جی: ''اب بھی میں نِراکار، غیر منقسم، سچدانند کو دیکھ رہا ہوں۔ ٹھیک اسی طرح۔ مگر میں بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو دبا رہا ہوں۔

تم نے جو عقیدتمندوں کی چھان بین کی بات کہی تھی وہ ٹھیک ہے۔ اس بیماری سے پتہ چل گیا ہے کہ

1. ششادھر اور کرشن پرسنا: شری رام کرشن جی کے ہم عہد۔ یہ دونوں مشہور ہندو عالم فاضل تھے۔

کون اندرُونی اور کون بیرونی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو لوگ دُنیا کو چھوڑ کر یہاں رہتے ہیں وہ اندرُونی حلقے سے وابستہ ہیں اور جو صرف ایک بار آ کر پُوچھ لیتے ہیں، کیسے ہیں آپ جناب؟ وہ بیرونی حلقے سے۔"

(ایم سے): "جب خدا اپنے عقیدتمندوں کی خاطر انسانی جسم لے کر پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بہت سے عقیدتمند بھی آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اندرُونی حلقے کے ہوتے ہیں، کچھ بیرُونی حلقے کے اور کچھ اس کی جسمانی ضرُوریات پوری کرنے والے۔

دس یا گیارہ سال کی عُمر میں مُجھے پہلی بار وجد کے عالم کا تجربہ ہوا تھا۔ جب میں کھیتوں میں سے گُذرتے ہوئے ماں کالی کے مندر جا رہا تھا۔ کیا خوبصورت عالم تھا وہ، میں باہری دُنیا سے بالکل بے بہرہ ہو گیا تھا۔

میں بائیس یا تئیس سال کا تھا جب کالی مندر میں ماں الٰہی (ماں کالی) نے مُجھ سے پُوچھا تھا۔ کیا تو 'اکھشر' ہونا چاہتا ہے؟ میں 'اکھشر' لفظ کے معنی نہیں جانتا تھا۔ میں نے اس بارے میں ہل دھاری سے پُوچھا۔ اس نے بتایا کہ کھشر کا مطلب ہے 'جیو'، زندہ ہستی۔ 'اکھشر' کا مطلب ہے پرماتما، رُوحِ برتر۔

کالی مندر میں شام کی پُوجا، آرتی (پرستش) کے وقت میں کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر زور زور سے چلاتا۔ ارے بھگتوں، تم سب کہاں ہو؟ آؤ، جلدی آؤ، دُنیادار لوگوں میں رہتے ہوئے میں مر جاؤں گا۔ میں نے انگلش مینوں (انگریزی پڑھے لکھے آدمیوں) سے اپنا حال کہا تو اُنہوں نے مُجھے بتلایا، یہ سب من کی بُھول ہے۔ تب اپنے من میں یہ کہہ کر 'شاید ایسا ہی ہو' میں چُپ ہو گیا۔ لیکن اب وہ سب سچ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اب بھگت آ کر اکٹھے ہو رہے ہیں۔

ماں کالی نے مُجھے میری ضرُورتوں کو پورا کرنے والے پانچ لوگوں کو دکھلایا تھا۔ پہلا ماتھر بابو، دوسرا شمبھو ملک۔ اسے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے تصوّر (Vision) میں میں نے ایک گورے رنگ کا آدمی سر پر ٹوپی پہنے دیکھا تھا۔ جب بہت دنوں بعد شمبھو کو دیکھا تو یاد آ گیا۔ اسی کو میں نے اپنے تصوّر میں دیکھا تھا۔ میری ضرورتوں کو پورا کرنے والے تین لوگوں کو میں نے ابھی نہیں دیکھا۔ لیکن وہ سب گورے رنگ کے تھے۔ ان میں سے سریندر جیسا دکھائی پڑتا ہے۔

ششی اور سرت کو میں نے دیکھا تھا، یہ یسُوع کی ٹولی میں تھے۔

پنچوٹی میں پیپل کے پیڑ کے نیچے میں نے ایک بچّے کو دیکھا۔ ہردے نے کہا تب تو تُمہارے ایک

لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ میں نے اس سے کہا میرے لئے تو سب عورتیں ماں جیسی ہیں، میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ وہ لڑکا را کھل ہے۔

وِجے نے اس (اپنی طرف اِشارہ کر کے) صُورت کا دیدار کیا تھا۔ تُم اس کو کیا سمجھو گے؟ وِجے نے مُجھے بتایا، مُجھے تمہیں چھُونے میں جیسا اس وقت محسُوس ہوتا ہے ویسا ہی مُجھے اُس وقت محسُوس ہوا تھا۔

ایک دن مُجھے تصوّر (Vision) میں دکھا دیا گیا کہ زندگی کے آخری دِنوں میں مُجھے کھیر کھا کر ہی زندہ رہنا ہوگا۔ اس بیماری میں مُجھے میری شریک حیات مُجھے کھِیر کھلا رہی تھی۔ تب میں یہ کہہ کر پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا کیا یہی کھیر میرے آخری دِنوں کا کھانا ہے اور وہ بھی اتنی تکلیف دہ حالت میں؟"

سوموار، 4 جنوری 1886

آج اندھیرے پندرہواڑہ کا چودھواں دِن تھا۔ شام کے چار بجے شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے 'ایم' کو بتایا کہ دکھنیشور میں کالی مندر سے رام چیٹرجی ان کی خیرو عافیت پُوچھنے آیا تھا۔ اُنہوں نے 'ایم' سے دریافت کیا۔ اس وقت کیا وہاں پر زیادہ ٹھنڈ ہے؟

نریندر آ پہونچا۔ شری رام کرشن جی کبھی کبھار اس کی طرف دیکھ لیتے اور مُسکرا دیتے۔ اس دِن 'ایم' کو لگا کہ شری رام کرشن جی کو اپنے چہیتے شاگردوں سے بے حد پیار ہے۔ 'ایم' سے شری رام کرشن جی نے اشارے سے کہہ دیا کہ نریندر رویا ہے۔ پھر وہ چپُ ہو گئے۔ اس کے بعد اُنہوں نے پھر اِشارہ کیا کہ نریندر گھر سے آتے وقت سارے راستے میں روتے ہوئے آیا ہے۔

سب لوگ چپُ ہیں۔ نریندر نے بات چیت شروع کی۔

نریندر: "سوچ رہا ہوں آج وہاں چلا جاؤں۔"

شری رام کرشن جی: "کہاں؟"

نریندر: "دکھنیشور۔ وہاں بِل کے پیڑ کے نیچے رات کو دھُونا جلاؤں گا اور ریاضت کروں گا۔"

شری رام کرشن جی: "نہیں۔ وہاں اسلحہ خانہ کے حکام دھونا جلانے کی اِجازت نہیں دیں گے۔ پنچوٹی بہت اچھی جگہ ہے۔ وہاں پر بہت سے سادھوؤں (فقیروں) نے جپ اور ریاضت کی ہے۔ مگر وہاں پر بڑی سردی ہے اور اندھیرا بھی ہے۔"

پھر تھوڑی دیر کے لئے سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔

شری رام کرشن جی (نریندر سے مسکراتے ہوئے): "کیا تم آگے پڑھو گے نہیں؟"

نریندر (شری رام کرشن جی اور 'ایم' کی طرف دیکھتے ہوئے): ''اگر مجھے کوئی ایسی دوامل جائے جس سے میں نے جو کچھ بھی پڑھا ہے سب بھول جائے تو مجھے چین آجائے گا۔''

بڑا گوپال بھی کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا ''میں بھی نریندر کے ساتھ چلوں گا۔''

شری رام کرشن جی کے لئے کالی پدگھوش انگوروں کا ایک ڈبہ لایا تھا جوان کے نزدیک ہی پڑا ہوا تھا۔ اُنہوں نے کچھ انگور نریندر کو دیئے اور باقی فرش پر انڈیل دیئے تاکہ عقید تمند انہیں اٹھالیں۔

شام ہو چکی تھی۔ نریندر نیچے کمرے میں بیٹھا تھا۔ وہ حقّہ پی رہا تھا اور 'ایم' سے اپنی رُوح کی تمنّا کا ذکر کر رہا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔

نریندر: ''پچھلے سنیچر وار میں یہاں ریاضت کر رہا تھا۔ میں نے اچانک اپنے دِل میں ایک خاص قسم کی ہلچل محسوس کی۔''

'ایم': ''کنڈالنی بیدار ہو رہی تھی''۔

نریندر: ''شاید۔ میں نے ایڑا اور پنگلا ناڑیوں کو صاف صاف دیکھا۔ میں نے ہاذرا سے چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دیکھنے کو کہا۔ کل میں اِن (یعنی شری رام کرشن جی) سے اُوپر کی منزل پر ملا اور سب باتیں کہہ سُنائیں۔ میں نے اُن سے کہا۔ سب کی بات تو بن گئی کچھ مُجھے بھی دیجئے۔ سب کامیاب ہو گئے، کیا اکیلا میں ہی پریشان رہوں گا؟''

'ایم': ''اُنہوں نے تمہیں کیا کہا؟''

نریندر: ''اُنہوں نے کہا پہلے تم اُپنے گھریلو مسائل حل کرلو پھر میرے پاس آؤ۔ سب ہو جائے گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے جواب دیا میری خواہش ہے کہ میں لگاتار تین چار دن سمادھی میں کھویا رہوں۔ کبھی کبھی بس کھانا کھانے کے لئے اٹھوں۔ اس پر اُنہوں نے کہا تم بہت چھوٹے دل والے شخص ہو۔ اس عالم سے بھی بڑھ کر ایک عالم ہے۔ تم گاتے بھی تو ہو ''جو کچھ ہے، سو تو ہی ہے۔''

'ایم': ''ہاں۔ وہ تو ہمیشہ ہی کہتے ہیں سمادھی سے اتر کر من دیکھتا ہے کہ خدا خود ہی کائنات بن گیا ہے۔ یہ زندہ جاوید مخلوق اور سب کچھ وہ ہی تو ہے۔ صرف ایشور کوٹی (عارف) ہی اس حد تک پہنچ پاتے ہیں۔ عام آدمی زیادہ سے زیادہ سمادھی میں جا سکتا ہے۔ لیکن پھر وہ وہاں سے نیچے نہیں اُتر سکتا ہے۔''

نریندر: ''اُنہوں (شری رام کرشن جی) نے کہا اپنے گھریلو مسائل حل کرو پھر میرے پاس آؤ۔ تم سمادھی سے بھی بُلند مرتبہ پاؤ گے۔ آج صُبح میں گھر گیا تو سب لوگ مجھے ڈانٹنے لگے۔ تم خانہ بدوشوں کی

طرح کیوں بھٹک رہے ہو۔ تمہارا قانون کا امتحان Law Examination سر پر ہے اور تم پڑھائی میں ذرا بھی دھیان نہیں دے رہے ہو۔ بے مقصد تم اِدھر اُدھر آوارہ گردی کرتے رہتے ہو۔''

'ایم': ''کیا تمہاری ماں نے کچھ کہا؟''

نریندر: ''نہیں۔ وہ مجھے کھلانے کے لئے بڑی شائق تھی۔ اس نے مجھے ہرن کا گوشت دیا۔ میں نے تھوڑا سا کھالیا پر گوشت کھانے کو میرا من نہیں تھا۔''

'ایم': ''اور پھر؟''

نریندر: ''اپنی دادی کے گھر میں پڑھنے والے کمرے میں پڑھنے لگا۔ جوں ہی میں پڑھنے لگا تو میرے من میں ایک خوف سا چھا گیا۔ جیسے پڑھائی کوئی خطرناک چیز ہے۔ میرا دِل دھڑکنے لگا۔ میری آنکھوں میں سے آنسو اُچھل پڑے۔ میں اپنی زندگی میں اتنا کبھی نہیں رویا۔ میں نے کتابیں وہیں رکھ دیں اور بھاگ کھڑا ہوا۔ میں گلیوں میں سے ہو کر بھاگتا گیا۔ جوتے نہ جانے راستے میں کہاں پڑے رہ گئے۔ دھان کے پال کے ڈھیر کے پاس سے ہو کر گذر رہا تھا۔ میرے سارے جسم میں پال لپٹ گیا۔ میں کاشی پور کی سڑک کی طرف بھاگ رہا تھا۔''

نریندر کچھ دیر چپ رہا اور پھر کہنے لگا۔ ''وویک چوڑامنی پڑھ کر من اور بھی اُداس ہو گیا ہے۔ شنکر آچاریہ اس میں لکھتے ہیں کہ سخت ریاضت اور خوش نصیبی سے آدمی کو یہ تین چیزیں میسّر ہوتی ہیں۔ ایک انسان کا جنم، نجات پانے کی خواہش اور ایک عارف کی پناہ۔ میں نے اپنے من سے کہا یقیناً مجھے یہ تینوں حاصل ہیں۔ سخت ریاضت کے بعد مجھے انسان کا جنم مِلا۔ پھر سخت ریاضت کی بنا پر نجات پانے کی طلب ہوئی اور ریاضت کا سب سے بڑا پھل یہ ہے کہ مجھے ایک عارف کی رفاقت حاصل ہے۔''

'ایم': ''واہ!''

نریندر: ''دنیا اب اچھی نہیں لگتی۔ دُنیا میں جو لوگ ہیں، ان سے بھی من ہٹ گیا ہے۔ دو ایک عقیدتمندوں کو چھوڑ کر اور کچھ اچھا نہیں لگتا۔''

نریندر دوبارہ چپ ہو گیا۔ اس کے اندر شدید دستبرداری کی آگ جل رہی تھی۔ خدا کی ایک جھلک پانے کے لئے وہ بے قرار تھا۔ نریندر نے پھر بات چیت شروع کر دی۔

نریندر (ایم سے): ''تم لوگوں کو تو سکون مِل چکا ہے مگر میری رُوح تو بے تاب ہے۔ تم لوگ ہی خوش نصیب ہو۔''

ایم نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا شری رام کرشن جی نے کہا تھا کہ خدا کے لئے بے قرار ہونا پڑتا ہے تب اس کا دیدار ہوتا ہے۔

شام کے دھندلکے کے فوراً بعد 'ایم' اوپر والے کمرے میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ شری رام کرشن جی سو رہے تھے۔

رات کے قریب نو بجے کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی کے پاس نرنجن اور ششی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جاگ رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ نریندر سے بات کر لیتے۔

شری رام کرشن جی: ''نریندر کے من کی حالت کتنی حیرت انگیز ہے۔ دیکھو یہی نریندر پہلے ساکار خدا کو نہیں مانتا تھا۔ اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ اس کے من میں کیسی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ جب خدا کے لئے رُوح اس طرح چھٹپٹاتی ہے تب سمجھنا کہ اس کے دیدار کے لئے اب زیادہ دیر نہیں۔ مشرقی اُفق پر پھیلتا ہوا گلابی رنگ ہمارے لئے پیغام لے کر آتا ہے کہ سُورج جلد ہی طلُوع ہونے والا ہے۔''

آج شری رام کرشن جی کی بیماری بگڑ چکی ہے۔ بہت زیادہ تکلیف کے باوجود اُنہوں نے اِشاروں کے ذریعے نریندر کی بہت سی باتیں عقیدتمندوں کو بتائیں۔

آج رات کو نریندر دکھشنیشور چلا گیا۔ اماوس کی رات ہونے کے کارن بہت اندھیرا تھا۔ نریندر کے ساتھ دو ایک بھگت بھی گئے۔ رات کو 'ایم' کاشی پُور کے باغیچے میں سو گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا وہ سنیاسیوں کی منڈلی کے بیچ بیٹھا ہوا تھا۔

اتوار، 14 / مارچ 1886

شری رام کرشن جی شمال کی طرف رُخ کئے اوپر کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ وہ سخت بیمار تھے۔ نریندر اور راکھل آہستہ آہستہ ان کے پاؤں کی مالش کر رہے تھے۔ 'ایم' ان کے قریب بیٹھا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اس کو بھی اپنے پاؤں سہلانے کو کہا۔ 'ایم' نے حکُم کی تعمیل کی۔

پچھلے اتوار کو عقیدتمندوں نے شری رام کرشن جی کا جنم دن پرستش اور دُعا کرتے ہوئے منایا۔ پچھلے سال اِن کا جنم دِن دکھشنیشور میں بڑی دھُوم دھام سے منایا گیا۔ مگر اس بار ان کی بیماری کے کارن عابدین بہت غمگین تھے اس لئے اُنہوں نے کسی قسم کی کوئی خوُشی کا جشن نہیں منایا۔

پاک دامن ماں شاردا دن رات شری رام کرشن جی کی خدمت میں مصرُوف رہتیں۔ نوجوان شاگردوں میں نریندر، راکھل، نرنجن، سرت، ششی، بابُورام، جوگن، لاٹُو اور کالی باغیچے والے گھر میں شری

رام کرشن جی کے ساتھ رہتے تھے۔ بُزرگ عابدین روزانہیں ملنے آتے۔ ان میں سے چندایک کبھی کبھار رات کو وہیں ٹھہر جاتے۔

اُس دِن شری رام کرشن کی طبیعت بہت ناساز تھی۔ آدھی رات کو چاند کی چاندنی سے باغیچے میں روشنی کا ایک سیلاب سا اُمڈ پڑا لیکن عقیدتمندوں کے دل پر اس کا کوئی ردعمل نہ تھا۔ وہ غم کے سمندر میں ڈُوبے ہوئے تھے۔ انہیں لگ رہا تھا کہ وہ ایک ایسے خوبصورت شہر میں رہ رہے ہیں جسے فوج نے محاصرہ کر کے یرغمال بنالیا ہو۔ ہر طرف خاموشی کا پہرہ تھا۔ ماسوائے جنوبی ہوا کی لمس سے پتوں میں سراسراہٹ کے ساری کائنات بے حس وحرکت تھی۔ شری رام کرشن جی لیٹے لیٹے جاگ رہے تھے۔ دو۔ ایک عقیدتمند اُن کے قریب خاموش بیٹھے تھے۔ کبھی کبھی لگتا کہ وہ اُونگھ رہے ہوں۔

ایم ان کے قریب بیٹھا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اِشارے سے اسے اپنے پاس آنے کو کہا۔ تکلیف کا منظر نا قابل برداشت تھا۔ بمشکل دھیمی سی آواز میں اُنہوں نے 'ایم' سے کہا۔ اس ڈر سے کہ تم سب رو نہ پڑو میں نے بہت تکلیف برداشت کی ہے لیکن اگر تم سب کہتے ہو کہ مجھے اتنی زیادہ تکلیف ہے تو جانے دو اس جسم کو۔ تب میں اس جسم کو خیر باد کہہ دوں گا۔

سری رام کرشن جی کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ عابدین کے دلوں کو چیرتے ہوئے چلے گئے اور وہ جو اُن کا باپ۔ ماں اور محافظ تھا وہی یہ سب باتیں کہہ رہا تھا۔ وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ سب کے سب خاموش بیٹھے تھے۔ کئی سوچ رہے تھے کیا یہ یسوع مسیح کی صلیب پر دوسری سُولی ہے۔ عقیدتمندوں کی خاطر یوں اپنے جسم کو قربان کر دینا؟

آدھی رات کی خاموشی تھی۔ شری رام کرشن جی کی بیماری بدترین صُورت اختیار کرتی جارہی تھی۔ عقیدتمند پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔ ان میں سے ایک کلکتہ روانہ ہوگیا۔ اسی رات گریش دو ڈاکٹروں اُپندرا اور نوگوپال کو ساتھ لئے باغیچہ میں پہونچا۔

عقیدتمند شری رام کرشن جی کے قریب بیٹھ گئے۔ ان کی طبیعت تھوڑی بہتر ہونے پر اُنہوں نے عقیدتمندوں سے کہا۔ بیماری تو جسم کو ہے، وہ ایسے ہی ہے جیسا ہونا چاہئے تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جسم پانچ عناصر کا بنا ہوا ہے۔

گریش کی طرف پلٹ کر اُنہوں نے کہا ''میں خدا کی بہت سی صُورتیں دیکھ رہا ہوں۔ ان میں میں اس کو بھی دیکھ رہا ہوں (یعنی اِن کی اپنی شکل)۔''

سوموار، 15 مارچ 1886

صُبح کے سات بجے ہیں۔ شری رام کرشن جی اپنے آپ کو تھوڑا بہتر محسوس کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے عابدین کے ساتھ کبھی سرگوشی اور کبھی اِشاروں میں بات چیت کی۔ نریندر، راکھل، لاٹُو، 'ایم' سنتھی کا گوپال اور دوسرے لوگ کمرے میں موجود تھے۔ پچھلی رات کو شری رام کرشن جی کی تکلیف کا اندازہ کرتے ہوئے وہ چُپ چاپ بیٹھے سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (عابدین سے): ''جانتے ہو میں اب کیا دیکھ رہا ہُوں؟ میں دیکھ رہا ہوں خُدا خود ہی سب کچھ بنا ہوا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اِنسان اور دوسری مخلُوق سب کے سب چمڑے کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ خُدا ہی ہے جو اِن چمڑے کے ڈبوں میں رہتا ہوا ہاتھ، پاؤں اور سروں کو ہلا ڈُلا رہا ہے۔ ایسا ہی ایک نظارہ میں نے ایک بار پہلے بھی دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا یہ مکان، باغیچے، سڑکیں، آدمی، مویشی، سب ایک ہی شئے کے بنے ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سب موم کے بنے ہوئے ہُوں۔

میں دیکھتا ہُوں کہ خُدا خُود ہی لکڑی کا تختہ، جلاد اور قربانی کا ستم رسیدہ شِکار بنا ہوا ہے۔''

جیسے ہی اُنہوں نے اپنے اس مُشاہدے کے بارے میں ذکر کیا جس میں اُنہوں نے دیکھا کہ اسی ایک میں سب کچھ سمایا ہوا ہے تو وہ جذبات میں بے قرار ہو کر چلا اُٹھے ''آہ! کیا نظارہ تھا وہ۔''

شری رام کرشن جی فوراً سمادھی میں چلے گئے۔ وہ اپنے آپ اور باہری دُنیا سے بالکل بے بہرہ ہو گئے۔ عقیدتمند حیران ہو کر خاموش بیٹھے رہے۔

اب وہ باہری دُنیا سے باخبر ہو کر کہنے لگے۔ ''اب مُجھے کوئی درد نہیں۔ میں دوبارہ پہلے جیسا ہو گیا ہوں''۔

شری رام کرشن جی کی اس دُکھ اور سُکھ سے پرے کی حالت کو دیکھ کر عقیدتمند حیرت زدہ ہیں۔ انہوں نے لاٹو کی طرف اُچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ ''یہ لاٹُو ہے۔ سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں وہ ہی (خُدا ہی) سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے۔''

شری رام کرشن جی اپنے عقیدتمندوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور اُن کا پیار ہزاروں ندیوں کی بہتی دھارا کی طرح اُمڈ رہا تھا۔ ماں کی طرح اپنے بچّوں سے پیار کرتے ہوئے اُنہوں نے راکھل اور نریندر کے چہرے اور ٹھوڈی پر ہاتھ پھیرا۔

کچھ دیر بعد اُنہوں نے 'ایم' سے کہا: ''جسم اگر کچھ دن اور محفوظ رہتا تو بہت سے لوگوں میں رُوحانی

بیداری جاگ اُٹھتی۔'' یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے۔

''لیکن ایسا ہو گا نہیں۔ اب یہ جسم محفوظ نہیں رہ پائے گا۔''

عقیدتمند سوچ رہے تھے کہ شری رام کرشن جی اور کیا کہیں گے۔

''ایسی خدا کی مرضی نہیں ہے۔ اب کی بار جسم محفوظ نہیں رہے گا تا کہ لوگ میری بے وقوفی اور بھولے پن کا فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ تا کہ یہ بے وقوفی اور بھولا پن جو مجھ میں ہے اس کی وجہ سے میں ہر چیز سب لوگوں میں نہ بانٹ دوں۔ اس کلجگ میں جپ[1] اور دھیان میں لوگوں کا رجوع نہیں ہے۔''

راکھل پیار سے: ''آپ خدا سے کہیے گا کہ وہ آپ کے جسم کو کچھ دیر اور محفوظ رکھے۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ تو خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔''

نریندر: ''آپ کی رضا اور خدا کی رضا دونوں ایک ہو گئی ہیں۔''

شری رام کرشن جی خاموش رہے۔ لگتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔

شری رام کرشن جی (نریندر، راکھل اور دوسرے لوگوں سے): ''اور اگر میں خدا سے کہوں تو بھی کچھ ہونے والا نہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ میں اور ماں ایک ہو گئے ہیں۔''

عقیدتمند کمرے میں چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ شری رام کرشن جی نے ان کی طرف پیار بھری نگاہ سے دیکھا۔ کچھ کہنے کے لئے اُنہوں نے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھا۔

شری رام کرشن جی (نریندر اور دوسرے عقیدتمندوں سے): ''اس کے اندر دو شخص رہتے ہیں، ایک جگن ماتا (ماں الٰہی، خدا)۔''

وہ بات کرتے کرتے رُک گئے۔ عقیدتمند اُن کی طرف اشتیاق سے دیکھنے لگے کہ اب آگے وہ کیا کہنے والے ہیں۔

شری رام کرشن جی: ''ہاں، ایک تو ماں کالی ہے اور دوسرا اس کا بھگت جس کا بازو ٹوٹ گیا تھا۔ اور یہ بھگت ہے جو اب بیمار ہے۔ سمجھے؟''

عقیدتمند چپ چاپ بیٹھے رہے۔

شری رام کرشن جی: ''افسوس، میں یہ سب کس سے کہوں؟ اور سمجھے گا بھی کون؟''

تھوڑی دیر رُکنے کے بعد پھر کہنے لگے۔

---

1. جپ اور دھیان: تسبیح کرنا اور غور و فکر کرنا۔

''خدا آدمی کی صورت اختیار کر کے آتا ہے۔ وہ اَوتار لے کر (پیغمبر بن کر) آتا ہے۔ اپنے عابدین کے ساتھ آتا ہے اور پھر اسی کے ساتھ عابدین واپس چلے جاتے ہیں۔''

راکھل: ''اسی لئے ہم دُعا کرتے ہیں کہ آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیے گا۔''

شری رام کرشن نے مُسکراتے ہوئے کہا:

''دیوانوں کی ایک ٹولی اچانک آنکلتی ہے۔ ناچ کود کر گاتی بجاتی ہے اور اچانک چلی جاتی ہے۔ وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں لیکن کوئی پہچان نہیں پاتا۔''

شری رام کرشن جی اور عابدین مُسکرا دیئے۔

تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے کہا:

''انسانی جسم ملنے پر دُکھ اور تکلیف تو جھیلنا پڑیں گے۔

اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ میں دوبارہ دُنیا میں نہ آؤں۔ مگر ایک بات ہے، دعوتوں میں لذیز کھانے کھا لینے کے بعد گھر کی دال بھات اچھی نہیں لگتی۔

اور انسانی جسم عقیدتمندوں کی خاطر اختیار کرنا پڑتا ہے۔

شری رام کرشن جی نریندر کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''ایک چنڈال سر پر مانس کا ٹوکرا اُٹھائے جا رہا تھا۔ شنکر آچاریہ گنگا میں نہانے کے بعد اس راستے سے گذر رہے تھے۔ اچانک چنڈال نے اسے چھُو لیا۔ شنکر آچاریہ نے غُصے میں آ کر کہا۔ ہائیں، تم نے مجھے چھُوا۔ 'محترم جناب' اس نے جواب دیا۔ نہ میں نے تم کو چھُوا ہے اور نہ ہی تم نے مجھے۔ مجھے بتاؤ تم جسم ہو، من ہو یا بدھی؟ سوچو تو تم کیا ہو؟ تم مقدّس رُوح ہو جو بے لوث اور آزاد ہے جس پر رجس، ستو اور تمس تینوں گنوں میں سے کسی کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ برھم کیسا ہے؟ جانتے ہو؟ وہ ہوا کی مانند ہے۔ ہوا خوشبو اور بدبو دونوں کو اڑا لے جاتی ہے مگر وہ خود ان سے متاثر نہیں ہوتی۔''

نریندر: ''ہاں جناب۔''

شری رام کرشن جی: ''خدا گنوں اور مایا سے پرے ہے۔ علم و فضل کی مایا اور جہالت کی مایا۔ دونوں سے پرے۔ زن اور زر جہالت کی مایا ہے۔ علم، دستبرداری، عبادت اور دوسری رُوحانی خوبیاں یہ علم و فضل کی مایا کی شان ہیں۔ شنکر آچاریہ نے علم و فضل کی مایا کو برقرار رکھا۔ جو تم اور یہ دوسرے لوگ میرے لئے پریشان ہیں اس کی وجہ ہے علم و فضل کی مایا۔''

نریندر: ''دستبرداری کی بات کرنے سے کچھ لوگ مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی (آہستہ سے): ''لازمی ہے۔''

شری رام کرشن جی اپنے جسم کے انگوں (اعضا) کو دِکھلا کر کہہ رہے ہیں: ''ایک چیز کے اُوپر اگر دوسری چیز ہو تو ایک کو بنا ہٹائے دوسری چیز کیسے مل سکتی ہے؟''

نریندر: ''سچ ہے جناب۔''

شری رام کرشن جی (نریندر کو آہستہ سے): ''جب کوئی آدمی ہر چیز میں خدا کو ہی رچا بسا دیکھتا ہے تو کیا پھر اُسے خدا کے علاوہ کچھ اور دکھائی دے گا؟''۔

نریندر: ''دُنیا سے دست کش ہونا ہی پڑے گا؟''

شری رام کرشن جی: ''جیسا میں نے ابھی کہا ہے کہ جب کوئی آدمی ہر چیز میں خدا ہی کو رچا بسا دیکھتا ہے تو کیا پھر اُسے خدا کے علاوہ کچھ اور دکھائی دے گا؟ کیا پھر اسے دُنیا نام کی کوئی شے دکھائی پڑے گی؟ میرا مطلب دست کشی من سے ہونی چاہیئے۔ یہاں جو لوگ آتے ہیں ان میں سے دنیادار کوئی نہیں ہے۔ کسی کسی کی خواہش تھی بیوی کے ساتھ رہنے کی۔ (راکھل اور 'ایم' کا ہنسنا) وہ بھی پوری ہوگئی۔''

شری رام کرشن جی نریندر کو محبت بھری نِگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ عِقید تمندوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگے، ''کیا خوب ہوا۔''

نریندر نے مُسکراتے ہوئے شری رام کرشن جی سے پُوچھا: ''خوب کیا ہوا؟''

شری رام کرشن جی (مُسکراتے ہوئے): ''میں دیکھ رہا ہوں کہ دست کشی کے لئے خوب تیاریاں ہو رہی ہیں''۔

نریندر اور دوسرے عِقید تمند اُنہیں چُپ چاپ دیکھتے رہے۔ اب راکھل بات چیت کرنے لگا۔

راکھل (شری رام کرشن جی سے مُسکراتے ہوئے): ''نریندر نے اب آپ کو خوب سمجھ لیا ہے۔''

شری رام کرشن جی نے قہقہہ لگا کر کہا: ''ہاں، دیکھتا ہوں بہت سے دوسروں نے بھی سمجھ لیا ہے۔ (ایم سے) کیوں ٹھیک ہے نا؟''

'ایم': ''ہاں جناب''۔

شری رام کرشن جی نریندر اور 'ایم' کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے اُنگلی کا اِشارہ کرتے ہوئے عقیدتمندوں کی توجّہ ان کی طرف دلائی۔ اُنہوں نے پہلے نریندر کی طرف اِشارہ کیا اور پھر 'ایم' کی

طرف۔ راکھل شری رام کرشن جی کا اِشارہ سمجھ گیا۔ اس نے مُسکراتے ہوئے ان سے کہا۔ ''آپ کا مطلب یہ ہے کہ نریندر کا رویہ ہیرو جیسا ہے اور اس کا (ایم کا) خدا کی کنیز جیسا۔''

شری رام کرشن جی کھِلکھلا کر ہنس دیئے۔

نریندر (راکھل سے مسکُراتے ہوئے): ''یہ (یعنی ایم) زیادہ باتیں نہیں کرتا اور شرمیلا بھی ہے۔ شاید اسی لئے تم اسے خدا کی کنیز کہتے ہو۔''

شری رام کرشن جی (نریندر سے مُسکراتے ہوئے): ''اچھا تو تُم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو؟''

نریندر: ''آپ ہیرو ہیں۔ خدا کی کنیز ہیں اور آپ سب کچھ ہیں۔''

یہ بات سن کر جیسے شری رام کرشن جی پر وجد طاری ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنا ہاتھ دِل پر رکھا اور کچھ کہنے کو ہوئے۔

شری رام کرشن جی نے نریندر اور دوسرے عقید تمندوں سے کہا

''دیکھتا ہوں۔ جو کچھ ہے۔ سب اسی کے اندر سے آیا ہے۔''

اُنہوں نے اِشارہ کر کے نریندر سے پُوچھا: ''کیا سمجھے؟''

نریندر: ''جو کچھ ہے، یعنی دُنیا میں جو بھی چیز ہے۔ سب آپ کے وجود سے آئی ہے۔''

شری رام کرشن جی کا چہرہ خُوشی سے کھل اٹھا۔ اُنہوں نے راکھل سے کہا: ''سُن رہے ہو نریندر کیا کہتا ہے؟''

شری رام کرشن جی نے نریندر کو گیت گانے کے لئے کہا۔ نریندر سُر لگا کر گانے لگا۔ اس کا من دستبرداری کی طرف مائل ہے۔ اُس نے گایا——

ڈانواڈول ہے پانی کنول کے پتّے پہ پڑا
ایسے ہی بالکل ڈانواڈول ہے زندگی آدمی کی
ایک لمحہ ساتھ عارف کا ہے کشتی جیسا
پار ہو سکتا ہے آدمی جس کے ساتھ بحرِ دُنیا سے

نریندر نے ابھی دو، ایک سطریں ہی گائی تھیں کہ شری رام کرشن جی نے اس کو اِشارے سے کہا ''یہ کیا گا رہے ہو تُم؟ کتنا غیر ضروری نظریہ ہے تمہارا۔ کتنی معمُولی سوچ''۔

اب نریندر نے ایک گوپی کا کردار ادا کرتے ہوئے گوپیوں سے کرشن کے پیار کے متعلق گیت

گایا—

سکھی، عجیب ہیں دستُورِ کتنے زندگی و موت کے
بھاگ گیا ہے جواں برج واسی
اور مر جائے گی جلدی ہی یہ برج کی گوری
مادھو کو پیار ہے دوسری گوپیوں سے
مجُھ سے حسیں ہیں جو زیادہ
افسوس! وہ بھُول گیا ہے گوالے کی سادہ لوح بیٹی۔
پیاری سکھی! کون ہے جس نے کیا ہو اندازہ کہ وہ
عاشق نرم و نازک پُر جلال
بیرونی حسُن و جمال کی خاطر کر رہا ہو التجا؟
میں تو احمق ہُوں، سمجھ نہ پائی اس کو پہلے
ہو گئی تھی میں اس کے حسُن کی دلدادہ
بس ایک ہی تھی آرزو میری، سینے سے لگالوں اس کے پاؤں دونوں
اب تو میں مر جاؤں گی ڈوب کے جمنا ندیا میں
یا پی لوں گی گھونٹ زہر کا اوری سکھی!
یا باندھ کر بیل اپنے گلے میں
اور لگالوں گی پھانسی تمال کے بڑے سے پیڑ پہ چڑھ کر
یا اِن سب میں ناکام رہنے پر
کردوں گی فنا بدبخت ذات خود۔ نام کرشن کا لب پہ لیتے لیتے'

گانا سُن کر شری رام کرشن جی اور عقیدتمند مست ہو گئے۔ شری رام کرشن جی اور راکھل کی آنکھوں میں پیار کے آنسُو بھر آئے۔ نریندر برج کی گوپیوں کا اپنے محبُوب کرشن سے پیار دیکھ کر مستی کے نشے میں جھُوم اُٹھا۔ اور اس نے گیت شروع کیا—

او محبُوب کرشن تُم ہو میرے
کیا کہوں تجھے او مالک میرے

کیا تُجھ کو کبھی کہہ پاؤں گی
میں ذات ہوں محض عورت کی
منُظورِ نظر نہ رہی کبھی نصیبوں کی جو
کہوں تو کیا کہوں، میں نہ جانوں

ہاتھ کے تُم ہو آئینے میرے
اور پھُول ہو گیسوؤں میں سجانے کے لئے
اے دوست بنا کر پھُول تمہُیں
سجالوں گی میں اپنے گیسوؤں میں
چھُپالوں گی تُجھے اپنی چوٹی کے نیچے
کوئی دیکھ نہ پائے گا وہاں تُم کو
تُم پان کے پتے ہو ہونٹوں کے لئے
آنکھوں کے لئے کالا سیاہ سرمہ
دوست تجھ سے چڑھالوں گی رنگ اپنے لبوں پر
اپنی آنکھوں کو کرلوں گی رنگین میں تم سے

بدن کے لئے تم ہو چندن کی لیئی
گلے کے لئے تم ہار گلے کا ہو
اپنے بدن پر کروں گی مالش تم سے
اے میری معطر چندن کی لیئی
اور دوں گی تسکین اپنے جسم ورُوح کو میں
میرے دلکش ہار، پہنوں گی تمہیں اپنے گلے میں میں
ہاں، یہاں اپنے گلے میں
اور لٹکتے رہو گے تم میرے سینے پہ

دھڑکتے دِل کے قریب بہت قریب

تُم میرے جسم میں انمول خزانہ ہو
گھر میں میرے تُم رہنے والے ہو
تُم میرے لئے ایسے ہواے مالک
جیسے پر ہوتے ہیں پرندِے کے لئے
مچھلی کے لئے ہو پانی جیسے۔

شکروار، 9/اپریل 1886

شام کے پانچ بجے تھے۔ نریندر، کالی، نرنجن اور 'ایم' کاشی پور والے گھر کی نچلی منزل میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ نریندر ابھی ابھی بودھ گیا سے واپس لوٹا تھا جہاں وہ کالی اور تارک کے ہمراہ گیا تھا۔ اس مقدّس مقام پر بُدھ کے مجسّمے کے سامنے وہ ریاضت میں کھو گیا تھا۔ جس پیڑ کے نیچے عبادت کر کے بُدھ نے نروان حاصل کیا تھا۔ اس پیڑ کی جگہ ایک دوسرا پیڑ نکل آیا ہے۔ نریندر نے اسے بھی دیکھا۔

شام کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی بڑے کمرے میں بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ 'ایم' اکیلے پنکھا کر رہا ہے۔ لاٹو بھی وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ نریندر بھی کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ ششی، راکھل اور دو ایک عقیدتمند بھی کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ شری رام کرشن جی نے نریندر کو اپنے پاؤں سہلانے کو کہا۔ اُنہوں نے اسے پوچھا کہ کیا اس نے کھانا کھا لیا ہے؟

شری رام کرشن جی (مُسکراتے ہوئے 'ایم' سے): ''وہ وہاں گیا تھا (بودھ گیا کی طرف اِشارہ)۔''

ایم (نریندر سے): ''بُدھ کے عقائد کیا ہیں؟''

نریندر: ''ریاضت کر کے جو کچھ اس نے حاصل کیا تھا وہ اسے بیان نہیں کر سکا۔ اسی لئے سب لوگ اُسے ناستک Atheist کہتے ہیں۔''

شری رام کرشن جی (اِشاروں سے): ''ناستک کیوں؟ وہ ناستک نہیں تھا۔ وہ اپنے اندرُونی معلومات (تجربات) کا اظہار اپنے منہ سے نہیں کر سکا۔ تُم جانتے ہو 'بدھ' کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے شعُور (Consciousness) میں مل کر ایک ہو جانا۔ مقدّس فراست کے ساتھ مل جانا۔ وہ جو مقدّس فراست کی فِطرت رکھتا ہے اس پر ریاضت کر کے خود ہی فراست ہو جانا۔

نریندر: ''ہاں جناب! بدھوں کے تین طبقے ہیں۔ بُدھ، ارھت، بودھی ستو۔''

شری رام کرشن جی: ''یہ بھی خدا کا کھیل ہے۔ خدا کی ایک نئی لیلا۔

بدھ کو ناستک کیوں کہا جاتا ہے۔ جب اپنے سرُوپ (ذاتِ خود) کا احساس ہوتا ہے تب وہ عالم استی (ہے) اور نیستی (نہیں ہے) کے بیچ والا عالم ہے۔''

نریندر (ایم سے): ''یہ ایک ایسا عالم ہے جہاں متُضاد کا آپس میں مِلاپ ہوتا ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن کے میل سے پانی بنتا ہے اور وہی ہائیڈروجن اور آکسیجن۔ آکسی ہائیڈروجن دھونکنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اس حالت میں دونوں مستعدی اور غیر مستعدی ممکن ہیں یا یوں کہہ لو کہ پھر آدمی ہر فعل کو بِلا غرض سر انجام دیتا ہے۔

دُنیادار جو نفس سے وابستہ ہیں وہ کہتے ہیں سب 'استی' ہے Every thing exists لیکن مایاوادی—— وہمی (وہم و فریب سے وابستہ) کہتے ہیں سب نیستی ہے Nothing exists۔ بُدھ کا تجربہ استی اور نیستی (ہے اور نہیں ہے) دونوں سے پرے ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''استی اور نیستی دونوں قدرت کے گن (اوصاف) ہیں۔ اصلیت دونوں سے پرے ہے۔

عقیدتمند تھوڑی دیر تک چُپ رہے۔

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''بدھ نے کیا تعلیم دی؟''

نریندر: ''خدا ہے یا نہیں۔ بُدھ یہ بات نہیں کہتا تھا لیکن ساری زندگی وہ دوسروں پر رحم کرتا رہا۔ ایک باز (عقاب) ایک پرندے کو پکڑ کر کھانا چاہتا تھا۔ بدھ نے اس پرندے کی جان بچانے کے لئے اپنے جسم کا مانس کاٹ کر باز کو کھلا دیا۔''

شری رام کرشن جی چپ رہے۔ نریندر بدھ کی اور اور باتیں سُنانے لگے۔

نریندر: ''بدھ میں دُنیا ترک کر دینے کا جذبہ کتِنا عالیشان تھا۔ بادشاہ کا بیٹا ہوتے ہوئے اس نے ہر چیز سے کِنارہ کشی کر لی۔ جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کوئی دھن دولت نہیں، کوئی آرام و آسائش کا سامان نہیں وہ کیا ترک کرے گا۔ جب بدھ ہو کر، نروان حاصل کر کے وہ گھر آیا تب اس نے اپنی بیوی، اپنے بیٹے اور شاہی خاندان کے بہت سے لوگوں کو دُنیا سے دستبردار ہونے کو کہا۔ اس میں دستبرداری کا

کیسا انوکھا جذبہ تھا۔ مگر ویاس کو دیکھو، اس نے اپنے بیٹے شکدیو کو دُنیا چھوڑنے کے لئے منع کر دیا۔ اور گھر میں رہ کر اپنے فرائض سرانجام دینے کی تلقین کی۔"

شری رام کرشن جی چپ رہے۔ ابھی تک اُنہوں نے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

نریندر: "بدھ نے شکتی یا کسی دوسری ایسی چیز کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اس نے صرف نِروان حاصل کرنا چاہا تھا۔ آہ، کس قدر شدید تھا اس کی دستبرداری کا جذبہ۔ جب وہ بودھی پیڑ کے نیچے ریاضت کرنے بیٹھا تو اس نے عہد کر لیا کہ اگر میں نروان حاصل نہیں کر پایا تو میرا جسم یہیں فنا ہو جائے۔ کس قدر مضبوط تھا اس کا ارادہ۔

دراصل جسم ہی ایک بڑا دشمن ہے۔ اسے قابو میں رکھے بنا کیا کچھ ہو سکتا ہے؟"

ششی: "لیکن تم کہتے ہو کہ مانس کھانے سے ستوگن پیدا ہوتا ہے۔ تم مانس کھانے کی تاکید کرتے ہو۔"

نریندر: "بے شک میں مانس کھاتا ہوں مگر میں بھات پر زندہ رہ سکتا ہوں۔ صرف بھات کھا کر وہ بھی بغیر نمک کے۔"

چند منٹوں بعد شری رام کرشن جی نے خاموشی توڑتے ہوئے نریندر کو اِشارہ کیا کیا "بدھ کے لمبے لمبے بال تھے؟"

نریندر: "نہیں جناب، بہت سی رُدراکش کی مالائیں اکٹھی کرنے پر جیسا دِکھائی دیتا ہے ان کے سر پر ویسے ہی بال تھے۔"

شری رام کرشن جی: "اور اس کی آنکھیں؟"

نریندر: "ان کی آنکھیں دیکھ کر لگتا کہ وہ سمادھی میں ہیں۔"

شری رام کرشن جی دوبارہ چپ ہو گئے۔ نریندر اور دوسرے عقیدتمند اُنہیں غور سے دیکھے جا رہے تھے۔ اچانک مُسکرا کر وہ نریندر سے بات چیت کرنے لگے۔ 'ایم' اُنہیں پنکھا کر رہا تھا۔

شری رام کرشن جی: "اچھا یہاں تو تم کو سب کچھ ملتا ہے۔ مسُور اور چنے کی دال اور املی تک۔ ہے نا؟"

نریندر: "ان سب حالتوں میں سے گذرنے کے بعد اب آپ نچلی سطح پر رہتے ہیں۔"

ایم (اپنے آپ سے): "ہاں، ان سب بہترین حالتوں میں گذرنے کے بعد اب یہ ایک بھگت کی

طرح رہتے ہیں۔"

شری رام کرشن جی: "کسی نے مُجھے نیچے کھینچ رکھا ہے۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے 'ایم' کے ہاتھ سے پنکھا چھین لیا اور کہا، میں جیسے اس پنکھے کو سامنے دیکھ رہا ہوں، بالکل اسی طرح میں نے خدا کو دیکھا ہے۔ ہاں میں نے دیکھا ہے۔" یہ کہہ کر اُنہوں نے اپنا ہاتھ دِل پر رکھا اور اِشارے سے نریندر کو پُوچھا "بتاؤ تو میں نے کیا کہا؟"

نریندر: "میں سمجھ گیا ہُوں۔"

شری رام کرشن جی: "مُجھے بتاؤ۔"

نریندر: "میں نے آپ کو اچھی طرح نہیں سُنا۔"

شری رام کرشن جی نے اِشارے سے کہا: "میں نے دیکھا۔ وہ (خُدا) اور وہ جو اس دِل میں رہتا ہے۔ دونوں ایک ہی ہیں۔"

نریندر: "ہاں، ہاں، 'سوہم'، میں وہی ہُوں۔"

شری رام کرشن جی: "دونوں کے درمیان ایک لکیر ہے (بھگت کی 'میں') تاکہ میں رُوحانی سعادت کا مزہ لے سکوں۔"

نریندر (ایم سے): "عارف نجات حاصل کر لینے کے بعد بھی اپنی اُنا (Ego) کو قائم رکھتے ہیں اور وہ جسمانی سُکھ دکھ کا سامنا کرتے ہوئے دوسروں کی نجات حاصل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔
یہ کام قُلی گیری، مزدوری جیسا ہے۔ ہم لوگ اپنی مجبُوری کی وجہ سے قُلی گیری کرتے ہیں اور عارف تو شوق کے لئے قُلی گیری کرتے ہیں۔"

دوبارہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شری رام کرشن جی نے دوبارہ بات چیت شروع کی۔

شری رام کرشن جی (نریندر اور دوسرے لوگوں سے): "چھت دکھائی تو دیتی ہے مگر چھت پر چڑھنا بہت مُشکل ہے۔"

نریندر: "ہاں جناب۔"

سری رام کرشن جی: "لیکن وہ آدمی جو وہاں پر پہنچ چُکا ہے وہ رسی نیچے پھینک کر دوسروں کو بھی اُوپر کھینچ سکتا ہے۔"

راکھل (دوسرے عابدین سے): اب بات چیت بند کیجئے۔ یہ پہلے ہی بہت باتیں کر چکے ہیں۔ اس سے ان کی بیماری اور بگڑ جائے گی۔

منگل وار، 13/اپریل 1886

شری رام کرشن جی اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دیوانی عورت اُنہیں ملنے کے لئے سب کو پریشان کرتی رہتی۔ اُس نے اُن کے متعلق محبوب کا سا نظریہ اپنا رکھا تھا۔ وہ اکثر ان کے کمرے میں دھڑاک سے داخل ہو جاتی۔ عابدین نے اسے پیٹا بھی مگر وہ رُکی نہیں۔

ششی: ''اگر وہ دوبارہ یہاں آئی تو میں اسے دھکے مار کر باہر نکال دوں گا۔''

شری رام کرشن جی: ''نہیں نہیں، اُسے آنے جانے دو۔''

راکھل: ''میں شروع شروع میں دوسروں کے شری رام کرشن جی سے مِلنے پر حسد کرتا تھا۔ اب اُنہوں نے مہربانی کر کے مجھے سمجھا دیا کہ وہ میرے بھی گرو (مرشد) ہیں اور ساری دُنیا کے بھی گرو ہیں۔ کیا اُنہوں نے محض ہم چند لوگوں کی خاطر جنم لیا ہے؟

ششی: ''میرا وہ مطلب نہیں۔ جب وہ بیمار ہیں تو اُوپر سے وہ عورت یہاں آ کر انہیں تکلیف کیوں پہنچاتی ہے؟''

راکھل: ''تکلیف تو انہیں ہم سب دیتے ہیں۔ کیا ہم سب کامل ہو کر ان کے پاس آئے ہیں؟ کیا ہم نے انہیں تکلیف نہیں پہنچائی؟ نریندر وغیرہ سب پہلے ان سے کیسا سلوک کرتے تھے؟ کتنی دلیل بازی کرتے تھے؟''

ششی: ''نریندر جو منہ سے کہتا تھا اسے پُورا کر کے بھی دکھاتا تھا۔''

راکھل: ''ڈاکٹر سرکار نے انہیں نہ جانے کتنی باتیں کہی ہیں۔ اگر یُوں کہا جائے تو کوئی بھی بے قصور نہیں۔''

شری رام کرشن جی (راکھل سے محبت کے ساتھ): ''تو کچھ کھائے گا؟''

راکھل: ''ابھی نہیں، بعد میں۔''

شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو اِشارے سے پُوچھا کہ کیا وہ کھانا وہیں کھائے گا۔

راکھل (ایم سے): ''وہ تم سے کہہ رہے ہیں کہ تم کھانا یہاں ہی کھاؤ۔''

شری رام کرشن جی اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پانچ سال کے بچّے کی طرح نظر آ رہے تھے۔

تبھی وہ دیوانی عورت سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر پہنچی اور دروازے کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔

ایم (ششی سے دھیمی آواز میں): ''اسے کہو کہ سّری رام کرشن جی کو دُعا سلام کرنے کے بعد چلی جائے۔'' ششی اسے لیکر نیچے چلا گیا۔

بنگالی سال کا پہلا دِن تھا۔ بہت سی عقید تمند عورتیں آئی ہیں۔ اُنہوں نے سّری رام کرشن جی اور ماں سارداکو دُعا سلام کی۔ ان میں بلرام اور منموہن کی بیویاں اور باغ بازار کی براہمن عورت بھی شامل تھی۔ اِن میں بہت سی اپنے بچّوں کو بھی ساتھ لائی تھیں۔ کچھ عورتوں نے سّری رام کرشن جی کے قدموں میں پھول پیش کیئے۔ دو چھوٹی لڑکیاں جن کی عمر نو یا دس سال کی تھی اُنہوں نے چند گیت گائے۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ 'ایم' اور چند ایک دوسرے عقید تمند سّری رام کرشن جی کے پاس بیٹھے تھے۔ نریندر اندر داخل ہوا۔ سّری رام کرشن جی ٹھیک کہا کرتے کہ نریندر مانو میان سے تلوار نِکال کر گھوم رہا ہے۔ نریندر سّری رام کرشن جی کے پاس بیٹھ گیا۔ ان تک پہُونچنے والی آواز میں نریندر نے عورتوں کی بابت پُوری جھنجھلاہٹ کا اظہار کیا۔ اس نے عابدین کو بتایا کہ عورتوں کے ساتھ رہ کر خدا کو حاصل کرنے میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے۔

سّری رام کرشن جی نے کوئی ردِعمل نہ دکھایا۔ وہ نریندر کی بات غور سے سُنتے رہے۔

نریندر نے دوبارہ کہا: ''مُجھے سکُون چاہیئے۔ مُجھے خدا کی بھی پرواہ نہیں۔''

سّری رام کرشن جی بغیر کچھ کہے اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے۔ نریندر کبھی کبھی گنگُنا دیتا ''برھم سچّ ہے، علم و فضل ہے، برہم لامحدود ہے''۔

شکروار، 16 اپریل 1886

باغیچے کے راستے، پیڑ اور جھیل کے پانی کو اپنی شعاؤں سے چکاچوند کرتے ہوئے چاند بڑی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ گریش، ایم، لاٹُو اور چند ایک دوسرے عقِید تمند جھیل کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ گھر جھیل کے مغرب کی طرف تھا۔ سّری رام کرشن جی کے اوپر والی چھت کے کمرے میں ایک لیمپ جل رہا تھا۔ وہ اپنے بستر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں چند ایک عقِید تمند بھی موجود تھے۔ اس شام نریندر کالی اور تارک دکھنیشور گئے ہوئے تھے۔ ان کا ارادہ پنچوٹی میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے ٹھہرنے کا تھا۔

گریش، لاٹُو اور 'ایم' سّری رام کرشن جی کے کمرے میں چلے گئے۔ ششی اور دو ایک عقِید تمند سّری

رام کرشن جی کی تیمارداری کررہے تھے۔ بابُورام، نرنجن اور راکھل بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ کچھ دوائیاں اور چند ایک متعلقہ چیزیں بستر کے قریب رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہونے کے لیئے شمالی دروازے سے گذرنا پڑتا تھا۔

چونکہ شری رام کرشن جی کی ساری رات دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی۔ اس لیئے عقیدتمند باری باری جاگتے رہتے۔ جو عقیدتمند اُن کی دیکھ بھال کررہا ہوتا اُسے اُن کے لیئے مچھردانی لگانا پڑتی اور خود اسے فرش پر سونا پڑتا یا بیٹھے بیٹھے آنکھوں میں رات گذارنی پڑتی۔ وہ اس لیئے کہ شری رام کرشن اپنی بیماری کی وجہ سے بہت کم سو پاتے تھے۔

اُس شام کو شری رام کرشن کی حالت کچھ قدرے بہتر تھی۔ عقیدتمندوں نے اُن کو دُعا سلام کیا اور فرش پر بیٹھ گئے۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو لیمپ اپنے پاس لانے کو کہا۔ اُنہوں نے گریش کا پُرزور خیر مقدم کیا۔

شری رام کرشن جی (گریش سے): "کیا تم بالکل ٹھیک ٹھاک ہو؟ (لاٹُو سے) اس کے لیئے 'حقّہ' تیار کرواور اسے ایک پان دے دو"۔

تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے لاٹُو سے گریش کو کچھ کھانے کے لیئے دینے کو کہا۔ لاٹُو نے جواب دیا اس کے لیئے کچھ چیزیں منگوائی گئی ہیں۔

شری رام کرشن جی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ایک عابد نے انہیں پھُول کے کچھ ہار پیش کیئے۔ شری رام کرشن جی نے ایک ایک کر کے سب ہار گلے میں ڈال لیئے۔ عقیدتمند اُنہیں حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ اپنے گلے سے دو ہار اُتار کر شری رام کرشن جی نے گریش کو دے دیئے۔

کبھی کبھار شری رام کرشن جی پُوچھ لیتے کہ کیا کھانے پینے کا سامان آ گیا ہے۔

ایم انہیں پنکھا کررہا تھا۔ ایک عقیدتمند کا دیا ہوا چندن کی لکڑی کا پنکھا شری رام کرشن جی کے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اُنہوں نے وہ پنکھا 'ایم' کو دے دیا۔ 'ایم' انہیں پنکھا کرتا رہا۔ اُنہوں نے 'ایم' کو بھی دو ہار دے دیئے۔

ایم کا سات آٹھ سالہ ایک بیٹا قریب سال ڈیڑھ سال پہلے گذر چکا تھا۔ وہ بچہ شری رام کرشن جی کو کئی بار مل چکا تھا۔ لاٹُو ان کو 'ایم' کے بارے میں بتا رہا تھا۔

لاٹُو: "اپنے مرے ہوئے بیٹے کی کچھ کتابوں کو دیکھ کر 'ایم' پچھلی رات پھُوٹ پھُوٹ کر رویا تھا۔

اس کی بیوی غم میں قریب قریب پاگل ہو چکی تھی۔ وہ کبھی کبھی اپنے دوسرے بچّوں سے تشدد آمیز سلوک کرتی ہے۔ وہ گھر میں ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہے کیونکہ وہ اکثر رات کو یہاں ٹھہرا کرتا ہے۔"

شری رام کرشن جی کو یہ بات سُن کر بہت دکھ پہنچا۔

گریش: "اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ بھگوان شری کرشن سے گیتا سُننے کے بعد بھی ارجن اپنے بیٹے ابھیمنیو کی موت پر غش کھا کر گر پڑا تھا۔"

کھانے پینے کی چیزیں ایک ٹرے میں رکھ کر گریش کو دی گئیں۔ شری رام کرشن جی نے اُن میں سے تھوڑی سی مٹھائی اٹھالی اور باقی سب گریش نے پرساد کے طور پر لے لیں۔ وہ شری رام کرشن جی کے سامنے بیٹھ کر کھانے لگا تو اسے پانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کمرے کے جنوب مشرقی کونے میں ایک مٹی کا جگ پڑا تھا۔ یہ اپریل کا مہینہ تھا اور گرمی کا دِن تھا۔ شری رام کرشن جی نے کہا، یہ پانی صاف ستھرا ہے۔

شری رام کرشن جی اس قدر بیمار تھے کہ ان میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ عقیدتمندوں نے از حد حیرانگی سے کیا دیکھا کہ شری رام کرشن جی بستر چھوڑ کر برہنہ حالت میں جگ کی طرف چل دیئے۔ وہ خود ایک گلاس میں پانی ڈالنے کو تھے۔ مارے ڈر کے عقیدتمند قریب قریب خوفزدہ ہو گئے تھے۔ شری رام کرشن جی نے پانی سے گلاس بھرا اور یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ ٹھنڈا ہے یا نہیں، ایک دو قطرے اپنے ہاتھ پر ڈالے۔ انہیں لگا کہ پانی اتنا ٹھنڈا تو نہیں لیکن اس سے بہتر نہ مل پانے پر اُنہوں نے ہچکچاہٹ سے یہی گریش کو دے دیا۔

گریش مٹھائی کھاتا رہا۔ عقیدتمند ارد گرد بیٹھے تھے اور 'ایم' شری رام کرشن جی کو پنکھا کر رہا تھا۔

گریش (ایم سے): "دیون بابو نے دُنیا سے کنارہ کشی کر لینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

بیماری کی وجہ سے شری رام کرشن جی کے لئے بات کرنا مشکل تھا۔ اُنگلی سے اپنے ہونٹوں کو چھو کر اُنہوں نے اشاروں سے گریش کو پُوچھا کہ اس کے بیوی بچّوں کی پرورش کون کرے گا؟

گریش: "مجھے معلوم نہیں۔"

دوسرے عقیدتمند خاموش رہے۔ گریش نے کھاتے کھاتے بات چیت شروع کر دی۔

گریش: "جناب دانائی کس میں ہے؟ تاسُف سے دُنیا کو ترک کر دینا یا صاحب خانہ کی زِندگی بسر کرتے ہوئے خُدا کو یاد کرنا؟"

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''کیا تُم نے گیتا نہیں پڑھی؟ حقیقت میں آدمی خدا کو تبھی حاصل کر سکتا ہے جب وہ دُنیاوی فرائض غیر جانبداری سے سرانجام دے تو اور دُنیا میں یہ سمجھ کر رہے کہ یہاں ہر چیز دھوکہ ہے۔

وہ لوگ جو تاسُف سے دُنیا چھوڑتے ہیں وہ گھٹیا طبقے سے تعلُق رکھتے ہیں۔

تُمہیں معلوم ہے ایک گرہستی گیانی کیسا ہوتا ہے؟ وہ شیشے کے گھر میں رہنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے۔ وہ اندر، باہر دونوں طرف دیکھ سکتا ہے۔''

کمرے میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''کھانے کی چیزیں گرم اور اچھی ہیں۔''

ایم (گریش سے): ''ہاں انہیں فاگو کی دکان سے منگوایا گیا ہے۔ یہ مشہُور جگہ ہے۔''

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''ہاں مشہُور۔''

گریش: ''یہ سب مٹھائیاں بہت اچھی ہیں۔''

(شری رام کرشن جی سے): ''اُس وقت میرا من اُونچی سطح پر ہے۔ دوبارہ یہ نیچے کیوں آجاتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''جب آدمی دُنیاوی زندگی بسر کرتا ہے تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ صاحب خانہ کا من کبھی اُوپر جاتا ہے، کبھی نیچے آتا ہے۔ بعض اوقات وہ شدید عبادت کا جذبہ محسوس کرتا ہے اور بعض اوقات بہت کم۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ وہ زن اور زر کے بیچ زندگی بسر کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایک صاحب خانہ خدا کی ریاضت میں مصرُوف رہتا ہے یا اس کے نام کی تعریف کرتا ہے اور بعض اوقات وہ اپنے من کا رُخ زن اور زر کی طرف موڑ دیتا ہے۔ وہ ایک معمُولی مکھی کی طرح ہے جو ابھی تو مٹھائی پر بیٹھی ہے اور اب جا کر غلاظت یا سڑے ہوئے پھوڑے پر۔ لیکن سنیاسیوں کی بات اور ہے۔ وہ اپنا من مکمُل طور سے زن اور زر سے ہٹا کر اپنی توجہ صرف خدا پر ہی مرکوز کرتے ہیں۔ صرف سنیاسی لوگ ہی خدا کی عطا کی ہوئی سعادت کا مزہ لے سکتے ہیں۔ ایک سچے تیاگی (دست کش) کو خدا کے علاوہ اور کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ دُنیاوی چرچہ ہونے پر وہ وہاں سے اٹھ جاتا ہے۔ وہ صرف رُوحانی بات ہی سُننا پسند کرتا ہے۔ جو سچا تیاگی ہے وہ خدا کی بات چھوڑ دوسری بات کرتا ہی نہیں۔ شہد کی مکھی صرف پھُول پر ہی بیٹھتی ہے شہد چُوسنے کی خاطر۔ اور کوئی چیز اسے اچھی نہیں لگتی۔''

گریش چھوٹی چھت پر ہاتھ دھونے کے لئے گیا۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''خدا پر من لگانے کے لئے اس کی رحمت چاہئے۔ اچھا تو گریش نے بہت مٹھائی کھالی ہے اسے کہو کہ وہ رات کو اور کچھ نہ کھائے۔''

گریش کمرے میں سری رام کرشن جی کے سامنے آ کر بیٹھا۔ وہ پان کھا رہا تھا۔

شری رام کرشن جی (گریش سے): ''راکھل کو اب پتہ چل گیا ہے کہ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔ کیا سچ ہے اور کیا جھُوٹ ہے۔ وہ اپنے پریوار کے ساتھ رہتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن وہ اس کا مطلب جانتا ہے۔ اس کی بیوی ہے ایک لڑکا بھی ہوا ہے۔ مگر وہ سمجھ گیا ہے کہ یہ سب دھوکہ ہے۔ عارضی ہے۔ راکھل کبھی بھی دُنیا میں نہیں پھنسے گا۔

وہ ایک کیچڑ میں رہنے والی مچھلی کی طرح ہے۔ مچھلی رہتی تو کیچڑ میں ہے لیکن اس کے جسم پر کیچڑ کا کوئی نِشان نہیں ہوتا۔''

گریش: ''جناب! یہ سب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ چاہیں تو سب کو پاک اور بے لوث بنا سکتے ہیں۔ چاہے کوئی دُنیا دار ہو یا سنیاسی، آپ سب کو بھلا آدمی بنا سکتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ ملایا کی بادِ نسیم سب پیڑوں کو چندن بنا سکتی ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''نہیں جب تک ان میں ٹھوس مضبُوطی نہیں بن پاتی وہ پیڑ چندن نہیں بن سکتے۔ کچھ پیڑ ایسے ہیں، مثال کے طور پر کپاس کے پیڑ جو چندن نہیں بن سکتے۔''

گریش: ''میں نہیں مانتا''۔

شری رام کرشن جی: ''لیکن اصُول تو یہی ہے۔''

گریش: ''مگر آپ کی ہر چیز اصُول سے پرے ہے۔''

عابدین اس بحث مُباحثے کو بڑے غور سے سن رہے تھے۔ کبھی کبھی پنکھا چلاتے 'ایم' کے ہاتھ رُک جاتے۔

شری رام کرشن جی: ''ہاں ہو سکتا ہے۔ جب بھگتی (عبادت) کا دریا اچھلنے لگتا ہے تو چاروں طرف کھمبے کے برابر پانی چڑھ جاتا ہے۔''

(ایم سے): ''جب خدا کا عشق تکمیل کو پہنچتا ہے تو پھر ہمیں کسی اور چیز کی ضرُورت نہیں رہتی''۔

'ایم': ''ہاں جناب!''

دِیوانی عورت کے بارے میں بات چیت ہونے لگی۔ وہ شری رام کرشن جی کو اپنا محبُوب سمجھتی ہے۔

عابدین اسے پگلی کہتے ہیں اور سری رام کرشن جی سے اُسے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شری رام کرشن جی (گریش اور دوسرے عابدین سے): ''پگلی میری جانب معشوقانہ نظریہ رکھتی ہے۔ ایک دن وہ دکھنیشور چلی آئی۔ وہ اچانک زور زور سے چلانے لگی۔ میں نے پوچھا تم کیوں چلا رہی ہو۔ اس نے جواب دیا میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ (سب ہنس دیئے) ایک دِن دوبارہ وہ دکھنیشور آ نکلی۔ میں اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے کہا، کیا آپ مُجھ پر مہربانی نہیں کریں گے؟ اس کے من میں کیا تھا مُجھے معلوم نہیں۔ میں کھانا کھاتا رہا۔ پھر اس نے کہا، آپ نے مُجھے من سے کیوں نِکال دیا۔ میں آپ کو اپنا محبُوب سمجھتی ہوں۔ میں نے کہا میں تو سب عورتوں کو ماں الٰہی کا رُوپ سمجھتا ہوں۔ سب عورتیں میری ماں ہیں۔ تب اس نے کہا، یہ سب میں نہیں جانتی۔ میں نے رام لعل کو بلا کر کہا رام لعل اس کی بات سنو یہ کیا کہہ رہی ہے۔ مُجھے من سے نِکال دیا؟ وہ اب بھی وہی نظریہ رکھتی ہے۔''

گریش: ''پگلی واقعی خوش نصیب ہے۔ وہ دیوانی ہی سہی، بے شک عقیدتمندوں نے اس کی پٹائی بھی کر دی، لیکن وہ چوبیس گھنٹے آپ کے ہی بارے میں سوچتی رہتی ہے۔ وہ چاہے جس نظریئے سے بھی آپ کو یاد کرتی ہے، اسے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔

جناب میں اس بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیسے کر سکتا ہوں۔ سوچو تو میں پہلے کیسا تھا اور آپ کے محو خیال رہنے سے اب کیا ہو گیا ہوں۔ میں پہلے آلسی تھا۔ اب وہ آلس خدا کی راضی برضا میں بدل گیا ہے۔ پہلے میں گنہگار تھا اب میں عاجز بن گیا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟''

عقیدتمند خاموش رہے۔ راکھل نے پگلی سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا، کیا کہیں کِتنا دُکھ ہوتا ہے۔ وہ اتنا زیادہ تنگ کرتی ہے اور اس وجہ سے اُسے خود بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

نرنجن (راکھل سے): ''تم اس کیلئے ایسا سوچتے ہو کیوں کہ تمہارے گھر میں بیوی ہے لیکن ہم اسے لے کر اس کی بَلی چڑھا سکتے ہیں۔''

راکھل (غصّے سے): ''بڑی بہادری کرو گے ان (شری رام کرشن جی) کے سامنے ایسی بات کرنے کی تم نے جرأت کیسے کی؟''

شری رام کرشن جی (گریش سے): ''زن اور زر، یہی دُنیا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو روپے پیسے کو اپنے جسم کے خون کے برابر سمجھتے ہیں۔ پیسے سے چاہے کِتنا بھی پیار کیوں نہ کرو لیکن ایک دِن وہ تمہارے ہاتھوں سے نِکل جائے گا۔

پیسے کا صحیح استعمال وہی لوگ کرتے ہیں جو اُسے خدا کی پرستش یا فقیروں اور عقیدتمندوں کی خِدمت کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ان کا پیسہ رنگ لاتا ہے۔ میں ڈاکٹروں کی پیش کردہ کوئی چیز کھا نہیں سکتا۔ میرا مطلب ان لوگوں سے ہے جو انسانوں کے دُکھوں کا بیوپار کرتے ہیں۔ میرے لئے ان کا پیسہ خُون اور پیپ ہے۔"

اس سلسلے میں شری رام کرشن جی نے دو ڈاکٹروں کا ذکر کیا۔

گریش: "ڈاکٹر راجندر دَت ایک فراخدل شخص ہے۔ وہ کسی سے بھی کوئی پیسہ نہیں لیتا۔ وہ اپنا سارا روپیہ خیرات میں بانٹ دیتا ہے۔"

اتوار، 17/اپریل 1886

آج پُورنماشی (چودھویں کے چاند) کی رات تھی۔ کچھ دِنوں سے نریندر لگاتار دکھنیشور جا رہا تھا۔ وہ پنچوٹی میں خدا کی ریاضت اور غور و فکر میں کافی دیر مصرُوف رہتا۔ آج شام کو وہ دکھنیشور سے لوٹا۔ تارک اور کالی بھی اس کے ساتھ تھے۔

رات کے آٹھ بجے کا وقت ہوگا۔ چاندنی اور دکن سے آنے والی ہوا نے باغیچہ گھر کو اور بھی دِلکش بنا دیا۔ بہت سے عقیدتمند نیچے کے کمرے میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے۔ ان کا ذِکر کرتے ہوئے نریندر نے کہا، "ایک ایک کر کے ان کی سب زنجیریں ٹوٹتی جا رہی ہیں"۔

تھوڑی دیر بعد 'ایم' شری رام کرشن جی کے کمرے میں آ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ سری رام کرشن جی نے اُسے اپنا تولیہ اور تھوکدان دھونے کو کہا۔ 'ایم' ان کو تالاب میں دھو کر لے آیا۔

اگلی صبح شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو بُلا بھیجا۔ گنگا میں نہا کر اور شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کرنے کے بعد 'ایم' چھت پر گیا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے اپنی غمزدہ بیوی کو باغیچہ گھر میں لانے کے لئے کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کی بیوی کھانا بھی یہیں کھائے۔

شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو اِشارے سے کہا: "اسے یہاں دو چار دن رہنے کے لئے کہو۔ وہ بچے کو بھی یہاں لا سکتی ہے۔"

'ایم': "ہاں جناب۔ اگر خدا کی عبادت میں اس کا دل لگ جائے تو اچھا ہے۔"

شری رام کرشن جی اِشارے سے بتا رہے ہیں۔ غم عبادت کو پیچھے ہٹا دیتا ہے اور پھر وہ اتنا بڑا لڑکا تھا۔

کرشن کشور کے بھاؤ ناتھ کی طرح دو لڑکے تھے۔ دونوں نے یونیورسٹی سے دو دو ڈگریاں حاصل کی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں مر گئے۔ کرشن کشور اتنا بڑا گیانی۔ پھر بھی اپنے آپ کو سنبھال نہیں پایا۔ کتنا خوش نصیب ہوں میں کہ میرا کوئی ہے، ہی نہیں۔

کرشن کشور آتا کیوں نہیں؟

ایک عقیدتمند: ''وہ ہر روز گنگا نہانے آتا ہے''۔

شری رام کرشن جی: ''مگر وہ یہاں کیوں نہیں آتا؟''

عقیدتمند: ''میں اسے یہاں آنے کے لئے کہوں گا جناب۔''

شری رام کرشن جی: ''ہریش کیوں نہیں آتا؟''

ایم کے گھر کی نو دس سال کی دو لڑکیوں نے ماں کالی کے چند ایک گیت شری رام کرشن جی کو سُنائے۔ ان لڑکیوں نے پہلے بھی سری رام کرشن جی کو گیت سُنائے تھے جب وہ شیام پُکر میں 'ایم' کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ وہ ان کے گیت سُن کر بہت خوش ہوئے۔ گیت ختم ہونے کے بعد عقیدتمندوں نے اُنہیں نیچے بلا کر پھر گوایا۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''اپنی لڑکیوں کو اب کوئی گیت مت سکھانا۔ یہ اپنے آپ گائیں تو الگ بات ہے۔ جس تس کے سامنے گانے سے حیا جاتی رہتی ہے۔ عورتوں کے لئے حیا قائم رکھنا بہت لازمی ہے۔''

پھول اور چندن ایک ٹوکری میں ڈال کر شری رام کرشن جی کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ وہ بستر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور پھول اور چندن سے اپنی ہی پُوجا (پرستش) کر رہے تھے۔ پھُول اور چندن کو وہ کبھی اپنے سر پر رکھتے کبھی گلے پر، کبھی اپنے دل پر اور کبھی ناف پر رکھتے۔

کونا گر کا منموہن کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کہا اور نیچے بیٹھ گیا۔ شری رام کرشن جی اب بھی اپنی پُوجا کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنے گلے میں پھولوں کی مالا ڈال لی۔ کچھ دیر بعد جیسے خوش ہو کر اُنہوں نے منموہن کو کچھ پھول دیئے۔ 'ایم' کو بھی ایک پھول ملا۔

صبح کے قریب نو بجے کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی اور 'ایم' باتیں کر رہے تھے۔ ششی بھی کمرے میں تھا۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''نریندر اور ششی کیا باتیں کر رہے تھے؟ اُن کی بحث کا موضوع

کیا تھا۔"

ایم (ششی سے): "تم کیا باتیں کر رہے تھے؟"

ششی: "کیا تمہیں نرنجن نے اس بارے میں بتایا ہے؟"

شری رام کرشن جی: "خدا، نیستی (نہیں ہے) استی (ہے) یہ سب کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

ششی (مُسکراتے ہوئے): "نریندر کو بلاؤں"۔

شری رام کرشن جی: "ہاں"۔

نریندر اندر آ کر بیٹھ گیا۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): "تُم بھی کچھ پوچھو۔ کیا باتیں ہو رہی تھیں؟ بتا"۔

نریندر: "پیٹ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کو اور کیا بتاؤں؟"

شری رام کرشن جی: "پیٹ اچھا ہو گا۔"

ایم (مُسکراتے ہوئے): "ہمیں بُدھ (مہاتما بدھ) کے مُشاہدوں کے بارے میں بتاؤ"۔

نریندر: "کیا میں بدھ بن گیا ہوں جو آپ کو اس کے بارے میں بتاؤں؟"

'ایم': "بُدھ خدا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"

نریندر: "خدا ہے۔ یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ کائنات کی تخلیق کرنے والے تم ہو۔ برکلے Berkely نے کیا کہا ہے جانتے ہو؟"

'ایم': "ہاں میں جانتا ہوں۔ اس نے کہا ہے "Esse is Percipi[1]" کا وجود تبھی تک ہے جب تک اعضاءِ حواس اسے محسوس کر رہے ہیں۔"

شری رام کرشن جی: "نانگٹا کہا کرتا تھا۔ دُنیا کا وجود محض من سے ہی ہے۔ اور من سے ہی اس کا خاتمہ۔ مگر جب تک میں کا شعور باقی ہے ہمیں خدا اسے مالک اور نوکر کا رشتہ بنائے رکھنا چاہئے۔"

نریندر (ایم سے): "خدا ہے تم دلیل سے کیسے کہہ سکتے ہو۔ لیکن اگر تم یقین پر انحصار کرتے ہو تو مالک اور نوکر کا رشتہ قبول کرنا پڑے گا اور اگر تم اِسے قبول کرتے ہو تو پھر کوئی چارہ نہیں۔ پھر تمہیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ خدا مہربان ہے۔

"تم صرف دُنیا کی تکلیفوں کے بارے میں سوچتے رہتے ہو۔ خدا نے جو اتنا سکھ دیا ہے! اسے

1. Esse is Percipi: بیرونی چیزوں کا وجود اُن کو محسوس کرنے پر منحصر ہے۔

کیوں بھُول جاتے ہو؟ وہ ہم پر کتنا مہربان ہے۔اس نے ہمیں تین بڑی چیزیں دی ہیں، اِنسان کا جنم، خدا کو جاننے کی تمنّا اور عارفینِ (سادھو مہاتما) کی رفاقت۔''

سب خاموش۔

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''مُجھے صاف صاف محسُوس ہوتا ہے کہ میرے اندر کوئی ایک ہے۔''

نریندر نیچے چلا گیا۔وہ خود ہی گانے لگا—

مالک اٹھالئے ہیں تُم نے سارے غم میرے
تیرے چہرے کے دیدار سے
اور تیری خوبصُورتی کے جادو نے
کرلیا ہے فریفتہ میرے من کو
کر کے مشُاہدہ تیرا، ساتوں دنیا
بھول گئی ہیں، کبھی نہ ختم ہونے والے غم
تب کیا کہوں میں اپنے بارے میں
ہوں جو میں اِک محتاج اور کمتر رُوح

نریندر کو تھوڑی بدہضمی کی شکایت تھی۔اس نے 'ایم' سے کہا۔محبتُ اور عبادت کے راستے پر چلنے سے من جسم کی سطح پر نیچے آجاتا ہے۔نہیں تو میں ہوں کون؟ میں نہ انسان ہوں نہ خدا، نہ مُجھے کوئی خوشی ہے نہ کوئی غم۔

رات کے نو بجے تھے۔سریندر اور کچھ دوسرے عقیدتمندوں نے شری رام کرشن جی کو پھُولوں کے ہار پیش کیئے۔بابُورام، لاٹُو اور 'ایم' بھی کمرے میں موجُود تھے۔

شری رام کرشن جی نے سریندر کا ہار اپنے گلے میں ڈال لیا۔سب چپُ چاپ بیٹھے تھے۔اچانک شری رام کرشن جی نے اِشارے سے سریندر کو پاس بلالیا۔سریندر جب بستر کے قریب آیا تو اُنہوں نے اپنے گلے سے ہار اتار کر سریندر کے گلے میں ڈال دیا۔ہار پہن کر سریندر نے انہیں آداب عرض کی۔شری رام کرشن جی نے اِشارے سے اسے اپنے پاؤں سہلانے کو کہا۔سریندر کچھ دیر تک اُن کے پاؤں سہلاتا رہا۔

شری رام کرشن جی کا اپنے عقیدتمندوں سے پیار

بدھوار، 21 اپریل 1886

ایم اور نریندر کاشی پور کے باغیچے میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ نریندر بہت پریشان تھا کیونکہ ابھی تک وہ اپنے کنبے کے مالی مشکلات کا حل ڈھونڈ پانے میں ناکام رہا تھا۔

نریندر: ''مجھے وِدیا ساگر کے اسکول کی نوکری کی پرواہ نہیں۔ میں گیا جانے کی سوچ رہا تھا۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ وہاں ایک زمیندار کو اپنی زمین جائیداد کے لئے ایک منشی کی ضرورت ہے۔ خدا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔''

ایم (مسکراتے ہوئے): ''تم اب جو مرضی کہو مگر بعد میں کچھ اور ہی کہو گے۔ خدا کو حاصل کرنے کے لئے ہم جس راستے پر چلتے ہیں اس راستے میں شک وشبہ بھی ایک مقام ہے۔ ان سب مقامات کو پار کر لینے کے بعد اور بھی آگے بڑھ جانے پر خدا ملتا ہے۔ شری رام کرشن جی کہتے ہیں۔''

نریندر: ''جس طرح میں اس پیڑ کو دیکھ رہا ہوں کیا اسی طرح خدا کو کسی نے دیکھا ہے؟''

'ایم': ''ہاں، شری رام کرشن جی نے دیکھا ہے۔''

نریندر: ''یہ فریب نظر بھی ہو سکتا ہے۔''

'ایم': ''جو جس حالت میں جیسا دیکھتا ہے اس کے لئے وہی حقیقت ہے۔ جب تم خواب دیکھ رہے ہوتے ہو کہ تم کسی باغ میں گئے ہوئے ہو تب وہ باغ تمہارے لئے حقیقت ہے۔ مگر تمہاری وہ حالت بدلنے پر یعنی تمہارے جاگ جانے پر تمہیں وہ بات غیر حقیقی لگتی ہے۔ جس حالت میں خدا کا دیدار ہوتا ہے اس حالت میں خدا ایک حقیقت معلوم ہوتا ہے۔''

نریندر: ''مجھے سچ درکار ہے۔ اُس دِن خود شری رام کرشن جی سے میرا بڑا بحث مُباحثہ ہوا تھا۔''

ایم (مسکراتے ہوئے): ''کیا ہوا تھا؟''

نریندر: ''اُنہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ کچھ لوگ مجھے خدا کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا، دوسرے چاہے لاکھ آپ کو خدا کہیں لیکن جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ یہ سچ ہے میں یقیناً آپ کو ہر گز خدا نہیں کہوں گا۔ زیادہ تر لوگ جو کچھ کہیں وہی سچ ہے۔ وہی تو دھرم ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا، جب

تک میں خود سمجھ نہ لوں گا کہ یہ واقعی سچ ہے تب تک میں دوسروں کی بات نہیں سنوں گا۔''

ایم (مُسکراتے ہوئے): ''تمہارا نظریہ مغربی عالم کوپرنیکس اور برکلے جیسا ہے۔ دُنیا کے سارے لوگ کہتے ہیں کہ سورج حرکت کرتا ہے لیکن کوپرنیکس نے ان کی بات نہیں مانی۔ ہر کسی نے کہا کہ باہری سنسار (دُنیا) حقیقی ہے لیکن برکلے نے یہ بات ماننے سے بھی اِنکار کردیا۔''

نریندر: ''مُجھے تم 'اے ہسٹری آف فلاسفی' کتاب دو گے؟''

'ایم': ''کیا لیوس Lewis کی لکھی ہوئی؟''

نریندر: ''نہیں، اوبرویگ Uberweg کی۔ میں جرمن مُصنّف کی کتاب پڑھوں گا''۔

'ایم': ''تم نے ابھی کہا تھا کہ جیسے میں اس پیڑ کو دیکھ رہا ہوں کیا کسی آدمی نے ایسے ہی خدا کو دیکھا ہے۔ فرض کرو خدا تمہارے سامنے اِنسان کی صورت میں آئے اور کہے کہ میں خدا ہوں تب کیا تم یقین کرلو گے؟ تمہیں لازرس Lazarus کی کہانی یاد ہوگی۔ لازرس نے ابراہم سے کہا تھا مجھے سرزمین پر جانے دو اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بتانے دو کہ دوزخ اور اس زندگی کے بعد بھی زندگی ہے۔ ابراہم نے جواب دیا تم کیا سمجھتے ہو وہ تمہاری بات پر یقین کرلیں گے؟ وہ کہیں گے یہ ایک ڈھونگیا ہے جو یہاں آکر بے سر پیر کی باتیں کر رہا ہے۔ شری رام کرشن جی کہتے ہیں کہ خدا کو دلائل کی بنا پر نہیں جانا جا سکتا۔ یقین سے ہی ہر چیز، علم اور بالائی علم حاصل ہوسکتا ہے۔ صرف یقین کے سہارے آدمی خدا کا دیدار کرسکتا ہے اور اس سے قربت حاصل کرسکتا ہے۔''

دوپہر کے تین بجے تھے۔ شری رام کرشن جی لیٹے ہوئے تھے۔ رام لعل دکھنیشور سے آیا تھا۔ وہ ان کے پاؤں کی مالش کررہا تھا۔ سنتھی کا گوپال اور 'ایم' کمرے میں تھے۔

شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو کھڑکیاں بند کرنے اور پاؤں کو مالش کرنے کے لئے کہا۔ شری رام کرشن جی کے کہنے پر پورن کرائے کی گاڑی سے کاشی پور باغ میں آیا تھا۔

ایم کو گاڑی کا کرایہ دینا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اشارے سے گوپال کو پُوچھا کہ کیا اس نے 'ایم' سے پیسے لے لئے ہیں؟ گوپال نے جواب میں ہاں کہہ دیا۔

شام کے نو بجے سریندر، رام اور دوسرے لوگ واپس کلکتہ جانے والے تھے۔ یہ حُمس والا اپریل کا مہینہ تھا اور شری رام کرشن جی کا کمرہ دِن کو بڑا گرم ہوجاتا اس لئے سریندر کمرے کو ٹھنڈا رکھنے کی خاطر خس کی سرکیاں لایا تھا۔

سریندر: ''خس کی ان سرکیوں کو کسی نے بھی نہیں لٹکایا۔ یہاں لوگ کسی چیز پر بھی توجہ نہیں دیتے''۔

ایک عقیدتمند (مسکراتے ہوئے): ''بھگت لوگ یہاں برھم گیانی بنے ہوئے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں ''میں وہ ہوں''، یہ دُنیا ان کے لئے غیر حقیقی ہے۔ وہ نچلی سطح پر آ کر جب یہ سوچیں گے کہ خدا ان کا مالک ہے اور وہ اس کے نوکر تب وہ شری رام کرشن جی کی خدمت کی طرف توجہ دیں گے۔'' (سب ہنس دیئے)

ویروار، 22/اپریل 1886

شام کے وقت راکھل، ششی اور 'ایم' کاشی پور کے باغ میں ٹہل رہے تھے۔

'ایم': ''شری رام کرشن جی ایک بچّے کی طرح ہیں۔ تینوں گنوں سے پرے۔''

ششی اور راکھل: ''اُنہوں نے یہ خود ہی فرمایا ہے۔''

راکھل: ''لگتا ہے جیسے وہ کسی مینار پر بیٹھے ہیں جہاں سے انہیں سب خبر ملتی ہے۔ اور ہر چیز دکھائی دیتی ہے۔ مگر کوئی دوسرا وہاں پہنچ نہیں سکتا۔''

'ایم': ''اُنہوں نے کہا ہے، اس عالم میں خدا کا لگاتار دیدار ہوتا رہتا ہے۔ اس میں دُنیاداری کی کوئی خواہش نہیں رہتی۔ اس کا من سُوکھی لکڑی جیسا ہے جو فوراً آگ پکڑ لیتا ہے۔''

ششی: ''اس روز وہ چار دو سے الگ الگ قسم کے علم کا ذکر کر رہے تھے۔ جس علم سے خدا کو حاصل کیا جا سکے وہی علم ٹھیک ہے۔ جو علم ہمیں ڈپٹی مجسٹریٹ یا وکیل یا گھر بنا لینے کے قابل بناتا ہے وہ پست علم ہے''۔

'ایم': ''آہا، کتنی حیرت انگیز بات ہے۔''

ششی: ''کالی نے شری رام کرشن جی سے کہا تھا، شادمانی (آنند) پا لینے میں کون سی بڑی بات ہے؟ بھیل بھی تو خوش ہیں۔ جنگلی لوگ بھی ہمیشہ گیت گاتے، ناچتے، خُوشی میں مست نظر آتے ہیں۔''

راکھل: ''اُنہوں نے (شری رام کرشن جی) نے کالی کو جواب دیا۔ کیا برھم آنند (خالقِ کائنات کو جان لینے کی خوشی، مستی) اور دُنیاوی خُوشیاں ایک جیسی ہیں؟ عام آدمی دُنیاوی خُوشیوں سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ہم برھم کی سعادت کا مزہ نہیں لے سکتے۔ جب تک ہم دُنیاوی چیزوں کی رغبت سے مکمّل طور پر چھٹکارا نہیں پا لیتے، ایک طرف اعضاءِ حواس کا مزہ اور دوسری طرف خدا کو حاصل کرنے کی خُوشی کیا یہ دونوں ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ درویشوں نے خالق کائنات کی سعادت کو حاصل کیا تھا۔''

'ایم': ''تمہیں پتہ ہے کالی آج کل بدھ کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ اسی لئے وہ سعادت کے

پرے کی باتیں کرتا ہے"۔

راکھل: "ہاں، کالی نے شری رام کرشن جی کو بُدھ کے بارے میں بتایا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اسے کہا، بدھ خدا کا اَوتار ہے۔ ان کے ساتھ کسی کا کیا مقابلہ۔ جیسے وہ خود ایک بلند رتبہ شخصیت ہے ویسے ہی اس کی تعلیم بھی عمدہ ہے۔ کالی نے اُنہیں کہا، خدا کی طاقت ہی تو سب کچھ ہے۔ اسی طاقت سے خدا کی سعادت ملتی ہے اور اسی سے دُنیاوی خُوشی"۔

'ایم': "اس پر شری رام کرشن جی نے کیا کہا؟"

راکھل: "اُنہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اولاد پیدا کرنے کی طاقت اور خدا کو حاصل کرنے کی طاقت کیا دونوں ایک ہیں؟"

شری رام کرشن جی اُوپر والے کمرے میں بیٹھے تھے۔ نریندر، راکھل، ششی، سریندر، ایم، بھاوُ ناتھ اور دوسرے عقید تمند بھی وہاں موجود تھے۔ ڈاکٹر مہندر سرکار اور ڈاکٹر راجندر دت وہاں شری رام کرشن جی کا معائنہ کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

مکان کا کرایہ ساٹھ اور پینسٹھ کے بیچ تھا۔ سریندر سب سے زیادہ خرچہ کرتا تھا۔ اس نے مکان اپنے نام کرائے پر لے رکھا تھا۔ دوسرے صاحب خانہ عقید تمند اپنی حیثیت کے مطابق مالی امداد فراہم کرتے۔ اہلِ خانہ کے اراکین کے لئے ایک باورچی اور ایک خادم کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

شری رام کرشن جی (ڈاکٹر سرکار اور دوسرے عقید تمندوں سے): "اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر سرکار (عقید تمندوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے): "لیکن یہ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ یہ پیسہ خرچ کرنے میں بالکُل بھی حیل و حجت نہیں کرتے۔ (شری رام کرشن جی سے) اب آپ نے دیکھا کہ پیسہ کتنا ضرُوری ہے؟"

شری رام کرشن جی (نریندر سے): "تم اس بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

نریندر چپُ رہا۔ ڈاکٹر سرکار نے بات جاری رکھی۔

ڈاکٹر سرکار: "پیسہ بھی ضرُوری ہے اور عورت بھی ضرُوری ہے۔"

راجندر: "ہاں ان کی (رام کرشن جی کی) بیوی ان کے لئے کھانا پکا دیتی ہے۔"

ڈاکٹر سرکار (شری رام کرشن جی سے): "دیکھا۔"

شری رام کرشن جی (مسکراتے ہوئے): ''ہے لیکن بڑا جھنجھٹ''۔

ڈاکٹر سرکار: ''جھنجھٹ نہ ہوتا تو سب لوگ پرم ہنس بن گئے ہوتے''۔

شری رام کرشن جی: ''اگر کوئی عورت مجھے چھُو لیتی ہے تو میں بیمار پڑ جاتا ہوں۔ میرے جسم کا وہ حصّہ درد کرنے لگتا ہے جیسے کسی کانٹے دار مچھلی نے کاٹ لیا ہو۔''

ڈاکٹر سرکار: ''میں یہ بات مانتا ہُوں مگر عورت کے بغیر کام نہیں چلتا۔''

شری رام کرشن جی: ''پیسہ ہاتھ میں لیتا ہُوں تو ہاتھ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ سانس رک جاتی ہے۔ پیسے اگر کوئی رُوحانی زندگی بسر کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ خدا کی پرستش کے لئے یا فقیرُوں اور عقیدتمندوں کی خدمت کے لئے خرچ کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اگر آدمی عورت کے باعث مایا کے شکنجے میں جکڑا رہتا ہے تو وہ خدا کو بھُول جاتا ہے۔ جو کائنات کی ماں ہے۔ اسی نے مایا اور عورت کی صُورت اختیار کر رکھی ہے۔ اگر کسی کو ٹھیک طریقے سے یہ بات سمجھ آجائے تو وہ مایا کی دُنیا میں رہنا پسند نہیں کرے گا۔ سب عورتوں کے متعلق ماں جیسا نظریہ رکھتے ہوئے آدمی مایا کی دُنیا میں رہ سکتا ہے۔ عورت کیا ہے، خدا کا دیدار کئے بغیر یہ بات سمجھنا بہت مُشکل ہے۔''

کچھ دیر بعد دونوں ڈاکٹر چلے گئے۔ شری رام کرشن جی اور 'ایم' بات چیت کرتے رہے۔ شری رام کرشن جی 'ایم' کو عورتوں کے متعلق اپنا نظریہ بتلا رہے ہیں۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں زن اور زر کے بغیر چل نہیں سکتا۔ یہ لوگ میرے من کی کیفیت نہیں سمجھتے۔

اگر میں کسی عورت کو چھُولوں تو میرا ہاتھ سُن ہو جاتا ہے۔ درد کرنے لگتا ہے۔ اگر میں کسی عورت کے پاس جا کر اس سے دوستانہ انداز میں بات چیت کرتا ہُوں تو ایسا لگتا ہے کہ ہمارے درمیان ایک پردہ سا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ میرے لئے اس پردے کو پار کرنا ناممکن ہے۔

جب میں کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا ہوتا ہُوں ایسے وقت اگر کوئی عورت وہاں آجائے تو میں ایک بچّے کی مانند ہو جاتا ہُوں اور اسے میں ماں کی نظر سے دیکھتا ہوں۔''

شری رام کرشن جی کی یہ بات سن کر 'ایم' ان کی کیف آفریں کیفیت پر حیرت سے چُپ رہ گیا۔ بھاوَناتھ اور نریندر دور بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ بھاوَناتھ نے شادی کر لی تھی اور وہ مُلازمت کی تلاش میں تھا۔ اس لئے وہ کاشی پور شری رام کرشن جی کو دیکھنے کے لئے ہر روز نہیں آسکتا تھا۔ اس نے 'ایم' سے

کہا، مُجھے معُلوم ہوا ہے کہ وِدیا ساگر ایک نیا اسکول کھولنا چاہتا ہے۔ مُجھے اپنی روزی روٹی کمانی ہے۔ کیا میرے لئے اس اسکول میں نوکری پالینا ممکن ہے؟ شری رام کرشن جی بھاؤ ناتھ کے لئے بہت فکر مند رہتے تھے کیونکہ بھاؤ ناتھ دُنیاداری میں پھنس چکا تھا۔ بھاؤ ناتھ کی عمر تئیس چوبیس سال ہوگی۔

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''اس کی خوب حوصلہ افزائی کرو۔''

نریندر اور بھاؤ ناتھ مُسکرا دیئے۔ شری رام کرشن جی نے اِشارہ کر کے بھاؤ ناتھ سے کہا: ''خوب بہادر بنو۔ گھونگھٹ کے اندر اپنی بیوی کے آنسوُ دیکھ کر اپنے آپ کو بھول مت جانا۔ عورتیں کتنا روتی ہیں، وہ تو ناک چھِنکنے پر بھی روتی ہیں۔'' (نریندر اور بھاؤ ناتھ ہنس دیئے)

من کو مضبوُطی سے خُدا پر جمائے رکھو۔ ہیرو وہ ہے جو عورت کے ساتھ رہتے ہوئے بھی نفسانی آسائش میں نہیں اُلجھتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ صرف خُدا کے بارے میں چرچہ کرتے رہو۔

تھوڑی دیر بعد شری رام کرشن جی نے اِشارے سے بھاؤ ناتھ کو کہا۔ آج کھانا یہیں کھاؤ۔

بھاؤ ناتھ: ''ہاں جناب، میں مزے میں ہوُں۔ آپ میری فکر نہ کیجئے گا''۔

سریندر آ کر بیٹھ گیا۔ ہر شام عقِید تمند شری رام کرشن جی کو پھُولوں کے ہار پیش کرتے۔ وہ انہیں اپنے گلے میں پہن لیتے۔ سریندر چپُ چاپ کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی بہت اچھے موُڈ میں تھے۔ اُنہوں نے دو ہار سریندر کو دے دیئے۔ سریندر نے انہیں آداب عرض کر کے ہار اپنے گلے میں ڈال لئے۔

سارے چپُ چاپ بیٹھے شری رام کرشن جی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سریندر نے سری رام کرشن جی کو دوبارہ آداب کیا اور کھڑا ہو گیا۔ وہ رُخصت ہونے کو تھا۔ اس نے بھاؤ ناتھ کو خس کی سرکیاں کھڑکیوں پر لٹکانے کو کہا۔

ہیرا انند اپنے دوستوں کے ساتھ اندر آیا۔ وہ کلکتہ سے تقریباً بائیس سو میل دور سندھ میں رہتا تھا۔ 1883 میں وہ کلکتہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سندھ لوٹ گیا تھا اور اس نے دو اخباروں سندھ ٹائمز اور سندھ سدھار کی اخبار نویسی کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ وہ جب کلکتہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو وہ اکثر کیشب چندر سین کے ہاں جایا کرتا۔ ان کی آپس میں گہری دوستی ہوگئی۔ دکھنیشور کے کالی مندر میں اس کی ملاقات شری رام کرشن جی کے ساتھ ہوئی اور وہ کبھی کبھار رات کو اُن کے پاس ٹھہر جاتا۔ شری رام کرشن جی کی بیماری کی خبر سُن کر وہ سندھ سے چل کر کلکتہ آ پہنچا۔ شری رام کرشن جی خوُد اسے ملنے کے لئے

بے قرار تھے۔

شری رام کرشن جی نے ہیرانند کی طرف انگلی کر کے 'ایم' کو اِشارہ کیا: ''یہ بڑا اچھا لڑکا ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟''

'ایم': ''جی ہاں، جانتا ہوں''۔

شری رام کرشن جی (ہیرانند اور 'ایم' سے): ''تم ذرا بات چیت کرو میں سنوں گا۔''

ایم کو چپ رہتے ہوئے دیکھ کر شری رام کرشن جی نے پوچھا: ''کیا نریندر یہاں ہے، اسے بلا لاؤ۔''

نریندر شری رام کرشن جی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

شری رام کرشن جی (نریندر اور ہیرانند سے): ''میں تم دونوں کو باتیں کرتے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

ہیرانند چُپ رہا۔ بڑی دیر تک ٹال مٹول کرنے کے بعد اس نے بات چیت شروع کی۔

ہیرانند (نریندر سے): ''خدا کے بھگت کو دُکھ کیوں ملتا ہے؟

اس کی باتوں میں رس بھرا تھا۔ جن جن لوگوں نے اس کی باتیں سنُیں انہیں لگا کہ اس کا دِل محبت سے بھرا پڑا تھا۔

نریندر: ''اس دُنیا کا منصوُبہ دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اُسے کسی شیطان نے بنایا ہے۔ میں اس سے بہتر دُنیا بنا سکتا تھا۔''

ہیرانند: ''دُکھ کے بغیر کیا کبھُی سکھ کا احساس ہو سکتا ہے؟''

نریندر: ''میں دُنیا بنانے کا منصوبہ نہیں بنا رہا۔ میں موجودہ منصوُبے پر اپنی رائے دے رہا ہوں۔ مگر ایک بات پر یقین کرنے سے سب نپٹارا ہو جائے گا۔ سب کچھ خُدا ہے، یہ یقین کیا جائے تو سب اُلجھنیں سلجُھ جائیں گی۔ خُدا ہی سب کُچھ کر رہا ہے۔''

ہیرانند: ''یہ کہنا آسان ہے۔''

نریندر نے نروان (مکتی، نجات) پر شنکر کے چھ بند گا کر سُنائے۔

اوم، نہ میں من ہوُں، نہ فراست نہ اَنا نہ چت ہوُں

نہ میں کان ہوُں، نہ زبان ہوُں، نہ حواِس بُو ہوُں نہ باصرہ

نہ آکاش ہوُں، نہ ہوا، نہ آگ ہوُں، پانی نہیں، نہ زمین ہوُں

میں ہُوں ابدی سعادت، اور شعُور میں، میں شو ہُوں، میں شو ہُوں

نہ میں پران ہُوں، نہ ہُوں پانچ سانس حیات میں
نہ میں سات عناصر[1] جسم ہُوں، نہ ہُوں اس کے نیام پانچ میں
نہ ہاتھ ہُوں، نہ پاؤں میں، نہ زبان، نہ اعضائے عمل و فعل ہُوں
میں ہُوں ابدی سعادت اور شعُور میں، میں شو ہُوں، میں شو ہُوں

نہ لالچ، نہ پر فریب اُمید، نہ نفرت نہ چاہت کوئی مجھ میں ہے
مذہب یا نجات کا نہ ہے غرُور یا اَنا مجھے
نہ کوئی من کی ہے آرزُو، نہ مقصد خواہش کوئی
میں ہُوں ابدی سعادت اور شعُور میں، میں شو ہُوں، میں شو ہُوں

کسی پُن کا کسی پاپ کا نہ سُکھ مجھے نہ دکھ مجھے، نہ ہے خبر مجھے ان کی کوئی
منتر کوئی میں نہ جانتا، نہ تیرتھ وید نہ یگیہ کوئی
نہ کھانے والا، نہ خُوراک ہُوں، نہ ہی فعل میں خُوراک کا
میں ہوں ابدی سعادت اور شعُور میں، میں شو ہُوں، میں شو ہُوں

نہ موت کا ہے ڈر مجھے، نہ ذات کا امتیاز ہے
نہ باپ ہے نہ ماں میری، میں نے لیا نہ جنم ہے
نہ میں ہم سفر، نہ رفیق ہوں، نہ مُرید ہوں نہ مُرشد کوئی
میں ہُوں ابدی سعادت، اور شعُور میں، میں شو ہوں، میں شو ہوں

نہ میری ہے شکل وصورت نہ کوئی رغبت میری، ہر جگہ میں ہوں رچا بسا

1. سات عناصر: پانی، خون، مانس، چربی، ہڈیاں، گودہ اور منی

میں ہر جگہ موجود ہُوں، ہر احساس سے میں دُور ہُوں
نہ نجات ہُوں میں، نہ میں جاننے کی کوئی چیز ہُوں
میں ہُوں ابدی سعادت اور شعُور میں، میں شِو ہوں، میں شِو ہُوں

ہیرانند: ''بہت اچھا۔''

شری رام کرشن جی (ہیرانند کو اِشارے سے): ''اس کو جواب دو۔''

ہیرانند: ''کمرے کو ایک کونے سے دیکھو یا درمیاں سے کمرہ وہی ہے۔ یہ ایک ہی خُدائی شعُور ہے چاہے کوئی یوُں کہے۔ او خدا میں تمہارا خادم ہوں یا میں وہ ہُوں۔ ایک دروازے سے بھی کمرے میں جایا جاسکتا ہے اور بہت سے دروازوں سے بھی کمرے میں جایا جاسکتا ہے۔''

سب لوگ چپُ بیٹھے ہیں۔ ہیرانند نے نریندر سے گانے کی فرمائش کی۔ نریندر نے کوپین (سنیاسی کی لنگوٹی جو دست کشی کی علامت ہے) پر پانچ بند گائے۔

ویدانت کے پیڑوں کے جھنڈ تلے ہمیشہ گھومتا پھرتا
ہمیشہ شادماں اپنی بھیک کے نِوالے سے
آگے بڑھتے قدم، غم سے آزاد دِل اس کا
خُوش نصیب ہے سچّ مچ لنگوٹی پہننے والا

پیڑ کے دامن کی پناہ میں بیٹھا
اپنے ہاتھ سے کھاتا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا ایک
خوبصُورت سی یا بدنما اک چولی میں لپٹا
خُوش نصیب ہے سچّ مچ لنگوٹی پہننے والا

مطمئن ہے وہ اندر کی سعادت سے
کر کے ضبط اپنی خواہشاتِ نفسانی کو
خالق کائنات پر ہمیشہ کرتا ہے غور و فکر

خُوش نصیب ہے سچّ مچ لنگوٹی پہننے والا

جیسے ہی شری رام کرشن جی نے یہ سطر سُنی ''خالقِ کائنات پر ہمیشہ کرتا ہے غور و فکر''، اُنہوں نے بڑی دھیمی آواز میں کہا آہ! پھر اُنہوں نے اِشارے سے عقید تمندوں کو بتایا کہ یہ یوگیوں (فقیرُوں) کی خصُوصیت ہے۔ نریندر نے کوپین پر گیت یوُں ختم کیا۔

من اور جسم کی تبدیلیاں دیکھنے والا چشم دید گواہ
کچھ نہیں مگر اندر سے بذاتِ خود ہی کر رہا ہے مُشاہدہ

بیرون، اندرون، وسط سے بے پرواہ
خُوش نصیب ہے سچّ مُچ لنگوُٹی پہننے والا

خالقِ کائنات کی کرتے مدح سرائی نجات کے کلمے سے
''میں برھم ہُوں'' یہ صرف ریاضت کرتے
خیرات کے سہارے زندہ، سیلانیوں سا گھُومتا آزاد
خُوش نصیب ہے سچّ مچ لنگوٹی پہننے والا

پھر نریندر نے گایا—

ریاضت کرو اس خدا کی جو ہے کامل اور مجُسم سعادت
ریاضت کرو بلاِ شکل و صورت والے کی جو ہے کائنات کا کرتا دھرتا
کان کے پیچھے اس سُننے والے کی، من کے پیچھے سوچنے والی کی
زبان کے پیچھے بولنے والے کی جو سب الِفاظ سے خوُد ہے پرے
وہ ہے زِندگی کی زِندگی آخری ایک واجب تعظیم

شری رام کرشن جی (نریندر سے): ''اور وہ والا گیت، جو کچھُ ہے سوتو ہی ہے۔'' نریندر نے گانا شروع کیا—

تجھ سے میں نے دِل ہے لگایا، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
جہاں دیکھا نظر تو ہی آیا، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
ہر ایک دِل میں ہے بسیرا تیرا، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
اے آقا میرے دل کے محبُوب تم پناہ گاہ ہو سب کی
سچ مچ کہاں ہے وہ دِل جس میں تُم نہیں رہتے
ہر ایک دل میں ہے بسیرا تیرا، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
عارف ہو یا احمق، ہندو ہو یا ہو مُسلمان
تم جو چاہتے ہو بناتے ہو اس کو، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
ہر جگہ موجود ہو تم، بہشت ہو یا ہو کعبہ
تیرے قدموں میں ہے سرِ خم سب کا جو کچُھ ہے سوتُو ہی ہے
زمین تا فلک بلند، فلک تا زمین دوز
جہاں دیکھا تجھے دیکھا، جو کچھ ہے سوتُو ہی ہے
غور وخوض سے ہے جانا میں نے، بلا شک ہے دیکھا میں نے
تجھ سا نہیں کوئی جہاں میں، کوئی ثانی نہیں تیرا
جعفر[1] پہ کیا ظاہر یہ، جو کچُھ ہے سوتُو ہی ہے

جوں ہی یہ سطر ''ہر ایک دل میں ہے بسیرا تیرا'' شری رام کرشن جی نے سُنی۔ اُنہوں نے اِشارے سے بتایا ہر دل میں خُدا کی سکونت ہے۔ وہ ''انتریامی'' (دِل کی بات جاننے والا) ہے۔

''جہاں دیکھا نظر تو ہی آیا''۔ یہ سن کر ہیرانند نے نریندر سے کہا ''سب تُو ہی ہے''۔ اب ''تُم تُم'' ہو رہا ہے۔ میں نہیں، ''تم''۔

نریندر: ''تُم مُجھے ایک دو، میں تُمہیں ایک لاکھ دوں گا (یعنی ایک کے ملنے پر آگے صِفر لگا کر ایک لاکھ کر دوں گا)۔ تُم ہی میں، میں ہی تُم، میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر نریندر نے اشٹاوکر سمہتا کے چند ایک بند سُنائے۔ کمرے میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔

شری رام کرشن جی (ہیرانند سے، نریندر کی طرف اِشارہ کر کے): ''یوں لگتا ہے کہ نریندر ہاتھ میں

---

1. جعفر: گیت کار

ننگی تلوار لے کر گھوم رہا ہے۔ (ایم کو ہیر انند کی طرف اِشارہ کر کے) کِتنا پُر سکوُن ہے سپیرے کے پاس زہریلے سانپ کی طرح پھن پھیلا کر چپُ پڑا ہے''۔

شری رام کرشن جی اپنے باطن میں محو ہو گئے۔ ہیر انند اور نریندر ان کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں سُناٹا چھایا ہوا تھا۔ نا قابل بیان درد سے شری رام کرشن جی کا بدن جیسے شکنجے میں کسا ہوا تھا۔ عقیدتمندوں کے لئے ان کو بیماری کی اس حالت میں دیکھنا نا قابل برداشت تھا۔ لیکن کسی طرح شری رام کرشن جی اپنی تکلیف سے ان کی توجہ ہٹائے رکھتے تھے۔ وہ وہاں بیٹھے رہے۔ ان کے شگفتہ چہرے سے ان کے گلے کی بیماری کی کوئی عِلامت دکھائی نہیں پڑتی تھی۔

عِقیدتمندوں نے محبت بھرے نذرانے کے طور پر ان کے سامنے پھول اور مالائیں رکھی تھیں۔ اُنہوں نے پھول اٹھا کر سر پر رکھے۔ پھر اپنے دل پر اور ناف پر عقیدتمندوں کے سامنے جیسے کوئی پانچ سال کا چھوٹا بچہ پھُولوں سے کھیل رہا ہو۔

شری رام کرشن جی اپنے عقیدتمندوں کو بتایا کرتے کہ رُوحانی نظاروں اور رُوحانی عالم کے دوران ان کے بدن میں ایک برقی لہر اوپر کی طرف اُٹھتی تھی۔

اب وہ 'ایم' سے باتیں کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی: ''برقی لہر کب اوپر اٹھی مُجھے معلوم بھی نہیں چلتا۔ اب میں ایک بچّے کے جیسا ہُوں اسی لئے پھولوں سے اس طرح کھیل رہا ہُوں۔ جانتے ہو اب میں کیا دیکھ رہا ہُوں؟ جِسم جیسے بانس کی کمانیوں سے بنایا ہوا ہے اور اوپر سے کپڑے کے ساتھ ڈھک دیا گیا ہے۔ یہ ڈھانچہ چل پھر رہا ہے۔ اور یہ ڈھانچہ اس لئے چل پھر رہا ہے کیوں کہ اِس کے اندر کوئی رہتا ہے جو اسے ہلاتا ڈُلاتا ہے۔

جِسم ایک کھوکھلے کدّو جیسا ہے جس کے اندر سے بیج نکال دیئے گئے ہیں۔ اس کے اندر خواہش نفسانی یا دُنیاوی رغبت کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ اندر سے بالکل صاف ستھرا ہے اور............''۔

بہت زیادہ درد کی وجہ سے شری رام کرشن جی اس سے آگے بات نہ کر پائے۔ وہ اپنے آپ کو بہت کمزور محسُوس کر رہے تھے۔ وہ عِقیدتمندوں سے آگے کیا کہنے والے تھے، اس کا اندازہ لگا کر 'ایم' فوراً بول پڑا۔ اور آپ اپنے اندر خدا کو دیکھ رہے ہیں۔

شری رام کرشن جی: ''اندر اور باہر دونوں جگہ دیکھ رہا ہُوں۔ نا قابلِ تقسیم سچّد انند اس جِسم کا سہارا لے کر اس کے اندر بھی ہے اور باہر بھی۔ میں وہی دیکھ رہا ہُوں''۔

ایم اور ہیرا نند بڑے غور سے سچّدانند (خالق کائنات) کے دیدار کی بات سُن رہے تھے۔ کچھ دیر بعد شری رام کرشن جی نے ان کی طرف دیکھا اور بات چیت کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی: ''تم سب لوگ مجھے اپنے رِشتے دار دکھائی دیتے ہو۔ کوئی بھی اجنبی نہیں لگتا۔ سب کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک ایک غلاف [1] کے اندر رہ کر سر ہلا رہے ہیں۔

دیکھ رہا ہُوں۔ جب من کا خدا کے ساتھ میل ہو جاتا ہے تب تکلیف ایک طرف پڑی رہتی ہے۔ اس وقت میں صرف یہی دیکھ رہا ہُوں کہ نا قابل تقسیم سچّدانند اس چمڑی سے ڈھکا ہُوا ہے اور اس میں ایک جگہ پر گلے کا زخم ہوا پڑا ہے۔''

شری رام کرشن جی دوبارہ چپُ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر کہنے لگے ''مواد Matter کے اوصاف رُوح کے گلے منڈھ دیئے جاتے ہیں اور رُوح کے اوصاف مواد پر منڈھ دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے جسم کے بیمار ہونے پر آدمی کہتا ہے میں بیمار ہُوں'۔

شری رام کرشن جی نے جو کہا تھا ہیرا نند اس بات کو سمجھنا چاہتا تھا اس لئے 'ایم' نے کہا، ''گرم پانی میں ہاتھ کے جل جانے پر لوگ کہتے ہیں پانی میں ہاتھ جل گیا، مگر بات ایسی نہیں۔ اصل میں تپش سے ہی ہاتھ جلا ہے۔''

ہیرا نند (شری رام کرشن جی سے): ''آپ بتایئے بھگت کو دُکھ کیوں اٹھانا پڑتا ہے؟''

شری رام کرشن جی: ''دُکھ تو جسم کو ہوتا ہے۔''

شری رام کرشن جی شاید کچھ اور کہیں اس لئے ہیرا نند اور 'ایم' دونوں اشتیاق سے انتظار کرنے لگے۔

شری رام کرشن جی نے کہا: ''سمجھے؟''

ایم نے ہیرا نند کو سرگوشی میں کہا، ''لوگوں کو تعلیم دینے کے مقصد سے جسم کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ان کی زندگی حوالے کی کِتاب ہے۔ مثال سامنے ہے۔ اتنی تکلیف ہوتے ہوئے بھی ان کا من سو فیصدی خدا سے جڑُا ہوا ہے۔''

ہیرا نند: ''ہاں، جیسے یسُوع مسیح کو سولی پر چڑھانا۔ مگر راز کی بات تو یہ ہے کہ سب لوگوں میں سے صرف انہیں ہی کیوں تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے؟''

'ایم': ''شری رام کرشن جی کا کہنا ہے کہ یہ ماں الٰہی کی رضا ہے۔ اس طرح سے وہ اِن کے جسم کے

---

1. غلاف: اُن کے اِجسام کی طرف اِشارہ۔

ذریعے کھیل کھیل رہی ہے۔''

دو عقیدتمند آپس میں کانا پھُوسی کر رہے تھے۔ شری رام کرشن جی نے ہیرانند کو اِشارے سے پُوچھا کہ 'ایم' کیا کہہ رہا تھا۔ ہیرانند ان کے اِشارے کو سمجھ نہیں سکا اس لئے شری رام کرشن جی نے دوبارہ اِشارہ کر کے پُوچھا۔

ہیرانند: ''یہ کہہ رہا ہے۔ آپ کی بیماری لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''لیکن یہ محض اس کا اندازہ ہے۔''

(ایم اور ہیرانند سے): میرا مزاج بدل رہا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ سب کو نہ کہوں تمہارا رُوحانی شعُور بیدار ہو۔ کلجگ کے لوگ اس قدر گنہگار ہیں۔ اگر میں سب کا رُوحانی شعُور بیدار کروں تو مُجھے ان سب کے گناہوں کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔''

ایم (ہیرانند سے): ''شری رام کرشن جی وقت سے پہلے لوگوں کا رُوحانی شعُور بیدار نہیں کریں گے۔ جس کے شعُور کا جب وقت آئے گا تبھی اس کا شعُور بیدار کریں گے۔''

شکروار، 23 / اپریل 1886

آج گڈ فرائیڈے (Good Friday) کا دن تھا۔ ہیرانند نے دوپہر کا کھانا کاشی پُور باغیچہ گھر میں ہی کھایا۔ دوپہر کے ایک بجے وہ شری رام کرشن جی کے پاؤں سہلا رہا تھا۔ 'ایم' ان کے نزدیک بیٹھا رہا۔ لاٹو اور دو ایک عقیدتمند کمرے میں آ جا رہے تھے۔

شری رام کرشن جی کی بڑی خواہش تھی کہ ہیرانند کچھ عرصہ کے لئے کاشی پور باغیچہ گھر میں ٹھہرے۔

ہیرانند شری رام کرشن جی کے پاؤں سہلاتے ہوئے ان سے بات چیت کر رہا تھا۔ وہ بہت شیریں زبان میں بولتا جیسے کہ وہ ایک بچّے کو دلاسا دے رہا ہو۔

ہیرانند: ''آپ اتنی فکر کیوں کرتے ہیں؟ ڈاکٹر پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جائیں۔ آپ بچّے تو ہیں ہی۔''

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''ڈاکٹر پر بھروسہ کیسے ہوگا؟ ڈاکٹر سرکار نے کہہ دیا ہے میری بیماری ٹھیک نہیں ہوگی''۔

ہیرانند: ''آپ اتنے پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ جو کچھ ہونا ہے، ہوگا۔''

ایم (ہیرانند سے ایک طرف منہ کر کے): ''اُنہیں پریشانی اپنے لئے نہیں، ان کے جسم کی حفاظت

ان کے عقیدتمندوں کی خُوشحالی کے لئے ہے۔"

یہ ہمس والا دِن تھا۔ دوپہر کے وقت کمرہ کافی گرم ہو گیا تھا۔ خس کی سرکیاں کھڑکیوں پر لٹکا دی گئیں۔ ہیرانند نے انہیں ترتیب دے دی۔ شری رام کرشن جی سرکیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

شری رام کرشن جی (ہیرانند سے): "تم پاجامہ بھیجنا مت بھُولنا"۔

ہیرانند نے شری رام کرشن جی کو بتایا تھا کہ سندھ کا پاجامہ پہننے سے ان کو زیادہ آرام ملے گا۔ اس کے لئے وہ ہیرانند کو یاد دلا رہے تھے۔

ہیرانند نے اچھی طرح سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ چاول ٹھیک طرح سے پکائے نہیں گئے تھے۔ شری رام کرشن جی کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ وہ بار بار اسے جل پان کرنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ تکلیف اتنی ہے کہ بولنا محال ہے مگر پھر بھی بار بار پوچھے جا رہے تھے۔ پھر لاٹو سے پوچھنے لگے کیا تُمہیں بھی وہی چاول دیئے گئے؟

شری رام کرشن جی کے لئے جسم پر کپڑا اوڑھے رکھنا مشکل تھا۔ وہ ایک بچّے کی طرح اکثر ننگے ہی رہتے۔ ہیرانند دو ایک برھمو دوستوں کو ساتھ لایا تھا اس لئے سری رام کرشن جی کبھی کبھی کپڑے کو کھینچ کر اپنی کمر پر تان لیتے۔

شری رام کرشن جی (ہیرانند سے): "میری دھوتی (جسم پر سے کپڑا) کھل جانے پر کیا تم مجھے غیر مہذّب سمجھو گے؟"

ہیرانند: "آپ کو اس سے کیا؟ آپ تو بچّے ہیں۔"

شری رام کرشن جی (برھمو بھگت کی طرف اِشارہ کر کے): "لیکن وہ تو ایسا نہیں سوچتا"۔

ہیرانند اب جانے کو تھا۔ دو ایک دن کلکتہ میں رہ کر وہ واپس سندھ لوٹنے والا تھا۔

شری رام کرشن جی (ہیرانند سے): "اگر تم سندھ نہ جاؤ تو۔"

ہیرانند (مُسکرا کر): "وہاں اور کوئی میرا کام کرنے والا نہیں۔ مُجھے تو وہاں نوکری کرنی پڑتی ہے۔"

شری رام کرشن جی: "کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"

ہیرانند: "ان سب کاموں میں تنخواہ کم ہے۔"

شری رام کرشن جی: "پھر بھی کتنی؟"

ہیرانند ہنس دیا۔

شری رام کرشن جی: ''تُم یہاں کیوں نہیں رہ جاتے؟''

ہیرانند نے کوئی جواب نہیں دیا۔

شری رام کرشن جی: ''اگر تم نوکری چھوڑ دو تو؟''

ہیرانند نے کچھ نہیں کہا۔ وہ رُخصت ہونے کو تھا۔

شری رام کرشن جی: ''مجھے دوبارہ کب مِلو گے؟''

ہیرانند: ''میں پرسُوں سندھ لوٹ جاؤں گا۔ اسی صُبح آپ سے ملُوں گا۔''

ہیرانند چلا گیا۔

ایم شری رام کرشن جی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

شری رام کرشن جی (ایم سے): ''وہ اچھا نوجوان ہے نا؟''

'ایم': ''جی ہاں، وہ شیریں مزاج ہے۔''

شری رام کرشن جی: ''اس نے بتایا تھا کہ کلکتہ سندھ سے بائیس سو میل دور ہے اور وہ اتنی دُور سے مُجھے ملنے آیا ہے۔''

'ایم': ''جی ہاں، بغیر سچّی محبت کے ایسا ممکن نہیں۔''

شری رام کرشن جی: ''وہ مجھے اپنے ساتھ سندھ لے جانا چاہتا ہے''۔

'ایم': ''سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ ریل گاڑی سے چار پانچ دن لگ جاتے ہیں''۔

شری رام کرشن جی: ''وہ یُونیورسٹی کی تین ڈِگریاں پاس کر چُکا ہے۔''

'ایم': ''جی ہاں۔''

شری رام کرشن جی تھک چکے تھے۔ وہ تھوڑا آرام کرنا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے 'ایم' کو کھڑکیاں کھولنے اور بستر پر چٹائی بچھا دینے کو کہا۔ 'ایم' انہیں پنکھا کر رہا تھا۔ شری رام کرشن جی کو نیند آنے لگی۔

ہلکی سی نیند کے بعد اُنہوں نے 'ایم' سے پُوچھا، ''کیا میں سو گیا تھا؟''

'ایم': ''تھوڑا سا''۔

دوپہر کا وقت تھا۔ بہت سے بھگت شری رام کرشن جی کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ نریندر، سرت، ششی، لاٹو، نتیہ گوپال، رام، 'ایم' اور سُریش وہاں موجود تھے۔

کیدارناتھ اندر آیا۔ بہت دِنوں کے بعد وہ شری رام کرشن جی کو دیکھنے آیا تھا۔ وہ اپنے دفتر کے کام

کے سلسلے میں ڈھاکہ میں تھا۔ وہاں سے شری رام کرشن جی کی بیماری کے بارے میں سُن کر یہاں آیا تھا۔ شری رام کرشن جی کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے مہاراج کے قدموں کی دُھول پہلے اپنے سر پر رکھی اور پھر خُوشی خُوشی دوسروں میں بانٹنے لگا۔ عقیدتمندوں نے سر جھکائے اسے قبُول کیا۔ سب خاموش بیٹھے رہے۔ ایسا لگتا تھا کہ شری رام کرشن جی وجد کے عالم میں کھو جانے کو تھے۔ کبھی کبھی ان کی سانس بوجھل ہو جاتی جیسے وہ اپنے جذبات کو دبانے کی کوشش کر رہے ہوں۔

شری رام کرشن جی نریندر کی طرف اُنگلی اُٹھا کر اِشارہ کرتے ہوئے کیدار سے کہنے لگے، ''اس نے ہر چیز سے قطع تعلق کر لیا ہے (عقیدتمندوں سے) ایک دفعہ کیدار نے نریندر سے کہا تھا تم ابھی چاہے دلیل بازی یا بحث کرو مگر آخر میں خدا کا نام لے کر تمہیں دُھول میں لُڑھکنا ہوگا۔''

سریندر دوسرے عقیدتمندوں کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اس کی طرف مسکُراتے ہوئے دیکھا اور کیدار سے کہا، ''آہ، کِتنا شیریں مزاج ہے۔ کیدار نے شری رام کرشن جی کا اِشارہ سمجھ لیا اور وہ سریندر کی طرف چلا گیا۔''

سریندر بہت حساس تھا۔ عقیدتمندوں میں سے کچُھ لوگ باغیچے کے خرچ کے لئے باہر کے عقیدتمندوں سے چندہ اکٹھا کیا کرتے تھے۔ اس پر سریندر کو بڑا دکھ ہوتا۔ باغیچے کا زیادہ تر خرچہ سریندر ہی دیتا تھا۔

سریندر (کیدار سے): ''اتنے سادھوؤں کے نزدیک میں کیسے بیٹھ سکتا ہُوں؟ کچُھ دِن ہوئے ان میں سے کچھ ایک (نریندر کی طرف اِشارہ) سنیاسیوں کے گیروے رنگ کے لباس پہن کر بدُھ کی زیارت پر گئے تھے۔ وہاں وہ بڑے بڑے سادھوؤں کو ملنا چاہتے تھے۔

شری رام کرشن جی سریندر کو تسلّی دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ ابھی بچّے ہی تو ہیں۔ اچھا کیا ہے وہ نہیں جانتے''۔

سریندر (کیدار سے): ''کیا ہمارے گرودیو[1] (مُرشد) جانتے نہیں کس کا کیا نظریہ ہے؟ وہ پیسے سے نہیں بلکہ ہمارا اندرونی رویہ دیکھ کر خُوش ہوتے ہیں''۔

شری رام کرشن جی نے سر ہلا کر سریندر کی تائید کی۔

عقیدتمندوں کی لائی ہوئی مٹھائیاں شری رام کرشن جی کے آگے رکھ دیں گئیں۔ ان میں سے چھوٹا

---

1. گرودیو: شری رام کرشن جی کی طرف اِشارہ۔

سا ٹکڑا اٹھا کر اُنہوں نے تھالی سریندر کو دیتے ہوئے کہا، دوسرے عقیدتمندوں کو بھی یہ پرساد Offering دے دو۔ سریندر پرساد لے کر نیچے چلا گیا۔

شری رام کرشن جی (کیدار سے): ''تُم نیچے جاؤ اور سریندر کو ساری بات سمجھا دو۔ دیکھنا وہ کہیں گرما گرم بحث میں نہ اُلجھ جائیں۔''

ایم شری رام کرشن جی کو پنکھا کر رہا تھا۔ اُنہوں نے اس سے کہا کیا تُم کُچھ نہیں کھاؤ گے؟ شری رام کرشن جی نے 'ایم' کو نیچے بھیج دیا۔

شام کا دُھندلکا ہونے کو تھا۔ گریش اور 'ایم' باغیچے میں چھوٹے تالاب کے کِنارے چہل قدمی کر رہے تھے۔

گریش: ''سُنا ہے تم شری رام کرشن[1] جی کے بارے میں کچھ لکھ رہے ہو۔''

'ایم': ''تُم سے کِس نے کہا؟''

گریش: ''میں نے سُنا ہے۔ کیا مُجھے پڑھنے کے لئے دو گے؟''

'ایم': ''نہیں، جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ کس کو دینا ٹھیک ہوگا، میں نہیں دُوں گا۔ یہ میں اپنے لئے لکھ رہا ہُوں، کسی دوسرے کے لئے نہیں۔''

گریش: ''تمہارا مطلب کیا ہے؟''

'ایم': ''جب میں مر جاؤں گا تو تُم اسے لے لینا۔''

شام کا وقت تھا۔ شری رام کرشن جی کے کمرے میں ایک لیمپ جلا دیا گیا۔ امرتا باسُو، ایک برہموان کو دیکھنے کمرے میں چلا آیا۔ شری رام کرشن جی نے اُسے مِلنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ 'ایم' اور کُچھ دوسرے عابد بھی وہیں تھے۔ شری رام کرشن جی کے سامنے کیلے کے پتے پر پھُولوں کا ہار پڑا تھا۔ کمرے میں مکمل خامُوشی، ایک بلند مرتبہ فقیر خدا سے راز و نیاز میں محو تھے۔ شری رام کرشن جی کبھی کبھار ہار کو تھوڑا اُوپر اٹھاتے جیسے کہ وہ اسے اپنے گلے میں ڈالنا چاہتے ہوں۔

امرتا (عاجزی سے): ''میں آپ کے گلے میں ہار ڈال دُوں؟''

---

1. شری رام کرشن جی کی وفات کے بعد 'ایم' نے اُن کے ساتھ کی گئی بات چیت کو پانچ جلدوں میں شائع کیا۔ 'دی گاسپل آف شری راما کرشنا' بنگالی کی اُن پانچ کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہے۔ موجودہ کتاب اُسی 'دی گاسپل آف شری راما کرشنا' کا خُلاصہ ہے۔

ہار پہن کر شری رام کرشن جی امرت سے کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ امرت اب جانے کو تھا۔

شری رام کرشن جی: ''دوبارہ آنا۔''

امرتا: ''جی۔ آنے کو تو بہت دِل کرتا ہے مگر مجھے بڑی دور سے آنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ نہیں آ سکتا۔''

شری رام کرشن جی: ''ضرور آنا اور گاڑی کا کرایہ یہاں سے لے لینا''۔

امرتا سے شری رام کرشن جی کا یہ پیار دیکھ کر عقید تمند دنگ رہ گئے۔''

اگلے دن 'ایم' اپنی بیوی اور سات سال کے لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر باغیچہ گھر میں آیا۔ شری رام کرشن جی نے اسے اپنی بیوی جو کہ ایک لڑکے کے دیہانت پر لگ بھگ پاگل ہوگئی تھی، کو ساتھ لانے کو کہا تھا۔

اُس دِن شری رام کرشن جی نے 'ایم' کی بیوی کو کئی بار خدمت کرنے کا موقعہ دیا۔ ان کی زیادہ تر توجہ اس کی بیوی کی طرف تھی۔ رات کو ماں ساردا سری رام کرشن جی کو کھانا کھلانے ان کے کمرے میں آئیں۔ 'ایم' کی بیوی ان کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں لیمپ پکڑے ہوئے گئی۔ کھانا کھاتے وقت شری رام کرشن جی اس سے گھر گرہستی کی باتیں پُوچھنے لگے۔ پھر اُنہوں نے کچھ دن کے لئے اسے ماں ساردا کے پاس آ کر رہنے کے لئے کہا اور اپنے ساتھ اپنی چھوٹی لڑکی کو بھی لانے کی تاکید کی۔ شری رام کرشن جی کے کھانا کھا لینے کے بعد 'ایم' کی بیوی نے خالی تھالیاں اٹھا لیں اور وہ کچھ دیر تک ان سے بات چیت کرتی رہی۔

رات کے قریب نو بجے شری رام کرشن جی عابدین کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھے تھے۔ گلے میں پھولوں کا ہار پڑا ہوا تھا۔ اُنہوں نے 'ایم' کو بتایا کہ اُنہوں نے اس (ایم) کی بیوی کو یہاں آ کر ماں ساردا کے پاس رہنے کو کہا ہے۔ شری رام کرشن جی کی اس نوازش نے 'ایم' کے دِل کو چھُو لیا۔

ایم انہیں پنکھا کر رہا تھا۔ شری رام کرشن جی نے اپنے گلے سے ہار اُتار کر اپنے آپ سے کچھ کہا اور پھر وہ ہار اُنہوں نے بڑی محبت سے 'ایم' کو دے دیا۔



شری رام کرشن جی کی وفات کے بعد

اتوار 15 راگست 1886ء کو شری رام کرشن جی اپنے بھگتوں اور شاگردوں کو غم کے گہرے سمندر میں ڈبو کر اِس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ وہ ایک تباہ کُن جہاز کے مُسافروں جیسے تھے۔ مگر محبت کے ایک مضبوط بندھن نے انہیں باندھ رکھا تھا۔ انہیں ایک دوسرے کی رفاقت میں راحت اور حوصلہ ملتا۔ انہیں دُنیاداروں کی دوستی میں بالکل بھی مزہ نہ آتا اور وہ صرف اپنے مُرشد ہی کی باتیں کرتے رہتے۔ کیا ہم اب ان سے نہیں مل سکیں گے؟ وہ جاگتے سوتے بس یہی سوچتے رہتے۔ شری رام کرشن جی کے خیالوں میں گم وہ کلکتہ کی گلیوں میں روتے پھرتے۔ ایک بار شری رام کرشن جی نے 'ایم' سے کہا تھا، تم لوگ راستے میں روتے پھرو گے اس لئے اِس جسم کو خیر باد کہتے ہوئے مُجھے دکھ ہو رہا ہے۔ اِن میں سے کئی سوچتے وہ تو چلے گئے اور ہم ابھی تک زندہ ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو اس بے ثبات دُنیا سے چُھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ہم ایسا کہاں کر رہے ہیں۔ شری رام کرشن جی بار بار اپنے عابدین کو بتاتے رہتے کہ اگر ہم خُدا کو پانے کے آرزومند ہیں اور دِل و جان سے اس کی عبادت کرتے ہیں تو ہمیں ایک دِن اس کا دیدار ہو گا ہی۔ شری رام کرشن جی نے ان سب کو یقین دلایا تھا کہ خُدا پُرخلوص دِل سے نکلی ہوئی دُعا ضرور سُنتا ہے۔

شری رام کرشن جی کے غیر شادی شُدہ نوجوان شاگرد جو اُن کے اندرونی سرکل سے تعلق رکھتے تھے، دن رات اُن کی خدِمت کیا کرتے۔ شری رام کرشن جی کے اس جہانِ فانی سے چلے جانے کے بعد وہ اپنی مرضی کے بغیر اپنے اپنے پریوار میں لوٹ گئے۔ اُنہوں نے ابھی تک باضابطہ طور پر دُنیا سے قطع تعلق نہیں کیا تھا۔ تھوڑے عرصے تک اُنہوں نے اپنے گھریلو نام قائم رہنے دیئے۔ لیکن شری رام کرشن جی نے دِلی طور پر انہیں سنیاسی بنا دیا تھا۔ اُنہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے شاگردوں میں سے کئی ایک کو سنیاسی کے گیروے لباس دے کر عارفانہ زندگی کا آغاز کروا دیا تھا۔

شری رام کرشن جی کے دو تین خدمت گاروں کے پاس رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ان سے فراخ دل سریندر نے کہا۔ بھائیو! تم لوگ ابھی کہاں جاؤ گے؟ آؤ ہم کرائے پر ایک مکان لے لیں۔ وہاں رہ کر تم لوگ شری رام کرشن جی کی گدی (آشرم) بنا کر رہو گے تو ہم گرہستی لوگ بھی کبھی کبھی اپنے دل کو ڈھارس بندھانے وہاں آیا کریں گے۔ دُنیا میں اس طرح بیوی بچّوں کے ساتھ دِن رات رہ کر

کیسے زندگی گذاریں گے؟ کاشی پُور میں شری رام کرشن جی کی خِدمت کے لئے میں تھوڑا بہت خرچہ دیا کرتا تھا۔ اب وہ بخُوشی تمہارے اخراجات کے لئے دیا کروں گا۔ اس نے کلکتہ کی نواحی بستی بارانا گور میں کرائے پر ایک مکان لے لیا اور آہستہ آہستہ یہ جگہ مٹھ یا مندر میں تبدیل ہو گئی۔

پہلے پہلے دو ایک مہینے تک سریندر تیس روپے مہینہ دیتا رہا۔ جوں جوں مٹھ میں دوسرے اراکین آکر رہنے لگے۔ اسے اب دوگُنا خرچہ کرنا پڑتا۔ مکان کا کرایہ گیارہ روپے مہینہ تھا۔ باورچی کو چھ روپے دیئے جاتے۔ باقی بچے کھچے پیسوں میں سے کھانے پینے کا سامان خریدا جاتا۔

کاشی پور کے باغیچہ گھر سے چھوٹا گوپال شری رام کرشن جی کا بستر اور روزمرہ استعمال ہونے والی چیزیں لے آیا۔ کاشی پُور میں باورچی کا کام کرنے والے برہمن کو نئے مٹھ میں بھی نوکری دے دی گئی۔ بڑا گوپال پرانہ مستقل رُکن تھا۔ سرت وہاں رات کو آکر ٹھہرتا، شروع شروع میں سرت، ششی، بابُورام، نرنجن اور کالی اپنی اپنی سہولیت کے مطابق کبھی کبھار مٹھ میں آیا کرتے۔ شری رام کرشن جی کی وفات کے بعد تارک برندابن چلا گیا تھا۔ وہ چند مہینوں بعد کلکتہ واپس لوٹ آیا اور مٹھ کا مستقل رُکن بن گیا۔ مٹھ کی شروعات کے وقت راکھل، جوگن، لاٹُو اور کالی۔ ماں ساردا کے ساتھ برندابن میں رہ رہے تھے۔ کالی ایک مہینے کے اندر کلکتہ لوٹ آیا۔ راکھل چند مہینوں بعد اور جوگن اور لاٹُو ایک سال بعد لوٹ آئے۔ گرہستی بھگت اکثر سنیاسی بھائیوں کے ساتھ گھنٹوں ریاضت اور مُطالعہ میں مصرُوف رہتے۔

تھوڑے عرصے بعد نریندر، راکھل، نرنجن، سرت، ششی، بابُورام، جوگن، تارک، کالی اور لاٹُو نے ہمیشہ کے لئے دُنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ ساردا پرسنّا اور سبودھ بھی کچھ عرصے بعد ان میں شامل ہو گئے۔ گنگا دھر ہمیشہ مٹھ میں آیا جایا کرتا وہ نریندر کو بغیر دیکھے رہ نہیں سکتا تھا۔ بنارس کے شِو مندر میں گایا جانے والا ''جے شِو اوم کارا'' نام کا سوتر (گیت) مٹھ میں رہنے والے سب بھائیوں کو اسی نے سکھایا تھا۔ ربط و ضبط کے طور طریقے سیکھنے کی غرض سے وہ تبت چلا گیا تھا۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد وہ مٹھ میں شامل ہو گیا۔ ہری پہلے تو مٹھ میں نریندر اور دوسرے سنیاسی بھائیوں سے ملنے آیا کرتا مگر جلد ہی اس نے عارفانہ زندگی اختیار کر لی اور اس طرح شری رام کرشن جی کے سنیاسی 1 شاگردوں کی فہرست مکمّل ہو گئی۔

سُریندر واقعی بلند پایہ شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے ایک وسیع ادارے کی بنیاد رکھی۔ بعد میں جس کو

---

1 شری رام کرشن جی کے شاگرد جنھوں نے اُن کی وفات کے فوراً بعد دُنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ اُن کے سنیاسی نام مندرجہ ذیل ہیں۔۔۔۔

شری رام کرشن جی کے نام کے ساتھ جوڑا گیا۔ اس کی عقیدت اور قربانی نے ان پُرخلوص نوجوانوں کو دُنیا سے دست کش ہوکر خدا کو حاصل کرنے کے قابل بنا دیا۔ سُریندر کے ذریعے شری رام کرشن جی نے اُن کے لئے یہ ممکن کر دیا کہ وہ دُنیا میں بطور اُن کی تعلیمات کے علمبردار بن کر رہیں۔ یعنی زن اور زر سے دست کش ہوکر خدا کا دیدار کریں۔

یہ سنیاسی بھائی مٹھ میں یتیم لڑکوں کی طرح رہتے تھے۔ کبھی مکان کا کرایہ دینے کے لئے اُن کے

نریندر	–	سوامی وویکانند
راکھل	–	سوامی برہمانند
جوگن	–	سوامی جوگانند
نرنجن	–	سوامی نرنجنانند
لاٹو	–	سوامی اَدبھوتانند
بابُورام	–	سوامی پریمانند
تارک	–	سوامی شِوانند
ہری	–	سوامی تریانند
سرت	–	سوامی ساردانند
ششی	–	سوامی رام کرشن نند
کالی	–	سوامی ابھیدانند
گنگادھر	–	سوامی اکھنڈانند
گوپال (بڑا)	–	سوامی اَدویتانند
سارداپرسنا	–	سوامی ترگُناتیت نند
سبودھ	–	سوامی سبودھانند

باغ بازار میں رہنے والا ایک نوجوان تلسی، چند ایک بار شری رام کرشن جی کو کلکتہ اور دکھنیشور میں ملنے آیا تھا اور اس نے شری رام کرشن جی کا آشیرواد پالیا۔ اب وہ اکثر مٹھ میں آنے جانے لگا اور جلد ہی اس کا رُکن بن گیا۔ سوامی وویکانند نے اُسے رسمی طور پر رُوحانی زندگی سے روشناس کرایا۔ تلسی نے بھی دُنیا سے قطع تعلق کرلیا۔ اب وہ سوامی نِرملانند کے نام سے جانا جانے لگا۔

پاس پیسے نہ ہوتے تو کبھی ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ سُریندر آ کر سب چیزوں کا حساب چُکتا کر دیتا۔ وہ ان عارفین کے لئے بڑے بھائی کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ بعد میں سُریندر کی بے پناہ محبّت کی یاد آتے ہی اس پہلے مٹھ کے اراکین کی آنکھوں میں احسان مندی کے آنسو بھر آتے۔

شری رام کرشن جی کے بھگتوں میں نئے مٹھ کو بارانگور مٹھ کے نام سے جانا جانے لگا۔ نریندر، راکھل اور دوسرے نوجوان شاگردوں میں دستبرداری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک دن راکھل کا باپ مٹھ میں آ نکلا۔ اس نے راکھل کو گھر واپس لوٹ جانے کو کہا تو راکھل نے جواب دیا، ''آپ یہاں آنے کی تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ میں یہاں مزے میں ہوں۔ آپ خُدا سے دُعا کرو کہ آپ مجھے بھول جائیں اور میں آپ کو بھول جاؤں''۔ نوجوان شاگرد ایک دوسرے سے کہا کرتے۔ اب ہم ہرگز دُنیاداری کے فرائض سرانجام نہیں دیں گے۔ ہمارے مُرشد نے ہمیں زن اور زر سے دستبرداری کی تلقین کی تھی۔ اس لئے اب ہم لوگ گھر کیسے لوٹ سکتے ہیں؟

ششی نے مٹھ میں روزانہ کی پرستش (پوجا پاٹھ) کا ذمہ لے لیا۔ شری رام کرشن جی کی استھیاں Relics بلرام کے گھر سے لائی گئیں پُوجا ہال میں ہر روز ان کی پُوجا کی جانے لگی۔ نریندر گھر کے کام کاج کی نگرانی کرتا۔ وہ مٹھ کا رہنما تھا۔ وہ اپنے گرُو بھائیوں کو اکثر بتایا کرتا کہ گیتا میں جن بے لوث اعمال کا ذِکر کیا گیا ہے ان میں دُنیاوی فرائض کو چھوڑ خُدا کی پرستش، جپ، ریاضت وغیرہ شامل ہیں۔ گرو بھائی اپنے رُوحانی علم وفضل کے لئے نریندر پر انحصار کرتے تھے۔ وہ ان سے کہا کرتا ریاضت کرنی ہوگی نہیں تو خُدا کا دیدار نہیں ہو سکے گا۔

نریندر اور اس کے گرُو بھائیوں میں زاہدانہ جذبہ بھرا پڑا تھا۔ وہ دِن رات رُوحانی ربط وضبط میں مصروف رہتے۔ خُدا کا دیدار ہی اِن کا واحد مقصدِ زندگی تھا۔ وہ سادہ زِندگی گذارنے اور ویدوں، پرانوں اور تنتروں کے فرمانوں پر چلتے رہنے کو پابند تھے۔ وہ جپ، ریاضت اور شاستروں کے مُطالعے میں اپنا وقت صرف کرتے۔ جب کبھی انہیں رُوحانی جذبے کا احساس نہ ہو پاتا تو وہ اپنے آپ کو سخت تکلیف میں مُبتلا پاتے۔ کبھی اکیلے میں پیڑ کے نیچے، کبھی کسی شمشان گھاٹ میں اور کبھی گنگا کے کنارے وہ ریاضت کرتے رہتے۔ کبھی وہ مٹھ کے ہال میں بیٹھ کر اکیلے جپ اور غور وفکر میں سارا سارا دن گذار دیتے۔ کبھی اِکٹھے مل کر کیف آور وجد میں گیت گاتے اور ناچتے۔ وہ سب کے سب اور نریندر خاص طور پر خُدا کو پانے کے لئے بے تاب تھا۔ کبھی کبھی وہ ایک دوسرے سے باتیں کیا کرتے کہ کیا ہمیں خُدا کی

حصولیابی کے لئے بھوکوں مرنہیں جانا چاہیے؟

سوموار، 21رفروری1887

نریندر، راکھل، نرنجن، سرت، ششی، کالی، بابُورام، تارک اور ساردا پرسنّا مٹھ میں رہ رہے تھے۔ مٹھ کے سب سنیاسیوں نے شِوراتری[1] کے موقعے پر دن بھر برت رکھا۔ سرت، کالی، نرنجن اور ساردا پرسنّا اگلے سنیچروار کو پوری میں جگن ناتھ کی زیارت کا منصُوبہ بنا رہے تھے۔ جوگن اور لاٹو برندابن میں ہی تھے۔ اُنہوں نے ابھی تک نئی جگہ نہیں دیکھی تھی۔

نریندر ایک مقدمے کی پیروی جس میں اس کے والد کی وفات کے بعد اس کا خاندان اُلجھا ہوا تھا، کے لئے کلکتہ گیا ہوا تھا۔ صُبح کے نو بجے 'ایم' مٹھ میں پہونچا۔ وہ تارک سے مل کر دونوں شِو کے بھجن (دھارمک گیت) گانے لگے۔ راکھل بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ سب مل کر خوب ناچنے گانے لگے۔ نریندر نے حال ہی میں اس گیت کو لکھا تھا۔

ششی نے مٹھ میں پُوجا ارچنا (پرستش) کی رسم پُوری کر لی پھر سرت نے تان پورے پر شِو کے گیت گائے۔

نریندر ابھی ابھی کلکتہ سے لوٹا تھا۔ وہ ابھی تک نہایا بھی نہیں تھا۔ کالی نے اس سے پُوچھ لیا۔ تمہارے مقدمے کا کیا ہوا۔ اس پر نریندر نے غصّہ ہو کر کہا تم اس بارے میں کیوں پریشان ہو رہے ہو۔

نریندر گنگا میں نہا کر مٹھ میں لوٹ آیا۔ اس نے اپنے گیلے کپڑے اور تولیہ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ ساردا پرسنّا نے نریندر کو لیٹ کر پرنام کیا۔ اس نے بھی شِوراتری کا برت رکھا تھا۔ وہ گنگا میں نہانے کے لئے جا رہا تھا۔ نریندر نے پُوجا کے کمرے میں داخل ہو کر شری رام کرشن جی کی تصویر کو آداب کیا۔ اس تصویر کو دیوتا مان کر ہر روز پرستش کی جاتی تھی۔ کچھ دیر بعد نریندر ریاضت میں مُستغرق ہو گیا۔

شام کو شِو کی پُوجا کے لئے انتظام کیا جانے لگا۔ پُوجا کے لئے بِل پتر اکٹھے کئے گئے اور ہون (ہوم) کے لئے بِل کی لکڑی کی کاٹ چھانٹ کی گئی۔

ششی جو کہ مٹھ میں صُبح شام پُوجا کیا کرتا تھا، نے سب دیوی دیوتاؤں کے آگے اگربتی جلائی۔ مٹھ

---

1. شِوراتری: شِو جی کی رات۔ اِس دن بھگت برت رکھتے ہیں اور ساری رات ریاضت، عبادت اور پرستش کرتے ہیں۔

کے احاطہ میں بل پیڑ کے نیچے شو کی پُوجا کی جاتی تھی۔ رات کے چار پہروں (ایک پہر، یعنی تین گھنٹے کا وقت) میں چار بار پُوجا کی جاتی ہے۔ سب سنیاسی بھائی بل پیڑ کے نیچے اکٹھے ہو گئے۔ بھُوپتی اور 'ایم' بھی وہاں موجود تھے۔ پُوجا کا ذِمہ مٹھ کے ایک نوجوان رُکن کو سونپا گیا تھا۔ کالی گیتا پڑھ کر سُنا رہا تھا۔ کبھی کبھی نریندر سے اس کی بحث ہو جاتی۔

کالی: ''میں ہی سب کچھ ہُوں۔ میں تخلیق کرتا ہُوں، میں پرورش کرتا ہُوں اور آخر میں میں ہی سب کچھ نیست و نابُود کر دیتا ہُوں''۔

نریندر: ''میرے لئے تخلیق کرنا کیسے ممکن ہے؟ کوئی دوسری اور طاقت میرے ذریعے یہ کام کرتی ہے۔ ہمارے فضل و اعمال یہاں تک ہمارے خیالات بھی اُسی طاقت کا سبب ہیں۔''

ایم (اپنے آپ سے): ''شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے جب تلک کوئی یہ سوچتا ہے کہ میں ہی ریاضت کر رہا ہوں تب تک وہ آدشکتی (ماں الٰہی کا لقب) یعنی حقیقی اوّلین طاقت کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اس شکتی (طاقت) کو ماننا ہی ہوگا۔''

کالی چُپ چاپ تھوڑی دیر تک غور و فکر کرتا رہا اور پھر کہنے لگا ''جن فعل اعمال کا تم ذِکر کر رہے ہو سب غیر حقیقی ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں، ہماری سوچ، ہمارا خیال تک وہم و فریب ہے۔ مُجھے تو اِن چیزوں کے خیال پر ہی ہنسی آتی ہے۔''

نریندر: ''سوہم کے کہنے پر جس ''میں'' کا علم ہوتا ہے (خیال آتا ہے) وہ یہ ''میں'' نہیں ہے۔ من، جسم، یہ سب چھوڑ دینے پر جو کچھ پیچھے رہ جاتا ہے وہی وہ ''میں'' ہے۔''

گیتا کا پاٹھ (جپ) ہو جانے پر کالی نے شانتی پاٹھ کیا۔ ''اوم شانتی شانتی شانتی''۔

نریندر وغیرہ سب بھگت کھڑے ہو کر گیت گاتے ہوئے ناچتے ہوئے بل پیڑ کے اِرد گرد چکّر پہ چکّر (پرکرما) لگاتے رہے۔ بیچ بیچ میں وہ ایک آواز میں شو گرُو، شو گرُو پکارتے رہے۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ چاند کے تاریکی پندرہواڑہ کا چودھواں دِن۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انسان، پرندے، جانور سب کے سب خاموش تھے۔ نوجوان سنیاسی گیروے لباس میں ملبُوس تھے۔ ان کے گلے سے شو گرُو، شو گرُو کی اُونچی پکار برستے ہوئے کالے بادلوں کی گڑگڑاہٹ کی طرح کھلے آسمان میں ناقابلِ تقسیم سچّدانند میں کہیں دور کھو گئی۔

پُوجا ختم ہوئی۔ سُورج کی لالی مشرقی اُفق پر تصویر کشی کر رہی تھی۔ اس پاک جھٹپٹے میں نوجوان

بھگتوں نے برھم مہُورت کے وقت گنگا میں غسُل کیا۔

صبح ہوگئی تھی۔ بھگت لوگ گنگا میں نہانے کے بعد مٹھ میں شری رام کرشن جی کو دُعا سلام کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہال میں اکٹھے ہونے لگے۔ نریندر نے گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس کے لباس کا درخشاں نارنجی رنگ اس کے چمک دمک والے چہرے اور بدن، جس کے ہر ایک مسام سے خدائی نوُر برستا تھا کے ساتھ خوب میل کھا رہا تھا۔ اس کی پارسائی صوُرت میں شعُلہ فشِاں ذہانت اور دِل کو چھُو لینے والی پیار کی نزاکت کوُٹ کوُٹ کر بھری تھی۔ وہ ست، چِت، آنند (قطعی حقیقت، ہستی، سعادت) کے ساگر سے اُبھرا ایک بلُبلہ دکھائی پڑتا تھا جس نے شری رام کرشن جی کے پیغام کو گھر گھر تک پہنچانے کے لئے اِنسانی جِسم اختیار کیا تھا۔ سب کی آنکھیں اس کی طرف مرکوز تھیں۔ تب نریندر صرف چوبیس سال کا تھا۔ وہی عمر جس میں بلند پایہ شخصیت چیتنیہ نے دُنیا سے قطع تعلق کرلیا تھا۔

بھگتوں کے ناشتے کے لئے بلرام نے مٹھ میں پھل اور مِٹھائیاں بھیجی تھیں۔ راکھل، نریندر اور چند دوسرے لوگ کھانے میں شریک ہوئے۔ دو ایک نوالے کھانے کے بعد ان میں سے کچھ لوگ جوش میں چلّا اٹھے— ''سچ مُچ کتنا خوُش نصیب ہے بلرام۔''

سب ہنس دیئے۔

نریندر اب ایک بچّے کی طرح ہنسی مذاق کرنے لگا۔ وہ شری رام کرشن جی کی نقل کرنے لگا۔ منُہ میں رس گلہ ڈال کر بے حس و حرکت کھڑا ہوگیا جیسے کہ سمادھی میں مدُغم ہوگیا ہو۔ اس کی آنکھوں کا جھپکنا بند ہو گیا۔ ایک بھگت نے آگے بڑھ کر مذاق میں اس کا ہاتھ تھام لیا تا کہ وہ کہیں گر نہ پڑے۔ نریندر نے آنکھیں بند کرلیں۔ کچھ دیر بعد، اب بھی رس گلہ منُہ میں رکھے ہوئے آنکھیں کھول کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا، ''میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوُں''۔ سب نے زوردار قہقہہ لگایا۔

سب لوگوں کو اب مٹھائی دی گئی۔ 'ایم' نے اس حیرت انگیز شادمانی کے (ہاٹ) بازار کو دیکھا۔ پرُستاروں نے اُونچی آواز میں چلّا کر کہا ''جے شری گرو مہاراج، جے شری گرو مہاراج''۔

سوموار، 25 مارچ 1887

ایم اپنے گرو بھائیوں کو ملنے کے لئے بارانگوُر مٹھ میں پہنچ گیا۔ دیویندر بھی اس کے ساتھ تھا۔ 'ایم' مٹھ میں اکثر آیا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی ایک یا دو دن کے لئے وہیں ٹھہر جاتا۔ پچھلے ہفتے وہ تین دن مٹھ میں آ کر رہا تھا۔ اسے ان نوجوانوں کی گہری دستبرداری کے مطُالعہ کا بغور مشُاہدہ کرنے کا اشتیاق تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ آج رات کو 'ایم' مٹھ میں ہی ٹھہرے گا۔ ششی نے پُوجا کے کمرے میں لیمپ جلایا اور وہ خدا کی حمد وثنا کرنے لگا۔ پھر الگ الگ کمروں میں سب دیوی دیوتاؤں کی تصویروں کے سامنے اگربتیاں جلا دی گئیں۔ شام کی آرتی (مذہبی تقریب) شروع ہوئی۔ ششی نے پُوجا کی شروعات کی۔ مٹھ کے اراکین کے ساتھ ساتھ 'ایم' اور دیویندر نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ آرتی کے گیت گائے۔

پُوجا ختم ہو جانے کے بعد نریندر اور 'ایم' بات چیت میں مصروف ہو گئے۔

نریندر شری رام کرشن جی سے اپنی ملاقاتوں کا ذِکر کر رہا تھا۔

نریندر: ''شروع شروع کی ملاقات کے دوران ایک دِن وجد کے عالم میں مہاراج (شری رام کرشن جی) نے مُجھ سے کہا۔ تو آ گیا ہے! میں نے سوچا یہ کیسی حیرانگی کی بات ہے۔ جیسے یہ مُجھے بہت دنوں سے جانتے ہیں۔ پھر اُنہوں نے کہا۔ کیا تو کوئی جیوتی دیکھتا ہے؟

میں نے کہا۔ جی ہاں۔ سونے سے پہلے دونوں پلکوں سے اُوپر پیشانی کے قریب ایک جیوتی گھومتی دکھائی دیتی ہے''۔

شری رام کرشن جی: ''کیا اب بھی دیکھتے ہو؟''

نریندر: ''پہلے اکثر دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن جادو ملک کے باغیچہ گھر میں مہاراج نے مُجھے چھُو کر نہ جانے من ہی من کیا کہا۔ میں بے ہوش ہو گیا اور ایک مہینے تک میں اُسی نشے کی حالت میں رہا۔

میری شادی کی بات سُن کر ماں کالی کے پاؤں پکڑ کر رو ئے تھے۔ اُنہوں نے روتے ہوئے ماں سے کہا تھا، ماں سب کچھ درہم برہم کر دو۔ نریندر کہیں ڈوب نہ جائے۔

میرے والد کی موت کے بعد میری ماں اور میرے بھائی بھُوکوں مر رہے تھے۔ ایک دِن جب مہاراج آنند گوہا سے ملے تو اُنہوں نے اس سے کہا، نریندر کے والد کا اِنتقال ہو چکا ہے۔ اس کے گھر والے غربت کی حالت میں ہیں۔ اگر اس کے دوست پیسے سے اس کی مدد کریں تو اچھا ہو گا۔

جب آنند گوہا چلا گیا تو میں نے ان کو ڈانٹ لگائی۔ میں نے کہا آپ نے ان سے ایسی بات کیوں کہی۔ یہ سُن کر رو دیئے اور پھر کہنے لگے، ارے تیری خاطر میں گھر گھر جا کر بھیک مانگ سکتا ہُوں۔

اُنہوں نے پیار سے ہمیں اپنا بنا لیا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

'ایم': ''اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ اُن کے پیار میں کوئی بھی مطلب پرستی نہیں تھی۔''

نریندر: ''مجھ سے ایک دن اکیلے میں اُنہوں نے ایک بات کہی۔ اس وقت وہاں اور دُوسرا کوئی

نہیں تھا۔ یہ بات تم کسی سے مت کہنا''۔

'ایم': ''نہیں میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ اُنہوں نے کیا کہا تھا؟''

نریندر: ''اُنہوں نے کہا تھا سِدھیوں (پراسرار علم Occult Powers) کا استعمال میرے لئے ممکن نہیں۔ لیکن میں اِن کا اِستعمال تمہاری معرفت کروں گا۔ کیوں تیرا کیا کہنا ہے؟ میں نے کہا، نہیں ایسا تو نہ ہوگا۔

میں ان کی باتوں پر ہنس دیتا تھا۔ تم نے اُن سے سنا ہوگا۔ وہ الگ الگ صورتوں میں خدا کا دیدار کرتے تھے۔ اس پر میں نے اُن سے کہا تھا، یہ سب ان کے من کی بھول ہے۔

اُنہوں نے کہا، ارے میں کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر زور زور سے چلاتا تھا۔ ارے بھگتو، کہاں ہو تم سب؟ میرے پاس چلے آؤ۔ تمہیں دیکھے بنا میں مرجاؤں گا۔ ماں کالی نے کہا تھا، اب بھگت آئیں گے، اب دیکھو سب باتیں سچ ہورہی ہیں۔

تب میں اور کیا کہتا، میں خاموش رہا۔

ایک دِن کمرے کے دروازے بند کر کے اُنہوں نے دیویندر بابو اور گریش بابو سے میرے متعلق کہا تھا۔ اِسے اگر بتا دیا جائے کہ یہ کون ہے تو یہ اپنا جسم قائم نہیں رکھ سکے گا''۔

'ایم': ''ہاں، یہ تو ہم نے سنا ہے۔ ہم لوگوں سے بھی یہ بات اُنہوں نے کئی بار کہی ہے۔ کاشی پور میں رہتے ہوئے ایک بار تم نروکلپ سمادھی[1] میں تھے تو تمہیں اپنی حقیقی ذات کا علم ہوگیا تھا، کیوں ٹھیک ہے نا؟''

نریندر: ''اس عالم میں مجھے ایسا لگا کہ میرا جسم تو ہے ہی نہیں۔ میں صرف اپنا چہرہ ہی دیکھ پارہا تھا۔ مہاراج اُوپر کے کمرے میں تھے۔ نیچے میری یہ حالت ہوگئی۔ میں رو رہا تھا۔ یہ مجھے کیا ہوگیا۔ بڑے گوپال نے اوپر آکر شری رام کرشن جی کو بتایا نریندر رو رہا ہے۔

جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے مجھ سے کہا، اب تیری سمجھ میں آیا۔ اب تم اپنے آپ کو جان گئے ہو۔ مگر چابی (کنجی) میرے ہاتھ میں رہے گی۔ میں نے ان سے کہا، مجھے کیا ہوگیا تھا؟ دوسرے بھگتوں کی طرف دیکھتے ہوئے اُنہوں نے کہا، اگر یہ اپنے آپ کو جان لے گا تو یہ اپنا

---

1. نروکلپ سمادھی: سمادھی میں محو ہو کر اس مقام تک پہنچ جانا جہاں ایک آرزومند اپنے آپ (اپنی حقیقی ذات) کو اور خدا کو ایک ہوتے دیکھتا ہے۔

جسم قائم نہ رکھ سکے گا۔ مگر میں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

اُنہوں نے ایک دن مُجھ سے کہا تھا، تو اگر چاہے تو دِل میں تُجھے کرشن کا دیدار ہوسکتا ہے۔

میں نے کہا، میں کرشن، بشن نہیں مانتا۔ (ایم اور نریندر دونوں ہنس دیئے)۔

میں نے ایک انوکھی چیز دیکھی ہے۔ کچھ لوگ، کچھ چیزیں یا کچھ مقام دیکھ کر مُجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے اپنے کِسی پچھلے جنم میں یہ سب کچھ دیکھا ہوا ہے۔ وہ سب مجھے جانے پہچانے لگتے ہیں۔ امہرسٹ اسٹریٹ میں جب میں سرت کے گھر گیا تو سرت سے میں نے کہا، یہ گھر مُجھے جانا پہچانا معُلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گھر کے اندر کے راستے کمرے وغیرہ کو میں بہت پہلے سے جانتا ہُوں۔

میں ہر کام اپنی مرضی کے مُطابق کرتا تھا۔ مہاراج کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ میں سادھارن برھمو سماج کا ممبر بنا تھا۔ تم جانتے ہو نا؟''

'ایم': ''ہاں، میں جانتا ہُوں۔''

نریندر: ''وہ جانتے تھے کہ وہاں عورتیں بھی جایا کرتی ہیں۔ عورتوں کے سامنے بیٹھ کر ریاضت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے وہ ایسی ریاضت کی نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ مگر وہ مُجھے کچھ نہیں کہتے تھے۔ ایک دِن اُنہوں نے صِرف اتنا ہی کہا کہ راکھل کو اپنے برھمو سماج کے رُکن ہونے کے متعلق مت بتانا۔ نہیں تو وہ بھی اس کا رُکن بننے کی سوچ لے گا۔''

'ایم': ''تمہارا من زیادہ طاقت ور ہے اسی لئے اُنہوں نے تمہُیں وہاں جانے کے لئے منع نہیں کیا۔''

نریندر: ''بہت دُکھ اور تکلیف برداشت کرنے کے بعد من کی یہ حالت حاصل ہوسکی ہے۔ تم نے دُکھ اور مصیبت نہیں جھیلے۔ اب میں جان چُکا ہوں کہ بغیر آزمائش اور مصیبت کو جھیلے آدمی خدا پہ راضی برضا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس پر اعتماد کرسکتا ہے۔

اچھا، فلانا آدمی کتنا سیدھا سادھا اور مسکین ہے۔ اس نے پوری طرح خود کو مِٹا دیا ہے۔ کیا تم مُجھے بتا سکتے ہو کہ مُجھ میں یہ انکساری کیسے آئے؟''

'ایم': ''اُنہوں نے تمہاری اَنا (گھمنڈ) کے متعُلق بتایا تھا کہ یہ کِس کی اَنا ہے؟''

نریندر: ''اس کا کیا مطلب ہے؟''

'ایم': ''شری رام کرشن جی کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ خدا نے ہی تمہارے اندر یہ اَنا قائم کر رکھی

ہے۔ وہ تم سے اپنا بہت سا کام کروائیں گے اس لئے۔''

اب دوسرے بھگتوں کی بات چل پڑی۔

نریندر: ''شری رام کرشن جی نے وِجے گوسوامی کے بارے میں کہا تھا۔ یہ دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔''

'ایم': ''مطلب یہ کہ وہ ابھی کمرے میں داخل نہیں ہو سکا۔ شیام پکّر میں وِجے نے مہاراج سے کہا تھا۔ میں نے آپ کو ڈھاکہ میں اِسی طرح دیکھا تھا۔ اسی جسم میں۔ اس وقت تم بھی وہیں تھے۔''

نریندر: ''دیویندر بابُو اور رام بابُو بھی دُنیا سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ وہ بہت کوشش کر رہے ہیں۔ رام بابُو نے الگ سے مُجھے بتایا تھا کہ وہ دو سال بعد دُنیا سے دستبردار ہو جائے گا۔''

'ایم': ''دو سال بعد؟ شاید اپنے بچّوں کا بندوبست کرنے کے بعد۔''

نریندر: ''اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مکان کرائے پر دے دے گا۔ اور اپنے لئے ایک چھوٹا گھر خرید ے گا۔ دوسرے رِشتے دار اس کی بیٹی کی شادی کا انتظام کر دیں گے۔''

شکروار، 8 اپریل 1887

صُبح آٹھ بجے کے قریب دو بھگت ایک صاحبِ خانہ (گرہستی) اور دوسرا (فقیر) سنیاسی بارانگور مٹھ کے ایک کمرے میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ 'ایم' بھی وہاں پہونچ گیا۔

دونوں چوبیس پچیس سال کی عمُر کے تھے۔ 'ایم' مٹھ میں تین دن تک رہے گا۔ اس نے مندر میں جا کر شری رام کرشن جی کی تصویر کو آداب کیا پھر نریندر، راکھل اور دوسرے لوگوں کو ملنے کے بعد وہ اسی کمرے میں جا بیٹھا جہاں پر دونوں بھگت بات چیت میں مصرُوف تھے۔ گرہستی بھگت دُنیا سے دستبردار ہونا چاہتا تھا۔ سنیاسی اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ ایسا نہ کرے۔

سنیاسی: ''دنیا میں رہتے ہوئے تمہارے جو چند ایک فرائض ہیں پہلے تم ان کو نپٹا لو۔ ایسا کرنے سے پھر سب ختم ہو جائیں گے۔

ایک آدمی کو بتایا گیا کہ اسے دوزخ میں جانا ہوگا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے پُوچھا کہ یہ دوزخ ہوتا کیسا ہے؟ اس کا دوست زمین پر دوزخ کا نقشہ کھینچنے لگا۔ جُوں ہی اس نے نقشہ کھینچا۔ وہ آدمی فوراً اس پر لڑھکنے لگا اور بولا، چلو میں دوزخ سے ہو آیا ہُوں۔''

گرہستی: ''مُجھے دُنیا اچھی نہیں لگتی۔ آہ تم لوگ یہاں کتنے خُوش ہو۔''

''اگر تو دُنیا سے دستبردار ہونا چاہتا ہے تو پھر ہو کیوں نہیں جاتا؟ تو اتنا بکتا کیوں ہے؟ لیکن میں پھر

کہتا ہُوں کہ تُو ہمیشہ کے لئے اس کا مزہ کیوں نہیں لوٹتا؟''

ششی نے پُوجا ختم کرلی۔ گیارہ بجے کے قریب مٹھ کے سب لوگ گنگا میں نہا کر واپس لوٹ آئے۔ وہ صاف ستھرُے کپڑے پہن کر مندر میں چلے گئے۔ وہاں پر وہ شری رام کرشن جی کی تصویر کو آداب کر کے ریاضت میں مصرُوف ہو گئے۔

اپنے دیوتا (شری رام کرشن جی تصویر کے رُوپ میں) کو پرساد (کھانا، مٹھائی، پھل وغیرہ) چڑھا کر اُنہوں نے خوُد بھی پرساد لیا۔ 'ایم' بھی ان کے ساتھ تھا۔

شام ہوُچکی تھی۔ دیوی دیوتاؤں کی تصویروں کے آگے اگر بتیاں جلا دی گئیں اور پُوجا آرتی کی رسم ادا کی گئی۔ راکھل، ششی، بڑا گوپال، ہریش اور 'ایم' بڑے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ راکھل شری رام کرشن جی کے پرساد کو احتیاط سے رکھنے کو کہہ رہا تھا۔

راکھل (ششی وغیرہ سے): ''ایک دِن میں نے ان کے جل پان کرنے سے پہلے کچھ کھا لیا تھا۔ اُنہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا، تیری طرف مُجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ کیوں تو نے ایسا کام کیا؟ میں رونے لگا''۔

بڑا گوپال: ''ایک دِن کاشی پُور میں، میں نے ان کے کھانے پر زور سے سانس چھوڑ دیا۔ تب اُنہوں نے کہا، اس کھانے کو پرے لے جاؤ''۔

ایم اور نریندر برآمدے میں چہل قدمی کرتے ہوئے پرانے وقتوں کی یادیں تازہ کر رہے تھے۔

نریندر: ''مجھے کسی چیز میں یقین نہیں تھا۔''

'ایم': ''کیا؟ خُدا کے روپ (صُورتیں) تمُہارا مطلب خُدا کی شکل صُورت میں کیا؟''

نریندر: ''وہ (شری رام کرشن جی) جو کچُھ کہتے تھے پہلے پہل میں بہت سی باتیں نہیں مانتا تھا۔ ایک دن اُنہوں نے کہا تھا، تو تو یہاں آتا کیوں ہے؟ میں نے جواب دیا، میں یہاں آپ کو دیکھنے کے لئے آتا ہوُں۔ آپ کی باتیں سُننے کے لئے نہیں۔''

'ایم': ''اس پر اُنہوں نے کیا کہا؟''

نریندر: ''وہ بہت خوُش ہوئے۔''

سنیچروار، 9اپریل 1887

مٹھ کے اراکین کھانا کھانے کے بعد تھوڑا آرام کر رہے تھے۔ نریندر اور 'ایم' مٹھ کے باغیچے میں مغرب کی طرف ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سنسان جگہ تھی اور کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں تھا۔ نریندر شری رام کرشن جی کے متعلق اپنے تجربات بتا رہا تھا۔ نریندر کی عمر چوبیس سال اور 'ایم' کی بتیس سال کی تھی۔

'ایم': ''تمہیں ان سے پہلی ملاقات تو یاد ہوگی؟''

نریندر: ''اس دِن میں نے دو گیت گائے تھے۔''

نریندر نے 'ایم' کو وہ گیت سُنائے —

''او من! چلو واپس لوٹ چلیں اپنے گھر کو
یہاں پردیس میں اجنبی کے بھیس میں
گھوم رہے تم کیوں بے مقصد؟
گرد و نواح میں رہنے والے
اور یہ عناصر پانچوں
اجنبی ہیں سب تمہارے
نہ ہی اپنا ہے کوئی تیرا
اجنبیوں سے کر کے پیار او من میرے
بھول گئے کیوں تم اپنا آپ
راہِ حق پر چلتے چلتے اوپر اوپر چڑھتے جاؤ
او من میرے تھک مت جانا
پیار کا دیپ لئے ہاتھوں میں
روشن روشن راہ کو کر دو
رسدِ سفر تم ساتھ لے جانا
چھپا کر رکھ لینا نیکیوں کو ہوشیاری سے
کیونکہ مانند دو راہزنوں کے

گھات لگائے بیٹھے ہیں وہ راہ میں تمہاری
تمہیں لوٹنے، حرص اور وہم وفریب
مگر تم ان کو سنگ سنگ رکھنا
تمہیں بچانے خاطر جیسے کہ ہوں محافظ
امن وسکوں اور ضبط تمہارا
فقیروں کی رفاقت ہوگی تمہارے لئے
سڑک پہ اک آرام گاہ مبارک
تھکے ماندے ہاتھ پاؤں کو دینا آرام
پوچھتے ہوئے راستہ تم
گر کوئی شک ہو تمہیں اس پر جو کر رہا ہے نگہبانی وہاں
راہ چلتے چلتے کسی چیز سے ہو خوف گر
کر دُعا بلند سی آواز میں لینا خدا کا نام تم
کیونکہ ہے حاکم وہی اس سڑکِ رواں کا
موت بھی جھک کر جسے کرتی ہے سلام۔

اور پھر—
او مالک کیا گذر جائے گا میرا یوں ہی وقت تمام
آواگمن اور لا حاصل؟
یاس کی راہ پر چلتے چلتے
مشتاق نگاہوں سے دیکھتے رات دن و صبح شام
سب جہانوں کے تم مالک
اور میں ایک بھکاری
میں کیسے ہوں کہہ سکتا کہ
آن بسو تم من میں

میرے من کی کُٹیا کے ہیں کھلے ہوئے دروازے
میرے آقا کرم کرو بس
آن بسو میرے من میں
آن بسو میرے من میں آقا
پیاس بجھادو من کی۔''

'ایم': ''تمہارا گیت سُننے کے بعد اُنہوں (شری رام کرشن جی) نے کیا کہا؟''

نریندر: ''وہ سمادھی میں کھو گئے۔ اُنہوں نے رام بابُو سے پُوچھا، یہ لڑکا کون ہے؟ یہ کتنا اچھا گاتا ہے۔ اُنہوں نے مُجھے دوبارہ آنے کو کہا۔''

'ایم': ''اگلی بار تُم انہیں کہاں ملے؟''

نریندر: ''راج موہن کے گھر۔ تیسری مُلاقات پھر دکھشنیشور میں ہوئی تھی۔ اس مُلاقات کے دوران وہ پھر سمادھی میں کھو گئے اور میری یوُں تعریف کرنے لگے جیسے کہ میں کوئی خدا ہوُں۔ اُنہوں نے مُجھ سے کہا، نارائن، تو نے یہ جسم میری ہی خاطر اختیار کیا ہے۔ میں نے ماں کالی سے کہا تھا، ماں، زن اور زر سے تیاگ (دستبردار) کرنے والے بھگتوں کی رفاقت کے بغیر میں دُنیا میں کیسے رہوں گا؟ پھر اُنہوں نے مُجھ سے کہا، تو نے رات کو مُجھے آ کر اٹھایا اور کہا 'لو میں آ گیا'۔ مگر میں یہ سب کُچھ نہیں جانتا تھا۔ میں تو کلکتے کے مکان میں خوب خراٹے لے رہا تھا۔''

'ایم': ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تُم ایک ہی وقت حاضر (Present) بھی ہو اور غیر حاضر (Absent) بھی ہو۔ جیسے خدا ساکار (شکل وصُورت والا) بھی ہے اور نرِاکار (بغیر شکل وصُورت والا) بھی ہے۔''

نریندر: ''مگر تُم یہ بات کسی اور کو مت بتانا۔ کاشی پُور میں اُنہوں نے اپنی طاقت میرے اندر منتقل کر دی تھی۔''

'ایم': ''جس وقت تم کاشی پُور میں پیڑ کے نیچے دھونی جلا کر بیٹھتے تھے۔ کیوں؟''

نریندر: ''ہاں، ایک دن جب میں ریاضت کر رہا تھا تو میں نے کالی سے کہا، ذرا میرا ہاتھ پکڑ و تو سہی۔ کالی نے کہا، نہ جانے تُمہارے جسم کو چھُوتے ہی کیسے مُجھے ایک دھکا سا لگا تھا۔ لیکن تم یہاں کِسی کو بھی یہ بات نہیں بتاؤ گے۔ مُجھ سے وعدہ کرو۔''

'ایم': ''تمہارے اندر طاقت منتقل کرنے کا ان کا خاص مقصد ہے۔ تمہارے ذریعے ان کے سب کام ہُوں گے۔ ایک دِن اُنہوں نے ایک کاغذ پر لکھا تھا۔ نریندر لوگوں کو تعلیم دے گا۔''

نریندر: ''مگر میں نے کہا تھا، یہ سب مُجھ سے نہ ہوگا۔ اس پر اُنہوں نے کہا، تمہاری ہڈیاں بھی یہ کام کریں گی۔ اُنہوں نے مُجھے سرت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ سرت خُدا کو پانے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ اس کی کُنڈالنی بیدار ہو چکی ہے۔ شری رام کرشن جی مجھے نارائن کہتے تھے۔''

'ایم': ''ہاں مُجھے پتہ ہے۔ وہ تمہیں نارائن کہتے تھے۔''

نریندر: ''کاشی پُور میں اُنہوں نے کہا تھا۔ اب کنجی میرے ہاتھ میں ہے۔ جب وہ جان جائے گا کہ وہ کون ہے تو اپنا جسم چھوڑ دے گا۔''

'ایم': ''جب تم نروکلپ سمادھی میں تھے۔ کیوں؟''

نریندر: ''ہاں، اس وقت مُجھے لگا تھا جیسے کہ میرا جسم ہے ہی نہیں۔ صرف چہرہ ہی ہے۔ گھر میں میں امتحان دینے کے لئے قانون پڑھ رہا تھا۔ تب یکا یک مُجھے یاد آیا کہ یہ میں کیا کر رہا ہُوں؟''

'ایم': ''جب شری رام کرشن جی کاشی پور میں تھے؟''

نریندر: ''ہاں، پاگل کی طرح میں گھر سے نکل آیا۔ اُنہوں نے مُجھ سے پُوچھا، تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے جواب دیا میں سمادھی میں غرق رہنا چاہتا ہُوں۔ اُنہوں نے کہا کتِنا چھوٹا من ہے تیرا؟ سمادھی کے پرے جاؤ۔ سمادھی تو بہت ہی معمُولی چیز ہے۔''

'ایم': ''ہاں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ گیان کے بعد وِگیان ہے۔ جیسے چھت پر چڑھ کر سیڑھیوں سے اوپر آنا جانا۔ تمہارے بارے میں اُنہوں نے اور کیا کہا؟''

نریندر: ''میری بات پر وہ اتِنا یقین کرتے تھے کہ جب میں نے کہا، آپ شکل وصُورت وغیرہ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ سب من کی بھُول ہے۔ تب ماں کالی کے پاس جا کر اُنہوں نے پُوچھا، ماں نریندر اِس طرح کہہ رہا ہے۔ تو کیا یہ سب من کی بھُول ہے؟ پھر اُنہوں نے مُجھ سے کہا، ماں کہتی ہے یہ سب سچّ ہے۔ شاید تمہیں یاد ہوگا۔ وہ کہتے تھے، تیرا گانا سُننے پر (چھاتی پر ہاتھ رکھ کر) اس کے اندر جو رہتا ہے وہ سانپ کی طرح پھن پھیلائے چُپ چاپ بیٹھا تیرا گیت سنُتا رہتا ہے۔

بلا شک اُنہوں نے میرے بارے میں بہت کچھ کہا۔ مگر مُجھے حاصل کیا ہوا؟''

'ایم': ''اب تم ان نوجوانوں کے سرپرست بن گئے ہو۔ تمہاری پوری ذمہ داری ہے۔ تمہیں ان

سنیاسی بھائیوں کی پرورش کرنی ہے۔''

نریندر: ''ہم لوگ جو ریاضت، عبادت کر رہے ہیں وہ مہاراج کے حکم کی تعمیل کے مطابق ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ رام بابو ہماری نکتہ چینی کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب (شری رام کرشن جی) کا سامنے سامنے دیدار کر لیا ہے تو پھر یہ ریاضت، عبادت کیسی؟''

'ایم': ''لوگوں کو اپنے عقیدے کے مطابق عمل کرنے دو۔''

نریندر: ''لیکن مہاراج نے تو ہمیں ریاضت کرنے کو کہا تھا۔''

نریندر دوبارہ شری رام کرشن جی کے پیار کی باتیں کرنے لگا۔

نریندر: ''میری خاطر، کتنی ہی بار اُنہوں نے ماں کالی سے گذارش کی تھی۔ والد کی وفات کے بعد جب میرے گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا اور میری ماں، بہنیں، بھائی بھی فاقہ کشی کر رہے تھے تو مہاراج نے ماں کالی سے مجھے پیسے دینے کے لئے دُعا کی تھی۔''

'ایم': ''ہاں میں جانتا ہوں۔ تم نے مجھے اس بارے میں ایک دفعہ بتایا تھا۔''

نریندر: ''لیکن مجھے کوئی روپیہ پیسہ نہیں ملا۔ ماں کالی نے جو کچھ ان سے کہا تھا، اُنہوں نے سب مجھے بتا دیا۔ اسے سادہ کپڑے اور کھانا ملے گا۔

وہ مجھے اتنا پیار تو کرتے تھے مگر جب بھی کوئی ناپاک خیال میرے من میں دبے پاؤں چلا آتا، انہیں فوراً معلوم ہو جاتا۔ اِدھر اُدھر آنند بھائی کے ساتھ گھومتے پھرتے کئی بار مجھے بُرے لوگوں کی صحبت سے دوچار ہونا پڑا۔ ایسے موقعوں پر وہ میرے ہاتھ کا کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتے مگر اپنے منہ تک نہیں لے جا سکتے تھے۔ ان کی بیماری کے موقعے پر ایک دِن ایسا ہونے پر وہ اپنا ہاتھ منہ کے قریب لے آئے مگر کھانا منہ میں نہیں ڈال سکے۔ اُنہوں نے مجھے کہا، ''ابھی تیرا وقت نہیں آیا'' (ابھی تم تیار نہیں ہو)۔

کبھی کبھی مجھے بڑا شک سا ہونے لگتا ہے۔ بابو رام کے یہاں مجھے محسوس ہوا کہ کہیں کچھ نہیں ہے۔ خدا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔''

'ایم': ''شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے کہ کبھی کبھی انہیں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔''

ایم اور نریندر دونوں خاموش ہو رہے۔ تب 'ایم' نے کہا: ''تم لوگ سچ مچ خوش نصیب ہو۔ تم دِن رات اُنہیں یاد کرتے ہو۔''

نریندر: ''کہاں؟ ہم میں اتنی تڑپ کہاں کہ خدا کا دیدار نہ ہو پانے کے دُکھ سے جسم کو خیر باد کہہ سکیں''۔

رات ہو چکی تھی۔ نرنجن ابھی ابھی جگن ناتھ پوری سے لوٹا تھا۔ مٹھ کے اراکین اور 'ایم' نے خُوشی خُوشی اس کا خیر مقدم کیا۔ نرنجن انہیں پُوری کا حال سُنانے لگا۔ نرنجن کی عمر تب لگ بھگ پچیس سال ہو گی۔

شام کی پُوجا آرتی ہو جانے کے بعد کچھ لوگ ریاضت کرنے لگے۔ لیکن ان میں سے بہت سارے ہال کمرے میں نرنجن کے اِرد گِرد اکٹھے ہو گئے۔ وہ سب آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ نو بجے کے بعد ششی نے شری رام کرشن جی کو پرساد چڑھایا۔

مٹھ کے اراکین نے رات کا کھانا کھایا جس میں روٹیاں، ایک سبزی اور تھوڑا سا گڑ شامل تھا۔

سنیچر وار، 7 مئی 1887

آج بیساکھ مہینے کی پُورنماشی کا دِن تھا۔ نریندر اور 'ایم' کلکتہ میں 'ایم' کے کمرے میں بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے۔ نریندر کے آنے سے پہلے 'ایم' Merchant of Venice, Comus, اور Blackie's Self-culture کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ اسکول میں طُلبا کو پڑھانے کے لئے سبق تیار کر رہا تھا۔

نریندر اور مٹھ کے دوسرے گرو بھائیوں میں خدا کے دیدار کے لئے اشتیاق جھلک رہا تھا۔ ان کے دلوں میں دستبرداری کے لئے شِدت کی آگ سلگ رہی تھی۔

نریندر: ''مُجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میں آپ کے ساتھ بات چیت تو کر رہا ہُوں مگر دِل کرتا ہے کہ اٹھ کر ابھی چلا جاؤں''۔

نریندر کچھ دیر تک چپ رہا اور پھر کہنے لگا: ''خدا کے دیدار کے لئے میں کھانا پینا بند کر دوں گا۔ اپنی جان تک دے دوں گا''۔

'ایم': ''اچھا تو ہے۔ خدا کے لئے سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔''

نریندر: ''لیکن اگر میں بُھوک پر قابو نہ رکھ سکا تو؟''

'ایم': ''تو کچھ کھا لینا اور پھر سے شرُوع کر دینا۔''

نریندر کچھ دیر تک چپ رہا۔

نریندر: ''لگتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ میں نے کتنی عبادت کی، مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے کتنے ہی منظر دیکھے ہیں، سونے کے الفاظ میں لکھے ہوئے نہ جانے کتنے منتر چمکتے ہوئے میں نے دیکھے، نہ جانے کالی ماں کے کتنے رُوپ اور دوسری رُوحانی صورتیں میں نے دیکھی ہیں مگر پھر بھی مُجھے سکوُن نہیں ملا۔

کیا تُم مُجھے چھ پیسے دو گے؟''

نریندر نے بارانگور مٹھ تک گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کے لئے پیسے مانگے۔ ٹھیک اسی وقت ایک گاڑی سے ستکاری آپہونچا۔ ستکاری نریندر کا ہم عمر۔ اسے مٹھ کے اراکین سے بہت محبتُ تھی۔ وہ مٹھ کے قریب ہی رہتا تھا اور کلکتے کے کسی دفتر میں کام کرتا تھا۔ اس کی اپنی گاڑی تھی۔ نریندر نے 'ایم' کو پیسے واپس لوٹاتے ہوئے کہا کہ وہ ستکاری کی گاڑی میں چلا جائے گا۔ آپ ہمیں کچھ کھلایئے پلایئے۔

ایم بھی دونوں دوستوں کے ساتھ بارانگور مٹھ کو چل دیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا مٹھ کے گرو بھائی کس طرح دن رات گذُارتے اور ریاضت کرتے ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ شری رام کرشن جی ان کے گرُودیو اپنے شاگِردوں کے دِل میں کِس طرح منعکس ہو رہے تھے۔ نرنجن اس وقت مٹھ میں نہیں تھا۔ وہ اپنی ماں سے ملنے گھر گیا ہوا تھا جو دُنیا میں اس کی واحد رشتہ دار تھی۔ بابُورام، سرت اور کالی جگن ناتھ پُوری گئے ہوئے تھے۔ وہاں ان کا چند دِن رہنے کا اِرادہ تھا۔

مٹھ کے اراکین کی دیکھ ریکھ کا ذمہ دار نریندر ہی تھا۔ پرسنّا[1] کچھ دنوں سے سخت ریاضت کر رہا تھا۔ ایک دفعہ پرسنا سے نریندر نے خدا کے دیدار کی خاطر کھانا پینا بند کر کے بھوکے مرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کلکتہ میں نریندر کی غیر حاضری کے دوران پرسنّا مٹھ چھوڑ کر کسی انجان جگہ پر چلا گیا تھا۔ کلکتہ سے لوٹ کر نریندر نے جب یہ بات سنی تو اُنہوں نے گرو بھائیوں سے کہا، راجہ[2] (راکھل) نے اسے کیوں جانے دیا؟ لیکن راجہ اس وقت وہاں نہیں تھا۔ وہ مندر کے باغیچہ میں ٹہلنے کے لئے گیا ہوا تھا۔

---

1. پرسنّا: شری رام کرشن جی کے نوجوان شاگردوں میں سے ایک ساردا پرسنّا جس کو شری رام کرشن جی اور اُن کے شاگرد پرسنّا کے نام سے پکُارتے تھے۔
2. راجہ: سب گرُو بھائی ''راکھل'' کو راجہ کے نام سے پکُارتے تھے۔ ''راکھل راج'' گوالوں کا راجہ، کرشن کے ناموں میں سے ایک نام، شری رام کرشن جی راکھل کو کرشن کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک کہا کرتے تھے۔

نریندر: ''راجہ کو مٹھ میں آنے دو۔ میں اُسے خوب ڈانٹ لگاؤں گا۔ اُس نے پرسنّا کو جانے کیوں دیا؟ (ہریش سے) تم اسے کھڑے کھڑے لیکچر دے رہے تھے۔ اسے منع کیوں نہیں کر سکے؟''

ہریش نے دھیمی آواز میں جواب دیا: ''بھائی تارک نے اسے جانے سے منع کیا تھا مگر پھر بھی وہ چلا گیا۔''

نریندر (ایم سے): ''تم دیکھ رہے ہو۔ میرے لئے بڑی مُشکل ہے۔ یہاں بھی میں مایا کی دُنیا میں آپھنسا ہوں۔ کون جانے یہ لڑکا کہاں چلا گیا ہے؟''

راکھل دکھنیشور سے لوٹ آیا۔ نریندر نے اسے پرسنّا کے مٹھ سے چلے جانے کی بات بتائی۔ پرسنا نے نریندر کے نام ایک چٹھی لکھی تھی جس کا لب لباب یہ تھا، میں پیدل برندابن کو جا رہا ہوں۔ میرے لئے یہاں رہنا اچھا نہیں ہے۔ یہاں رہتے ہوئے میرے اندر ایک تبدیلی سی آ رہی ہے۔ پہلے تو میں اپنے ماں باپ اور گھر کے دوسرے لوگوں کے بارے میں خواب دیکھا کرتا تھا، پھر میں نے مایا کی مُجسّم عورت کے خواب دیکھے۔ میں دو بار مصیبت جھیل چکا ہوں۔ مُجھے گھر لوٹ جانا پڑا تھا۔ اس لئے میں ان سے دور جا رہا ہوں۔ مہاراج نے ایک دفعہ مُجھے کہا تھا، تیرے گھر والے کچھ بھی کر سکتے ہیں، ان کا کبھی بھروسہ نہ کرنا۔

راکھل نے کہا: ''اس کے چلے جانے کی یہ وجوہات ہیں۔ ایک بار اس نے یہ بھی کہا تھا کہ نریندر اکثر اپنی ماں، بھائی، بہنوں کی خبر لینے مقدّمے کی نگرانی کے لئے گھر جایا کرتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی دیکھا دیکھی کہیں مُجھے بھی گھر جانے کی خواہش نہ ہو جائے''۔

نریندر خاموش ہو رہا۔

راکھل ان سے تیرتھ جانے کی بات کر رہا تھا۔ اس نے کہا: ''یہاں رہتے ہوئے ہم نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ مہاراج تو ہمیشہ ہی ہمیں خدا کو پانے کے لئے نصیحت کرتے تھے۔ کیا ہم اس میں کامیاب ہوئے؟''

راکھل لیٹ گیا۔ دوسرے عابدین لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے تھے۔

راکھل: ''چلو نرمدا کی طرف نکل چلیں''۔

نریندر: ''اِدھر اُدھر بھٹکنے سے کیا ہوگا؟ گیان ایسے تھوڑے ہی ہوتا ہے جس کے بارے میں تو نے اتنی رٹ لگا رکھی ہے۔''

ایک بھگت: ''تو پھر تُم نے دُنیا سے قطع تعلق کیوں کیا؟''

نریندر: ''ہم نے خدا کو نہیں پایا، اس لئے بچّے پیدا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ تم کیسی بات کر رہے ہو؟''

نریندر یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔ راکھل اب بھی لیٹا ہوا تھا۔

مٹھ کا ایک بھائی لیٹے ہی لیٹے مذاق میں کہنے لگا، جیسے کہ خدا کے دیدار بنا اسے بہت دُکھ پہونچا ہو۔ ''اے کوئی ہے؟ مُجھے ایک چاقو تو دے دو۔ مُجھے زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اب یہ درد برداشت نہیں کر سکتا۔''

نریندر (بناوٹی سنجیدگی سے): ''وہ پڑا ہے، ہاتھ بڑھا کر لے لو''۔ (سب ہنس دیئے)

پھر پرسنّا کی بات چل پڑی۔

نریندر: ''یہاں بھی مایا۔ پھر ہم نے سنیاس کیوں لیا؟''

شام ہو چلی تھی۔ ششی نے شری رام کرشن جی کے کمرے میں اگربتّی جلا دی۔ دوسرے کمروں میں جتنے بھی دیوی دیوتاؤں کی تصویریں تھیں، ان کے آگے بھی دُھوپ دیپ جلا دیئے گئے۔

اب آرتی شروع ہو گئی۔ مٹھ کے گرو بھائی اور دوسرے بھگت لوگ ہاتھ جوڑ کر کھڑے آرتی دیکھ رہے ہیں۔ پھر سب نے مل کر گھنٹی اور شنکھ کے ساز پر شو کے گیت گائے۔

رات کے گیارہ بجے تھے جب اُنہوں نے کھانا ختم کیا۔ گرو بھائیوں نے 'ایم' کا بستر تیار کیا اور سب سو گئے۔

آدھی رات ہو چکی تھی۔ 'ایم' جاگ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، ہر چیز پہلے جیسی ہی ہے۔ ایودھیا تو وہی ہے مگر بس رام نہیں ہے۔ 'ایم' چپ چاپ اٹھ گیا۔ آج بیساکھ کی پورنماشی کا دن تھا۔ بودھی لوگوں کے لئے تین طرح سے مبارک دِن جس کا تعلق مہاتما بدھ کی پیدائش، نروان (نجات) اور وفات سے ہے۔

'ایم' شری رام کرشن جی کی باتیں یاد کرتے ہوئے اکیلے گنگا کے کنارے ٹہل رہا تھا۔

آج اتوار تھا۔ 'ایم' یہاں کل ہی آیا تھا۔ وہ بدھوار تک یہاں مٹھ میں ٹھہرنے کی سوچ رہا تھا۔ گرہستی (صاحبِ خانہ) بھگت عام طور پر اتوار کو ہی مٹھ میں آیا کرتے تھے۔

یوگ وِششٹ (ویدانت فلسفہ پر لکھی گئی ایک مشہور کتاب) پڑھی جا رہی تھی۔ 'ایم' نے شری رام کرشن جی سے یوگ وِششٹ کی کچھ باتیں سنی تھیں۔ اس میں خالق کائنات اور رُوح کے متعلق اور دُنیا

کے غیر حقیقی ہونے کا ذکر ہے۔ شری رام کرشن جی نے 'ایم' اور دوسرے صاحب خانہ عابدین کو ادویت ویدانت کے طریقے سے ریاضت عبادت کرنے کو منع کیا تھا۔ چونکہ جسم کا احساس رہتے رُوح اور خدا کے ایک ہونے کا نظریہ (سوہم، میں وہی ہُوں، میں ہی برھم ہُوں) نقصان دہ ہے۔ ایسے عابدین کے لئے شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے کہ ان کے لئے خدا کو آقا اور خُود کو خادم سمجھنا ہی بہتر تھا۔

یوگ وششٹ پر بات چیت ہونے لگی۔

'ایم': ''اچھا یوگ وششٹ میں برھم گیان کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟''

راکھل: ''بُھوک پیاس، سُکھ دُکھ، یہ سب مایا ہے۔ من کا فنا ہونا ہی برھم کو حاصل کر لینے کا واحد ذریعہ ہے۔

The Annihilation of the mind is the only means to the realization of 'Brahmn'.

'ایم': ''من کے فنا ہو جانے کے بعد جو باقی رہ جاتا ہے وہی برھم ہے۔ کیوں؟''

راکھل: ''ہاں۔''

'ایم': ''شری رام کرشن جی بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ نانگٹا نے ان سے یہی بات کہی تھی۔''

نریندر اور دوسرے عابدین گنگا میں نہانے جا رہے تھے۔ 'ایم' بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ تیز دُھوپ دیکھ کر 'ایم' نے چھاتہ لے لیا۔ بارانگور کا ایک بھگت بھی ان کے ساتھ نہانے کو چل دیا۔ وہ اکثر مٹھ میں آیا کرتا تھا۔

ایم (سرت سے): ''بہت گرمی ہے۔''

نریندر: ''تو چھاتہ ساتھ لانے کا کیا یہ بہانہ ہے؟''

ایم ہنس دیا۔

مٹھ کے اراکین گیروے کپڑوں میں ملبُوس تھے۔

ایم (نریندر سے): ''بہت گرمی ہے۔ کہیں لُو نہ لگ جائے۔''

نریندر: ''تُم لوگوں کا جسم ہی تو تمہاری دستبرداری میں رکاوٹ ہے۔ ہے نا؟ میرا مطلب ہے تُمہارا، دیویندر بابو کا۔''

ایم ہنس پڑا اور سوچنے لگا ''کیا صرف جسم ہی رُکاوٹ ہے؟''

گنگا میں نہانے کے بعد عابدین مٹھ میں لوٹ آئے۔ اپنے ہاتھ پاؤں دھو کر وہ پُوجا کے کمرے میں

چلے گئے۔ اُنہوں نے شری رام کرشن جی کی تصویر کے آگے پھول چڑھائے۔

مٹھ کے مغربی احاطے کی طرف درختوں کا ایک بڑا سا جھنڈ تھا۔ 'ایم' ایک درخت کے نیچے اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے پرسنّا دِکھائی دیا۔ اُس وقت دوپہر کے تین بجے تھے۔

'ایم': ''اتنے دن تم کہاں رہے؟ ہر کوئی تمہارے بارے میں فکر مند تھا۔ کیا تم گرو بھائیوں کو مل چکے۔ تم آئے کب؟''

پرسنّا: ''میں ابھی آیا ہوں۔ میں انہیں مل چکا ہوں۔''

'ایم': ''تم نے چٹھی لکھی تھی کہ میں برندابن جا رہا ہوں۔ ہم لوگ بڑے پریشان ہو گئے تھے۔ تم کہاں تک گئے تھے؟''

پرسنّا: ''صرف کونا گر[1] تک''۔

دونوں ہنس دیئے۔

'ایم': ''یہاں بیٹھو، مجھے ساری بات بتاؤ۔ پہلے پہل تم کہاں رُکے؟''

پرسنّا: ''دکھنیشور کالی مندر۔ ایک رات وہیں رہا۔''

ایم (مسکراتے ہوئے): ''آج کل ہاذرا کا کیسا مزاج ہے؟''

پرسنّا: ''ہاذرا نے مجھ سے پوچھا۔ میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

دونوں ہنس دیئے۔

(مسکراتے ہوئے): ''تم نے کیا کہا؟''

پرسنّا: ''میں نے کچھ نہیں کہا۔''

'ایم': ''پھر؟''

پرسنّا: ''پھر اس نے کہا، میرے لئے تمباکو لائے ہو؟''

دونوں ہنس دیئے۔

پرسنّا: ''وہ چاہتا تھا کہ میں اس کی خدمت میں حاضر رہوں (قہقہہ)۔''

'ایم': ''اس کے بعد تم کہاں گئے؟''

پرسنّا: ''رفتہ رفتہ میں کونا گر پہنچ گیا۔ رات کو ایک جگہ پڑا رہا۔ میں اور بھی آگے جانے کی سوچ رہا

1. کونا گر: گنگا کی دوسری طرف بارانگور سے چند میل دور ایک چھوٹا سا قصبہ۔

تھا۔ میں نے چند بھلے مانسوں سے پُوچھا کیا مُجھے آگے جانے کے لئے ریلوے ٹکٹ خریدنے کی خاطر پیسے مل سکتے ہیں؟''

'ایم': ''اُنہوں نے کیا کہا؟''

پرسنا: ''اُنہوں نے کہا، دھیلی روپیہ شاید کوئی دے دے۔ مگر اِتنا کرایہ اکیلا کون دے گا؟''

دونوں ہنس دیئے۔

'ایم': ''تم اُپنے ساتھ کیا کیا لے گئے تھے؟''

پرسنا: ''دو، ایک کپڑے اور مہاراج کی تصویر۔ تصویر میں نے کسی کو نہیں دِکھائی''۔

ششی کا باپ مٹھ میں آیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو گھر لے جانا چاہتا تھا۔ شری رام کرشن جی کی بیماری کے دوران ششی نے مہاراج کی لگاتار نو مہینے تک دِل و جان سے تیمارداری کی تھی۔ اس نے ہائی اسکول میں رہتے ہوئے اپنی تعلیمی قابلیت کی وجہ سے وظیفہ حاصل کیا تھا۔ وہ بی اے تک پڑھا ہُوا تھا۔ اِس کا باپ ایک غریب برہمن اور ایک سچّا ہندُو تھا۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت ریاضت و عبادت میں صرف کرتا تھا۔ ششی اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس کے ماں باپ کو اُمید تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ پیسے کمائے گا اور اپنے پریوار کی مالی مشکلات کو دُور کرے گا۔ لیکن ششی نے خدا کو پانے کے لئے دُنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ جب کبھی اسے اپنے ماں باپ کی یاد آتی، اسے بہت صدمہ پہونچتا۔ وہ رو رو کر اپنے دوستوں کو سُناتا کہ میں اپنا فرض ادا نہ کر سکا۔ افسوس، میں اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کر سکا۔ میں ان کے کسی کام نہ آ سکا۔ انہیں مُجھ سے کتنی امیدیں تھیں۔ غربت کی وجہ سے میری ماں کے پاس ایک بھی زیور نہیں تھا۔ اس کے لئے زیور خرید لانے کی میری بڑی خواہش تھی۔ مگر میری ساری اُمیدیں ناکام ہو گئی ہیں۔ اب میرے لئے گھر لوٹنا ناممکن ہو گیا ہے۔ میرے گرو مہاراج نے مُجھے زن اور زر سے دور رہنے (دستبردار ہونے) کو کہا تھا۔ اب تو گھر لوٹنے کی گُنجائش ہی نہیں رہی۔

شری رام کرشن جی کی وفات کے بعد ششی کے باپ کو اُمید تھی کہ اس کا بیٹا گھر لوٹ آئے گا۔ ششی تھوڑے دن گھر میں رہنے کے بعد نئے مٹھ کے شروع ہوتے ہی وہاں آنے جانے لگا اور پھر ہمیشہ کے لئے مٹھ کا رُکن بن کر وہیں رہ گیا۔ کبھی کبھی اس کو گھر لوٹنے کے لئے قائل کرنے کو اس کا باپ مٹھ میں آتا جاتا رہتا مگر وہ اپنے اس مقصد میں ناکام رہتا تھا۔ اس روز جیسے ششی جانتا تھا کہ اس کا باپ مٹھ میں آیا ہوا ہے۔ وہ دوسرے دروازے سے بھاگ نکلا تھا۔ ششی اپنے باپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔

ششی کا باپ 'ایم' کو جانتا تھا۔ وہ دونوں اوپر برآمدے میں چہل قدمی کرتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔

ششی کا باپ: ''یہاں کا نگران کون ہے؟ واحد نریندر ہی سارے فساد کی جڑ ہے۔ سب لڑکے راضی خُوشی گھر لوٹ گئے تھے، پھر سے اسکول کالج جانے لگے تھے''۔

'ایم': ''یہاں نگران کوئی نہیں ہے۔ سب برابر ہیں۔ نریندر کیا کرے؟ بنا اپنی مرضی کے کوئی گھر چھوڑ سکتا ہے؟ مثال کے طور پر کیا ہم گرہستی لوگ (صاحب خانہ) ہمیشہ کے لئے اپنے گھر چھوڑ کر آ سکے ہیں؟''

ششی کا باپ: ''اجی، تم لوگ تو اچھا کر رہے ہو۔ ''تم دُنیا اور خدا'' دونوں کی خدمت کر رہے ہو۔ کیا کوئی تمہاری طرح دھرم (فرض) نہیں نبھا سکتا؟ ہم چاہتے ہیں کہ ششی بھی ایسا ہی کرے۔ وہ یہاں بھی رہے اور گھر میں بھی رہے۔ تُم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس کی ماں اس کے لئے کتنا روتی ہے۔''

ایم اداس ہو کر چپُ ہو گیا۔

ششی کا باپ: ''اگر تم فقیروں (سادھوؤں) کی بات کرتے ہو تو میں جانتا ہوُں اچھے فقیر کہاں رہتے ہیں۔ ششی کو ان کے پاس جانے دو۔''

راکھل اور 'ایم' کالی کے کمرے کے مشرق کی طرف برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔

راکھل (پرخلوص لہجے میں): ''ایم، چلو ریاضت کریں۔ ہم نے ہمیشہ کے لئے گھر بار چھوڑ دیا ہے۔ جب کوئی ہم سے یہ کہتا ہے کہ گھر چھوڑنے کے باوجود بھی تُم لوگوں نے خدا کو حاصل نہیں کیا، پھر یہ افراتفری کیوں؟ اس کا جواب نریندر بہت اچھا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے، اگر ہم خدا کو نہیں پا سکے تو کیا ہم باپ بن کر بچّے پیدا کریں؟ واہ، کبھی کبھی نریندر بہت اچھی باتیں کرتا ہے۔ ذرا آپ بھی پُوچھئے گا۔''

'ایم': ''ٹھیک ہے راکھل بھائی۔ میں دیکھ رہا ہوُں کہ تُم بھی خدا کو پانے کے لئے بے تاب ہو رہے ہو۔''

راکھل: ''ایم میں اپنے من کی حالت کیسے بتاؤں۔ آج دوپہر کو مُجھے نرمدا جانے کے لئے بڑی بے قراری ہوئی تھی۔ 'ایم' صاحب ریاضت کرو ورنہ کچُھ حاصل نہیں ہوگا۔

بہت سے لوگ سوچتے ہیں عورت کا مُنہ نہ دیکھا تو بس فتح ہو گئی۔ عورت کو دیکھ کر صرف سر جھکا لینے سے کیا ہوگا۔ کل رات نریندر نے خوب کہا تھا۔ جب تلک ہمارے اندر خواہش نفس ہے ہمارے لئے

عورت کا وجود ہے۔خواہش نفس سے آزاد آدمی کے لئے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں''۔

'ایم': ''اس بات میں کتنی صداقت ہے۔بچّوں کے لئے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔''

راکھل: ''اس لئے تو کہتا ہُوں، ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہم ریاضت کریں۔مایا کے اس پار گئے بغیر گیان (علم الٰہی) کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

چلئے بڑے کمرے میں چلیں۔بارانگور سے کچھ پڑھے لکھے لوگ آئے ہوئے ہیں۔نریندر سے ان کی کیا بات چیت ہو رہی ہے چلئے۔ہم بھی سُنیں''

ایم اندر نہیں گیا۔وہ گھر کے مشرقی دلان میں چکّر لگا تا رہا۔اسے کچھ کچھ باتیں سُنائی دے رہی تھیں۔

نریندر: ''سندھیا (پرستش، پُوجا پاٹھ) وغیرہ کاموں کے لئے نہ تو وقت نہ ہی مُقرر جگہ ہوتی ہے۔''

ایک بھلا آدمی: ''جناب! کیا سندھیا کرنے سے اس کا دیدار ہو سکتا ہے؟''

نریندر: ''اس کا دیدار اس کے رحم و کرم پر منحُصر ہے۔بغیر اس کے محض پرستش و ریاضت سے کچھ نہیں مِلتا۔اس لئے اس کی پناہ میں جانا چاہئے۔''

بھلا آدمی: ''کیا ہمارا کبھی کبھار یہاں آنا آپ کو نا گوار تو نہیں ہوگا؟''

نریندر: ''جب بھی چاہو آیا کرو۔آپ لوگوں کے وہاں گنگا گھاٹ (کِنارے) پر ہم نہانے جاتے ہیں۔''

بھلا آدمی: ''اس کے لئے ہماری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں۔ہاں کوئی دوسرا نہ جایا کرے۔''

نریندر: ''نہیں، اگر تم کہو تو ہم بھی نہ جایا کریں۔''

بھلا آدمی: ''نہیں نہیں، ایسی بات نہیں۔مگر ہاں، اگر آپ دیکھیں کہ کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں جا رہے ہیں تو آپ نہ جایئے گا۔''

جھٹپٹے کا وقت تھا۔شام کی پرستش، آرتی ختم ہو چُکی تھی۔سب لوگ بڑے ہال میں اکِٹھا ہو گئے۔'ایم' بھی وہاں بیٹھا تھا۔پرسنّا گرو گیتا پڑھ کر سُنانے لگا۔نریندر گا رہا تھا——

ابدی رہبر کو میرا سلام
خالق کائنات سعادت کا مجُسم
علم اور نجات کی رُوح

عظیم شادمانی کا داتا
جو ہے حاضر ناظر سب جگہ مانند فلک۔ اور جو ہے علم ویدانت کی منزل
جو ہے ایک دائمی، بے داغ، پاکیزہ
اور مُستقل شاہد ہے ہر ایک شے کا
جو ہے پرے سب کیفیتوں سے، تینوں گنوں سے برتر

جیسے ہی نریندر نے اپنی سُریلی آواز میں یہ گیت گایا عابدین کا من جیسے جلتی ہوئی موم بتی کے شُعلے کی مانند متوازن ہو گیا۔

راکھل کالی کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب بیٹھا تھا پرسنّا۔ 'ایم' بھی وہیں موجود تھا۔

راکھل نے اپنی بیوی اور لڑکے کو پیچھے چھوڑ دُنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ دن رات اس کے دِل میں دستبرداری کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ خود نرمدا کے کنارے یا کسی دوسرے مقدّس مقام پر کہیں دُور نکل جانے کو سوچ رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ پرسنا کو قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ مٹھ سے کہیں بھاگ نہ جائے۔

راکھل (پرسنّا سے): ''تو جانا کہاں چاہتا ہے؟ یہاں تم سادھوؤں (فقیروں) کے ساتھ رہتے ہو۔ یہاں سے جانا بے وقوفی نہیں ہو گی کیا؟ انہیں چھوڑ کر تو کہاں جائے گا؟ نریندر جیسا دوسرا کوئی کہاں ملے گا؟''

پرسنا: ''میرے ماں باپ کلکتہ میں رہتے ہیں۔ مُجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کا پیار مجھے کھینچ نہ لے۔ اس لئے کہیں دور بھاگ جانا چاہتا ہوں۔''

راکھل: ''ہمارے گرو مہاراج (شری رام کرشن جی) ہمیں جتنا پیار کیا کرتے تھے کیا ہمارے ماں باپ بھی ہم سے اتنا ہی پیار کرتے ہیں؟ ہم لوگوں نے ان کے لئے کیا کیا تھا جو وہ ہمیں اتنا چاہتے تھے؟ وہ ہمارے جسم، من اور رُوح کی خاطر اتنے شائق کیوں تھے؟ ہم نے ان کی خاطر ایسا کیا کیا تھا جس سے ہم ان سب چیزوں کے حق دار بن گئے؟''

ایم (اپنے آپ سے): ''آہ، راکھل ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔ اسی لئے انہیں (شری رام کرشن جی کو) دیا کا ساگر (رحمت کا سمندر) کہتے ہیں۔''

پرسنا (راکھل سے): ''کیا تم یہاں سے بھاگ جانا نہیں چاہتے؟''

راکھل: ''ہاں، دِل تو کرتا ہے کہ نرمدا کے کنارے جا کر رہوں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ وہیں کسی باغیچے میں جا کر رہوں اور کچھ ریاضت کروں۔ مگر میں دُنیادار لوگوں کے باغیچے میں جانے سے ہچکچاتا ہوں۔''

تارک اور پرسنا بڑے کمرے میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ تارک کی ماں کا اِنتقال ہو چُکا تھا۔ راکھل کے باپ کی طرح اس کے باپ نے بھی دوسری شادی کر لی تھی۔ تارک خود بھی شادی شُدہ تھا مگر اس کی بیوی گذر چکی تھی۔ اب تو مٹھ ہی اس کا گھر تھا۔ وہ بھی پرسّنا کو وہیں رہنے کے لئے قائل کر رہا تھا۔

پرسنا: ''نہ تو مُجھ میں علم ہے اور نہ ہی خدا سے پیار۔ دُنیا میں کس کے سہارے جیوں''۔

تارک: ''علم (گیان) ہونا تو مشکل ہے۔ مگر یہ کیسے کہتے ہو کہ تمہیں پیار نہیں ہوا۔''

پرسنا: ''میں ابھی تک خدا کے لئے رویا نہیں۔ میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ مُجھے اس سے پیار ہے؟ اور اتنے دنوں میں میں نے حاصل بھی کیا کیا ہے؟''

تارک: ''کیوں؟ تو نے شری رام کرشن جی کو دیکھا ہے نا؟ پھر تم یہ کیوں کہتے ہو کہ مجھے گیان نہیں ہوا؟''

پرسنا: ''تم کون سے گیان کی بات کر رہے ہو؟ کس چیز کا گیان؟ یقیناً خدا کا۔ مگر مجھے تو یہ بھی یقین نہیں کہ خدا ہے یا نہیں۔''

تارک: ''ہاں ٹھیک ہے۔ گیانیوں (عارفین) کے مُطابق خدا ہے ہی نہیں۔''

ایم (اپنے آپ سے): ''آہ، شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے، خدا کے طلب داروں کو اِسی دور سے گذرنا پڑتا ہے جس دور سے آج کل پرسّنا گذر رہا ہے۔ کبھی کبھی ایسی حالت میں خدا کے وجود پر شک ہونے لگتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ تارک آج کل بدھ مت کے فلسفہ کا مطالعہ کر رہا ہے۔ شاید اِسی لئے اس نے کہا ہے ''گیانیوں کے عقیدے کے مطابق خدا کا کوئی وجود ہی نہیں''۔ مگر سری رام کرشن جی کہا کرتے تھے کہ گیانی (عارف) اور بھگت (عابد) دونوں ایک ہی مقام پر پہونچیں گے۔''

ریاضت کے کمرے میں (یعنی کالی تپسوی کے کمرے میں) نریندر اور پرسنا آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ راکھل، ہریش اور چھوٹا گوپال کمرے میں دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں بڑا گوپال بھی وہاں آپہونچا۔

نریندر گیتا پڑھ رہا تھا اور اس کے شلوکوں (بندوں) کے معنی پرسنّا کو سمجھا رہا تھا۔

''اے ارجن! خدا ساری مخلوق کے دِلوں میں رہتا ہے۔ اور وہ سب کو جیسے کسی مشین پر چڑھا کر گھُماتا رہتا ہے۔ یہی تو اس کی مایا ہے۔ او بھارت، اس کی پناہ میں چلا جا۔ اس کی رحمت سے تجھے سکوُن میسّر ہوگا اور تو ابدی قیام گاہ حاصل کر لے گا۔ تو سب دھرموں (مذاہب) کو چھوڑ کر میری پناہ میں آ جا۔ میں تیرے سب گُناہ بخش دُوں گا۔ تو غم مت کر''۔

نریندر: ''کیا تم نے کرشن کی مشین پر چڑھے ہونے کی بات پر غور کیا ہے؟ خدا اپنی مایا سے ساری مخلوُق کو جیسے مشین پر چڑھا کر گھما رہا ہے۔ خدا کو جاننے کی طلب؟ تم تو کیڑے مکوڑوں سے بھی گئے گذرے ہو۔ تم اسے جان سکتے ہو؟ ذرا سوچو تو سہی آدمی کی حیثیت کیا ہے؟ فلک پر یہ جو بے شمار تارے دکھائی دے رہے ہیں، ایک ایک تارہ نظامِ شمسی ہے۔ ہماری اپنی سرزمین محض ایک نظامِ شمسی کا چھوٹا سا جز ہے۔ اور یہ اس قدر بڑی دکھائی دیتی ہے، یہ زمین جس پر آدمی ایک کیڑے جیسا رینگتا ہے، یہ سوُرج کے مقابلے میں صرف ایک چھوٹا سا گیند ہے۔''

نریندر نے گیت گایا—

اے مالک زمین کی مٹّی سے ہم ہوئے پیدا
اور ہماری آنکھیں دُھول سے ہوگئی ہیں نابینا
دُھول سے بہلا رہے ہیں دِل، کھیلتے ہیں بچّے جیسے کھلونوں سے
دو بھروسہ ہم کو اے ناتواں کے مددگار

پھینک تو نہ دو گے آقا اپنی آغوش سے باہر ہمیں
ایک غلطی کی وجہ سے موڑ تو نہ دو گے تُم
اور ہماری بے بسی پہ ہمیں چھوڑ تو نہ دو گے تُم
اوہ، تب ہم اٹھ نہ پائیں گے پھر کبھی
پڑے رہیں گے ہمیشہ کے لئے بدحواس وتباہ حال

اے پتا مہان، بچکانا من کے ہم، محض بچّے ہی تو ہیں

گر پڑے ہیں ہر قدم پہ ٹھوکریں کھاتے ہیں ہم
پھر ہمیں ہو کیوں دکھاتے چہرہ اپنا خوف سے
کیُونکر سامنا ہم کریں اے مالک تیرے تیور کا

ہم تو ہیں ننھے سے بچّے کیُونکر خفا ہو ہم پہ تُم
جب کبھی ہو ہم سے غلطی ڈانٹو ہمیں تُم پیار سے
کیونکہ ہے اٹھایا ہم کو تُم نے سو سو بار
ہم کریں گے غلطیاں پھر دوبارہ سو سو بار
ایک بے بس من لئے ہم اور کر سکتے ہیں کیا؟

تب اس نے پرسنّا سے کہا: ''اپنے آپ کو اس کے (خُدا کے) حوالے کردو۔ اس کی رضا میں راضی رہو۔

کیا تمہیں شری رام کرشن جی کی بات یاد نہیں۔ خُدا شکر کا پہاڑ ہے اور تو ایک چیُونٹی۔ بس ایک ہی دانے سے تیرا پیٹ بھر جاتا ہے اور تو سوچ رہا ہے کہ میں یہ پہاڑ کا پہاڑ اٹھا لے جاوٗں گا۔ اسی لئے تو میں کالی سے کہا کرتا تھا، کیوں رے تو گز اور فیتہ لے کر خُدا کو ناپنا چاہتا ہے؟

خُدا رحمت کا سمندر ہے۔ اس کا غلام بن اور اس کی پناہ میں جا۔ وہ ضرور ترس کھائے گا۔ اس سے دُعا کر۔ اے خُدا تو اپنے رحم و کرم سے میری حفاظت کر۔ اے خدا، تو مُجھے جھُوٹ سے سّچ کی طرف، اندھیرے سے اجالے کی طرف اور موت سے حیاتِ ابدی کی طرف لے چل۔ اے خُدا مُجھے اپنا دیدار دے اور میری حفاظت کر۔''

پرسنّا: ''ہمیں کس قسم کی عبادت کرنی چاہئے؟''

نریندر: ''خُدا کا نام لیتے رہو۔''

پرسنّا: ''ابھی تم کہہ رہے ہو کہ خُدا ہے، پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ چروا کا (Charvaka) اور دوسرے مُفکروں کا کہنا ہے کہ یہ دُنیا خود بخود بنی ہے۔''

نریندر: ''کیا تُم نے کیمسٹری نہیں پڑھی؟ یہ تو بتا کہ الگ الگ عناصر کو اکٹھا کون کرتا ہے؟ پانی تیار

کرنے کے لئے آکسیجن، ہائیڈروجن اور الیکٹرسٹی، ان سب چیزوں کو انسان اکٹھا کرتا ہے۔ وہ شکتی (طاقت) جو ذہین نوعیت کی ہے، وہ شکتی جو گیان (علم) کا لب ولباب ہے اور وہ جو اس غیر معمولی اور عجیب وغریب سلسلے کی رہبری کرتی ہے اسے ہر کوئی تسلیم کرتا ہے۔"

پرسنا: "ہم کیسے مانیں کہ وہ مہربان ہے؟"

نریندر: "وید کہتے ہیں، وہ جو تیری رحمدل صورت ہے۔ جان اسٹوارٹ (Johan Stuart) بھی یہی کہتا ہے۔ وہ جس نے اِنسان کے اندر نوازش، مہربانی پیدا کر رکھی ہے وہ خود کتنا مہربان ہوگا۔ شری رام کرشن جی کہا کرتے تھے، یقین ایک لازمی عمل ہے۔ خدا کا وجود ہے۔ وہ ہمارے بہت نزدیک ہے۔ اُس پر یقین رکھنے سے ہی اُسے پایا جا سکتا ہے۔"

پرسنا: "کبھی تو تم کہتے ہو کہ خدا ہے ہی نہیں اور اب یہ سب باتیں سُنا رہے ہو۔ تم ہمیشہ متضاد باتیں کرتے ہو۔ تُم اپنی رائے بدلتے رہتے ہو۔" (سب ہنس دیئے)

نریندر: "اچھا، جو بات میں نے ابھی کہی ہے اسے کبھی نہیں بدلوں گا۔ جب تک ہمارے اندر خواہشات اور حسرتیں رہتی ہیں تب تک ہمیں خدا کے وجود پر شک رہتا ہے۔ کوئی نہ کوئی خواہش بنی رہتی ہے۔ کچھ نہیں تو اندر ہی اندر پڑھنے کی خواہش یا یونیورسٹی کا اِمتحان پاس کرنے کی یا عالم، فاضل بننے کی وغیرہ وغیرہ۔"

نریندر نے جذباتی ہو کر ایک اور گیت گایا—

تُمہیں آفرین، ہمارے خدُا، ہمارے مالک، آفرین!
اتنی رحمتیں عطا کرنے والے
آفریں تُمہیں نیکی عطا کرنے والے
خوف وخطر اور رنج وغم کے اے نجات دینے والے
سب جہانوں کو برقرار رکھنے والے
آفریں تُمہیں مالک، تمہاری جے ہو

اتھاہ، لامحدود، بے انتہا، موازانے سے برتر
او خدا کوئی ثانی نہیں تیرا

کائنات کے مالک اور ہر سُو قائم حقیقت
تم رُوحِ عظیم ہو
آفرین تُمہیں مالک، تمہاری جے ہو
او تو کلیتاً رحمدِل تمام کائنات کے محتُرم
تمہارے قدموں میں جھک کر تجھے سلام کرتا ہُوں
آفرین تُمہیں مالک، تمہاری جے ہو

یہی ہے اک دُعا ہماری اے مالک اور کوسی ہے مراد
جس کے لئے کر سکتے ہیں التجا ہم
ہم یُوں تجھ سے دُعا کرتے ہیں
کر دو عنایت ہمیں دانائی یہاں اور وہاں (اگلے جہان میں) دِکھا دینا اک
جھلک اپنی صُورت کی
آفرین تمہیں مالک، تمہاری جے ہو۔

نریندر دوبارہ گانے لگا جس کا مفہوم ہے، 'خدا ہمارے بہت قریب ہے۔ اِتنا قریب جتنی ہرن کے قریب کستوری''۔ پھر اس نے اپنے گرُو بھائیوں کو ہری رس کا پیالہ (خدا کی مستی کا جام) پینے کو کہا—

ہری پریم[1] کا پی کر پیالہ— سادھو[2] ہو جا تو متوالہ
بچپن تو نے کھیل گنوایا— اور جوانی عورت کے سنگ[3]
بلغم، وایو[4] نے آ گھیرا— آیا جب بڑھاپا تیرا
کھاٹ پہ لیٹے لیٹے تو نے— کھویا اپنا شام سویرا

---

1. ہری: بھگوان وِشنو (خدا کا ایک نام)
2 سادھو: فقیر
3 سنگ: رفاقت، ساتھ
4 وایو: سردی، زکام
5 نابھی: کمل، نافہ

نابھی 5 کمل میں ہے کستوری— کیسے بھرم مٹے ہرن کا

بن مرشد کے اِنسان بھٹکے— جیسے بن میں مرگ بھٹکتا

'ایم' برآمدے میں کھڑے کھڑے یہ سب باتیں اور گیت سُن رہا تھا۔

نریندر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے سے باہر آتے ہوئے اس نے کہا ''اِن نوجوانوں سے باتیں کرتے کرتے میرا سر گرم ہو گیا ہے''۔ برآمدے میں 'ایم' کو دیکھ کر اس نے کہا ''آؤ پانی پئیں''۔

مٹھ کے ایک بھائی نے نریندر سے کہا، ''پھر کیوں تم کہتے ہو کہ خدا کا وجود نہیں ہے''۔

نریندر ہنس دیا۔

سوموار، 9 مئی 1887

دوسرے دن صُبح 'ایم' مٹھ کے باغیچے میں ایک پیڑ کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، شری رام کرشن جی نے مٹھ کے سنیاسی بھائیوں سے زن اور زر سے پیچھا چھڑا دیا۔ آہ، خدا کو پانے کے لئے یہ لوگ کتنے شائق ہیں۔ یہ جگہ سچ مچ بہشت بن گئی ہے۔ مٹھ کے سنیاسی جیسے خود نارائن بن گئے ہیں۔ شری رام کرشن جی کو گئے ہوئے ابھی زیادہ دِن نہیں گذرے اسی لئے وہ سب جذبات ابھی تک جوں کے توں قائم ہیں۔ ان سے تو اُنہوں (شری رام کرشن جی) نے گھر چھڑا دیا۔ پھر جو دوسرے ہیں اُنہیں گھر میں ہی کیوں رکھا ہے؟ کیا اُن کے لئے نجات پانے کا کوئی راستہ نہیں؟

نریندر نے اوپر کے کمرے سے 'ایم' کو اکیلے درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا۔ وہ خود بھی نیچے آ گیا۔

نریندر: ''تم بے لوث زندگی گذارنے کی بات کہتے رہتے ہو۔ مگر زن اور زر سے دستبرداری کے بغیر تمہیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ ویدانت کی باتوں سے جو لُطف اندوز نہیں ہوتا، جو خدا کے نام کی مستی کا جام نہیں پیتا اس کی زندگی بے کار ہے۔ سنیاسی کی کوپین (لنگوٹی) پہنے بغیر آدمی کو نجات نہیں مل سکتی۔ دُنیا سے دستبردار ہو جانا چاہئے۔ آدمی دُنیا داری میں پھنسے ہی کیوں؟ وہ مایا کے جال میں کیوں پھنسے؟ آدمی کی اصلی فِطرت کیا ہے؟ وہ تو شو ہے، برھم ہے، سعادت اور رُوح کا مجسمہ۔''

کرشن کے ایک بھجن کے آٹھ بند نریندر نے گا کر سُنائے۔ 'ایم' گیت سُن کر دنگ رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کتنا نفس کش ہے نریندر۔ اس لئے اس نے مٹھ کے دوسرے سنیاسی بھائیوں میں نفس کشی کی رُوح پھونک دی ہے۔ شری رام کرشن جی کے ان بھگتوں میں جو اب بھی دُنیاداری میں پھنسے ہوئے ہیں، زن

اور زر سے قطع تعلق کا جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔آہ، کتنے خوش نصیب ہیں یہ سنیاسی بھائی۔ہم میں سے کچھ لوگوں کو ابھی تک اُنہوں نے دُنیا میں کیوں رکھا ہے؟ کیا وہ ہمیں کوئی راستہ دکھائیں گے؟ کیا وہ ہمارے اندر دستبرداری کا جذبہ بھر دیں گے؟ یا ہمیں دُنیا میں اُلجھا کر رکھیں گے؟

کھانا کھانے کے بعد سب آرام کر رہے تھے۔ بڑا گوپال کچھ گیتوں کی نقل کر رہا تھا۔نرنجن اپنی ماں سے ملنے گیا تھا۔سرت، بابُورام اور کالی پوُری میں تھے۔

نریندر دو ایک سنیاسی بھائیوں کے ساتھ کلکتہ گیا ہوا تھا۔اس نے مقدمے کی پیروی کرنی تھی۔اس کا ارادہ شام کو واپس لوٹنے کا تھا۔اس کی غیر موجودگی سنیاسی بھائیوں کے لئے نا قابل برداشت تھی۔

شام کو رابندر پاگل کی طرح آ نکلا۔ وہ ننگے پاؤں، کالی دھاری والی صرف آدھی سی دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ پاگلوں کی طرح اس کی آنکھوں کی پُتلیاں گھوم رہی تھیں۔ باری باری اسے سب پوُچھ رہے تھے کہ ماجرا کیا ہے؟

اس نے کہا مُجھے ذرا سانس لینے دو میں تھوڑی دیر بعد آپ کو ساری بات بتا دوُں گا۔ میں اب گھر نہیں لوٹوں گا۔ یہیں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ وہ عورت بے وفا ہے۔ دیکھئے صاحب، اس کی خاطر میں نے شراب تک پینا چھوڑ دیا جس کی عادت مُجھے پچھلے پانچ سال سے تھی۔آج آٹھ مہینے ہو گئے مُجھے شراب چھوڑے ہوئے۔اس کا پھل یہ! کہ وہ پوُری دھوکے باز نکلی۔

مٹھ کے سنیاسی بھائیوں نے کہا: "تم ذرا ٹھنڈے ہو لو۔تم یہاں پہونچے کس طرح؟"

رابندر: "میں کلکتہ سے برابر ننگے پاؤں پیدل چلا آ رہا ہوُں۔"

سنیاسی بھائیوں نے پوچھا: "تُمہاری آدھی دھوتی کہاں کھو گئی؟"

رابندر: "میں جب اس سے مل کر واپس آ رہا تھا تو اس نے میرے ساتھ کھینچا تانی شروع کر دی۔ بس آدھی دھوتی پھٹ گئی۔"

سنیاسی بھائیوں نے کہا تم گنگا میں نہا کر کے آؤ۔ ٹھنڈے ہو لو، پھر اپنی بات سُنانا۔

رابندر کلکتہ کے ایک معزز خاندان سے تعلّق رکھتا تھا۔وہ بیس یا بائیس سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ پہلے پہل وہ شری رام کرشن جی کو دکھنیشور مندر میں مِلا تھا اور ان کی رحمت پائی تھی۔ایک دفعہ لگا تار تین رات وہ وہاں رہ بھی چُکا تھا۔اس کا مزاج بہت شیریں اور نازک تھا اور مہاراج اسے بہت پیار کرتے تھے۔مگر ایک بار اُنہوں نے رابندر سے کہا تھا، تیرے لئے ابھی دیر ہے۔ابھی تیرے لئے کچھ بھوگ (دُنیاوی

فرائض) باقی ہیں۔ ابھی کچھ نہ ہوگا۔ جب ڈاکو کسی گھر میں ڈاکہ ڈالتے ہیں تب ٹھیک اسی وقت پولیس کچھ نہیں کرسکتی۔ جب ہلچل کم ہوجاتی ہے تب پولیس آکر انہیں گرفتار کرلیتی ہے۔

رابندر میں سب گُن (خوبیاں) تھے۔ اسے غریبوں سے ہمدردی اور خدا سے عقیدت تھی۔ اس میں بہت سی رُوحانی خوبیاں تھیں۔ مگر وہ ایک طوائف کے جال میں پھنس گیا تھا۔ تب اچانک اسے معلوم ہوا کہ وہ عورت بے وفا تھی۔ اس لئے وہ پریشان حالت میں پکّا اِرادہ کئے ہوئے آیا کہ وہ دُنیا میں واپس لوٹ کر نہیں جائے گا۔

ایک عابد رابندر کو اپنے ساتھ لے کر گنگا تک گیا۔ اس کی دِلی خواہش تھی کہ ان پارسا لوگوں میں رہ کر رابندر کا رُوحانی شعوُر بیدار ہو جائے۔ گنگا میں نہانے کے بعد وہ عابد رابندر کو گنگا کے پاس ایک شمشان گھاٹ لے گیا۔ اردگرد بکھری ہوئی لاشوں کو دکھاتے ہوئے اس نے رابندر سے کہا: "مٹھ کے سنیاسی بھائی خدا کی ریاضت کے لئے اکثر یہاں آیا کرتے ہیں۔ ریاضت کے لئے یہ بہت شاندار جگہ ہے۔ دُنیا کی ناپائیداری خوُب سمجھ میں آتی ہے۔"

رابندر ریاضت (دھیان) کرنے کے لئے شمشان گھاٹ میں بیٹھ گیا۔ مگر وہ وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھ سکا کیوں کہ اس کا من بے قرار ہو رہا تھا۔

رابندر اور عابد مٹھ میں لوٹ آئے۔ دونوں نے پُوجا کے کمرے میں جاکر شری رام کرشن جی کی تصویر کو آداب کیا۔ اس عابد نے رابندر کو بتایا کہ بھگت اس کمرے میں بیٹھ کر ریاضت کیا کرتے ہیں۔

رابندر وہاں بیٹھ کر دھیان کرنے لگا مگر وہ وہاں بھی زیادہ دیر تک نہ بیٹھ سکا۔

عابد: "کیا من بہت چنچل (بے قرار) ہو رہا ہے؟ شاید اس لئے تم اتنی جلدی اُٹھ بیٹھے۔ شاید تمہارا دھیان اچھی طرح جم نہیں پایا۔"

رابندر: "یقیناً میں اب گھر نہیں لوٹوں گا مگر من بے قرار ضرُور ہے۔"

ایم اور رابندر باتیں کر رہے تھے۔ وہاں اور کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ 'ایم' اسے مہاتما بدھ کی باتیں سُنا رہا تھا۔ ان دنوں مٹھ کے اراکین بدّھ اور چیتنیہ کی زندگی کے بارے میں باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ 'ایم' نے رابندر کو بتایا کہ بدّھ کا رُوحانی شعوُر پہلے پہل دیوکنیاؤں (دیوتا لوگوں کی دختران، آسمانی دوشیزائیں) کا ایک گیت سُن کر بیدار ہوا تھا۔

ایم نے گیت گایا—

کراہ رہے ہیں ہم سکوُن و آرام کی خاطر مگر افسوس ہمیں کبھی
آرام وسکوُن نہ مل سکا۔
پتہ نہیں ہم آئے کہاں سے اور کہاں ہے جانا ہم کو
گذرے ہیں بارہا آنسو اور مُسکراہٹوں کے دور سے
فضُول میں اک آرزو سی لئے من میں جاننے کی
کہ جارہی ہے کس سمت ہماری پگڈنڈی
اور کیوں کھیل رہے ہیں ہم یہ بے معنی کھیل

اس رات کو نریندر، تارک اور ہریش کلکتہ سے واپس لوٹ آئے۔ آتے ہی اُنہوں نے کہا: ''او، ہم نے کلکتہ میں خوب بڑھیا کھایا''۔ کلکتہ میں کسی عابد کے یہاں ان کی دعوت تھی۔

مٹھ کے اراکین بڑے کمرے میں اکٹھے ہو گئے۔ نریندر نے رابندر کی ساری کہانی سُنی۔ نریندر نے اسے (رابندر کو) نصیحت دیتے ہوئے گیت گایا—

او انسان، وہم و فریب اور ناپاک مشورے
چھوڑ تو اپنے سمجھ لے اس کو
چند دِنوں کی خوشیوں خاطر
بھوُل گیا تو بالکل اس کو
روحِ رفیق ہے جو تیرا
افسوس! کیسا اک مذاق ہے یہ

کچھ دیر بعد سب گرو بھائی کالی تپسوی کے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ گریش نے دو نئی کتابیں بُدھ اور چیتنیہ کی سوانحِ حیات مٹھ میں بھیجی ہیں۔

ششی جب سے نئے مٹھ میں آیا ہوا ہے تبھی سے وہ دل و جان سے شری رام کرشن جی کی پُوجا میں مصروف رہتا ہے۔ اسے دیکھ کر سب کو حیرانی ہوتی ہے۔ شری رام کرشن جی کی بیماری کے دوران وہ دن رات جیسے ان کی خِدمت کیا کرتا تھا آج بھی اسی طرح ثابت قدمی سے وہ ان کی پُوجا کرتا ہے۔

مٹھ کا ایک رُکن زور زور سے بدھ اور چیتنیہ کی زندگی کے واقعات پڑھ رہا ہے۔ چیتنیہ کی سوانحِ عُمری وہ کچھ طنزیہ انداز میں پڑھنے لگا۔ نریندر نے اس سے کتاب چھین لی اور کہا اس طرح تو کوئی اچھی چیز کو بھی مٹّی میں ملا دیتا ہے۔

نریندر نے پڑھ کر سُنایا کہ کس طرح چیتنیہ دیو اور ایک برہمن سے اچھوت تک سب کو پیار کی نظر سے دیکھتے تھے۔

مٹھ کا ایک بھائی: ''میں کہتا ہُوں کوئی کسی کو پیار دے نہیں سکتا۔''

نریندر: ''مُجھے تو سری رام کرشن جی نے پیار دیا ہے۔''

مٹھ کا بھائی: ''اچھا، کیا سچ مُچ ہی تمہیں پیار دیا ہے؟''

نریندر: ''تم پیار کے بارے میں کیا سمجھو گے؟ تم مُلازم طبقہ سے تعلُق رکھتے ہو۔ تم سب میری خدمت کرو اور میرے پاؤں کی مالش کرو۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ تم نے سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ اب جاؤ، میرے لئے حُقہ تیار کرو۔''

سب ہنس دیئے۔

مٹھ کا بھائی: ''میں ہرگز نہیں کروں گا۔''

ایم (خود سے): ''سری رام کرشن جی نے مٹھ کے سب بھائیوں کے اندر شکتی (طاقت) مُنتقل کر دی ہے۔ صرف نریندر ہی اکیلا اس کا حقدار نہیں۔ کیا اندر کی اس شکتی کے بغیر زن اور زر سے قطع تعلق کیا جا سکتا ہے؟''

10 مئی 1887

آج منگلوار تھا۔ ماں الٰہی کی پرستش کا دِن۔ مٹھ میں اس کی پُوجا کے خاص انتظامات کئے جا رہے تھے۔

ایم گنگا نہانے کے لئے جا رہا تھا۔ رابندرا کیلا چھت پر ٹہل رہا تھا۔ اس نے نریندر کو نروان پر چھ بند گاتے ہوئے سُنا۔

مُجھے موت کا کوئی ڈر نہیں نہ کوئی ذات کا امتیاز ہے
نہ باپ نہ کوئی ماں میری نہ کوئی جنم ہے میرا

نہ کوئی دوست نہ رفیق نہ شاگرد نہ مرشد کوئی
میں اک چیتنا ہوں ابدی سعادت ہوں میں ایک، میں شو ہوں، میں شو ہوں
ہے نہیں کوئی صورت یا رغبت مجھے، ہر جگہ پھیلا ہوں میں
موجود ہوں میں ہر جگہ پھر بھی دسترس سے ہوں پرے
نہ ہوں نجات اور نہ جاننے کی چیز ہوں
میں اک چیتنا ہوں ابدی سعادت ہوں میں ایک۔ میں شو ہوں، میں شو ہوں

رابندر نہانے کے لئے گنگا چلا گیا۔ وہ جب مٹھ میں لوٹا تو اس نے بھیگی ہوئی دھوتی پہنی تھی۔

نریندر نے کانا پھوسی کرتے ہوئے 'ایم' سے کہا: ''یہ گنگا میں نہا کر آیا ہے۔ اب اسے سنیاس دے دیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔''

نریندر اور 'ایم' دونوں ہنس دیئے۔

پرسنا نے رابندر کو بھیگی ہوئی دھوتی اتارنے کو کہا اور ساتھ ہی اسے ایک گیروا کپڑا دے دیا۔

نریندر نے 'ایم' سے کہا: ''اب یہ تیاگیوں (سنیاسیوں) کے کپڑے پہنے گا۔''

'ایم' (مسکراتے ہوئے): ''کس چیز کا تیاگ (دستبرداری)؟''

نریندر: ''زن اور زر کا تیاگ۔''

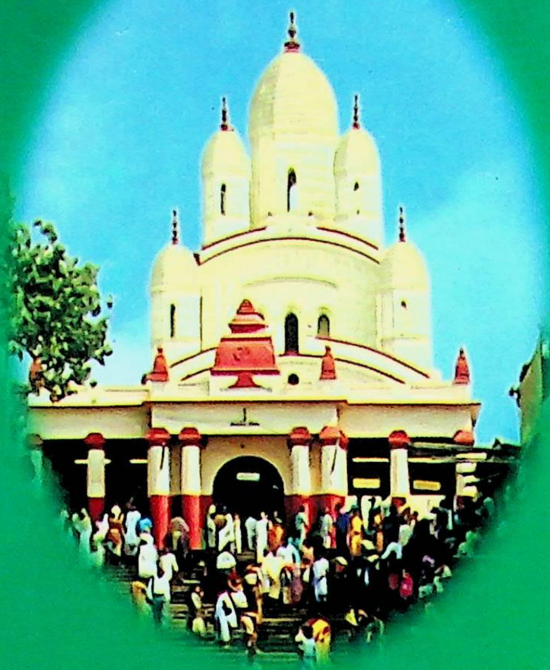
گیروے کپڑے پہن کر رابندر کالی تپسوی کے کمرے میں ریاضت کے لئے چلا گیا۔



شری رام کرشن کے اقوالِ زرّیں

کے بارے میں

دُنیا کی تاریخ میں پہلی بار ایک پیغمبر کے سچائی پہ مبنی ہُو بہُو کہے گئے الفاظ مُختصر نویسی کے انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ گہرائی اُور عین مطابقت میں وہ بے مثال ہیں۔ عظیم رُوحانی صداقتیں سادہ آسان الفاظ میں واضح کہانیوں کی صورت میں بیان کی گئی ہیں۔ اِن صفحات میں سب مذاہب کے رُوحانی متلاشی محبت۔ یقین، اُمید اور روشن خیاّلی کا جذبہ پائیں گے اُنہیں محسوس ہوگا کہ خُدا واقعی حقیقت ہے اور سب کی رسائی کی حدود میں ہے۔ اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ پُر خلوص دُعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور کہ خُدا کی رحمت سے ہر بشر کامل ہو جائے گا۔





رام کرشن مشن

اودھووالا جموں (جموں و کشمیر)